میثم قادری

اثبات علم الغیب

(جلد اوّل)

فی جواب

ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب

تصنیف

شیخ الحدیث مولانا غلام فرید رضوی صاحب گوجرانوالہ

الناشر
قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ

تصنیف

شیخ الحدیث مولانا غلام فرید رضوی صاحب گوجرانوالہ

الناشر

قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ

نام کتاب ———— اثبات علم الغیب فی جواب ازالۃ الریب (جلد اول)

مصنف ———— محمد غلام فرید رضوی

کتابت ———— مسعود احمد، حضرت کیلیانوالہ شریف، ضلع گوجرانوالہ

طباعت ———— بارِ اول

مطبع ———— عبد الحمید الجدہ پرنٹرز
22/SR - احاطہ تر لوک چند، اردو بازار۔ لاہور

صفحات ———— ۵۲۴

قیمت ————

ناشر ———— قادری کتب خانہ سیالکوٹ

اِنتساب

۱۔ بندہ اپنی اس کاوشِ ذہنی کو اپنے اولین استاذی المکرم والد الماجد زبدۃ العلماء عمدۃ الفقہاء فاضل نبیل حضرت علامہ مولانا عبد الجلیل صاحب دامت برکاتہم و

۲۔ فیوضاتہم اور استاذی واستاذ العلماء رئیس الفقہاء امام المحدثین جامع معقول و منقول رازیٔ دوران غزالیٔ زماں مرشدی ذخری لیومی و غدی حضرت العلام مولٰنا سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم و الطافہم کی ذواتِ قدسیہ کی طرف منسوب کر کے فخر محسوس کرتا ہوں جن کی ہر وقت اور سحری کی خصوصی دعاؤں اور محنت و شفقت کے نتیجہ میں بندہ پڑھنے پڑھانے اور لکھنے اور گستاخانِ انبیاء و اولیاء کو جواب دینے کے قابل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سایۂ عاطفت کو تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین یارب العالمین۔

غلام فرید رضوی سعیدی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارفِ مصنّف

مناظرِ اسلام شیخ الحدیث والتفسیر عمدۃ المدرسین مولانا غلام فرید رضوی سعیدی گوجرانوالہ:

فاضل جلیل عمدۃ المدرسین حضرت ابوالریاض الحاج مولانا غلام فرید رضوی ہزاروی بن الحاج مولانا عبدالجلیل بن مولانا امیر غلام ۵ رشعبان ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو موضع حجاڑ مضافات تربیلہ (ہزارہ) میں پیدا ہوئے۔ مشہور پٹھان قوم عیسیٰ خیل کے مورثِ اعلیٰ عیسیٰ خان آپ کے جدِ اعلیٰ تھے، ایک اور جدِ اعلیٰ عبدالرشید خان قندھار کے حاکمِ اعلیٰ ہو گزرے ہیں آپ علمی و روحانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں والد ماجد مولانا الحاج عبدالجلیل کے شب و روز تبلیغ دین میں گزرتے ہیں آپ کے جدِ امجد کے حقیقی بھائی پیرِ طریقت علامہ امیر محمود اپنے علاقہ کے مرکزِ رشد و ہدایت ہیں سینکڑوں طلباء نے اُن سے اکتسابِ فیض کیا نہایت سادہ منش اور پابند شریعت بزرگ ہیں نہ صرف اپنی اولاد کو علوم دینیہ سے بہرہ ور کیا بلکہ دامادی کے لیے بھی اصحابِ علومِ اسلامیہ کا انتخاب کیا۔

حضرت مولانا غلام فرید رضوی مدظلہ نے ابتدائی تعلیم بعض مساجد میں حاصل کی پھر والد ماجد کی وساطت سے ہزارہ ڈویژن کے روحانی و علمی مرکزی دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ میں داخل ہوئے مولانا قاضی حبیب الرحمٰن صاحب اور مولانا قاضی غلام محمود صاحب سے علمی استفادہ شروع کیا۔ اول الذکر حضرت علامہ قاضی عبدالسبحان صاحب کھلابٹی کے داماد اور آخر الذکر آپ کے صاحبزادہ ہیں جب قاضی صاحب دارالعلوم میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے تو ان سے بھی علمی اکتساب کیا ایک نہایت ہی محنتی اور مشفق استاذ مولانا حافظ محمد یوسف صاحب سے بھی ابتدائی اسباق پڑھے چار سال بعد جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ دو سال بعد حضرت محدث اعظم حج پہ تشریف لے گئے تو مولانا محمد فرید رضوی مدظلہ جامعہ نعیمیہ لاہور آ گئے یہاں

آپ نے تقریباً سات سال کے عرصہ میں حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی کے زیر سایہ درس نظامی کی آخری کتب زاہد، ملا جلال، حمد اللہ قاضی، شمس بازغہ وغیرہ حضرت مولانا حسین امام مولانا قاضی حبیب الرحمٰن اور مولانا قاضی عزیز الرحمٰن صاحب مردانوی سے پڑھیں۔ ہدایہ حضرت فقیہ اعظم مفتی اعجاز ولی خاں صاحب سے پڑھ کر بخاری شریف کا درس مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی سے لیا ان کے علاوہ کچھ اسباق حضرت مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی سے بھی پڑھے ۱۹۵۹ء میں جامعہ نعیمیہ سے دستار فضیلت اور سندِ فراغت حاصل کی ۱۹۶۰ء میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ سے علم حدیث پڑھ کر سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ گنج بخش لاہور سے کیا یہ ادارہ حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں کی سرپرستی میں قائم کیا گیا تھا۔ یہاں آپ نے ابتدائی اور متوسط کتب پڑھائیں دو سال جامعہ آینیہ گوجرانوالہ میں اور دو سال دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں مسندِ تدریس پر فائز رہے۔ ۱۹۶۶ء میں حضرت غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی مدظلہ کے ارشاد پر مدرسہ جامع العلوم خانیوال میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی فرائض انجام دینے شروع کیے۔ بندہ ناچیز نعمت اللہ سعیدی اور میرے دوست مجیب الرحمٰن وزیر آبادی نے ابتداء سے لے کر دورہ حدیث تک مدرسہ فاروقیہ گوجرانوالہ میں آپ سے علمی استفادہ کیا آپ نہایت مشفق اور مہربان استاد ہیں طالب علم کی علمی ضرورت ہی نہیں بلکہ ہر قسم کی ضروریات کو پورا کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں جس شفقت اور ہمدردی سے آپ نے بندہ کی تربیت فرمائی وہ ناقابل فراموش ہے۔ دو سال (۷۲-۱۹۷۱) جامعہ فضل العلوم ڈسکہ میں مدرس رہے اور اب عرصہ دس سال سے جامعہ فاروقیہ رضویہ تعلیم القرآن گوجرانوالہ میں بطور صدر مدرس علوم اسلامیہ کی تدریس میں مصروف ہیں دو دفعہ دورہ حدیث بھی پڑھا چکے ہیں۔ دار العلوم کی مسجد جامع مسجد فاروقیہ میں خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ اس سے قبل شاہدرہ موڑ۔ لاہور۔ وانگہ موڑ، گوجرانوالہ شہر، نوشہرہ ورکاں، ہری پور ہزارہ، خانیوال، جہانیاں ضلع ملتان اور جامع عمر ڈسکہ میں خطیب رہ چکے ہیں۔

آپ کی سیاسی وابستگی سوادِ اعظم کی نمائندہ جماعت جمعیت علماء پاکستان سے ہے،

تحریک جمہوریت ۱۹۶۹ء میں آپ نے خانیوال میں بڑے بڑے جلوسوں کی قیادت کی حالانکہ آپ جس دار العلوم سے متعلق تھے وہ محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام ایک مسجد میں قائم تھا۔ لیکن آپ نے خطرات کی پرواہ کیے بغیر تحریک میں حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصہ لیا گوجرانوالہ میں متعدد جلسوں میں لوگوں کو فتنہ مرزائیت سے آگاہ کیا تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں آپ کی کارکردگی پر گوجرانوالہ کی تاریخ شاہد ہے ایک دو کے علاوہ ہر جلوس کی قیادت میں شریک رہے اور بعض جلوسوں کی قیادت تو بلا شرکتِ غیرے کی۔

جمعۃ المبارک کے دن نماز جمعہ کے بعد چوک گھنٹہ گھر سے مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق مدظلہٗ اور مولانا عبد العزیز چشتی کے ہمراہ گرفتاری پیش کی دو دن اور راتیں صدر تھانہ گوجرانوالہ میں رہے اور اس کے بعد رہائی ہوئی۔

خانیوال اور گوجرانوالہ میں متعدد بار بد عقیدہ لوگوں سے مناظرے ہوئے اور بفضلہ تعالیٰ کامیابی حاصل ہوئی مولوی غلام اللہ (راولپنڈی) سے بحث ہوئی اور دیوبندی مکتبہ فکر کے نور الحسن شاہ بخاری کو میدان مناظرہ سے بھگایا خانیوال کے ایک مناظرہ میں دیوبندی عالم بے شمار کتابیں لے کر آئے جبکہ استاذ محترم کے پاس صرف قصیدہ بردہ شریف تھا۔ لیکن آپ نے ابتدائی گفتگو میں ہی مخالفین کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا اس کے علاوہ اور بھی آپ نے کافی مناظرے کیے بفضلہ تعالیٰ کامیابی حاصل کی اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر قائم و دائم رکھے آمین۔

فیاض مطلق نے آپ کو تدریسی اور تقریری خوبیوں کے علاوہ جوہر قلم سے بھی سرفراز فرمایا۔ چنانچہ آپ نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود درج ذیل کتب تصنیف فرمائیں۔

۱۔ صداقت میلاد بجواب حقیقت میلاد۔ مطبوعہ

۲۔ حاضر و ناظر اور علم غیب "ملا علی قاری کی نظر میں۔ مطبوعہ

۳۔ اثبات الدعا بعد الجنازہ بجواب دعا بعد الجنازہ۔ غیر مطبوعہ۔

۴۔ ملا علی قاری اور سرفراز گکھڑوی۔ مکتبہ رضائے مصطفیٰ سے یہ کتاب ملتی ہے۔

۵۔ سرفراز گکھڑوی کی کتاب ازالۃ الریب عن عقیدہ علم الغیب کے رد میں کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ سے شرفِ تلمذ آپ کو پہلے ہی تھا ۱۹۶۶ء میں آپ نے جامعہ اسلامیہ بہاول پور حاضر ہو کر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں شرف بیعت بھی حاصل کیا اور حضرت کی جانب سے بیعت کی اجازت و خلافت بھی مرحمت ہوئی۔ ۱۹۷۶ء میں آپ کو جناب والد ماجد کی معیت میں حج بیت اللہ شریف اور گنبد خضریٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ علامہ صاحب کے حقیقی سات بھائی ہیں سب کے سب عالم دین ہیں اور دین کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ جن میں سے استاذ المناطقہ حضرت علامہ مولانا محمد شریف صاحب ہزاروی جو مدرسہ فاروقیہ رضویہ میں مدرس ہیں اور پہلے بھی آپ متعدد مدرسوں میں پڑھاتے رہے ہیں ہری پور ہزارہ جامعہ رحمانیہ میں بھی آپ مدرس کی حیثیت سے رہے ہیں۔ آپ نہ صرف ماہر تدریس ہیں بلکہ بے باک اور نڈر مقرر بھی ہیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ نے صوبہ سرحد کے مجاہدین کے سالار قافلہ کی حیثیت سے کام کیا۔ صوبہ سرحد بالخصوص ہزارہ ڈویژن میں آپ کو تحریک نظام مصطفیٰ کے ایک عظیم مجاہد کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔

محمد غلام غوث سعیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

کچھ عرصہ سے سرزمین پاک میں ایسی تحریریں کتابی اور رسائل کی شکل میں پھیلائی جا رہی ہیں جن میں ذات باری تعالیٰ و تقدس انبیاء کرام و رسل عظام و اولیاء ذوالاحترام کی شان میں گستاخانہ انداز ہی نہیں بلکہ گستاخانہ مواد جمع کر کے اپنی سیاہ بختی کا ثبوت مہیا کیا جا رہا ہے۔ ذات باری تعالیٰ کے متعلق امکان کذب وغیرہ قبائح سے اتصاف کی تشہیر کی گئی۔ اور انبیاء کرام و رسل عظام و اولیاء کے خداداد کمالات علمی وغیرہ کا تمسخر اڑایا گیا ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ (نعوذ باللہ) انبیاء کرام کو عموماً اور امام الانبیاء والمرسلین کو خصوصاً اپنے انجام اُخروی کا علم بھی حاصل نہ تھا۔ ایسا کرنے والوں کے اکابر نے علماء اہلسنت سے امکان کذب علم غیب وغیرہ مسائل پر اور خصوصاً اپنے اکابر کی کفری عبارات پر مناظروں میں شکست فاش کھا کر بھی توبہ کی کوشش نہ کی اور بدستور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے رہے اور انبیاء و اولیاء کی شان میں توہین آمیز گستاخانہ کلمات لکھ کر اپنے خبث باطنی کی تسکین کی گئی۔ ایسے لٹریچر نے صالحین اُمت پر زبان درازی کی روایت قائم کی اور اسلامی دنیا میں گستاخانہ انداز تحریر کے دروازے کھول کر رکھ دیئے۔ اسی رجحان کو اپناتے ہوئے خلفاء راشدین اور ازواج مطہرات پر الزام تراشی کی گئی تو دوسری طرف اہلبیت اطہار کے فضائل کے انکار کی خارجی تحریک بام عروج پر پہنچ گئی تو امام عالی مقام کو باغی قرار دیا جانے لگا۔ آج بعض لوگوں کی طرف سے امام الانبیاء کے علم کی وسعتوں کو محدود اور حد درجہ محدود کرنے کی مساعیہ شنیعہ کی جا رہی ہیں۔ انبیاء کرام سے خصوصاً ذات پاک مصطفوی سے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ بے شمار ایسی گستاخانہ کتابیں دیابنہ وہابیہ کی طرف سے لکھی گئی ہیں۔ اکابرین اہلسنت نے دندان شکن جوابات بھی دیے ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور آپ کے خلفاء و تلامذہ کرام نے مخالفین کا دم ناک

میں بند کیا لوہے کے چنے چبائے مگر الانسان حریص علی ما منع کے مطابق یہ توہین و تحقیر کے حریص اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہ آئے۔

چنانچہ اسی کی کڑی ہے کہ سرفراز صاحب گکھڑوی نے چند سال قبل ایک کتاب بنام ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب لکھی جو پانچ صد چھتیس صفحات پر مشتمل ہے اور تقریباً بیس سال سے شائع ہو رہی ہے تا حال اس کی طرف علماء اہلسنت نے توجہ نہ دی تھی۔ شاید اس لیے کہ وہی پرانے دلائل ہوں گے۔ جن کے اکابر کی کتابوں میں متعدد جوابات دیے جا چکے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ گکھڑوی صاحب نے چونکہ چند نئے دلائل بھی دیئے اور نیا انداز اور نئے استدلال پیش کیے ہیں اور دلائل اہلسنت پر نہایت عیاری و مکاری سے کام لیتے ہوئے بزعم خویش بڑے قوی اور مضبوط اعتراضات بھی وارد کیے ہیں۔ بنابریں بندہ نے جب پہلی نظر کتاب کو دیکھا تو باری تعالیٰ نے ناچیز کے دل میں اس کا جواب لکھنے کا جذبہ پیدا فرمایا ۔ چنانچہ اسی دن جواب کا آغاز کر دیا گیا۔ بندہ کے خیال میں یہ کتاب اگرچہ اتنی اہم نہیں کہ اکابر اہلسنت اس کا جواب تحریر فرمانے کی طرف توجہ کرتے ۔ مگر عوام الناس اور کم صلاحیت رکھنے والے طلباء کو گمراہ کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی تھی۔ اس لیے بندہ نے جواب دینے کی ٹھانی ورنہ یہ کتاب درحقیقت اپنی تردید آپ ہے اہل علم کے لیے تو اس کا جواب کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا۔ زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے خود بخود آپ کو یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سرفراز صاحب نے اپنی اسی کتاب میں حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب جزئی ہی نہیں بلکہ صفحہ ۸۵۱ پر علوم کلیہ اور علوم عطائی کو بھی تسلیم کر لیا ہے بلکہ ماکان و مایکون کا علم صراحتہً تسلیم کیا ہے اور آپ کو خدا کے نور کے فیض سے مخلوق بھی تسلیم کر لیا ہے اور قضاء مبرم و معلق کو اولیاء کرام کے پیش نظر بھی مان لیا ہے۔ بلکہ اولیاء کرام کے تصرف فی الکائنات اور تصرف فی الاکوان کو بھی مان چکے ہیں اور بھی بہت ایسے امور کا اقرار کر چکے ہیں۔ جن کو دیگر کتابوں میں بلکہ خود ازالہ ہی میں خالص کفر و شرک قرار دے چکے ہیں۔ اور زیر نظر کتاب میں بندہ نے سرفراز صاحب پر جگہ جگہ ایسی گرفت کی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ سرفراز صاحب باسانی جواب نہ

دے سکیں گے اور بعض مسائل میں سرفراز صاحب کو چند جگہ چیلنج بھی دیئے ہیں۔ تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ بھی ادا ہو سکے زیر نظر کتاب میں سرفراز صاحب کی اپنی کتابوں سے بھی سرفراز صاحب کے خلاف استدلال کیا گیا ہے۔ الزاماً چنانچہ راہ سنت۔ سماع موتی۔ تسکین الصدور۔ تفریح الخواطر وغیرہ سے بھی سرفراز صاحب کی تردید و تکذیب کی گئی ہے بلکہ اکابر دیوبند کی چند کتابوں سے بھی سرفراز صاحب کی تردید کے لیے عبارات نقل کی گئی ہے اور زیر نظر کتاب میں سرفراز صاحب کی بعض دوسری کتابوں میں علم غیب سے متعلق جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان کے جوابات بھی عرض کر دیے گئے ہیں۔ احباب اہلسنت میں سے زیر نظر کتاب کی تصنیف کے سلسلہ میں محبی و مخلصی محمد عبداللہ صاحب بریلوی کا اگر میں تذکرہ نہ کروں تو حق ناشناسی ہوگی۔ محمد عبداللہ صاحب اور شیخ محمد افضل صاحب جیسے احباب ہی اس کتاب کی تکمیل کا سبب بنے انہوں نے انتہائی حوصلہ افزائی فرمائی اور پوری طرح پشت پناہی کی ہر طرح دست تعاون بڑھایا ہو سکتا ہے کہ اگر یہ حضرات حوصلہ افزائی نہ کرتے تو شاید کتاب ادھوری ہی رہ جاتی مگر ان کی پیہم مساعی نے بندہ کو تازہ دم رکھا۔ اثناء تحریر میں بعض موانع بھی معرض وجود میں آئے جہاں ترک کلی کا بھی احتمال ہو سکتا تھا۔ مگر توفیق خداوندی نے ساتھ دیا اور کتاب تکمیل پذیر ہو گئی اگرچہ بظاہر ایک سال کا عرصہ صرف ہوا مگر اصل تحریر کا کام صرف چھ ماہ میں مکمل ہوا ہے۔ باقی چھ ماہ میں جلسوں جلوسوں محافل میں شرکت جماعتی اور مذہبی پروگراموں میں شمولیت اور کچھ ذاتی دنیاوی امور کی وجہ سے کام نہ ہو سکا۔ اس لیے ایک سال کا عرصہ صرف ہو گیا۔

سرفراز صاحب کی دوسری کتاب راہ سنت کے جواب کا بھی ارادہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق مرحمت فرمائی تو ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کا جواب بھی پیش کیا جائیگا۔ آپ سے التجا ہے کہ بندہ کے حق میں اور معاونین کے حق میں خصوصاً محمد عبداللہ صاحب بریلوی کے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل زندگی میں دین اسلام مذہب حق اہلسنت کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے اور زیر نظر کتاب کو باعث ہدایت بندہ کی نجات کا ذریعہ فرمائے آمین۔ یارب العالمین۔

محمد غلام فریدی رضوی ہزاروی چشتی صابری سعیدی۔

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہ کا ہزار ہا شکر ہے جس نے ہمیں مسلک حق اہل سنت وجماعت کی اشاعت کی توفیق بخشی۔ علماء کرام اور عوام اہلسنت نے ادارہ کی سعی اور کوششوں کو بے حد سراہا۔ کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ خرید کر معاونت فرمائی۔ امید واثق ہے کہ علماء کرام اور احباب اہلسنت اسی طرح تعاون فرماتے رہیں گے۔

زیر نظر کتاب "اثبات علم الغیب فی جواب ازالۃ الریب" کا پہلا نام ہماری شائع شدہ کتاب "مقام ولایت ونبوت" کے صفحہ نمبر ۲ پر "اثبات الغیب علی ازالۃ الریب" تحریر کیا گیا تھا۔ لیکن مصنف کتاب ہٰذا نے نام تبدیل کر دیا ہے ساتھ ہی اس کتاب کو ایک ہی جلد میں شائع کرنے کا خیال تھا لیکن اس کی ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے اس کو دو جلدوں میں شائع کیا جا رہا ہے۔

اثبات علم الغیب دیوبندی مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی کی کتاب ازالۃ الریب کا مکمل جواب ہے۔

مولانا علامہ غلام فرید صاحب رضوی شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجرانوالہ نے نام نہاد محقق اور شیخ الحدیث کے دجل وفریب تحریف وخیانت اور بودے دلائل کے مسکت اور مسقط جوابات دیئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا داد علم غیب شریف پر کیے گئے تمام اعتراضات کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں اور فریق مخالف کی پے در پے کھائی ہوئی ٹھوکروں کو واضح کر کے حق کی طرف دعوت دی گئی ہے (وباللہ التوفیق)

"شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات"

ادارہ مولانا علامہ غلام فرید صاحب رضوی کا بے حد ممنون ومشکور ہے جنہوں نے اس خدمت کے لیے ہمیں منتخب فرمایا۔ ان شاء اللہ ادارہ مولانا کی مزید کتب بھی اپنی روایت کے مطابق شائع کریگا۔

تصحیح کے سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کی گئی ہے تاہم اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو قارئین کرام سے التماس ہے کہ ادارہ کو فوراً مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تلافی کی جا سکے۔

ابو المحامد محمد ضیاء اللہ قادری۔

الحمد للہ الذی علم بالقلم و علم الانسان ما لم یعلم و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ الذی علمہ البیان مالم یعلم وعلیٰ الہ و اصحابہ الذین فازوا بتعلیم مالم یعلم

سبب تالیف:

بندہ ناچیز نے چند سال قبل نصرۃ العلوم کے شیخ الحدیث مولوی سرفراز صاحب کے رسالہ (علم غیب و حاضر ناظر ملا علی قاری کی نظر میں) کا جواب لکھا تھا وہ شائع ہو چکا ہے مگر تا حال جواب نہیں آیا۔ اگر جواب دیا گیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب بھی لکھا جائے گا۔

حالات حاضرہ کا تقاضا تو نہیں کہ اختلافی ابحاث کو ہوا دی جائے مگر سرفراز صاحب کی ازالۃ الریب نامی کتاب نظر سے گزری تو دل میں یہ جذبہ ابھرا کہ اس کا دندان شکن جواب لکھ کر مسلکِ حق کی تقویت اور تائید اور عوام کو اس کے اکاذیب اور مغالطات کی گمراہی سے بچانے کی سعادت حاصل کی جائے مزید برآں یہ کہ چند محبّین و مخلصین طلباء کرام۔ مولانا طیب الرحمٰن ہزاروی۔ مولانا محمد اسلم چشتی۔ مولانا عبدالمجید کیلانی۔ مولانا افتخار الحسن فاروقی۔ مولانا مجیب الرحمٰن چھوہروی۔ مولانا محمد عنایت اللہ سیالوی آف ہرلانوالی مولانا محمد اشرف صاحب نوری محمد عبداللہ صاحب بریلوی اور شیخ محمد افضل صاحب وغیرہ نے اصرار کیا کہ ضرور اس کا جواب لکھا جائے چنانچہ بندہ نے اس کا جواب ۲۵ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۸۱ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب لکھنا شروع کیا اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقے تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

علم غیب سے متعلق ہمارا دعویٰ

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جمیع ماکان و مایکون از ابتدائے آفرینش تا دخول جنت و نار بلکہ اس سے بھی کچھ زائد جنت و نار میں داخل ہونے کے حالات و واقعات کا باالتدریج و بواسطہ قرآن کریم علم عطا فرمایا ہے اور اس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے اور حضور علیہ السلام کا علم پاک مندرجات لوح محفوظ و جمیع جزئیات خمسہ کو بھی شامل ہے اور بایں ہمہ عطا ہونے کی وجہ سے حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی و قدیم غیر متناہی ہے۔

دلائل

دلیل نمبر ا:۔

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ ۱۴، سورہ نحل، رکوع ۱۸)

ترجمہ:۔ اور ہم نے اتاری ہے آپ پر ایسی کتاب جو ہر شئی کا واضح بیان ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۲۸۰ پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس آیت کے عموم کے باقی رہنے کی تصریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ بناء علی بقائہ علی عمومہ الخ

اس عبارت میں آیہ کریمہ کے عموم کو تسلیم کیا گیا ہے۔

طرز استدلال: اس آیت کریمہ سے مراد قرآن مجید ہے اور لفظ کل جب مضاف ہو نکرہ کی طرف تو مفید استغراق ہوتا ہے۔ جس کا مفاد عموم ہوتا ہے۔ چنانچہ۔

ا۔ نور الانوار صفحہ ۷۰ میں ہے: وکل ملاحظۃ علی سبیل الافراد و ھی تصحب الاسماء الی جعل کل مرد کان لیس معہ غیرہ فھذا یسمّٰی عموم الافراد فان دخلت علی المنکرا وجبت عموم افرادہ لانہ مدلولھا لغۃً۔

خلاصہ یہ کہ لفظ کل احاطہ (گھیرتے) کے سبب سے الگ الگ ہر ہر فرد کے اسی کو عموم افراد کہا جاتا ہے پھر اگر یہ لفظ کل نکرہ پر داخل ہو تو افراد کے عموم کو واجب کرتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کا مدلول لغوی ہے۔

۲۔ اصول سرخسی جلد اول صفحہ ۱۵۷ میں ہے کہ کل احاطہ علی سبیل الافراد کے لیے ہے۔

۳۔۴۔ مجمع البحار اور تاج العروس میں بھی لکھا ہے کل الوضوع للاحاطۃ یعنی کل کو احاطہ کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

۵۔ توضیح تلویح صفحہ ۶۳ ۱ میں لکھا ہے:

و منها کل و جمیع و هما محکمان فی عموم ما دخلا علیه بخلاف سائر ادوات العموم فان دخل الکل علی النکرۃ فلعموم الافراد۔

پھر فرمایا: قالوا عمومه علی سبیل الانفراد ای یراد کل واحد مع قطع النظر عن غیره و هذا اذا دخل علی النکرۃ۔ التوشیح حاشیۃ التلویح میں ہے ۶ الوجه ان الاصوب اجراء ه علی العموم ص ۱۶۴ حاشیہ نمبر ۶

ان عبارات سے بالکل روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ لفظ کل حقیقۃً احاطۂ افراد علی سبیل الانفراد کے لیے ہے جبکہ یہ اسم نکرہ پر داخل ہو اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کو عموم پر ہی رکھا جائے جبکہ تخصیص کا کوئی قرینہ موجود نہ ہو (یہی اس کا حقیقی وضعی معنیٰ ہے خصوص معنی مجازی ہے) اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے دلیل شرعی کے بغیر تخصیص یا تاویل جائز نہیں ہے۔

۶۔ چنانچہ تلویح میں ہے: و عند جمهور العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما یتناوله من الافراد قطعا و یقینًا۔ اور توضیح میں ہے۔ و عندنا هو قطعی مساوٍ للخاص و سیجی معنی القطعی۔

۷۔ فلا یجوز تخصیصه بواحد منها ما لم یخص بقطعی۔

آگے فرماتے ہیں:

ولما کان المختار عند المصنف ان موجب العام قطعی استدل علی اثباته الخ

کچھ آگے فرماتے ہیں کہ

و العموم مما وضع له اللفظ فکان لازمًا قطعًا حتی یقوم دلیل الخصوص کالخاص یثبت مسماه قطعًا حتی یقوم دلیل المجاز۔

۸۔ توضیح تلویح صفحہ ۱۱۱، ۱۰۵ پر فرماتے ہیں:

واما الاجماع فلانه ثبت عن الصحابة وغيرهم للاحتجاج بالعمومات وشاع ذالك وذاع من غير نكير ۔

ان عبارات سے بھی اظہر من الشمس ہو گیا کہ عام حقیقتہً اپنے مدخول کے جمیع افراد کو الگ الگ قطعاً ویقیناً شامل ہوتا ہے اور احناف کے نزدیک یہ عام قطعی اور خاص کے مساوی ہوتا ہے اور ابتداءً قیاس یا خبر واحد سے اس کی تخصیص جائز نہیں ہے اور یہ کہ عام کا موجب قطعی ہے اور عام کی وضع بھی عموم ہی کے لیے ہے جب تک دلیل خصوص قائم نہ ہو تخصیص جائز نہیں ہے اور عموم معنیٰ حقیقی ہے اور خصوص معنیٰ مجازی ہے ۔

۹۔ قمر الاقمار میں ہے :

قوله هذا احتمال الخ توضيحه ان دلالة صيغ العموم على العموم بحسب الوضع فانه قد تواتر ان الصحابة رضوان الله عليهم يستدلون بالعمومات ولا يحتاجون الی ان قال الخ

۱۰۔ اصول الشاشی صفحہ ۹ حاشیہ نمبر ۱ میں ہے :

وكذا النوم العلم به ويتناوله حكما كل ما يتناوله وقد شاع الاحتجاج به سلفا وخلفا من الصدر الاول والاخر الخ فهذه الكلية واى كون العام مخصوصًا ممنوعة كذا فى حواشى [illegible]

۱۱۔ حسامی صفحہ ۸۳ میں ہے : ان العموم مثل الخصوص عندنا فى ايجاب الحكم قطعًا الخ

۱۲۔ نور الانوار صفحہ ۷۸ میں ہے :

فعندنا العام القطعى فيكون مساويا للخاص ۔

۱۳۔ مسلم الثبوت میں بھی عام کی قطعیت مذکور ہے :

لنا انه موضوع للعموم قطعا فهو مدلوله الخ

۱۴۔ علامہ بحر العلوم نے مسلم الثبوت کی شرح میں فرمایا ہے :

لنا انه موضوع للعموم قطعا للدلائل القطعية التى مرت فهو اى العموم مدلوله قطعا الخ

ان بیّنہ عبارات سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گیا ہے کہ عموم کے لیے موضوع الفاظ معنیٰ عموم پر دلالت کرنے میں قطعی ہیں اور لفظ کل بھی عام ہے اور خاص کی طرح قطعی ہے ۔

حقیقی معنیٰ ہی مراد ہوگا۔ البتہ جب کوئی دلیل مخصص پائی جائے گی تو پھر خصوص جو مجاز ہے لیا جائے گا قرینہ صادقہ کے بغیر عموم کو ترک کرنا جائز نہ ہوگا۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک عام قطعی نہیں ظنی ہے جس کو حنفی نہیں اپنا سکتا اور استغراق سے مراد ہماری حقیقی نہیں بلکہ عرفی ہے۔ کما لا یخفیٰ فلہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن کریم ہر شئی کا واضح بیان ہے یعنی قرآن میں ہر چیز کا علم ہے قیاس اقترانی یوں ہوگا کل شیء فی القرآن (صغری) وکل القرآن فی صدرہ علیہ السلام (کبری) فکل شیء فی صدرہ علیہ السلام (نتیجہ) یہ شکل اول ہے صغریٰ کی دلیل مذکور ہو چکی ہے۔ اور کبریٰ چونکہ مسلم عندالخصم ہے اس لیے دلائل کے ذکر کی ضرورت نہیں اور صغریٰ کبریٰ کو تسلیم کرنے کے بعد نتیجہ کا انکار کسی باشعور آدمی سے متصور نہیں ہے۔ اس لیے ہمارا مدعیٰ ثابت ہے۔

دلیل نمبر۲: مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ۔ (سورۂ یوسف آخر)

نہیں ہے وہ قرآن گھڑی ہوئی بات اور لیکن تصدیق ہے پہلی کتابوں کی اور تفصیل ہے ہر چیز کی۔

طرز استدلال:

اس آیہ کریمہ میں بھی قرآن کریم کو ہر چیز کی تفصیل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس آیۃ کریمہ میں بھی لفظ کل ہے جس کے بعد شئی نکرہ ہے جو مفید استغراق ہے جیسا کہ پہلی دلیل میں پندرہ عبارات پیش کی جا چکی ہیں کہ عام خاص کی طرح احناف کے نزدیک قطعی ہے اور بلا دلیل اس کی تخصیص ہرگز جائز نہیں ہے۔ یہاں بھی قیاس اقترانی کی وہی شکل اول بن کر نتیجہ موجبہ کلیہ ہی برآمد ہوگا۔ مزید یہ کہ بیضاوی و خازن میں لکھا ہے۔ ای ازما من امرٍ دینی الا ولہ مستند فی القرآن بواسطۃ او بغیر واسطۃ فی قولہ فی الدین ای من الحلال و الحرام والحدود والاحکام والقصص والمواعظ والامثال و غیر ذالک۔

ترجمہ: یعنی قرآن میں ہر امر دینی کی سند بالواسطہ یا بلا واسطہ مراد ہے اور حلال و حرام حدود احکام واقعات نصائح مثالیں وغیرہ۔

اور اہل علم جانتے ہیں کہ لفظ غیر ایسا شدید نکرہ ہے کہ اضافت کے بعد بھی اس کی نکارۃ زائل نہیں ہوتی اس لیے امور مذکورہ میں حصر کرنا جہالت ہو گی اور ہمارا مدعی ثابت ہو گیا۔

دلیل نمبر ۳:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ۔ پ سورۂ انعام

اور ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی

طرز استدلال:

اس آیۂ کریمہ میں کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جیسا کہ ملا جیون الحنفی نے نور الانوار صفحہ ۲۲۵ کی پہلی سطر میں لکھا ہے کہ: ولا یقال انہ یناقض قول اللہ تعالیٰ ما فرطنا فی الکتب من شیء فکل شیء فی القرآن فکیف یقال فان لم تجد فی کتاب اللہ لانا نقول ان عدم الوجدان لا یقتضی عدم کونہ فی الکتب۔

یعنی یہ سوال کرنا درست نہیں ہے کہ حدیث مذکورہ سابقہ باری تعالیٰ کے قول مذکورہ کے مناقض ہے کہ جب ہر چیز قرآن میں ہے تو کیسے کہا گیا کہ اگر تو کتاب اللہ میں نہ پائے۔ کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ نہ پانا کتاب اللہ میں نہ ہونے کو نہیں چاہتا یعنی ہو سکتا ہے کہ قرآن میں موجود ہو مگر نہ پایا جائے یعنی معلوم نہ ہو سکے نور الانوار کی اس عبارت سے ایک یہ ثابت ہوا کہ ملاں جیون کے نزدیک اس آیہ میں کتاب سے مراد قرآن ہے دوسرا یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن جامع ہے اور اس میں ہر چیز کا علم ہے۔

۲۔ یہ کہ شئی اسم نکرہ تحت النفی وارد ہوا ہے جو مفید عموم و استغراق ہے اس لیے یہاں بھی قیاس اقترانی کی شکل اول بن کر نتیجہ موجبہ کلیہ ہی برآمد ہو گا اور مفسرین کرام کا امور دین اور ما یحتاج الیہ کی قیود لگانا ہمیں ہرگز مضر نہیں ہے۔ اولاً اس لیے کہ یہ قیود اتفاقی ہیں احترازی نہیں قیود کا مذکور ہو جانا احترازی ہونے کی ہرگز دلیل نہیں بلکہ احترازی کے مدعی پر احترازیت کے دلائل و براہین پیش کرنا لازم ہیں اور آج تک کسی نے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ یہ قیود احترازی ہیں اتفاقی نہیں من ادعیٰ فعلیہ البیان بالبرھان۔

ثانیاً اس لیے کہ ایک چیز کا ذکر دوسری چیز کی نفی کی مستلزم نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم

میں ہے کہ وَتَقِیْکُمُ الْحَرَّ تمہارے کپڑے تم کو گرمی سے بچاتے ہیں۔ یہاں گرمی سے بچانے کا ذکر ہے سردی سے بچانے کا ذکر نہیں۔ مگر باوجود مذکور نہ ہونے کے منفی نہیں ہے اسی طرح امور دین اور مایحتاج الیہ کا ذکر امور دین کے غیر اور اسی طرح مایحتاج الیہ کے غیر کی نفی کو ہرگز مستلزم نہیں ہے اس لیے مفسرین کرام کی قیودات ہمیں ہرگز مضر نہیں لہذا ہمارا مدعی ثابت ہے۔

ثالثاً یہ کہ مفسرین کرام کے اقوال سے کتاب اللہ کے مطلق و عام کو مقید و مخصوص کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ یہ مطلق اور عام تو حدیث صحیح خبر واحد سے بھی مقید و مخصوص نہیں ہو سکتے ابتداءً کیا سرفراز صاحب یا مخالفین اہلسنت کے نزدیک اقوال مفسرین خبر واحد صحیح سے زیادہ قوی اور معتبر ہیں ہرگز نہیں من ادعی فعلیہ البیان۔

ان آیات بینات کے عموم کی تخصیص اور اطلاق کی تقیید قرآن کی کسی آیت سے تو ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ ہم نے قرآن کے کسی ایک پارے یا سورۃ یا آیت کو کل شئی کا تبیان اور کل شئی کی تفصیل قرار نہیں دیا بلکہ ہم نے پورے قرآن کو تبیاناً لکل شئی اور تفصیل لکل شئی قرار دیا ہے اور پورے قرآن سے تخصیص و تقیید کے لیے پیش کی جانے والی آیات مثلاً لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ وغیرہ بھی قرآن ہی کی آیات ہیں جن کو نکالنے کے بعد قرآن پورا اور مکمل نہیں رہتا باقی رہا احادیث سے تخصیص و تقیید کرنا تو یہ بھی غلط اور باطل ہے اس لیے کہ جس قدر احادیث پیش کی جاتی ہیں یا کی جائیں گی وہ سب کی سب اخبار احاد ہیں کوئی حدیث متواتر یا مشہور نہیں ہے اور فقط اخبار احاد سے تخصیص و تقیید ابتداءً ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ یہ نسخ کتاب اللہ کو مستلزم ہے اور وہ احناف کے نزدیک ہرگز جائز نہیں ہے جیسا کہ کتب اصول میں مصرح ہے توضیح تلویح کی عبارات اور کچھ دیگر عبارات میں اس بات کی تصریح نقل کی جا چکی ہے کہ عمومات قرآنیہ وغیرہ سے استدلال صحابہ و تابعین کے دور میں جاری و ساری تھا بلا نکیر منکر اب آئیے خود دیوبندیوں کے معروف شیخ الحدیث والتفسیر مولوی سرفراز صاحب ہی کے قلم سے لکھا ہوا حوالہ پیش کروں عام یا عموم آیۃ سے استدلال کرنا جائز ہی نہیں بلکہ جاری و ساری ہے۔ چنانچہ مولوی سرفراز صاحب اپنی تسکین الصدور طبع اول صفحہ ۹۸ اپر مولانا قاسم نانوتوی صاحب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ (وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ الآیۃ) لکھ کر تحریر فرماتے ہیں کہ کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر الخ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابقہ واقعہ ذکر کر کے آخر میں فرماتے ہیں کہ:

فثبت ان حکم الآیۃ باق بعد وفاته صلی اللہ علیه وسلم (اعلاء السنن جلد ۱۰ ص ۳۳۰)

ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر مبارک پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے بلکہ مولوی سرفراز صاحب خود اپنی کتاب راہ سنت صفحہ ۱۳۴ پر بھی بحوالہ الاعتصام لکھتے ہیں کہ ان مطلقات کو مقید کرنا کہ جن کی تقیید شریعت سے ثابت نہیں ہے۔

شریعت میں اپنی رائے کو داخل کرنا ہے۔ یہاں سرفراز صاحب نے تسلیم کر لیا کہ مطلق کو مقید کرنا غلط ہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

منقولہ بالا ان عبارات سے ثابت ہوا کہ قرآنی آیت کے عموم سے استدلال کرنا صرف سرفراز صاحب ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کے اکابر بھی تسلیم کرتے آئے ہیں خصوصاً بانی دیوبند قاسم العلوم والخیرات بھی اس کی تصریح فرماتے ہیں ثابت ہوا کہ ہماری طرف سے آیات و احادیث کے عموم سے استدلال کرنا ایسا حق ہے جس کی تائید خود سرفراز صاحب اور ان کے اکابر بھی کر رہے ہیں قارئین کرام اس سلسلہ میں بعض ضروری سوالات جو سرفراز صاحب نے نادیں باب میں لفظ کل وغیرہ کی بحث میں کیے ہیں۔ ہم بھی ان شاء اللہ العزیز ان کی بحث کے جواب میں ان سوالات کے مدلل اور مسکت جوابات پیش کریں گے۔ یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ وہاں اس بحث کا مطالعہ ضرور فرمائیں ضرور لطف اندوز ہوں گے۔

دلیل نمبر ۴:

وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ پ ۱۱ سورہ یونس رکوع ۹

اور کتاب کی تفصیل ہے جس میں کوئی شک نہیں یعنی لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے قرآن سب کی تفصیل ہے بلا شبہ۔

جلالین میں ہے تفصیل الکتب تبین ما کتب اللہ من الاحکام وغیرھا۔

اسی طرح جمل روح البیان صاوی وغیرہ میں لکھا ہے اور غیر مضاف ہوکر بھی نکرہ ہی رہتا ہے جو مفید تعمیم ہے معلوم ہوا کہ قرآن میں لوح محفوظ کی تفصیل موجود ہے اور لوح محفوظ میں تمام علوم ہیں تو قرآن میں بھی ہیں اور جو قرآن میں ہیں وہ سینہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔

ترجمہ:۔ اور ہر خشک و تر چیز کتاب مبین میں ہے۔ رطب و یابس نکرہ حیز نفی میں وارد ہیں جو مفید استغراق و عموم ہیں معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر چیز کا علم ہے اور پہلے بتایا گیا ہے کہ لوح محفوظ کے تمام علوم قرآن میں ہیں اور قرآن کے تمام علوم سینہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔

تفسیر کبیر اور روح البیان وخازن میں ہے لوح محفوظ میں ہر چیز کا بیان ہے بلکہ تفسیر مدارک اور تفسیر تنویر المقیاس میں بھی یہی لکھا ہے (ملخصاً)

اور خازن میں لکھا ہے:

ان القرآن مشتمل علی جمیع الاحوال۔

کہ قرآن میں تمام احوال کا بیان ہے۔

تفسیر انوار التنزیل میں بھی یونہی لکھا ہے۔ امام شعرانی طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں:

لو فتح عن قلوبکم اقفال السدد لاطلعتم علی ما فی القرآن من العلوم و استغنیتم عن سواہ فان فیہ جمیع مارقم فی صفحات الوجود الخ

تفسیر اتقان میں لکھا ہے: قال المجاھد یوما مامن شئ فی العالم الا ھو فی کتاب اللہ فقیل لہ فاین ذکر الخانات فقال فی قولہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ الآیۃ

اور تفسیر حسینی میں تبیاناً لکل شئ کی تفسیر میں لکھا ہے بیان روشن برائے ہمہ چیز از امور دین و دنیا تفصیل واجمال ان عبارات میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ تمام احوال اور تمام امور دین و دنیا اور ان کی تفصیلات اور جہان کی ہر چیز کا علم قرآن کریم میں موجود ہے اور ظاہر ہے قرآن کا علم حضور علیہ السلام کو عطا ہوا ہے لہٰذا ہمارا مدعیٰ ثابت ہوگیا۔

مزید آیات قرآنیہ بھی پیش کی جا سکتی ہیں مگر چونکہ ہمارے اکابر نے اس قدر کتابیں لکھیں ہیں اس موضوع کے متعلق اور اس قدر دلائل قائم کیے ہیں کہ انبار لگا دیئے ہیں اور منکرین کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات بھی دے دیئے ہیں۔ جن کا استیعاب قریباً ناممکن ہے اس لیے ہم اپنی پانچ ادلہ پہ اکتفا کرتے ہیں اور سرفراز صاحب کے اعتراضات اور دلائل کے جواب میں احادیث اور اکابرین امت کی عبارات مدعا مذکور پر نقل ہوں گی اس لیے یہاں ان کو ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا جس سے ہم اجتناب ضروری سمجھتے ہیں۔

نوٹ:

وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ تِبۡيَٰنٗا لِّكُلِّ شَيۡءٖ اور مَا فَرَّطۡنَا فِي ٱلۡكِتَٰبِ مِن شَيۡءٖ اور وَلَا رَطۡبٖ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مُّبِينٖ۔

ان تینوں آیات بینات کے عموم سے ملا جیون حنفی تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳ پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فما من شیٔ الا ویمکن استخراجہ من القرآن حتی استنبط بعضھم علی الھیئۃ والھندسۃ والنجوم والطب واکثر العلوم العربیۃ منہ و بعضھم عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا وستین الخ

ثابت ہوتا ہے کہ ملا جیون کے نزدیک ان آیات ثلاثہ کے عموم سے استدلال حق اور صحیح ہے:

۱- یاد رکھیئے کہ ہمارے نزدیک انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں اور زلّتہ و سہو و نسیان و ذھول نہ صرف ممکن ہے بلکہ امر واقع ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۲- سہو و نسیان و ذھول ہرگز منافی علم نہیں ہے کسی چیز کو بھولنا یا اس سے ذھول ہو جانا لاعلمی کی دلیل نہیں بلکہ علم کی دلیل ہے کیونکہ بھولتی وہی چیز ہے جو پہلے علم میں ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب توجہ دلائی جاتی ہے تو وہ یاد آجاتی ہے تو اس کی حیثیت معلومیہ اجنبی معلوم نہیں ہوتی اگر علم میں نہ ہو تو کبھی یاد ہی نہ آئے معلوم ہوا کہ بھولنا علم کے خلاف و منافی نہیں ہے اسی طرح ذھول بھی۔

۳- عدم توجہ بھی عدم علم کی دلیل نہیں ہا کہ جب توجہ دی جاتی ہے تو جو چیز عدم توجہ کی وجہ

سے غیر مستحضر تھی وہ مستحضر ہو جاتی ہے۔

۴۔ کسی وقت مستحضر نہ ہونا بھی عدم علم کی دلیل نہیں بلکہ عین ممکن ہے کہ مستحضر نہ ہو مگر علم میں ہو۔

۵۔ ہر شی ہر وقت علم میں ہو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی وقت کوئی چیز بھولے نہیں یا ذاہل نہ ہو یا ہر وقت مستحضر رہے یہ شان تو صرف خالق و مالک کی ہے کہ نہ بھولے نہ ذہول ہو نہ عدم استحضار۔

قارئینِ کرام جناب سرفراز صاحب نے صفحہ ۱۲ سے صفحہ ۱۳ تک سنخہائے گفتنی کے عنوان میں حالات زمانہ کا رونا روتے ہوئے جو چند باتیں لکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

۱۔ نمبر ایک یہ ہے کہ برطانیہ کے ایماء پر بہت سے خود غرضوں نے مخفی مصالح کے پیش نظر اکابرین دیوبند کی تکفیر اور تفسیق کی جن میں مفتی مولوی پیر گدی نشین شامل تھے بالخصوص مولوی احمد رضا خاں پیش پیش تھے اسی وجہ سے انہوں نے قرن الشیطان کا معنیٰ دیوبند کیا ہے حالانکہ اکابرین دیوبند نے انگریز کا مقابلہ کیا اسیر ہوئے اور اس شعر کا مصداق بنے۔ شعر:

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سرِ میدان جھکی تو نہیں

امر اوّل کا جواب:

اب اس کا جواب پڑھیئے اور حقیقت سے آگاہی حاصل کیجئے کیونکہ حقیقت کے چہرہ سے اب پردہ اٹھتا ہے۔

جواب:۔ جواب یہ ہے کہ اعلیٰحضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے متبعین کو یہ الزام دینا کہ انہوں نے انگریز کے ایماء پر اکابرین دیوبند کی تکفیر کی۔ یہ کہنا تو آسان ہے مگر اسے ثابت کرنا کارِ دارد ہے بلکہ ناممکن ہے اور یہ سفید جھوٹ ہے۔ جس کو آج تک اذناب دیوبند ثابت نہیں کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ سرفراز صاحب بھی اس الزام کے ثبوت میں ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکے۔ جو ان کے عجز کی واضح دلیل ہے۔ البتہ خود علماء دیوبند کے متعلق حوالجات کثیرہ سے

بہ حقیقت ثابت ہے کہ وہ انگریز کے تنخواہ دار اور نمک خوار ٹکڑ خور اور فرمانبردار رہے ہیں۔ اور انگریز کو اپنا مالک ومختار بلا خوف لومۃ لائم سمجھتے رہے ہیں۔ حسب ذیل دس حوالہ جات پر سردست اکتفاء کرتے ہیں۔

۱۔ مکالمۃ الصدرین صفحہ ۱۰۰ (مطبوعہ رحمانی پریس دہلی) پر مولوی اشرف علی تھانوی کے متعلق تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ انگریز سے چھ سو روپے ماہانہ لیا کرتے تھے۔

۲۔ تذکرۃ الرشید حصہ اوّل صفحہ ۷۳ میں ہے۔ بعضوں کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی (انگریزی حکومت) کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔

۳۔ تذکرۃ الرشید حصہ اوّل صفحہ ۸۰ میں فرماتے ہیں جب میں حقیقت میں سرکار (برٹش کا فرمانبردار رہوں تو ان جھوٹے الزامات سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

ان تین عبارتوں میں گنگوہی صاحب انگریزی حکومت کو رحم دل اور اپنی مالک ومختار اور اس کے فرمانبردار ہونے کا اعلان واقرار کر رہے ہیں اور اشرف علی تھانوی صاحب اور انگریز سے چھ سو روپے ماہانہ تنخواہ لینے کا ثبوت مل رہا ہے اور انگریز کی حکومت کے زمانے کو امن و عافیت کا زمانہ قرار دیا جا رہا ہے کیوں جناب سرفراز صاحب یہ حوالہ جات ثلاثہ آپ کی تشفی کے لیے کافی اور وزنی نہیں ہیں۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

۴۔ مکالمۃ الصدرین مطبوعہ دہلی رحمانی پریس صفحہ ۸۰ پر ہے کہ،

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیت علماءِ ہند دہلی نے کہا کہ الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو (تبلیغی جماعت) ابتداءً حکومت کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا۔

۵۔ تذکرۃ الرشید حصہ دوم صفحہ ۲۷۰ پر لکھا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی نے فرمایا۔ کہ

حافظ جانی نے بتایا ہے کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کرامتیں سید صاحب سے دیکھیں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مولوی اسمٰعیل دہلوی مولوی محمد حسین رامپوری بھی ہمراہ تھے یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے سید صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔

۶۔ سیرت سید احمد حصہ اول صفحہ ۱۹۰ مرتبہ ابوالحسن ندوی میں ہے کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں میں کھانا لے کر سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور پادری کہہ کر دریافت کیا اور بتایا کہ میں تین دن سے جناب کا منتظر تھا تین گھنٹے سید صاحب کی خدمت میں رہا سید صاحب نے اور ساتھیوں نے کھانا وصول کیا۔

ان تین حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ تبلیغی جماعت کو گورنمنٹ سے روپیہ ملتا تھا اور رشید احمد گنگوہی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ سید صاحب اور اسمٰعیل صاحب نے انگریزوں اور سکھوں کی بجائے یاغستان کے حاکم یار محمد خاں سے پہلا جہاد کیا غور فرمائیے کہ یار محمد خاں کسی سکھ کا نام ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ ایک مسلمان حاکم تھا جس کے ساتھ انگریز کی حمایت کرتے ہوئے ان لوگوں نے پہلی جنگ کی کیا اس سے اکابر دیوبند کی انگریز دوستی کا واضح ثبوت نہیں ملتا۔ کیا انگریز کا پالکیوں میں کھانا لے کر سید صاحب کی خدمت میں جانا اور ان کا اس کھانے کو وصول فرمانا انگریز دوستی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے اگر یہ جنگ انگریز کی حمایت میں نہیں تھی تو پھر انگریز کو اتنے تکلفات کی کیا ضرورت تھی کیا وہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن نہیں تھا۔ کیا ایسے لوگ اس شعر کا مصداق بنائے جا سکتے ہیں۔ شعر۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میدان جھکی تو نہیں

سچ ہے:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۷۔ حیات طیبہ صفحہ ۲۹۶ مرتبہ مرزا حیرت دہلوی میں ہے کہ اسمٰعیل صاحب جہاد پر وعظ کر رہے

تھے تو ایک آدمی نے پوچھا آپ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے تو جواب دیا کہ ان کے خلاف جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں ہے۔ ایک تو ہم ان کی رعیت ہیں۔ وہ مذہبی ارکان کی ادائیگی میں رکاوٹ نہیں ڈالتے۔ ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی حاصل ہے بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ کرے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کریں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔ (ملخص)

۸۔ بالکل بعینہ مذکورہ واقعہ تواریخ عجیبہ صفحہ ۷۳ مرتبہ محمد جعفر تھانیسری مطبوعہ فاروقی دہلی میں بھی موجود ہے۔

۹۔ تواریخ عجیبہ صفحہ ۸۲ میں ہے اس سوانح اور مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ارادہ ہرگز نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عمل داری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے الخ

۱۰۔ تواریخ عجیبہ صفحہ ۱۹۱ پر سید صاحب کا یہ مقولہ بھی درج ہے "کہ سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں" الخ

ان حوالہ جات عشرہ سے واضح تر ہو جاتا ہے کہ اکابرین دیوبند کے نزدیک انگریزوں کے خلاف جہاد جائز نہیں تھا اور وہ اس کو اپنی رحم دل گورنمنٹ سمجھتے تھے۔ اور انگریز پر حملہ کرنے والے کے خلاف لڑنا مسلمانوں پر فرض گردانتے تھے کیوں کہ جناب صفدر صاحب انگریز دوستی کے ثبوت میں یہ دس حوالے ناکافی تو نہیں ہیں آپ کی تشفی اور تسلی ہوئی ہے یا نہیں۔ کیا آفتاب نیم روز کی طرح یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ دیوبندی علماء کے اکابر و پیشوا انگریزوں کے اشاروں پر چلتے تھے اور ان کی محبت کا دم بھرتے تھے یہ تمام حوالہ جات تقریباً دیوبندیوں کے اپنے ہیں کوئی ایک حوالہ بھی بریلویوں کا نہیں ہے۔ شاید اسی قسم کے موقعے پر یہ شعر کہا گیا ہے ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

امر ثانی کا جواب:

سرفراز صاحب نے مذکورہ سابقہ عنوان میں دوسری بات یہ کہی ہے کہ بریلویوں کے اقوال

و دعاوی حصول علم غیب کے بارے میں مختلف اور متضاد ہیں اور اس قدر متضاد ہیں کہ یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اصل دعویٰ ہے کیا (یہی رونا پہلے بھی رویا ہے۔) ملخصاً

قارئین محترم۔ کسی جماعت یا گروہ کے دعویٰ کو معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس جماعت یا گروہ کے مسلّمہ اکابر کی کتابوں کو دیکھا جائے اصاغر یا غیر معلوم یا غیر معروف قسم کے غیر مسلمہ افراد کے قول کو جماعت یا گروہ یا کسی کی ذاتی و انفرادی رائے کے دعاوی تصور کر لینا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ جس طرح غلام خانیوں کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ یہی عقیدہ تمام اکابر دیوبند کا ہے یا یوں کہنا کہ اکابرین دیوبند کے اقوال حیات النبیؐ کے بارے میں مختلف اور متضاد ہیں کیونکہ غلام خاں اور عنایت اللہ شاہ کی راگنی اور ہے اور سرفراز صاحب کا موقف اور ہے اور غلط ہے۔ اسی طرح توسل الانبیاء والاولیاء کے متعلق ان کا موقف الگ الگ ہے۔ بلکہ سماع موتیٰ وغیرہ کے بارے میں بھی الگ الگ موقف ہے لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ اکابرین دیوبند حیات النبی، سماع موتیٰ اور توسل و تشفع کے بارے میں مختلف اور متضاد اقوال کے مرتکب ہیں اسی طرح علماءِ اہلسنت و جماعت حنفی بریلوی کے اصاغر و غیر معروف افراد کے اقوال کے پیش نظر یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ان کے اکابرین کے اقوال مختلف یا متضاد ہیں۔ جناب سرفراز صاحب اصاغر کے اقوال کو حجت کا درجہ نہیں دیا جاتا اور نہ ہی کسی کی انفرادی رائے کو حجت قرار دیا جاتا ہے بطور حجت تو صرف اکابر کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں اور یہ آپ کا فرض تھا کہ ہمارے اکابر کی عبارات تضاد کے دعویٰ میں پیش کرتے۔ مگر آپ کا مقصد تو صرف دھوکا دینا تھا جس میں آپ کامیاب نہیں ہو سکے۔

اب ہم ذیل میں حضور علیہ السلام کے علم غیب شریف کے متعلق اپنے اکابر کی عبارات متعلقہ دعویٰ نقل کرتے ہیں ذرا غور سے پڑھیں ؎

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

دعویٰ کی وضاحت :

ہمارے نزدیک حضور علیہ السلام کو بالتدریج بواسطہ قرآن کریم علم ماکان و مایکون بلکہ اس

سے بھی زائد علم اور روز اول سے روز آخر تک بلکہ اس سے بھی زائد علم ہے اور تمام علوم تدریجیہ لوح محفوظ نیز اپنی ذات صفات کی معرفت سے متعلق بہت اور بے شمار علوم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ جمیع جزئیات خمسہ کا علم دیا جس میں خاص وقوع قیامت کا علم بھی شامل ہے جمیع مخلوقات تمام ماکان و ما یکون کا علم عطا فرمایا ہے۔ باایں ہمہ آپ کا علم متناہی محدود و حادث عطائی غیر استقلالی ہے اور باری تعالیٰ کا علم غیر متناہی غیر محدود و قدیم ذاتی استقلالی ہے اور یہ علم نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہی آخر عمر شریف میں مکمل ہوا ہے۔ یہی بات الدولۃ المکیہ کی عبارت کا مفاد ہے اور یہی بات الکلمۃ العلیا سے ثابت ہے اور یہی بات امام اہلسنت غزالی زماں رازی دوراں سیدی و مرشدی شیخ المحدثین رئیس المفسرین حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ تقریر منیر میں فرماتے ہیں:

الغرض ہمارے اکابر حصول تدریجی کے قائل ہیں جس طرح نزول قرآن تدریجی ہے اسی طرح حصول علم کلی مذکور بھی تدریجی ہے اور منکرین علم غیب النبی جب تک یہ بات ثابت نہ کریں کہ فلاں چیز یا فلاں بات کا علم آپ کو آخر عمر شریف تک بھی نہ دیا گیا تھا تو اس وقت تک اہلسنت کا دعویٰ باطل نہیں ہو سکتا۔

تنبیہ:

یہ بھی یاد رکھیں کہ ہمارے اکابر کی یا ہماری عبارات میں یا آیات و احادیث میں جب لفظ کل کلی یا من و ما برائے عموم ہو۔ تو اس سے کلی حقیقی اور استغراق حقیقی نہ سمجھیں جس کا مفاد غیر متناہی ہے بلکہ کلی متناہی اور استغراق عرفی غیر حقیقی مراد ہوگا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک حضور علیہ السلام کا علم جمیع خلائق کی نسبت سے کلی ہے باری تعالیٰ کی نسبت سے کلی نہیں بلکہ جزئی ہے یہ بھی یاد رہے کہ علم ذاتی اور علم مطلق تفصیلی محیط خاصہ ہے۔ ذات باری تعالیٰ کا اس کا مفاد ہے علم غیر متناہی جو متفصلی ہے استغراق حقیقی کا اور علم مطلق اجمالی اور مطلق علم تفصیلی اور مطلق علم اجمالی ذات باری تعالیٰ کا خاصہ ہرگز نہیں ہے بلکہ اگر اجمالی کو بشرط لاشئی کے درجہ میں لیا جائے جس میں بعض معلومات بعض سے کلی طور پر ممتاز نہیں ہوتے تو پھر علم مطلق اجمالی اور مطلق علم اجمالی ذات باری تعالیٰ کے حق میں محال قرار پائیں گے کما قال امامنا المجدد الملۃ الطاہرۃ مولانا احمد رضا خان الفاضل البریلوی فی

کتابہ "الدولۃ المکیۃ" صفحہ ۲۰۰ من شاء فیہ جمع الیہا۔

نیز جب ہمارا دعویٰ علم مذکور کے حصولِ تدریجی کا ہے یعنی مذکورہ بالا تو اب منکرین آیات قرانی میں سے ہمارے خلاف کوئی ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جو آیت بھی پیش کریں گے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی بات ہے بعد کی نہیں ہمارا دعویٰ اس کے بعد کا ہے یعنی جو ہمارا دعویٰ ہے اس کی نفی آیت سے ثابت نہیں۔ اور جو ثابت ہوتا ہے۔ وہ دعویٰ نہیں۔

نیز آیات واحادیث بلکہ تمام ادلّہ نافیہ جو منکرین پیش کرتے رہے ہیں۔ ان سب میں ذاتی استقلالی علم مطلق محیط تفصیلی کی نفی مراد ہے اور ادلہ مثبتہ میں عطائی غیر استقلالی مطلق علم تفصیلی جو انبیاء کی شان کے لائق ہے وہ مراد ہے جو ایک ذرہ کا علم ذاتی کسی نبی ولی کے لیے ثابت کرے وہ بھی کافر مرتد ہے اول نے ادلہ نفی کا انکار کیا ہے اور ثانی نے ادلہ اثبات کا۔ نیز یاد رکھیں حضور علیہ السلام کے حق میں علوم غیبیہ جزئیہ (بعض علم غیب) کے ثابت ہونے میں کسی مسلمان نے آج تک اختلاف نہیں کیا۔ حتیٰ کہ مولوی اشرف علی تھانوی بھی تسلیم کرتے ہوئے تغیر العنوان میں لکھتے ہیں:

"کہ اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور علیہ السلام کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں کون اس کا انکار کر سکتا ہے۔"

اور خود مولوی سرفراز صاحب بھی اپنی کتاب عبارات (اکابر حصہ اول صفحہ ۸۷) پر لکھتے ہیں:

"یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو ہر زید عمر و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع بہائم کو بھی حاصل ہے الخ"

صفحہ ۸۸ پر لکھتے ہیں:

"اور ان چیزوں کو بھی بعض مغیبات کا علم ضرور ہے۔" الخ

ان عبارات میں تھانوی صاحب نے حضور علیہ السلام کے بعض علم غیب کو کمالات نبوت میں سے ایک کمال مانا ہے اور جو نبوت کے کمال کا انکار کرے سرفراز صاحب ذرا بتائیے وہ کون ہوتا ہے پکا موحد و مومن یا کافر و گمراہ۔ پھر سرفراز صاحب کیا آپ نے خود منقولہ عبارات میں بچوں

پاگلوں بلکہ حیوانات بہائم کے لیے بعض مغیبات کا علم تسلیم نہیں کیا۔ کیا آپ انکار کر سکتے ہیں یہ کیا بات ہے کہ یہاں آپ بعض مغیبات کا علم زید عمر وغیرہ بہائم تک کے لیے مانتے ہیں مگر ازالۃ الریب میں جگہ جگہ حضور علیہ السلام کے لیے علم بعض مغیبات کا بھی نہیں مانتے وہاں لفظ علم کے اطلاق سے بھاگ کر انباء اخبار اطلاع کے الفاظ سے گلو خلاصی کرتے ہیں کہیں علم سے آپ کو چڑ اور ضد تو نہیں ہے کیونکہ جناب تھانوی صاحب اور آپ کی عبارات منقولہ میں لفظ علم کا اطلاق موجود ہے کہ نہیں نظر نہیں آتا تو نظر کی عینک لگا کر ذرا دیکھئے آئیے حضور والا ایپ کو آپ کی ازالۃ الریب کی سیر کراؤں۔ ازالۃ الریب کے صفحہ ۴۳ پر آپ نے لکھا ہے کہ:

اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب عالم الغیب علم ما کان وما یکون اور علیم بالذات الصدور کا مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب پر مطلع ہونا جدا مفہوم ہے دوسری بات کا (آنحضرتؐ کے لیے) منکر ملحد و زندیق ہے اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے الخ۔

اب پہلی بات کے مثبت کو آپ نے مشرک اور کافر قرار دیا ہے ذرا غور سے اپنی عبارت کو پڑھیں کہ آپ کی عبارت میں علم غیب کے لفظ بھی ہیں یا نہیں۔ یقیناً موجود ہیں یعنی آپ کے فتویٰ کے مطابق حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب ماننے والا (خواہ کلی مانے یا جزی) کافر و مشرک ہے۔

اور ما قبل میں ہم تھانوی صاحب کی عبارت میں اور آپ کی عبارتوں میں لفظ علم غیب آپ کو دکھا چکے ہیں۔ اب بتائیے تھانوی صاحب اور آپ خود اپنے ہی فتویٰ شرک و کفر کی زد میں آگئے یا نہیں یقیناً آپ اپنے فتوے کی زد میں آچکے ہیں آپ مانیں یا نہ مانیں ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

الغرض حضور علیہ السلام کے لیے بعض علوم غیبیہ ماننا یہ تو متفق علیہ مسلّمہ تھا۔ یعنی اہلسنت ہی نہیں بلکہ اہل اعتزال بھی اس کے قائل تھے البتہ معتزلہ اور اہل سنت میں اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے اولیاء اللہ کو بھی علوم غیب سے کچھ حصہ ملتا ہے کہ

نہیں تو معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اور اہلسنت اس کے قائل ہیں:

چنانچہ خود سرفراز صاحب عبارات اکابر حصہ اول صفحہ ۱۰۳ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"کہ ثالثاً۔ غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بعض مغیبات پر مطلع ہونا ایک بدیہی بات ہے اس کا انکار قاضی عضد اور علامہ سید شریف تو کجا کوئی بھی اہل عقل نہیں کر سکتا"

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے غیر انبیاء یعنی اولیاء اللہ کے لیے بھی بعض مغیبات پر مطلع ہونا مانا ہے اگرچہ وہ لفظ علم یہاں نہیں لکھتے مگر بات حقیقتہً یہی ہے کہ جو مطلع علی الغیب ہوگا اس کے لیے علم غیب ماننا پڑے گا۔ کیونکہ مطلع ہونے کے بعد مانع علم کیا رہ گیا ہے کہ علم سے انکار کیا جائے اس کی مفصل بحث ان شاء اللہ العزیز آگے آئے گی کہ انباء بالغیب اور اطلاع علی الغیب کو علم بالغیب لازم ہے اور اخبار بالغیب علم بالغیب کے بغیر ناممکن ہے۔ اور لازم بھی غیر منفک ہے منفک نہیں ہے۔

قارئین کرام دعاوی کے تضاد کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سرفراز صاحب ازالۃ الریب کے صفحہ نمبر ۳۰ پر مولوی محمد صالح میترانوالوی کے بارے میں لکھا ہے:

کہ وہ شکم مادر ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حصول علم غیب کے قائل ہیں دلیل میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا۔ فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے تو میں ان کی آواز سنتا تھا۔ حالانکہ میں ان دنوں ماں کے پیٹ میں تھا۔

یہ روایت سند اور متن دونوں کے لحاظ سے غریب ہے اور امام بیہقی دلائل النبوت میں اس کے راوی احمد بن ابراہیم جبلی کو مجہول فرماتے ہیں:

جواب نمبرا

جواباً عرض ہے کہ حضور علیہ السلام شکم مادر میں بھی نبی تھے جس کی دلیل کنت نبیاً و آدم بین الماء و الطین ہے کما قال علیہ السلام اس کے علاوہ خود مولانا قاسم نانوتوی صاحب اس کو معرض استدلال میں پیش کرتے ہیں:

ملاحظہ ہو مرقات کا حاشیہ نمبر ۲ عبارۃ یہ ہے: فحاصل النبوۃ اولاً و بالذات لیس الا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم و کل من سواہ من الانبیاء علیہم السلام موصوفا بھا ثانیا و بالعرض ولذا قال النبی علیہ السلام کنت نبیا و اٰدم بین الروح والجسد وقال سبحانہ وتعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتب وحکمۃ الخ

جب آپ شکم مادر میں نبی تھے تو آپ بتائیے اس وقت وہ ذات باری تعالیٰ کو پہچانتے تھے یا نہیں اگر جانتے تھے تو ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ کیونکہ خدا بھی غیب الغیب ہے۔ جس کو غیب الغیب کا علم حاصل تھا تو جو غیب ہے اس کا علم کیوں نہ ہوگا اگر آپ کہیں کہ نہ جانتے تھے تو پھر نبی کا جاہل ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ نبی کا جاہل ہونا باطل ہے۔ نورِ نبوت یا علم نبوت جہالت کے ساتھ کیونکر جمع ہو سکتے ہیں نبی بھی ہو اور جاہل بھی

یہ بات اور ہے کہ شکم مادر میں جو علم حاصل تھا وہ اجمالی تھا نہ کہ تفصیلی یہ تفصیلی علم تو بذریعہ قرآن آپ کو حاصل ہوا ہے۔ جو نزول قرآن پر موقوف ہے۔

کُنْتُ نَبِیًّا والی حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۳ پر اور ترمذی جلد ثانی صفحہ ۲۲۴ میں موجود ہے ترمذی نے اس حدیث کو حدیث صحیح قرار دیا ہے اور حاشیہ تلویح میں شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے قاسم نانوتوی سے نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے کیونکہ ان حضرات نے معرض استدلال میں اس کو پیش کیا ہے جو ان کے نزدیک اس کی حجت اور کم از کم مقبول ہونے کی دلیل ہے۔ پھر اس کے علاوہ قاسم نانوتوی صاحب اس حدیث کو تحذیر الناس صفحہ ۷ پر مذکورہ الفاظ سے نقل کرتے ہیں اور اسی صفحہ پر نانوتوی صاحب نے نبوت کو علمی کمالات سے گنا ہے اور من جملہ کمالات علمی قرار دیا ہے جب۔ نبوت خود ہی علمی کمالات میں سے ہے تو پھر جہالت کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔

نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس کے صفحہ نمبر ۲ پر اس آیت کو مستدل بنایا ہے۔ نانوتوی صاحب نے اپنے دعوے مذکور (نبی بالذات ہونے) پر آیت قرآنی و اذ اخذ اللہ الآیۃ سے بھی استدلال کیا ہے) اس آیت اور اس حدیث سے حضور علیہ السلام کا شکم مادر سے بھی قبل ہی ہونا ثابت ہے نتیجہ یہ ہے کہ شکم مادر میں آنے سے قبل بھی آپ کو علم حاصل تھا اگر چہ وہ

اجمالی تھا) اگر اس وقت اجمالی علم تسلیم نہ کیا جائے تو پھر نبی کا جاہل ہونا لازم آئے گا۔
اللازم باطل والملزوم مثلہ۔

۲۔ شکم مادر میں لوح محفوظ پر قلم چلنے کی آواز سننے کی روایت کے متعلق سرفراز صاحب کا غریب کہہ کر ردّ کرنا بھی عجیب تجاہل عارفانہ ہے مولوی صاحب نے اصول حدیث کی کتابوں میں یہ ضرور پڑھا ہوگا کہ غرابت منافی صحت نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی مقدمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ان الغرابة لا تنافی الصحة ویجوز ان یکون الحدیث صحیحا غریبا۔

اور امام ابن الصلاح مقدمہ صفحہ ۲۴۴ میں فرماتے ہیں: ثم ان الغریب ینقسم الی صحیح و الی غیر صحیح الخ اور یہی امام ابن الصلاح مقدمہ کے صفحہ ۲۴۵ پر فرماتے ہیں کہ بخاری کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات غریب ہے فان اسنادہ متصف بالغرابۃ بلکہ خود مولوی سرفراز صاحب اپنی کتاب تسکین الصدور صفحہ ۱۸۱ پر بھی ان عبارات کو نقل کر کے یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہر غریب حدیث غیر صحیح نہیں ہوتی بلکہ غریب حدیث صحیح بھی ہوتی ہے اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ آپ کا اس کو غریب کہہ کر رد کرنا کیا اپنے ہی پیش کردہ ضوابط کی خلاف ورزی نہیں ہے یقیناً ہے آپ کی اپنی عبارات بیانگ دہل پکار رہی ہیں کہ ہر غریب حدیث غیر صحیح نہیں ہوتی بلکہ غریب ہو کر بھی صحیح ہو سکتی ہے۔

۳۔ رہا مولوی سرفراز صاحب کا یہ اعتراض کرنا کہ اس کے ایک راوی احمد بن ابراہیم حبلی کو امام بیہقی نے دلائل النبوت میں مجہول قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر واقعی راوی مذکور مجہول ہو تو بھی ہمارے لیے مضر نہیں کیونکہ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ یہ روایت ضعیف قرار پائے گی اور چونکہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ فضائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور فضائل کے باب میں حدیث ضعیف قابل قبول ہے مقدمہ مشکوٰۃ میں ہے:

والحدیث محکوم علیہ بالضعف ومعمول بہ فی الفضائل۔

یعنی حدیث ضعیف ہو کر بھی عمل کے قابل ہے فضائل کے باب میں اور:

۴۔ اور اگر بالفرض تسلیم کیا جائے کہ اس حدیث کی سند مجروح ہے احمد بن ابراہیم حبلی کی کسی محدث نے تعدیل و توثیق نہیں فرمائی تو پھر بھی ہمیں ضرر نہیں کیونکہ امام ابن الصلاح کا فیصلہ ایسے راوی کے متعلق توقف کیا ہے قبول جرح کا نہیں ہے جیسا کہ نخبۃ الفکر صفحہ ۱۰ میں ہے: "ومال ابن الصلاح فی مثل هذا الی التوقف"

۵۔ مجہول کہنا جرح مبہم ہے۔ اور جرح مبہم اصول حدیث کے اعتبار سے قابل قبول نہیں خود سرفراز صاحب نے سماع موتی میں لکھا ہے کہ جرح مبہم قابل اعتبار و قابل قبول نہیں توضیح تلویح میں ہے کہ مجہول کہنا جرح مبہم ہے۔

۶۔ شکم مادر میں لوح محفوظ پر قلم کے چلنے کی آواز سننے کی روایت کو مولانا عبدالحی لکھنوی (جو اس صدی کے محقق عالم ہیں منکرین کے نزدیک) اپنی کتاب فتاوی عبدالحی کامل مبوب اردو کے صفحہ ۳۳ پر اپنے دعوی کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں یعنی معرض استدلال میں لاتے ہیں اور جرح قدح کے بغیر نقل کرتے ہیں جو ان کے نزدیک اس کی صحت کی دلیل یا کم از کم قابل قبول ہونے کی دلیل ہے۔ ملاحظہ فرمائیں صفحہ مذکورہ:

۷۔ اسی روایت کو علامہ جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاوی جلد ثانی صفحہ ۴۰، ۴۱ پر نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: والذی نفسی بیدہ کنت اسمع خریر القلم علی اللوح المحفوظ وانا فی ظلمة الاحشاء یعنی میں ماں کے پیٹ میں ہی لوح محفوظ پر قلم کے چلنے کی آواز کو سنتا تھا علامہ مذکور نے بالیقین اس روایت پر جرح قدح نہیں فرمائی۔

س:۔ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ جاء الحق کے صفحہ ۱۳۰ پر لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اول ہی سے قرآن کے عارف تھے الخ اس عبارت پر مولوی سرفراز صاحب یوں اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ تعالی تو فرماتا ہے ما کنت تدری ما الکتٰب اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ قرآن پہلے نہیں جانتے تھے یعنی آیت جاننے کی نفی کر رہی ہے۔ اور مفتی صاحب اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں (ملخصاً)

جواب نمبر ۱:۔ جواباً عرض ہے کہ ہمارے نزدیک اس آیت کریمہ میں درایت کی

نفی ہے یعنی اپنی اٹکل پچو سے جاننے کی نفی ہے علم کی نہیں ہے علم اور درایت دو جدا جدا چیزیں ہیں چنانچہ قاضی ثناء اللہ مرحوم پانی پتی تفسیر مظہری صفحہ ۲۶۵ میں فرماتے ہیں: وانما جعل العلم للّٰہ والدرایۃ للعبد لان فیھا معنی الحیلۃ الخ

خلاصہ یہ کہ علم خدا کے لیے ہے اور درایت وہ علم ہے جو حیلہ اور سعی سے حاصل ہو مگر جو اللہ کی تعلیم سے ہو وہ علم ہے یہ عبارت صاف بتاتی ہے کہ علم اور درایت میں فرق ہے مزید حوالے یہ ہیں مفردات میں ہے۔

المعرفۃ المدرکۃ بضرب من الختل۔

تاج العروس میں ہے:

دریتہ و دریتہ بدا او علمتہ او علمتہ بضرب من الحیلۃ ولذا لایطلق علی اللہ تعالیٰ یعنی درایت تخمینہ اور ظن اور کسی حیلہ سے جاننے کو کہا جاتا ہے اسی لیے یہ لفظ اللہ کے بارے میں بولنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ یہ کہ نفی اگر علم کی مانی جائے تو یہ نفی علم اجمالی کی نہیں بلکہ علم تفصیلی کی ہے کیونکہ اس آیت کریمہ میں ما الکتاب کے بعد لفظ ولا ایمان بھی موجود ہے جس کا ترجمہ ہے کہ آپ نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ہی ایمان کو جانتے تھے تو اگر اجمالی اور تفصیلی دونوں کی نفی مانی جائے تو جس طرح علم کتاب کی نفی ہو گی۔ اسی طرح نبی کے بلکہ نبی الانبیاء کے علم بالایمان کی نفی لازم آئے گی۔ حالانکہ یہ ظاہر البطلان ہے جب قرآن کے نزول کے آغاز سے بھی بہت پہلے آپ نبی تھے جیسا کہ واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین والی آیت اور کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد والی حدیث سے ثابت ہے جس پر مشکوٰۃ ترمذی، تحذیر الناس کا حاشیہ تلویح از غنمانی حاشیہ مرقات سے حوالہ نقل کیا گیا ہے تو آپ کا نبی ہونا مستلزم ہے مومن ہونے کو اور مومن ہونا موقوف ہے ایمان کے علم اجمالی کو لہٰذا ثابت ہوا کہ جس طرح آیت میں ایمان کا علم اجمالی منفی نہیں اسی طرح کتاب کا علم اجمالی بھی منفی نہیں اور جس طرح آیت میں ایمان کے علم تفصیلی کی نفی ہے۔ اسی طرح کتاب کے بھی علم تفصیلی کی نفی ہے تفصیلی کی نفی اجمالی کی نفی کو مستلزم نہیں ہے بناء بریں مفتی صاحب

کا اول ہی سے آپ کو عارف قرآن کہنا غلط نہیں ہے درست ہے آیت مذکورہ کی تفسیر ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۰۴ میں فرماتے ہیں

ثم قال الله تعالیٰ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان واختلف العلماء فی ھذہ الأیۃ مع الاجماع علی انه لا یجوز ان یقال الرسل کانوا قبل الوحی علی الکفر و ذکروا فی الجواب وجوھًا الرابع الایمان عبادۃ عن الاقرار بجمیع ما کلف الله تعالیٰ به وانه قبل النبوۃ ما کان عارفًا بجمیع تکالیف الله تعالیٰ بل انه کان عارفا بالله تعالیٰ وذالك لا ینافی ما ذکرناہ التی من صفات الله تعالیٰ علی قسمین منها ما یمکن معرفة بمحض دلائل العقل ومنها لا یمکن معرفته الا بالدلائل السمعیة فهذا القسم الثانی لم تکن معرفته حاصلة قبل النبوۃ۔

اس عبارت میں امام رازی نے ایک یہ امر بتایا ہے کہ ایمان کے متعلق تمام تکالیف باری تعالیٰ کے عارف تھے دوسرے یہ کہ جواب نمبر ۵ میں امام رازی یہ فرماتے ہیں کہ صفات باری تعالیٰ کی دو قسمیں ہیں بعض کو محض عقلی دلائل سے معلوم کیا جا سکتا ہے اور بعض کی تحصیل دلائل سمعیہ پر ہی موقوف ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن سے قبل بھی حضور علیہ السلام ذات باری کو اور بعض صفات باری کو جانتے تھے ذات باری غیب الغیب ہے جس کو جاننا غیب ہی جاننا ہے۔ نیز یہ کہ مذکورہ بالا عبارات میں ایمان کی تفاصیل کی نفی ہے اجمالی کی نہیں۔

۲۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۲۲ میں ہے:

ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان ای علی التفصیل التی شرع لك فی القرآن

یعنی قرآن میں ایمان کی جو تفاصیل آپ کے لیے مشروع ہوئیں ان کو آپ قبل از نبوت نہیں جانتے تھے۔

۳۔ تفسیر خازن میں ہے:

ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان اختلف العلماء فی ھذہ الأیۃ مع اتفاقهم علی ان الانبیاء قبل النبوۃ ما کانوا مومنین فقیل معناہ ما کنت تدری قبل

الوحی شرائع الایمان ومعاملہ ۔ ج ۴ ص ۱۱۰

۴۔ تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۹ صفحہ ۵۸ میں ہے:

ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان الثالث ان المراد شرائع الایمان ومعالمہ مما لا طریق الیہ الا السمع والیہ ذھب محی السنۃ البغوی الخ

۵۔ تفسیر ابو سعود برحاشیہ کبیر صفحہ ۲۷۶ جلد ۷ میں ہے:

ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان ای الایمان بتفاصیل ما فی القرآن

ان تمام عبارات میں امر مشترک یہ ہے کہ نفی ایمان کی تفاصیل کی ہے اجمالی کی نہیں۔

۶۔ تفسیر مظہری پ ۲۵ سورۃ شوریٰ آیت مذکورہ کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی شرائطہ ومعالمہ التی لا طریق الیہ غیر السمع۔

۷۔ تفسیر قرطبی میں آیت مذکورہ کے تحت لکھا ہے: الصواب انہ معصوم قبل النبوۃ من الجہل باللہ تعالیٰ وصفاتہ والشک فی شیٔ من ذلک۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں:

ما کنت تدری ما الکتٰب لولا الھامنا علیک ولا الایمان لولا ھدایتنا لک۔

حق یہ ہے کہ نبی نبوت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے ساتھ جہالت سے اور ان میں شک سے معصوم ہیں۔

یعنی اگر ہمارا لطف وکرم آپ پر نہ ہوتا تو آپ کتاب کو نہ جان سکتے اور اگر ہم آپ کی رہنمائی نہ کرتے تو آپ کو ایمان کا علم بھی نہ ہوتا (تفصیلاً۔)

قرطبی جلد نمبر ۱۶ صفحہ ۵۶ پر ہے

فقال جماعۃ معنی الایمان فی ھذہ الآیۃ شرائع الایمان ومعالمہ وقیل تفاصیل ھذا الشرع وقیل ھو الفرائض والاحکام (ملخصاً)

۸۔ تفسیر مدارک جلد ۴ صفحہ ۴۰۶ میں ہے ای شرائعہ الخ

۹۔ تفسیر معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی جلد ۷ صفحہ ۱۵۷ پر لکھتے ہیں جب

تک اللہ تعالیٰ ان کو بذریعہ وحی نہ بتلا دیں تو نہ ہیں کسی کتاب کی واقفیت ہو سکتی ہے اور نہ تفصیل ایمان کی الخ

۱۰۔ تفسیر صاوی جلد رابع صفحہ ۴۹ میں ہے:

ما الکتب الکلام علی حذف مضاف ای جواب ما الکتب والمعنی جواب هذا الاستفهام آگے ہے ای شرائع لا یمت و معالمہ کالصلوٰۃ والصوم والزکوٰۃ و والطلاق والغسل من الجماع وتحریم المحارم بالقرابۃ والصهر۔

ان دس تفاسیر کے حوالہ جات و عبارات سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں تفاصیل کی نفی ہے اجمالی کی نہیں ہے اور صاوی کی عبارت ہے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ما تدری میں ما کا مضاف محذوف ہے اور مراد کتاب کے علم کی نفی نہیں بلکہ اس استفہام کے جواب کے علم کی نفی ہے الغرض اب اگر آیت میں کتاب کے علم اجمالی کی نفی مانی جائے تو پھر ایمان کے علم اجمالی کی نفی بھی ماننی پڑے گی جو باطل ہے اور اگر ایمان کے علم تفصیلی کی نفی قرار دی جائے تو پھر کتاب کے بھی علم تفصیلی کی نفی ہو گی ورنہ اسلوب کلام کے خلاف ہو گا وہو المدعیٰ بنا بریں سرفراز صاحب کا اعتراض ہباءً منثورًا ہو گیا۔

پہلا جواب اس آئہ کریمہ کا ہم نے یہ دیا تھا کہ آیت میں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے اور اس پر مفردات امام راغب اور تفسیر مظہری اور تاج العروض کے حوالے نقل کر دیے ہیں مولوی ادریس کاندھلوی بھی مقامات حریری کی شرح میں درایت کا معنی یہی لکھتا ہے اور تفسیر مظہری سورۃ لقمان صفحہ ۲۶۵ پر ہے:

انما جعل العلم للہ والدرایۃ للعبد لانہ فیها معنی الحیلة فلیشعرا بالفراق

درایت کا حقیقی معنی وہی ہے جو لغوی ہے یعنی ظن اور تخمینہ اور اٹکل پچو اور حیلہ سے بات کرنا اور حقیقی معنی چھوڑ کر مجاز کو لینا بلا قرینہ کہاں جائز ہے۔ سرفراز صاحب کو چاہیئے تھا کہ اعتراض سے پہلے درایت کے معنی کی تحقیق کر لیتے اور یہ بھی سوچ لیتے کہ علم کتاب کی نفی کے ساتھ کہیں ایمان کی نفی تو نہ ہو جائے گی۔ مگر سرفراز صاحب کا تو صرف ایک ہی مقصد ہے کہ کمالات محمدیہ کی نفی کرتے چلو جس کے بغیر ان کا گذارا ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے خیال باطل

ہیں اس کے بغیر توحید مکمل نہیں ہوتی۔

این کار از تو می آید
و مرداں چنیں کنند

اعتراض نمبر ۳:

بعض اہل علم حضرات بھی دیانۃً اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ شرک سے بچنے کے لیے یہ کافی ہے کہ حضور علیہ السلام کے لیے یہ علم غیب عطائی اور خدا کے لیے ذاتی مانا جائے اور اسی طرح حاضر و ناظر و متصرف مافوق الاسباب کے اوصاف کو عطائی ماننے سے شرک نہیں ہوتا مگر یہ ایک سطحی قسم کا مغالطہ ہے کیونکہ جب موصوف کا خود وجود ہی ذاتی نہیں تو پھر اس کی کسی صفت میں یہ احتمال کیسے پیدا ہو سکتا ہے اور جب اس کی کوئی صفت ذاتی ہو ہی نہیں سکتی تو پھر اس کی نفی کیونکر صحیح ہو گی عطائی اور ذاتی کا فرق شرک سے نہیں بچا سکتا ہے۔ چنانچہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ اعلاء کلمۃ اللہ صفحہ ۱۴۱ میں فرماتے ہیں:

ارسے رسولِ بشری یا ملکی را مساوی علم الٰہی دانستن و فقط در بالذات و بالواسطہ متمیز انگاشتن بعید از حق و صواب است الخ

مطلب بالکل واضح ہے۔

جواب:۔

الحمد للہ کہ سرفراز صاحب نے اس عبارت میں حضور علیہ السلام کے لیے علم ما کان وما یکون اور علم کلی ماننے والے بعض علمائے اہلسنت کو اہل علم اور دیانت دار بھی تسلیم کر لیا ہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ الحق یعلو ولا یعلی کا مظاہرہ کسی نہ کسی رنگ میں ہو ہی جاتا ہے۔ یہاں بھی ہو کر رہا اور ان علماء بریلی کے علم اور دیانت کا اقرار بالآخر کر لیا ہے۔

جو سرفراز صاحب جیسے انسان سے غیر متوقع تھا۔

قارئین کرام سرفراز صاحب درحقیقت خود غلط فہمی یا مغالطہ میں مبتلا ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ قائلین علم غیب حضور علیہ السلام کے اور خدا کے علم کے درمیان صرف ذاتی اور عطائی کا فرق مانتے ہیں اور بس حالانکہ ہم اہلسنت وجماعت حنفی بریلوی ذاتی اور عطائی

کے علاوہ قدیم اور حادث فانی اور باقی متناہی اور غیر متناہی محدود اور غیر محدود کا فرق بھی ضروری قرار دیتے ہیں ہمارے اکابر کی کتابوں میں یہ فرق بالتفصیل مذکور ہیں بندہ نے چند سال قبل سرفراز صاحب کے رسالہ ملا علی قاری اور سرفراز گکھڑوی کے نام سے لکھا تھا جسے مکتبہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ نے شائع کیا تھا کہ ہم اور ہمارے اکابر علم باری اور علم رسول میں کسی قسم کی مساوات کے قائل نہیں .... بلکہ جو مساوات من کل الوجوہ کا قائل ہو وہ ہمارے اکابر کے نزدیک کافر اور مرتد ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی الدولۃ المکیۃ صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں:

ومن اثبت مطلقا ولم ینف بوجه فقد کفر بالآیات النافیات۔

صفحہ ۱۷۸ پر فرماتے ہیں:

ومن اثبت منه شیئا منه ولو ادنیٰ من ادنیٰ من ادنیٰ ذرۃ لاحد منها مختص بالله سبحانه وتعالیٰ وهو العلم المطلق التفصیلی۔

صفحہ ۱۹۸ پر فرماتے ہیں: فهذا قسم مختص بالله تعالیٰ

اور صفحہ ۲۱۲ پر فرماتے ہیں:

زهر وبهر مما تقرر ان شبهة مساواۃ المخلوقین طرا اجمعین بعلم ربنا اله العالمین ما کانت لتخطر ببال المسلمین۔

اور صفحہ ۲۱۴ پر فرماتے ہیں:

ان زاعما یزعم باحاطة علومه صلی الله علیه وسلم بجمیع المخلوقات الالٰهیة ظهر بطلان زعمه وخطاءِ وهمه لم تکن فیه مساوات لعلم الله تعالیٰ مما ذکرنا من (التقریب)

صفحہ ۳۰۰ کے منہیہ میں فرماتے ہیں:

اقول ان اراد التسویة من کل وجه فنعم اذ یلزم قدم غیرہ تعالیٰ۔

یہ سات عبارات اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تھیں اب تین عبارات ہیں اسی سلسلہ میں سیدی و سندی ذخری لیومی وغدی حجۃ الاسلام غزالی دوران رازی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ

صاحب کاظمی مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان کی پیش کرتا ہوں آپ تقریر منیر کے صفحہ نمبر ۲۱ پر فرماتے ہیں کہ :

انبیاء علیہم السلام کا علم خواہ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ اور مخلوقات کے جمیع احوال کو محیط ہو لیکن باوجود اس کے بھی وہ متناہی بالفعل ہے اور محدود رہے علم الٰہی کے مساوی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

پھر صفحہ نمبر ۳۰ پر فرماتے ہیں کہ :

کل علم غیر متناہی اللہ کے ساتھ خاص ہے وہ کسی کے لیے ثابت نہیں۔

صفحہ نمبر ۴۱ پر فرماتے ہیں کہ :

اللہ تعالیٰ کے علوم غیبیہ غیر متناہی ہیں ظاہر ہے کہ متناہی غیر متناہی کا بعض ہوتا ہے۔

ان حوالہ جات عشرہ سے چند باتیں روز روشن کی طرح واضح ہو گئیں ہیں اول یہ کہ ہمارے اکابر کے نزدیک علم مطلق تفصیلی محیط اور غیر متناہی قدیم ذاتی ذات باری تعالیٰ کا خاصہ ہے دوم یہ کہ جو اس سے ایک ذرہ غیر کے لیے ثابت کرے وہ کافر ہے سوم یہ کہ حضور علیہ السلام کا علم باری تعالیٰ کے علم سے ہرگز مساوی نہیں ہو سکتا جو من کل الوجوہ مانے وہ کافر ہے اور مساوی فی المقدار ماننا بھی غلط اور باطل ہے اب آپ حضرات خود غور کریں کہ ایسی نصوص کے ہوتے ہوئے دیوبندی اور وہابی علماء کا یہ افتراء کہ بریلوی حضرات اللہ اور اس کے رسول کے علم کو مساوی اور برابر مانتے ہیں کس قدر بددیانتی اور سفید جھوٹ ہے۔ کیوں سرفراز صاحب آپ نے یہ فرق ہمارے اکابر کی کتابوں میں نہیں پڑھے یا تجاہل عارفانہ سے کام چلایا ہے اب ثابت ہو گیا کہ ہمارے اکابر کے نزدیک صرف ذاتی اور عطائی کا فرق ہی نہیں بلکہ کچھ اور فرق بھی ہیں جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں اور فریق مخالف کے کاغذی شیر اور نام نہاد شیخ الحدیث خود غلط فہمی اور مغالطہ میں مبتلا ہیں یا پھر قصداً دھوکہ دہی سے کام لے کر اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور الزام دوسروں کو دیتے ہیں۔

سوال۔ قارئین کرام سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ جب موصوف خود اپنے وجود میں ذاتی

نہ ہو تو پھر اس کی کسی صفت میں یہ احتمال کیسے پیدا ہو سکتا ہے اور پھر ایسی صورت میں نفی کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

جواب نمبرا:

تو اس کا جواب یہ ہے کہ متعدد مفسرین و محدثین اکابرین امت نے آیات واحادیث نفی کو ذاتی و استقلالی پر محمول فرمایا ہے یا علم مطلق تفصیلی محیط پر محمول فرمایا ہے۔

۱۔ تفسیر نیشاپوری میں قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ کے ماتحت فرماتے ہیں:

فیکون فیه دلالة علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلم الا الله۔

۲۔ تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے تحت فرمایا:

لا اعلم الغیب مالم یوحی الی ولم ینتصب علیه دلیل۔

۳۔ تفسیر کبیر میں اس کے تحت فرمایا: یدل علی اعترافه بانه غیر عالم بکل المعلومات۔ (کل حقیقی استغراق والا ہے)

۴۔ علامہ ابن حجر فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں: معناها لا یعلم ذالك استقلالا وعلم احاطة الا الله (مراد علم احاطہ سے علم مطلق تفصیلی محیط ہے)

۵۔ نسیم الریاض میں لو کنت اعلم الغیب کے تحت فرماتے ہیں فان المنفی علمه من غیر واسطة الخ

۶۔ علامہ سلیمان جمل نے فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین جلد دوم صفحہ ۲۵۸ میں فرمایا:

فیکون فیه دلالة علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلم الا الله

۷۔ فتاویٰ امام نووی میں قل لا یعلم من فی السموٰت کے تحت ہے

والجواب معناه لا یعلم ذالك استقلالاً۔

۸۔ شرح شفا خفاجی میں ہے وان المنفی علمه من غیر واسطة لمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۶۵ میں ہے المراد لا یعلم بدون التعلیم الله تعالیٰ۔

۹۔ اشعۃ اللمعات صفحہ ۴۴ جلد اول میں ہے ومراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچ کس ایں ہارا نداند۔

۱۰۔ روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۱۱، ۱۲ میں ہے وبالجملة علم الغیب بلا واسطة کلا او بعضا

مخصوص باللہ تعالیٰ لایعلم احدا من الخلق اصلا و متی اعتبر فیہ نفی الواسطۃ بالکلیۃ تعین ان یکون من مقتضیات الذات۔

صفحہ ۱۱ پر ہے ولعل الحق ان یقال علم الغیب المنفی عن غیرہ جل و علی ہو ما کان للشخص لذاتہ ای بلا واسطۃ فی ثبوتہ لہ ھذا مما لا یعقل لاحد من اھل السمٰوٰت والارض وما وقع للخواص لیس فی شیء من ھذا۔

خلاصہ یہ کہ غیب کا علم بلا واسطہ کل ہو یا بعض ذات باری کے ساتھ مخصوص ہے مخلوق میں سے اسے بالکل کوئی نہیں جانتا اور جب کلی طور پر واسطہ کی نفی کا اعتبار کیا جائے اس میں تو متعین ہے کہ وہ ذات کے مقتضیات میں سے ہو اور حق یہی ہے کہ علم غیب جو منفی ہے غیر خدا سے وہ وہی ہے جو کسی کی ذات کی وجہ سے ہو یعنی بلا واسطہ ہو اس کے لیے ثابت ہونے میں یہ علم زمینوں آسمانوں میں کسی کے لیے متصور نہیں ہے اور جو علم خواص کو ملا ہے وہ ذاتی علم نہیں ہے۔ بلکہ وہ عطائی ہے۔

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ:

ان دس حوالہ جات و عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مفسرین و محدثین کے نزدیک آیات نفی و احادیث نفی ذاتی و استقلالی غیر متناہی پر محمول ہیں ان اکابر کی تصریحات کے مقابلہ میں جناب سرفراز صاحب آپ کی بے سرو پا گفتگو کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے کیوں جناب آپ نے کبھی ان حوالہ جات و عبارات کو نہیں پڑھا اور ان میں لفظ استقلال اور من غیر واسطہ کبھی نظر نہیں آیا ذرا تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر پڑھیں تاکہ آپ کو اصل حقیقت نظر آسکے۔

جواب نمبر ۲

مولوی صاحب اگر شرک سے بچنے کے لیے ذاتی اور عطائی کا فرق کافی نہیں بقول آپ کے تو پھر آپ نے یہی فرق اپنی کتاب تسکین الصدور کے صفحات ۱۰۲، ۱۰۳ کے من حیث پر مولوی غلام غوث ہزاروی کا بیان بلا تردید نقل کر کے تسلیم کر لیا ہے۔ بلکہ اس کو آپ نے اپنی تائید میں نقل

کیا ہے ملاحظہ ہو۔

یہاں سے ان حضرات کی کم علمی واضح ہو جاتی ہے۔ جو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک قرار دیتے ہیں۔ شرک تو تب ہوتا کہ کسی کو ایسا زندہ مان لیا جاتا جس کی حیات خدا تعالیٰ کی عطا نہ ہو اس کے گھر کی ہو پھر اس پر کبھی موت طاری نہ ہو مگر یہ تو کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے۔

اس عبارت کو آپ نے بلا تردید نقل کیا ہے اس سے چند امور پر روشنی پڑھتی ہے۔

۱۔ یہ کہ خدا بھی زندہ ہے اور نبی بھی زندہ ہے مگر چونکہ خدا کی حیات اس کی ذاتی صفت ہے اور نبی کی حیات اس کی ذاتی نہیں بلکہ عطائی صفت ہے اس لیے نبی کو زندہ ماننا ہرگز شرک نہیں ہے۔

۲۔ عبارت منقولہ بالا میں سرفراز صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ صفات کی دو قسمیں ہیں ذاتی اور عطائی۔

۳۔ یہ کہ شرک کا مدار ذاتی صفات ماننا ہے نہ کہ عطائی لہٰذا معلوم ہوا کہ علم غیب اور مختار کل حاجت روا مشکل کشا دافع البلا متصرف مافوق الاسباب وغیرہ ابحاث میں بھی یہ فرق نکالنا درست اور صحیح ہے اگر صفت حیات کو ذاتی اور عطائی میں تقسیم کر سکتے ہیں تو پھر دیگر اوصاف کو باستثناء وصف الوہیت وخالقیت تسلیم کرنے سے ہرگز کوئی رکاوٹ موجود نہیں۔

نوٹ: تسکین الصدور موجودہ دور کے جید علماء دیوبند کی مویدہ ومصدقہ ہے اس کی تائید وتصدیق مولوی خیر محمد صاحب مفتی محمود صاحب غلام غوث ہزاروی قاضی مظہر حسین صاحب جیسے علماء نے کی ہے ملاحظہ فرمائیں اس کے یہ صفحات ۱۳۔۱۴۔۱۵۔ اس سے ظاہر کرنا یہ مقصود ہے کہ ذاتی اور عطائی کی تقسیم ان تمام علماء دیوبند کی مسلمہ ہے کیونکہ خیر المدارس ملتان کے اجلاس میں حرفاً حرفاً سب کے سامنے سنائی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو تسکین الصدور صفحہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ وغیرہ۔ اور جو بات قابل اعتراض تھی وہ اسی وقت بحث وتمحیث کے بعد خارج کر دی گئی ہے مگر بحث وتمحیث کے باوجود ذاتی اور عطائی کی تقسیم پر نہ تو کسی نے اعتراض

کیا اور نہ اس کو کتاب سے نکالنے کا مطالبہ کیا جو دلیل ہے اس کے مسلمہ اور متفق علیہما ہونے کی اور اب لیجئے جناب ایک ایسا حوالہ جس میں سرفراز صاحب ذاتی اور عطائی کی تقسیم کا انکار کرتے ہیں۔ تفریح الخواطر صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴ اور دل کا سرور صفحہ ۳۶ تا ۳۹۔ اسی طرح راہ ہدایت ان سب میں جناب نے اس تقسیم کو دور از کار غلط چکر قرار دیتے کر گلو خلاصی کراتے ہیں۔ اب قارئین خود یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں تسکین الصدور کے صفحات پر تو اس تقسیم کو حق و صواب اور شرک سے بچنے کے لیے کافی مانا مگر ازالۃ الریب تفریح الخواطر دل کا سرور راہ ہدایت وغیرہ میں اس کو غلط دور از کار اور ناکافی قرار دیا ہے۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے۔ کیا یہ بوکھلاہٹ اور حواس باختگی کا نتیجہ نہیں ہے۔ جناب سرفراز صاحب آپ کو یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ میں اپنی کسی کتاب میں اس تقسیم کو تسلیم کر چکا ہوں تو اب انکار نہ کروں یا انکار کر چکا ہوں تو اب تسلیم نہ کروں۔ بس کتابیں لکھنے کا شوق ہے۔ غور و تامل سے واسطہ نہیں ہے۔ سچ ہے دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

جواب نمبر ۳۔

رہا سرفراز صاحب کا پیر مہر علی شاہ صاحب کی عبارت سے اپنے مدعا باطل پر استدلال تو یہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے پیر صاحب کی عبارت کا مقصد یہ ہے کہ خدا اور رسول کے علم کو مساوی مان کر پھر فرق صرف ذاتی اور عطائی کا کرنا غلط اور حق و صواب سے بعید ہے۔ پیر صاحب کی عبارۃ میں یہ جملہ ملاحظہ ہو:

ارے رسول بشری یا ملکی را مساوی علم الٰہی داشتن و فقط در بالذات الخ

اس عبارت میں صراحۃً لفظ مساوی علم الٰہی جاننا موجود ہے اس کا کون انکار کرتا ہے ہم تو

---

[1] اور تنقید متین ص ۱۶۲ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے بعض علوم غیبیہ کا عطاء ہونا مسلم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے۔

پہلے بحوالہ نقل کر چکے ہیں کہ جو مساوات من کل الوجوہ کا قائل ہو وہ کافر ہے اور مساوات فی المقدار ماننا بھی غلط و غیر صواب ہے یہی بات پیر صاحب نے فرمائی ہے یہ عبارت ہمارے خلاف کیسے ہوگئی اور آپ کو یہ نقل کر کے کیا حاصل ہوا سوائے اس کے کہ آپ کا جاہل ہونا ثابت ہو اور اگر آپ نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو پھر یہ بددیانتی کا مظاہرہ ہے پیر صاحب کی عبارت سے صفات کی دو قسموں کا مزید ثبوت ملتا ہے۔

جواب نمبر ۴:

اب رہا سرفراز صاحب کا یہ گوہر افشانی فرمانا کہ جب نبی کی ذات ہی عطائی ہے تو پھر اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال کیسے پیدا ہو سکتا ہے تو پھر اس کی نفی کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے اگر یہ ذاتی احتمال پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا تو پھر پیدا ہوئے بغیر سابقہ مذکورہ بالا مفسرین و محدثین کے اذہان شریفہ میں کیسے آ گیا۔ کہ ان کو استقلالی اور من غیر واسطہ کی تصریح کرنے کی ضرورت پڑھی پھر یہ بھی بتائیے ناکہ ایسی صورت میں تسکین الصدور میں حیات النبی کے مسئلہ میں آپ کے اور غلام غوث ہزاروی کے ذہن میں یہ احتمال پیدا ہوا تھا یا نہیں اگر ہوا اور یقیناً ہوا تو پھر آپ خود اس کے جواب کے ذمہ دار ہیں اگر نہیں پیدا ہوا تھا تو اس تقسیم کو لکھا کیسے گیا ہے۔ تسکین کی عبارت کے پیش نظر یہ آپ کا بھی ذمہ ہے کہ آپ اس کا جواب دیں اگر مسئلہ حیات النبی کے موقعہ پر یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے اور حیات ذاتی کی نفی کی جا سکتی ہے تو پھر علم غیب یا دیگر اوصاف کے متعلق بھی یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے اور نفی کرنا بھی درست ہے۔

جواب نمبر ۵:

قارئین کرام بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ سرفراز صاحب کے نزدیک چونکہ ذاتِ رسول خود ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے اس لیے ذاتی صفت کا احتمال ممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے اور جو محال ہے اس کی نفی کیونکر صحیح ہو سکتی ہے تو جواباً عرض ہے کہ اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ ناممکن اور محال کی نفی نہیں کی جاتی بلکہ نفی صرف ممکنات کی ہوتی ہے تو پھر آپ کا فرض تھا کہ آپ اس دعویٰ پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل لاتے مگر آپ ایسا نہیں کر سکے بلکہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔

سرفراز صاحب کیا آپ یہ بتائیں گے کہ قرآن کریم اور احادیث میں غیر اللہ ہونے کی اور شریک باری کی اور زوجہ باری کی اور اولاد باری تعالیٰ کی اور سونے اور اونگھنے کی فنا اور ہلاک ہونے اور مرنے کی نفی کی گئی ہے یا نہیں یقیناً کی گئی ہے۔ پھر ان اشیاء کو خدا کے حق میں آپ ممکن مانتے ہیں یا محال اگر محال مانتے ہیں تو پھر کیا نفی صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو چشم ما روشن دلے ما شاد را۔ اور اگر غلط ہے تو پھر اس کا جواب آپ کی ذمہ داری ہے اب دیکھئے کہ آپ گلو خلاصی کے لیے کیا کرتے ہیں۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا میں غیر اللہ کی الوہیت کی نفی ہے لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ الآیۃ میں شریک باری کی نفی ہے۔ سورہ اخلاص میں ماں باپ اور اولاد کی نفی ہے۔ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا میں بیوی کے علاوہ اولاد کی بھی نفی ہے لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ میں سونے اور اونگھنے کی نفی ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ میں ہلاکت و فنا ہونے کی نفی ہے یہ منفیات دو حال سے خالی نہیں یا تو ممکنات ہوں گی یا ممتنعات ممکنات ہونا باطل ہے تو پھر شق ثانی متعین ہو گئی پھر آپ جواب دیں کہ ان کی نفی کیوں کی گئی ہے جب کہ آپ کے نزدیک ناممکن اور محال کی نفی کرنا صحیح نہیں ہے۔

خرد کا نام رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سرفراز صاحب کا اس بحث میں اپنی کتب میں یہ سوال کرنا مثلاً تفریح الخواطر صفحہ ۲۰۳۔ اور ازالۃ الریب پر صفحہ ۱۰۷ میں ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر اللہ اور خالق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطائی طور پر اللہ اور خالق ہیں تو کیا وہ مسلمان رہے گا۔

جواب نمبرا

جواب یہ ہے کسی کو عطائی الٰہ یا خالق ماننا خالص کفر اور شرک ہے کیونکہ وصف الوہیت کا اعطاد ہرگز ممکن نہیں بلکہ یہ محال ہے شرعاً بھی اور عقلاً بھی۔ شرعاً تو اس لیے کہ قرآن اور حدیث میں غیر اللہ کے الٰہ ہونے کا ابطال فرمایا گیا ہے جس پر متعدد آیات قرآنیہ پیش کی جا سکتی ہیں عقلاً اس لیے کہ اگر کسی دوسرے کو عطائی خدا مانا جائے تو پھر جس کو الوہیت عطا ہوئی ہے وہ عطا کنندہ کا محتاج ٹھہرے گا اور ظاہر ہے کہ جو محتاج ہوتا ہے وہ ہرگز خدا یا الٰہ نہیں ہو سکتا وصف الوہیت کے عطا کرنے

کا ذکر نہ تو قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ صراحۃً اور نہ کفایۃً اور نہ اشارۃً کسی طرح بھی مذکور نہیں۔ اور نہ ہو سکتا ہے یوں تو اللہ تعالیٰ کی ہر صفت اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور مستقل ہوتی ہے اس کی کوئی صفت عطائی غیر مستقل نہیں اور بندوں کے لیے کسی مستقل بالذات صفت کا حاصل ہونا قطعاً ناممکن اور محال ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے نزدیک وصف الوہیت (جو غنائے ذاتی کو مستلزم ہے) کا ظہور غیر اللہ کے لیے عقلاً محال اور ممتنع بالذات ہے مشرکین اور مومنین کے درمیان فرق ہی یہ ہے کہ وہ غیر اللہ (بتوں) کے لیے عطاء الوہیت کے قائل تھے جس کی عطا عقلاً اور شرعاً ہر طرح محال ہے اور اہل ایمان کسی مقرب ترین بلکہ خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی عطائے الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں ہیں۔

نوٹ:

یہ یاد رکھیے کہ ہم اہلسنت وجماعت بریلوی کے نزدیک انبیاء و اولیاء کے لیے حصول علم غیب یا متصرف فی الامور یا مختار کل کا یہ مفہوم اور مطلب لینا کہ وہ اب خدا کی مشیت جزئیہ سے بے نیاز اور مستغنی ہو گئے ہیں ایسا عقیدہ ہمارے اکابر کے نزدیک کفر اور خالص شرک ہے۔ ہمارے نزدیک یہ حضرات باوجود اتنے کمالات والے ہو جانے کے بھی ہر وقت ہر آن اللہ تعالیٰ کی مشیت جزئیہ کے ماتحت داخل ہیں۔ یہ عین ایمان ہے اور ہمارے نزدیک استقلال و عدم استقلال کے درمیان یہی فرق ہے۔ ملاحظہ علامہ کاظمی صاحب کی عبارت آپ تسکین الخواطر صفحہ ۱۵ پر فرماتے ہیں کہ:

یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ جو کسی مخلوق کو کوئی کمال عطا فرماتا ہے تو اس کے متعلق یہ اعتقاد مومن کے لیے کافی نہیں کہ یہ کمال اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اتنی بات تو مشرکین بھی اپنے معبودوں کے حق میں تسلیم کرتے تھے بلکہ مومن کے لیے ضروری ہے کہ عطائے خداوندی کا عقیدہ رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق کو عطا فرمایا ہے۔ وہ عطا کے بعد حکم خداوندی ارادہ اور مشیت ایزدی کے ماتحت ہے ہر آن خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے ساتھ متعلق ہے اور اس بندے کا ایک آن کے لیے بھی خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً محال اور ممتنع بالذات

ہے الخ

اسی صفحہ پر مزید دو عبارتیں اور ایسی ہی موجود ہیں۔ ایسی تصریحات کے ہوتے ہوئے وہابیہ دیابنہ کا اہلسنت کو کافر یا مشرک قرار دینا کہاں کا انصاف اور کہاں کی دیانت ہے الغرض الوہیت مستلزم ہے وجوب وجود اور استغناء ذاتی کو جو بندے کے حق میں ہر طرح محال ہے اس لیے اس کی عطاء کا عقیدہ رکھ کر عطائی خالق ماننا بھی کفر و شرک جلی ہے کفر خالص ہے اسی طرح عطائی خالق ماننا بھی کفر و شرک ہے کیونکہ خالق ہونا مستحق عبادہ ہونے کا مناط و مدار ہے۔ یعنی جو خالق ہوگا وہ ضرور مستحقِ عبادت بھی ہوگا اور غیر اللہ کو اس طرح ماننا کفر و خالص شرک ہے۔ شرح عقائد صفحہ ۵۶ میں ہے:

وکقولہ تعالیٰ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ فی مقام التمدح بِالْخَالِقِیَّۃِ وَکَوْنِھَا مناطا لاستحقاق العبادۃ۔

اسی صفحہ پر مصنفِ شارح ایک سوال کا جواب دیتے ہیں۔ سوال یہ تھا کہ جب خالق ملنا مناط و مدار شرک ہے تو پھر تم نے معتزلہ کو کافر اور مشرک قرار کیوں نہیں دیا حالانکہ وہ بندے کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں تو اس کا جواب شارح نے یہ دیا ہے کہ شرک کا معنی ہے الوہیت میں کسی کو شریک کرنا بایں معنی کہ وہ واجب الوجود ہے جیسے مجوسی مانتے ہیں یا بایں معنی کہ وہ مستحق عبادۃ ہے جیسے بت پرست مانتے ہیں بتوں کو مگر معتزلہ اس شرک کو نہیں ثابت کرتے بلکہ وہ تو بندے کی خالقیت کو خدا کی خالقیت کی طرح بھی نہیں مانتے کیونکہ اس کی خالقیت کو ان اسباب و آلات کا محتاج مانتے ہیں جو خدا کی مخلوق ہیں اصل عربی عبارۃ یہ ہے:

لا یقال فالقائل بکون العبد خالقا لا فعالہ یکون من المشرکین دون الموحدین لانا نقول الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام والمعتزلۃ لا یثبتون ذلک بل لایجعلون خالقیۃ العبد کخالقیۃ اللہ تعالیٰ لافتقارہ الی الاسباب والالات التی ھی بخلق اللہ تعالیٰ الخ

اور شرح عقائد کی شرح نبراس صفحہ ۲۶۵ میں اسی عبارۃ کا جملہ والمعتزلۃ لایثبتون ذالک کی شرح میں فرماتے ہیں:

واما انہ یلزمھم الاشتراک فی استحقاق العبادۃ فھم لا یلزمونہ واللزوم غیر الالتزام وقد تقرر ان من لزمتہ الکفر وھو یتبرء منہ فلیس بکافر۔

خلاصہ یہ کہ ان معتزلہ پر استحقاق عبادت میں اشتراک لازم آتا ہے مگر وہ چونکہ اس کا التزام نہیں کرتے اور لزوم التزام کا یقیناً غیر ہے اور یہ بات پکی ہے کہ جس شخص پر کفر لازم ہو حالانکہ وہ کفر سے اپنی بریت ظاہر کرتا ہے تو وہ کافر نہ ہوگا یعنی اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔

قارئین کرام آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا کوئی مسلمان خدا کے سوا کسی کو عطائی خدا یا خالق مانتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جو لوگ انبیاء اور اولیاء کے لیے جو کمالات مانتے ہیں وہ بھی خدا جتنے نہیں اور جتنے مانتے ہیں ان میں بھی ان کو خدا کی مشیت جزئیہ کے ماتحت مانتے ہیں اور واشگاف الفاظ میں کفر اور شرک سے اظہار برائت کرتے ہیں ان کو ہر قدم پر ہر بات میں کافر اور مشرک قرار دینا کیا شرح عقائد اور نبراس کی منقولہ بالا عبارات کے سراسر خلاف نہیں یقیناً خلاف ہے۔ سرفراز صاحب کو چاہیئے کہ ان عبارات کو بار بار پڑھیں اور خدا کا خوف کریں خواہ مخواہ کفر و شرک کی آٹومیٹک مشین چلا کر ایمان اور اسلام کے قلعہ کو مسمار کرنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی عاقبت کو برباد اور سیاہ نہ کریں الوہیت اور خالقیت کو علم غیب اور دیگر اوصاف پر قیاس کر کے اعتراض کرنا فاسد تاویلات کے دروازے کو کھولنے کے مترادف ہے اور ایسا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔

جواب نمبر ۲

یہ کہ آپ پر بھی یہ سوال کیا جا سکتا ہے کیونکہ آپ نے بھی حیات النبی کے مسئلہ میں ذاتی اور عطائی کا فرق تسلیم کیا ہے تو اگر آپ سے یہ سوال ہو کہ جس طرح تم نے نبی کے لیے عطائی حیات مانی ہے اور خدا کے لیے ذاتی تو وہ آپ کے نزدیک مسلمان ہوگا یا نہیں اگر ہوگا تو ثبوت درکار ہے اگر نہیں ہوگا تو کیوں اس نے تو نبی کے لیے یہ اوصاف عطائی مانے ہیں جس طرح تم نے حیات عطائی مانی ہے وجہ فرق بین ہونی چاہیئے۔

جواب نمبر ۳

آپ اور آپ کے اکابر بھی انبیاء کرام بلکہ اولیاء کرام کے لیے بھی علم غیب جزئی اور بعض مانتے ہیں چنانچہ اشرف علی تھانوی صاحب تغییر العنوان میں فرماتے ہیں بعض علوم غیبیہ تو کمالات نبوت

میں داخل ہیں کون انکار کر سکتا ہے اور تفسیر معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۸۴ میں فرماتے ہیں۔ پہلی قسم کے غائبات کا علم حق تعالیٰ نے انبیاء مرسلین کو عطا فرمایا ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے فلا یظهر علی غیبه الآیة آگے فرماتے ہیں کہ پھر وہ اپنے علم غیب سے احکام غیب کا علم تو عادۃً انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی تبلاتے ہی ہیں صفحہ ۵۸۵ پر فرماتے ہیں الکوان غیب کا علم جزی بھی انبیاء و اولیاء کو بذریعہ وحی یا الہام عطا فرماتا ہے۔ اور خود سرفراز صاحب اپنی کتاب عبارات اکابر صفحہ ۱۸۷، ۱۸۸ پر فرماتے ہیں کہ یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو زید۔ عمر۔ بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کو بھی حاصل ہے الخ اور ان چیزوں کو بھی بعض مغیبات کا علم ضرور ہے الخ۔

ان چاروں عبارات میں لفظ علم لایا گیا ہے یعنی علم مانا ہے تو اب آپ بتائیے کہ یہ جزی اور بعض علم آپ نے انبیاء تو درکنار زید عمر اور چوپائیوں اور مجنونوں تک کے لیے مانا ہے یہ ذاتی مانا ہے یا عطائی آپ کے اکابر جن چیزوں کو کمالات نبوت میں داخل قرار دیتے ہیں۔ کیا وہ ذاتی کے قائل ہیں یا عطائی کے اگر عطائی کے قائل ہیں تو پھر آپ کے پیش کردہ تمام سوالات متعلقہ ذاتی اور عطائی خود آپ پر بھی وارد ہوتے ہیں ان کے جوابات آپ کی بھی ذمہ داری ہے ہم اس قسم کے تمام سوالات کے جوابات تفصیلی ان شاء اللہ آگے اپنے مقام پر دیں گے ذرا انتظار کریں۔

جناب سرفراز صاحب نے تو کمال ہی کر دیا ہے کہ جب انکار پر آتے ہیں تو علم غیب انبیاء رسل کے لیے بھی نہیں مانتے مگر جب ماننے پر آتے ہیں تو پھر پاگلوں اور حیوانوں اور چوپائیوں کے لیے بھی علم غیب مان لیتے ہیں۔

جناب جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

کیا آپ اب خود چور دروازے سے نکلتے ہوئے پھنس گئے ہیں نا آپ نے ازالۃ الریب

ؔ اور تنقید متین صـ۱۶۲ پر بھی سرفراز صاحب لکھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے بعض علوم غیبیہ کا عطاء ہونا مسلم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں۔

صفحہ میں ذاتی اور عطائی کی جو تقسیم کو چور دروازہ قرار دیا ہے مگر تسکین الصدر میں مسئلہ حیات النبی کے بارے میں اسی چور دروازہ کا سہارا بھی لیا ہے۔ بلکہ بعض اکابر کے متعلق یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ بھی ذاتی اور عطائی کی تقسیم کر کے آیات نفی و اثبات میں تطبیق دیتے ہیں۔ یعنی ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۱۶ پر لکھا ہے کہ واقعی بعض اکابر نے ذاتی اور عطائی کی تقسیم کی ہے مگر مقصد کچھ اور ہے (وہ غلط ہے جس کا آپ کو ادعا ہے) گیا ذاتی اور عطائی کی یہ تقسیم کر کے ان اکابر نے دور از کار تاویل کی ہے اور انہوں نے بھی بقول آپ کے چور دروازہ تلاش کر لیا ہے مگر شرم تم کو نہیں آتی اس سلسلہ کے دیگر سوالات جو سرفراز صاحب نے اپنی کتابوں میں کیے ہیں ان کے دندان شکن اور مسکت جوابات ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں دیے جائیں گے جہاں ان کی بحث آئے گی یعنی ذاتی اور عطائی کی بحث میں۔

اعتراض نمبر ۴:

بالذات اور بالاستقلال کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ صفت ان کی ذاتی اور خانہ زاد ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صفت اور قدرت ان کو عطا کر دی ہے اور قدرت ان کی ذات میں ودیعت رکھ دی کہ وہ جب چاہیں کسی چیز کو معلوم کر لیں اور جب چاہیں تصرف کر لیں اور جزئی جزئی اشیاء میں وہ اس کے محتاج نہیں ہیں کہ فیضان الٰہی ہو تو وہ کچھ کر سکیں اور عطائی اور غیر مستقل کا مطلب یہ ہے کہ معجزات اور کرامات کی طرح جزئی جزئی معاملہ میں وہ قدرت خداوندی کے محتاج ہوتے ہیں جیسا کہ ہاتھ میں قلم اور جیسا کہ حکومت کے تحت عدالتیں کے ہاتھ کا قلم بغیر ہاتھ کے حرکت نہیں کر سکتا اور ماتحت عدالتیں کہ ان کے اختیارات حکومت وقت کے قانون ہی سے حاصل ہوتے ہیں مگر وہ فیصلہ کرنے میں مستقل ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ حکومت کے خلاف بھی فیصلہ صادر کرنے میں مستقل ہوتی ہیں حتیٰ کہ بعض دفعہ حکومت کے خلاف بھی فیصلہ صادر کر دیتی ہیں جیسا کہ اس مضمون کو گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۳، ۲۴ پر ذکر کیا ہے اور تھانوی صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔

---

۵ استقلال شرعی اور استقلال عرفی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے ماتحت عدالتوں کا استقلال عرفی اور بحث استقلال شرعی میں ہے

جواب ہٰذا :

قارئین محترم اس مقام پر سرفراز صاحب نے عجیب ٹھوکر کھائی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان خاں صاحب کے حصہ میں قدرت نے ٹھوکریں ہی لکھی ہیں۔ بندہ نے ان کی تسکین الصدور میں بھی کثرت سے ٹھوکریں پائی ہیں۔

اسی لیے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑھ رہو۔

اس اعتراض میں مولوی صاحب نے یہ ٹھوکر کھائی ہے کہ انسان کو خدا نے کسب اعمال اور کسب افعال کا جو اختیار دیا ہے اور عطا کیا ہے اس عطا شدہ قدرت و اختیار کو جناب نے بالذات اور بالاستقلال قرار دیا ہے۔

حالانکہ ذاتی وہ ہے جو مقتضائے ذات ہو اور مستقل وہ صفت ہوتی ہے جس کا موصوف اس صفت میں کسی غیر کا محتاج نہ ہو اسی معنیٰ میں خدا کی صفات کو ذاتی اور استقلالی کہا جاتا ہے اگر ذاتی اور استقلالی یا بالذات اور بالاستقلال کا معنی وہ لیا جائے جو جناب نے بیان کیا اور مراد لیا ہے اور ان کو اس معنیٰ میں محصور کر دیا جائے حصر حقیقی کے اعتبار سے تو پھر ذاتی اور استقلالی یا بالذات اور بالاستقلال کے الفاظ باری تعالیٰ کی صفات پر ہرگز نہ بولے جائیں اور یہ تو عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے بتائیے آپ حضرات باری تعالیٰ کی صفات کو ذاتی اور بالذات اور بالاستقلال مانتے ہیں یا نہیں یقیناً مانتے ہیں تو پھر ہم کہتے ہیں کہ جس معنیٰ میں آپ نے خدا کی صفات کو ذاتی استقلالی مانا ہے ہم اس معنیٰ کے لحاظ سے انبیاء سے ان اوصاف کی نفی کرتے ہیں۔

سرفراز صاحب آپ کو اگر ذاتی کا معنیٰ نہیں آتا تو پھر دوبارہ منطق کے ابتدائی قواعد پڑھیں تاکہ آپ کو ذاتی کا معنی سمجھ میں آسکے۔

سرفراز صاحب نے تسکین الصدور کے صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳ میں ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو تسلیم کرتے ہوئے خود ہی عطائی کے مقابلہ میں خانہ زاد کی تصریح کی ہے ملاحظہ ہو عبارت :

" خدا تعالیٰ کی عطا نہ ہو اس کے گھر کی ہو۔

کیوں جناب خانہ زاد اور گھر کی ہو میں کوئی فرق ہے ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ آپ بھی عطائی سے مراد خدا کی دی ہوئی اور ذاتی سے مراد خانہ زاد لے کر تسلیم کر چکے ہیں کہ ذاتی سے مراد وہ ہے جو خدا کی عطا کردہ نہ ہو بلکہ گھر کی ہو۔

اب آپ ہی کے الفاظ میں ثابت ہو گیا کہ ذاتی اور استقلالی کا معنی وہی ہے جو بریلوی مراد لیتے ہیں۔

جواب نمبر ۲:

علاوہ ازیں سرفراز صاحب نے اپنے سوال میں یہ تسلیم کیا ہے کہ بالذات اور بالاستقلال کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے ان کو یہ صفت اور قدرت عطا کر دی ہے اور یہ اب بندے جزی جزی اشیاء میں خدا کے محتاج نہیں ہیں۔ (العیاذ باللہ) اول تو یہ بات کوئی مومن نہیں کہہ سکتا کیونکہ بندہ کی ہر حرکت ہر فعل ہر عمل ہر قول خدا کی مشیت جزئیہ کے ماتحت داخل ہے بلکہ بندہ کی مشیت بھی باری تعالیٰ کی مشیت جزئیہ کے ماتحت داخل ہے ارشاد ربانی ہے: مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔

جب بندہ کی مشیت جزئیہ کے ماتحت ہے تو پھر بندے کا کوئی فعل یا عمل یا قول باری تعالیٰ کی مشیت جزئیہ سے کیونکر خارج ہو سکتا ہے میرے خیال میں سرفراز صاحب کو توبہ کرنی لازم ہے کیونکہ وہ ایسا لکھ کر شرک جلی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

جواب نمبر ۳:

جب آپ کے بقول عام انسانوں کو ذاتی اور استقلالی قدرت و تصرف حاصل ہے اور وہ اس میں مشیت جزئیہ کے محتاج بھی نہیں بقول آپ کے تو پھر انبیاء و اولیاء کو تو بدرجہ اولی یہ قدرت و تصرف حاصل ہوگا ہم آپ کو عطائی منواتے ہیں آپ نے ذاتی اور استقلالی قدرت و تصرف بھی تسلیم کر لیا ہے ہم عطائی مانیں تو مشرک ہو جائیں آپ ذاتی اور استقلالی مان کر بھی موحد ہی رہیں۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

خدا کے بندے غور تو کرنا تھا کہ عطائی ہو کر ذاتی اور استقلالی کیونکر ہو سکتا ہے یہ الگ بات ہے کہ عرف عوام میں عطائی کو ذاتی کہا جاتا ہے جیسے میرا ذاتی مکان ہے مگر بحث اس معنی کی نہیں

ہو رہی بحث اس معنی کے اعتبار سے ہے جس کو آپ عطائی کے مقابلہ میں لا کر بیان کر چکے ہیں
تسکین الصدور میں بایں الفاظ کہ عطا نہ ہو اس کے گھر کی ہو عرفی اور اصطلاحی معنی کو گڈ مڈ کر کے
اپنا الو سیدھا کرنا کونسی دانشمندی ہے مگر آپ لوگ اپنی فطرت سے مجبور ہیں۔ ایسا کیے بغیر دیوبندیت
ثابت بھی کیسے ہو سکتی ہے۔

جواب نمبر ۲:

آپ کا مقصد شاید یہ ہے کہ ماتحت الاسباب امور میں چونکہ قدرت اور اختیار ماننا شرک
نہیں ہے اور مافوق الاسباب میں شرک ہے اور معجزات و کرامات مافوق الاسباب ہیں اس لیے
ان میں قدرت و اختیار ماننا شرک ہے اور عام انسانوں کے لیے افعال و اعمال کی قدرت و تصرف
شرک نہیں کیونکہ یہ ماتحت الاسباب ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ایک بڑے مغالطہ یا بڑی
غلط فہمی کا شکار ہو چکے ہیں کیونکہ شرک کا مدار وجوب وجود اور غنائے ذاتی اور استحقاق عبادت
پر ہے اگر کوئی کسی کو واجب الوجود مانے یا کسی کے لیے استغنائے ذاتی مانے یا کسی کو مستحق
عبادت مانے تو وہ مشرک ہو گا خواہ ماتحت الاسباب طلب مدد کرے یا طلب حاجات کرے۔ خواہ
مافوق الاسباب کرے اگر وہ اس کو واجب الوجود بھی نہیں مانتا اس کے لیے استغنائے ذاتی کا
قائل بھی نہیں اور اس کو مستحق عبادت بھی نہیں مانتا۔ بلکہ خدا کی مخلوق۔ خدا کا بندہ یا خدا کا مقرب
جان کر بطور توسل اس سے طلب حاجات کرتا ہے تو یہ ہرگز شرک نہ ہو گا۔ ملاحظہ ہو تفسیر
قرطبی میں ہے:

اصله اعتقاد شریك لله فی الالوهية وهو شرك الاعظم وهو شرك الجاهلية

جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ وَيَلِيه فی الرتبه اعتقاد شريك لله تعالٰی فی
الفعل وهو من قال ان موجودًا ما غير الله تعالٰی يستقل باحداث فعل وايجاده
وان لم يعتقد كونه اِلٰهًا الخ

فتاویٰ عبدالحی کامل مجبوب اردو صفحہ ۳۳ پر لکھتے ہیں ایک سوال کے جواب میں کہ:
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء بایں معنی کہنا کہ آپ کے ذریعہ سے بلا دفع ہوتی

ہے درست ہے اور بایں معنی کہ آپ خود استقلالاً دفع کرتے ہیں درست نہیں ہے۔

ملا علی قاری موضوعات کبیر صفحہ ۱۰۷ پر فرماتے ہیں:

فمن اعتقد ان لہ فعلاً مستقلاً فقد اشرک مع اللہ جھلاً مستقلاً۔

ان عبارات ثلاثہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ یہ کہ جاہلیت کے دور میں جو شرک ہوتا تھا جس کو شرک اعظم کہا گیا ہے وہ وصف الوہیت میں بتوں کو شریک مانتا تھا۔

۲۔ یہ کہ کسی غیر اللہ کو کسی فعل کے ایجاد کرنے میں خدا جانے بغیر مستقل سمجھنا بھی شرک ہے۔

۳۔ یہ کہ حضور علیہ السلام کو وسیلہ سمجھ کر دافع البلاد (حاجت روا مشکل کشا وغیرہ) کہنا بالکل درست اور حق و عین ثواب ہے البتہ اگر آپ کو مستقل جان کر کہا تو یہ ناجائز ہے[۱] (بلکہ شرک جلی ہے)۔

۴۔ یہ کہ جو شخص کسی انسان کو کسی فعل میں مستقل جانے گا وہ مشرک ہوگا اور مستقل جہالت میں مبتلا ہوگا

قارئین کرام ان عبارات کو غور سے پڑھیں اور خود اندازہ لگائیں کہ ان عبارات میں استقلال کا وہ معنی لیا گیا ہے جو مولوی سرفراز صاحب نے بالذات اور بالاستقلال کا لیا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ عبارات تو سرفراز صاحب کو مشرک دکافر بتاتی ہیں کیونکہ ان میں غیر اللہ کو کسی فعل میں مستقل سمجھنے والے پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگایا گیا ہے اور خصوصاً ملا علی قاری کی عبارت نے تو سرفراز صاحب کا اور ان کی جماعت کا بیڑا ہی غرق کر دیا ہے کیونکہ سرفراز صاحب نے ہر بندہ کو افعال و اعمال میں مستقل بالذات مان کر باری تعالیٰ کی مشیت جزئیہ سے بے نیاز قرار دیا ہے میں مولوی صاحب کو اور ان کے حواریوں کو جو سرفراز صاحب کو نہ جانے علم میں کیا کچھ جانتے ہیں دعوت دیتا ہوں کہ ان تینوں عبارات پر غور

---

[۱] کلیات امدادیہ میں لکھا ہے ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے یعنی اس مصرعہ میں مولا علی کو مشکل کشا کہا گیا ہے فیوضات حسینی اردو ترجمہ میں صوفی عبد الحمید سواتی خطیب جامع مسجد نور برادر اصغر مولوی سرفراز صاحب صفحہ ۶۸ پر حضرت مولانا محمد عثمان صاحب کو دو مرتبہ خواجہ مشکل کشا اور دو ہی مرتبہ پیر دستگیر لکھتے ہیں۔

کریں خصوصاً ملا علی قاری کی موضوعات کی عبارت کو بار بار پڑھیں اور شاباش دیں کہ وہ اپنی جماعت کو کہاں لے گئے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیھدیھم سبیل الھالکینا

قارئین کرام سرفراز صاحب نے فتاوٰی رشیدیہ کی عبارت سے استدلال کر کے بالذات اور بالاستقلال کا جو مطلب نکالا تھا اس کا حشر آپ نے دیکھ لیا کہ وہ کس قدر غلط و باطل ہے اس کی تغلیط و ابطال پر یہ تین حوالے تو میرا خیال ہے کہ ہائیڈروجن بم کا کام دے گئے ہیں ان کو پڑھ کر ان شاء اللہ قصر دیوبندیہ میں زلزلہ آجائے گا۔

مولوی جی یہ مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کی تقسیم تو آپ کے گھر کی اختراع ہے کیا یہ تقسیم آپ محدثین و مفسرین سے ثابت کر سکتے ہیں ہرگز نہیں کیا آپ نے اپنی گلو خلاصی کے لیے یہ چور دروازہ تلاش کیا ہے مگر یاد رکھیں ہم آپ کو اس چور دروازے سے نکلنے کا موقع نہ دیں گے۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں بتائیے جو شخص کسی غیر اللہ کو واجب الوجود یا مستحق عبادت یا مستقل بالذات سمجھ کر ماتحت الاسباب امور میں پکارتا ہے یا طلب حاجت کرتا ہے کیا وہ آپ کے نزدیک مومن اور موحد ہی رہے گا یا کافر و مشرک ہو جائے گا شق اول تو ظاہر البطلان ہے تو پھر آپ کے نزدیک بھی شق ثانی ہی متعین ہو گی تو پھر تقسیم مذکورہ بالا کیونکر صحیح ہوئی معلوم ہوا کہ مدار شرک مافوق الاسباب امور میں کسی کو مشکل کشا حاجت روا دافع البلاء سمجھنا یا یوں پکارنا شرک نہیں بلکہ مدار شرک اور مناط شرک خدا سمجھ کر پکارنا ہے اور بس خواہ مافوق الاسباب امور میں پکارے یا ماتحت الاسباب میں۔

جواب نمبر ۵:

یہ ہے کہ بالذات اور بالاستقلال کا جو مطلب آپ نے بیان کیا اور لکھا ہے اس پر آپ مفسرین و محدثین و ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکے اگر کیا ہے تو صرف گنگوہی صاحب اور تھانوی صاحب کی عبارات ہیں حالانکہ آپ کو اصولاً کسی بریلوی فاضل کا حوالہ پیش کرنا چاہیے تھا یا پھر کسی مسلمہ بین الفریقین شخصیت کا حوالہ دیتے کیونکہ مخاطب اور آپ کا فریق سنی بریلوی ہے مگر اس دعوٰی پر آپ کا مسلمات خصم کو پیش کرنے کی بجائے صرف اپنے ہی اکابر کی عبارت نقل کر دینا

آپ کی شکست فاش کی روشن دلیل ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالۃ الریب کے صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں کہ:

کیونکہ اوّل تو انسان کا کوئی کام اور فعل بھی لغزش سے اور خطا سے محفوظ نہیں ہوتا:

اس عبارت کو پڑھ کر مولوی صاحب سے ذرا دریافت فرمائیں کہ آپ کی یہ عبارت سالبہ کلیہ ہے یا نہیں اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اس ازالۃ الریب کی تالیف اور دیگر کتب کی تالیف کو آپ لغزش اور خطا سے محفوظ مانتے ہیں یا نہیں اگر مانتے ہیں تو آپ کا قول مذکور غلط ہو جائے گا اور اگر محفوظ نہیں مانتے تو پھر چشم ما روشن دلے ماشاد رہ۔ وھو المدی علی۔

دروغ گو را حافظہ نباشد کا کامل مصداق کہیں آپ ہی تو نہیں ہیں۔

بالذات اور بالعرض کا تقابل ہو تو بالذات کا مفہوم اور ہوگا اور بالذات اور بالعطاء کا تقابل ہو تو مفہوم اور ہوگا مگر اہل علم جانتے ہیں مسئلہ زیر بحث میں بالذات سے بالعطاء کا مقابل مراد ہے وہ مراد نہیں ہے جو بالعرض کا مقابل ہوتا ہے۔ اس لیے ہاتھ کے قلم کی مثال دینا درست نہیں کیونکہ ہاتھ کی حرکت بالذات ہے بالعرض کے مقابلہ میں نہ کہ بالعطاء کے مقابلہ میں اور قلم کی حرکت بالعرض کہلاتی ہے نہ کہ بالعطاء یعنی ہاتھ کی حرکت اولاً بالذات کہلاتی ہے اور قلم کی ثانیاً و بالعرض اور بندہ کے اندر جو قدرت تصرف علی کسب الاعمال ہے اس کو آپ بالذات کا مقابل بالعطاء تو قرار دے سکتے ہیں مگر ثانیاً و بالعرض کا مقابل قرار نہیں دے سکتے یا یوں کہیں کہ اس قدرت تصرف علی کسب الاعمال کو بالذات کا مقابل و قسیم بالعطاء کہا جا سکتا ہے مگر اولاً بالذات کا مقابل و قسیم ثانیاً و بالعرض قرار دینا درست نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ ہاتھ کے قلم کی مثال دینا مبنی بر جہالت ہے اس طرح حکومت کی ماتحت عدالتوں کے اختیارات کی مثال دینا بھی غلط اور بے محل ہے اور یہ قیاس الفارق ہے[1] کیونکہ خدا کے اختیارات اور قدرت ذاتی ہے اور حکومت کے اختیارات و قدرت عطائی ہیں پھر جس معنیٰ میں خدا مستقل بالذات ہے۔ اس معنی

---

[1] اولاً تو اس لیے کہ استقلال شرعی اور استقلال عرفی کے فرق کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے ماتحت عدالتوں کا استقلال عرفی ہے شرعی نہیں اور بحث استقلال شرعی اصطلاحی میں ہے نہ عرفی میں۔

میں انسانی حکومت مستقل بالذات نہیں ہے اسی طرح انبیاء و اولیاء کے اختیارات کو ماتحت عدالتوں پر قیاس کرنا بھی غلط ہے۔ وجہ ظاہر ہے عوام کا کسی عدالت کو مستقل کہنا یا آپ کا مستقل کہنا کوئی حجت شرعیہ نہیں ہے جس کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا جائے ہم آپ کو انبیاء و اولیاء کے لیے عطائی غیر استقلالی کمالات منوانا چاہتے تھے مگر آپ تو کمال مہربان ثابت ہوئے کہ آگے بڑھ کر بالذات اور بالاستقلال بھی مان لیا اور وہ بھی صرف انبیاء و اولیاء ہی کے لیے نہیں بلکہ ہر فرد بشر کے لیے خواہ مومن ہو یا کافر (العیاذ باللہ)

یہ مثال آپ پر خوب فٹ آ رہی ہے۔ فر من المطر وقام تحت المیزاب

اعتراض نمبر ۶:

اگر ذاتی اور عطائی کا یہی دور از کار بہانہ شرک سے بچانے کے لیے کافی ہے تو پھر بتائیے کہ عیسائیوں کا قصور ہے وہ بھی تو بالآخر یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانی باپ کی طرف سے تمام اختیارات سونپ دیئے گئے تھے جن میں علم غیب بھی شامل ہے الخ ازالۃ الریب صفحہ ۳۵۔

جواب نمبر ۱:

مولوی جی میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن و حدیث سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ آپ جا بجا ٹھوکریں کھانے سے بچ سکیں عیسائیوں کا جرم یہ نہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اختیارات بشمول علم غیب مانتے تھے بلکہ ان کا جرم یہ ہے کہ وہ اقانیم ثلاثہ کے قائل تھے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ کو الٰہ مانتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔

اور فرمایا: وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۔

ان آیات اور کئی دیگر آیات قرآنیہ سے ثابت ہے کہ وہ آپ کو خدا اور معبود قرار دیتے تھے۔ صرف علم غیب یا صرف اختیارات ماننے کو قصور قرار دینا آپ کی جہالت کی کافی دلیل ہے۔ کیا کوئی سنی مسلمان کسی نبی ولی کو الٰہ قرار دیتا ہے ہرگز نہیں۔ یہ قیاس مع الفارق ہے۔

جواب نمبر ۲: اگر آپ کی بات درست ہے تو پھر آپ نے تسکین الصدور میں ذاتی اور

عطائی کی تقسیم کو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیوں تسلیم کیا ہے اگر عطائی کمال ماننا عیسائی بناتا ہے بقول آپ کے تو پھر آپ بھی اپنے اس فتوٰی کی زد میں آ گئے ہیں کیا آپ کو اسی وجہ سے عیسائی یا عیسائیوں کا ہم عقیدہ قرار دے سکتے ہیں ۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ۔

یہاں تک تو بندہ نے سرفراز صاحب کی ازالتہ الریب کے عنوان سخنہائے گفتنی میں اٹھائے گئے سوالات و اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔ اب ان کی کتاب کے ابواب میں سے ہر ایک باب کے اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں گے ان شاء اللہ۔

باب اوّل بجواب باب اوّل

سرفراز صاحب نے ازالتہ الریب کے صفحہ ۴۳ سے صفحہ ۵۰ تک پہلے باب کے عنوان میں تِلْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْکَ کے ماتحت ۲۱ احادیث نقل کی ہیں جن سے وہ ثابت کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے ہزارہا غیب کی خبریں دی ہیں علاوہ احکام و شرائع عبادات و اخلاق نصائح و مواعظ کے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ یہ امور اس قسم کے قبر۔ حشر۔ نشر۔ قیامت، جنت دوزخ اور پلصراط وغیرہ کے ہزاروں واقعات اپنے مقام پر صحیح ہیں اور ہمارا ان پر ایمان ہے یہ انباء غیب اور اخبار غیب ہیں اور یہ نبی کی نبوت اور رسالت کی علامات اور نشانیاں ہیں ان صحیح واقعات اور اخبار و انبیاء کا منکر ملحد اور زندیق ہے آگے لکھتا ہے ہم نے مشت نمونہ از خروارے اکتالیس حدیثیں باحوالہ عرض کی ہیں ان کے علاوہ سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں خبریں حضور علیہ السلام نے بتائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ بھی بے شمار علوم و معارف اسرار رموز حکم مواعظ آپ کو عطا فرمائے ہیں یہ سب اخبار غیب، اور انباء غیب ہیں عالم الغیب اور حقیقی عالم ما کان و ما یکون الگ اور جدا مفہوم ہے الخ صفحہ ۸۴، ۸۵، ۸۶

پھر اس باب میں صفحہ ۴۳ پر لکھتا ہے کہ اتنے علوم اور انباء غیب اللہ کی طرف سے آپ کو مرحمت ہوئے ہیں کہ جن کو حقیقتہً یا صرف دینے ڈال جانے یا لینے والا محبوب۔

اور اللہ تعالیٰ کے بعد تو اس قدر علوم کسی فرشتہ مقرب کو عطا ہوئے اور نہ کسی نبی مرسل قارئین کرام ان عبارات میں مولوی صاحب نے حضور علیہ السلام کے لیے بے شمار اخبار غیب

اور انباء غیب کو تسلیم کیا ہے اگر غور کیا جائے تو مولوی صاحب نے درحقیقت سب کچھ مان لیا ہے صرف کان کو سیدھا نہیں پکڑا الٹا پکڑا ہے تاکہ عوام اور سم عقیدہ لوگوں کو مغالطہ میں رکھا جا سکے اور مولوی صاحب نے اسی انداز میں علم غیب اور حاضر و ناظر ملا علی قاری نامی رسالہ میں بھی چال چلی تھی یہ بہت پرانی چال ہے جس کا جواب بارہا اکابرین اہلسنت دے چکے ہیں۔ وہاں تو ما کان اور ما یکون کے بے شمار علوم بھی تسلیم کر چکا ہے انکار صرف اس بات کا ہے کہ یہ اخبار غیب ہیں انباء غیب ہیں مگر علم غیب حاصل نہ تھا یعنی آپ نے غیب کی بے شمار اور بے حساب خبریں دی تھیں آپ مطلع علی الغیب ہیں مگر آپ کو علم غیب نہ تھا۔

سرفراز صاحب کو عشق کی حد تک نفی کمالات رسول کا چسکا لگ چکا ہے نبی ولی کے ہر کمال میں ان کو شرک ہی نظر آتا ہے کیوں نہ ہو تنقیط طانی توحید کا نشہ جو اترنے نہیں پاتا۔ مولوی صاحب یہ بتائیں کہ جب حضور علیہ السلام نے اس قدر غیب کی خبریں دی ہیں تو پھر آپ کو علم کیوں نہ ہوا ان کی غیبی خبروں کا کیا مخبر بالکسر کے لیے مخبر بہ کا علم لازم نہیں ہے کیا بغیر علم کے خبر دی جا سکتی ہے کیا علم غیب کے بغیر خبر غیب دینا ممکن ہے۔ کہاں لکھا ہے؟ تلخیص المفتاح اور مختصر المعانی اور مطول میں لکھا ہے:

لا شك ان قصد المخبر (ای من یکون بصدد الاخبار و الاعلام) بخبره افادة المخاطب اما الحکم او کونه ای کون المخبر عالما به ای بالحکم ویسمی الاول فائدة الخبر و الثانی ای کون المخبر عالما به لازمها ای لازم فائدة الخبر لانه کلما افاد الحکم افاد انه عالم به و اللفظ للمختصر المعانی صفحہ ۴۸، ۴۹۔

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مخبر کے لیے مخبر بہ کا علم لازمی ہے یعنی خبر دینے والے نے جو خبر دی ہے اس کا علم اس کے لیے ضروری ہے آپ کی منقولہ عبارات سے آپ کا اقرار و اعتراف ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام مخبر بالغیوب ہیں یہ صغریٰ ہے اور ہر مخبر بالغیوب کے لیے علم غیب حاصل ہے یہ کبریٰ ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب حاصل ہے۔ آپ حضور علیہ السلام کو مخبر بالغیوب الکثیرہ مان کر آپ سے علم غیب کے حصول کی نفی کیونکر کر سکتے ہیں

اخبار غیب اور انباء غیب کو الگ الگ مفہوم قرار دے کر علم غیب کی نفی کرنا آپ ہی کا کام ہے کوئی ذی عقل ذی ہوش ذی علم تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اگر ان میں فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ اخبار غیب اور انباء غیب ملزوم ہیں اور علم غیب ان کو لازم ہے لازم و ملزوم کا فرق کون نہیں مانتا ہے مگر اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوا یہ ہمارے لیے مفید ہے اس سے تو علم غیب ثابت ہوتا ہے بلکہ مولوی سرفراز صاحب نے منقولہ عبارت میں خود بھی نادانستہ اور غیر شعوری طور پر علم کا حصول تسلیم کر لیا ہے چنانچہ ان کی عبارت میں یہ لکیر کشیدہ الفاظ بار بار پڑھیں عبارت یہ ہے اتنے علوم اور انباء غیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مرحمت ہوئے۔

اس عبارت میں علوم (جو علم کی جمع ہے) بہانگ دہل پکار رہا ہے کہ آپ نے بھی علم ہی نہیں علوم غیبیہ کو تسلیم کر لیا ہے۔ بلکہ آپ نے تو اپنی کتاب عبارات اکابر حصہ اوّل صفحہ ۷۰ اپر بھی بعض مغیبات کا علم تسلیم کیا ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزرا ہے بلکہ آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے تغییر العنوان میں تو بعض علوم غیبیہ کے حصول کو کمال نبوت مانا ہے یا یہ کہ تھانوی صاحب نے بعض مغیبات کے علم کو کمال نبوت قرار دیا ہے اخبار یا انباء کو نہیں اور آپ نے بھی عبارات اکابر میں لفظ علم ذکر کیا ہے اخبار و انباء نہیں اب جبکہ آپ کی عبارات اور آپ کے اکابر کی عبارات سے ہی غیب کے علم کا ثبوت ہو گیا اور اس علم پر علم غیب کا اطلاق بھی ثابت ہو گیا تو پھر آپ ہی بتائیں کہ آپ نے اپنے کفر و شرک کا اقرار کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے ازالۃ الریب کے صفحہ ۳۸ پر علم غیب ماننے والے کو کافر و مشرک قرار دیا ہے کیوں جناب آپ اتباعی مشرک و کافر ہوئے یا نہیں۔

قارئین کرام ازالۃ الریب کے صفحہ ۸۴ اپر بھی علوم کلی و جزی سب کا اقرار کر رہا ہے جس کی بحث مفصل طور پر آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ اس صفحہ ۸۴ اپر بھی علوم مانتا ہے صرف اخبار و انبیاء نہیں۔

سرفراز صاحب یہ کیا لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے بعد نہ تو اس قدر علوم کسی فرشتہ مقرب کو عطا

---

[1] بلکہ تنقید متین صفحہ ۶۲ اپر بھی بعض علوم غیبیہ کے عطا ہونے کو مسلمہ حقیقت قرار دیا ہے۔

ہوئے نہ کسی نبی و مرسل کو یہ عبارت بتاتی ہے کہ آپ کے نزدیک اللہ کو بھی علوم عطا ہوئے ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔

آپ کی عبارت سے یہ مترشح ہوتا ہے۔ عبارت یوں ہونی چاہیئے تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قدر علوم الخ آپ کی عبارت تسامح کا شکار ہو گئی ہے کہیں خواب غفلت کا شکار تو نہیں ہو گئے تھے۔ قارئین کرام سرفراز صاحب کی منقولہ عبارت میں مندرجہ ذیل عبارت بھی غور سے پڑھیں عبارت یہ ہے کہ:

"عالم الغیب اور حقیقی عالم ماکان اور مایکون الگ اور جدا مفہوم ہے۔"

اس عبارت میں مولوی صاحب نے عالم ماکان و یکون کے ساتھ حقیقی کی قید لگائی ہے اب سوال یہ ہے کہ خدا تو آپ کے نزدیک حقیقی عالم ماکان و مایکون ہوا تو پھر آپ کے نزدیک مجازی عالم ماکان و مایکون کون ہے اگر مجازی کوئی نہیں تو آپ نے یہ قید کیوں لگائی اس کا کیا فائدہ ہوا اگر کوئی ہے تو پھر کھل کر اس کا نام بتائیں لوگوں سے ڈرتے کیوں ہیں۔ کہیں اس میں آپ کا اشارہ شیطان کی طرف تو نہیں ہے آپ لوگ بعض کمالات کو حضور علیہ السلام کے لیے شرک مانتے ہیں اور اسی کمال کو شیطان کے لیے ماننا عین ایمان اور توحید خالص فرماتے ہیں کیا یہ غلط ہے ہرگز نہیں۔ ملاحظہ ہو براہین قاطعہ:

علاوہ ازیں یہ کہ ماکان و مایکون کا حقیقی علم تو متنازعہ نہیں بلکہ ماکان و مایکون تو درکنار ایک ذرہ کا حقیقی علم بھی متنازعہ نہیں ہے کیونکہ علم حقیقی خواہ قلیل ہو یا کثیر صرف ذات باری تعالیٰ سے مختص ہے کسی فرد مخلوق کا علم ہرگز حقیقی نہیں ہو سکتا تو جو متنازعہ نہیں ہے اس کا ذکر کرنا غلط بحث اور موضوع سے ہٹنا نہیں تو اور کیا ہے حقیقی کی قید لگا کر دراصل آپ نے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی ہے مگر آپ کامیاب نہ ہو سکے۔

سرفراز صاحب آپ کے نزدیک حقیقی ماکان و مایکون کا علم خدا کو ہے اور مجازی کسی اور کو ہے تو پھر کیا آپ جواب دیں گے کہ اگر کوئی شخص مجازی خدا مان لے تو آپ اس کو مسلمان قرار دیں گے یا مشرک اگر مسلمان قرار دیں گے تو کس دلیل سے اور اگر مشرک ہے تو کیوں جب

اس نے مجازی مانا ہے نہ حقیقی یہ الزامی جواب ہے ہماری طرف سے اور علی سبیل التنزل ہے۔

۵ الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب اپنی کتاب تفریح الخواطر صفحہ ۱۸۳ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اور ثانیاً ہم بعض علوم غیبیہ باطلاع اللہ تعالیٰ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور درجہ بدرجہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ اخبار الغیب اور انباء الغیب کی مد میں ہیں۔"

اسی صفحہ پہ پھر فرماتے ہیں:

"ثالثاً ہم اخبار الغیب کا علم قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی نصوص کے تحت مانتے ہیں۔

اس عبارت سے بھی ثابت ہے کہ سرفراز صاحب غیب کا بعض اور جزی علم اور اخبار الغیب کا علم اور احادیث صحیحہ کی نصوص سے ثابت تسلیم کرتے ہیں۔

سرفراز صاحب آپ نے درحقیقت یہاں گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ علم غیب کا صاف اور واضح الفاظ میں اقرار کر لیا ہے آپ یہ بتا دیے کہ غیب کے علم میں اور اخبار غیب کے علم میں حقیقۃً اور فی الواقع کیا فرق ہے۔ جو فرق آپ نکالتے ہیں اخبار الغیب اور انباء الغیب کی مد کا یہ تو آپ کا اپنا اختراعی ہے یہ چور دروازہ تو آپ نے از خود ڈھونڈ ھ نکالا ہے۔ اگر آپ میں ہمت ہے تو ذرا یہ اپنی اختراعی مد حضور علیہ السلام یا صحابۂ کرام یا تابعین کی زبان سے ثابت کر کے دکھائیں اس کی پوری بحث آگے آرہی ہے انتظار کریں یہاں صرف یہ بتانا مقصد ہے کہ سرفراز صاحب اپنے ہی فتووں کی زد میں ایسے پھنس گئے ہیں کہ اب نکلنا کارے دارد ہے۔ سرفراز صاحب، علم غیب مان کر آپ اگر اس کو اخبار الغیب یا انباء الغیب کی مد میں شامل کریں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ غیب کی خبر دینے والے کے لیے ان کا علم بہر حال ثابت ہوگا نہ کہ منفی ہوگا۔ آپ نے یہ نئی اصطلاح بنائی ہے محض چور دروازہ تلاش کرنے کے لیے۔ آگے اپنے مقام پہ جہاں سرفراز صاحب نے علم الغیب اخبار الغیب انباء الغیب کا فرق لکھا ہے ہم بھی وہاں اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ پوری اور

نکمل بحث کر کے آپ کے اس فرق کو تارِ عنکبوت سے بھی کمزور ثابت کر کے دکھائیں گے۔

باب دوم

بجواب
باب دوم

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب نے باب دوم کے آغاز میں علم غیب خاصہ خداوندی ہے کا عنوان قائم کیا اور اپنے اس دعویٰ پر قرآن کریم کی چار آیات بمعہ تفسیری حوالجات کے پیش کیں اور اپنے مدعا باطل پر ناکام استدلال کر کے اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑا مارا ہے جس کی تفصیل آ رہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

۱۔ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (پ۷، انعام)

مفتح بفتح المیم مائیں یا بکسر المیم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا غیب جاننے میں منفرد ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

جواباً گذارش ہے کہ ہم اہلسنت وجماعت بھی اللہ تعالیٰ کو غیب جاننے میں منفرد مانتے ہیں اور علم غیب کو ذات باری تعالیٰ کا خاصہ قرار دیتے ہیں مگر یاد رہے وہ علم غیب ذات باری کا خاصہ نہیں جو انبیاء و اولیاء کے لیے ہم مانتے ہیں کیونکہ یہ تو عطائی بالواسطہ محدود و متناہی ہے اور ذات باری کا اس کو خاصہ قرار دینا تو پرلے درجے کی جہالت و حماقت ہے۔

ذات باری تعالیٰ کا خاصہ وہ علم غیب ہے جو ذاتی ہے بلا واسطہ استقلالی غیر محدود و غیر متناہی ہے اس آیت میں عندہٗ خبر کی تقدیم حصر کے لیے ہے (یعنی حصر حقیقی کے لیے ہے) جو تخصیص کا فائدہ دے رہی ہے۔ مگر اس کی تخصیص جو شان باری تعالیٰ کے لائق ہے۔ وہ صرف ذاتی استقلالی غیر متناہی ہے نہ غیر جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس امر پر تفاسیر کے حوالہ جات نقل کیے جا چکے ہیں اور آئندہ بھی آئیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الغرض اس آیت کریمہ میں جس کا تفرد یا اختصاص بیان ہوا ہے وہ ہمارے خلاف نہیں

اور جو ہم انبیاء و اولیاء کے لیے مانتے ہیں اس کا اس میں ذکر نہیں۔ سرفراز صاحب نے خواہ مخواہ اس کو پیش کر کے تکلف کیا ہے۔

ثانیاً یہ کہ اگر آیت میں مفاتح کو مفتح بفتح المیم کی جمع مانا جائے تو پھر یہ مصدر میمی ہو کر دلیل مثبت بنتی ہے کیونکہ مفتح کا معنی ہے کھولنا مطلب ہوگا علوم غیبیہ کا انبیاء و اولیاء پر کھولنا اور ان کو عطا کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔ اس صورت میں تو ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے نہ کہ فریق ثانی کا۔ مگر تعصب کی پٹی اتار کر پڑھتے سرفراز صاحب تو پھر ان کو یہ حقیقت نظر آجاتی۔ انہوں نے تو قسم کھالی ہے کہ یہ پٹی آنکھوں سے نہ اتاریں گے۔ سرفراز صاحب مفتح بفتح المیم کی صورت میں کہتے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بس اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کے خزانے الخ۔ مولوی صاحب مفتح کا معنی کھولنا ہے خزانہ نہیں ہے اور جاننا بھی نہیں ہے کوئی ایک مثال تو پیش کرتے کہ فلاں جگہ مفتح کا معنی خزانہ ہے یا جاننا ہے مولوی صاحب مفتح فتح سے بنا ہے مصدر ہے اس کا معنی کھولنا اور بتانا یا بیان کرنا آتا ہے۔ اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے مطلب ہی بگاڑ دیا ہے کیوں نہ کریں یہ تو جناب کی فطرت ثانیہ ہے۔

دوسری آیت جس کو استدلال میں پیش کیا ہے وہ یہ ہے۔

۲۔ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ (پ۱۲، ہود ۱۰)

اس میں بھی ظرف (للہ) کی تقدیم حصر کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے کل مغیبات کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے اور بس الخ۔ بحوالہ خازن۔ مدارک السراج المنیر وغیرہ۔

جواب نمبر ۲۔ اس آیت میں بلکہ تیسری اور چوتھی آیت: لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیۃ اور وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ۔ الآیۃ

ان تینوں آیات سے سرفراز صاحب نے یوں استدلال کیا ہے کہ ان آیات میں ظرف کی تقدیم حصر کے لیے ہے جو مفید تخصیص ہے مزید یہ کہ غیب کی اضافت السمٰوٰت جمع کی طرف بھی کبھی مفید استغراق ہوتی ہے بحوالہ مطول و عبدالغفور وغیرہ ثابت ہوا کہ علم غیب کا خاصہ ہے ذات باری کا تو

جواب - جواباً گذارش ہے کہ ظرف کی تقدیم کا مفید حصر ہونا اور مفید تخصیص ہوتا امر مسلم ہے مگر حصر حقیقی ہے اضافی یا عرفی نہیں اور حصر حقیقی مفید استغراق حقیقی ہوتی ہے اور استغراق حقیقی کا مفاد علوم غیر متناہیہ ہیں۔ لہٰذا ...... حصر با اختصاص جس کا ثابت ہے وہ ہمارے خلاف نہیں اور جو ہمارے خلاف ہے وہ ہرگز ثابت نہیں ہے۔ کما لا یخفی۔

نیز یہ حصر یا اختصاص ذاتی اور استقلالی کا ہے عطائی کا نہیں ہے اس باب میں جتنی تفاسیر کے حوالے پیش کیے گئے ہیں وہ سب کے سب اسی پر محمول ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ان کا مفاد بھی وہی علوم غیر متناہیہ اور ذاتی و استقلالی ہیں نہ کہ متناہی و عطائی۔ جیسا کہ علامہ آلوسی الحنفی روح المعانی جلد ۷ جزء عشرون صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں بالجملہ علم الغیب: بلا واسطة كلا او بعضا مخصوص بالله جل وعلا لا يعلمه احد من الخلق اصلاً۔

اس عبارت میں بلا واسطہ کی تصریح موجود ہے جو واضح دلالت کرتی ہے کہ مراد ذاتی استقلالی بلا واسطہ کی نفی ہے اور ذات باری میں حصر بھی اسی کی ہے۔ یہی عبارت بعینہ سرفراز صاحب نے ازالتہ الریب کے صفحہ ۷۵ پر خود بھی نقل کی ہے نہ معلوم خاں صاحب کو لفظ بلا واسطہ کیوں نظر نہیں آیا۔ یہاں سرفراز صاحب نے علمی خیانت اور اپنی خاندانی بددیانتی کا مظاہرہ بھی کیا ہے کیونکہ اسی جلد کے صفحہ ۱۱ پر صریح عبارت جو ذاتی اور عطائی کے بارے میں مذکور ہے۔ اس کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کرنے کی کوشش کی ہے جس میں ذاتی اور عطائی کی وضاحت کر کے تقسیم کو حق قرار دیا گیا ہے۔

ان آیات اور تفاسیر کی عبارات کو اگر ذاتی استقلالی غیر متناہی کی نفی پر محمول نہ کیا جائے تو پھر آیات نفی و اثبات کے مابین تعارض پایا جائے گا جس کا بطلان ظاہر ہے اس کے علاوہ یہ آیات و عبارات خود خاں صاحب کے بھی خلاف ہوں گی۔ کیونکہ خاں صاحب اور خاں صاحب کے اکابر بعض علوم غیبیہ کے حصول کے قائل ہیں۔ جیسا کہ تنقید العنوان اور عبارات اکابر صفحہ ۱۸۷ اور ازالتہ الریب کے صفحہ ۳۷ کے حوالہ جات ماقبل میں تحریر کیے جا چکے ہیں اگر ہماری اس تطبیق

---

[1] تنقید متین کے صفحہ ۱۶۲ پر بعض علوم غیبیہ کے عطا ہونے کو حقیقت مسلمہ قرار دیا ہے۔

کو خاں صاحب اور ان کا شر ذمہ قلیلہ نہیں مانتا تو پھر وہ یہ بتائیں کہ روح المعانی کی منقولہ عبارت میں تو بعض علم غیب کی بھی حصر اور تخصیص بتائی گئی ہے۔ ذات باری تعالیٰ کے لیے تو بعض علوم غیبیہ بھی خاصہ ہو گئے ذات باری تعالیٰ کا پھر آپ اور آپ کے اکابر بعض علوم غیبیہ انبیاء کے لیے مان کر مشرک و کافر ہوئے یا نہیں یقیناً ہوئے (جو آپ کا مقدور مقسوم ہے) صفحہ ۵۵ پر جو احادیث پیش کی گئی ہیں ان کا مدعا بھی یہ ہی ذاتی استقلالی غیر متناہی علوم کی حصر و اختصاص ہے۔ جیسا کہ آئندہ آئے گا کتاب الام شرح عقائد۔ شرح فقہ اکبر وغیرہ سب میں ذاتی استقلالی بلا واسطہ کی نفی ہے اور عطائی باعلام اللہ اور بالہام یا بطریقہ معجزہ یا کرامت وغیرہ تو اس کے حصول کو اپنی عبارات میں تسلیم کیا گیا ہے جیسا کہ شرح عقائد صفحہ ۱۱۸ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ جس میں، لا سبیل الیہ للعباد الا بالاعلام منہ اور او الہام الخ کی تصریح موجود ہے اس عبارت میں علم الغیب مستثنیٰ منہ ہے اور وہی علم مستثنیٰ ہے نہ کہ صرف اخبار مستثنیٰ ہے۔ اس سے بھی غیب کا علم عطائی ثابت ہو رہا ہے صرف اخبار الغیب یا انباء الغیب نہیں۔

اعتراض:

سرفراز صاحب صفحہ ۵۳ پہ لکھتے ہیں کہ فریق مخالف کا یہ دعویٰ کہ اس میں کل غیوب کے علم کو تو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص تبلایا گیا ہے۔

جواب:

لیکن اس کی غیر اللہ سے نفی نہیں کی گئی۔ سراسر باطل ہے۔ مولوی جی کل کے لفظ کو اگر استغراق حقیقی کے لیے لیا جائے تو پھر حصر درست ہے اور نفی غیر اللہ سے بھی درست ہے اس کا کوئی منکر نہیں ہے اور اگر لفظ کل کو حصر اضافی یا عرفی کے لیے لیا جائے تو پھر نفی صرف بعض ماعدا سے ہوگی نہ کہ جمیع ماعدا سے اس لیے انبیاء و اولیاء سے بھی نفی نہ ہوگی۔

اگر آپ اپنی بات پر مصر ہیں تو اب سوال آپ کی زبان میں ہے کہ جب کل غیوب کا علم خاصہ ہے ذات باری کا تو پھر اس کا حصول غیر کے لیے تو ہو ہی نہیں سکتا اور جس کا حصول ہو ہی نہیں سکتا اس کی نفی تو آپ کے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ جناب نے ذاتی اور عطائی کی بحث میں یہ ضابطہ یا معیار قائم کیا ہے۔ تو پھر ان آیات میں آپ نے کل غیوب کی غیر اللہ سے نفی کیونکر تسلیم کر لی ہے۔

ان دو باتوں میں سے ایک کا انکار آپ کو ضرور کرنا پڑے گا یا تو تسلیم کریں کہ آپ کا پیش کردہ وہ معیار غلط ہے اور یا تسلیم کریں کہ غیر اللہ سے یہاں نفی نہیں ہوتی۔

اگر آپ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کو ذات باری تعالیٰ کا خاصہ قرار دیتے ہیں تو مندرجہ ذیل سوالات کا جواب بھی دینا ہو گا۔

۱۔ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ متناہی ہے یا غیر متناہی شق اول کی صورت میں علم متناہی ذات باری تعالیٰ کا خاصہ قرار پائے گا۔ ایسی صورت میں متناہی غیر اللہ سے منفی ہو جائے گا کیونکہ الخاصۃ "مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ کے مطابق خاصہ خاصہ نہیں رہتا اگر وہ دوسرے میں پایا جائے۔ نیز یہ کہ متناہی اور غیر متناہی دونوں جب خاصہ بن گئے ذات باری کا تو پھر غیر اللہ سے علم بالکل منفی قرار پائے گا اور یہ تو بدیہی البطلان ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ جمیع ما فی السموات والارض کی ابتدا اور انتہا ہے اور یہ دونوں حدیں ہیں اور حدین میں محصور ہے یا محصور بین الحاصرین متناہی محدود ہوتا ہے اور جو متناہی اور محدود ہو وہ ذات باری تعالیٰ کا خاصہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

اور شق ثانی کی صورت میں غیر متناہی ماننا پڑے گا وہ بھی ظاہر البطلان ہے ہمارے نزدیک جمیع ما فی السموات والارض کا علم متناہی ہے کیونکہ یہ لوح محفوظ کا بعض ہے اور لوح محفوظ کا علم بھی خدا کے علم غیر متناہی کا بعض ہے۔ اس لیے مذکورہ علم متناہی ہے۔ چنانچہ علامہ طیبی سے نقل کرتے ہوئے علامہ شیخ شہاب الدین خفاجی: اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کے ماتحت فرماتے ہیں کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ معلومات اللہ تعالیٰ لا نہایۃ لہا وغیب السموات والارض ومایبدون لہ ومایکتمون لہ قطرۃ من لہ:

یعنی باری تعالیٰ کے معلومات کی کوئی انتہا نہیں اور السموات والارض وغیرہ اس کے علوم کا ایک قطرہ ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔ حاشیہ بیضاوی شریف۔

جب جمیع ما فی السموات والارض کا علم ایک قطرہ ہے باری تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ کا تو پھر ما فی السموات والارض کے علوم کو ذات باری تعالیٰ کا خاصہ قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ایسا علم تو بندہ کی شان کے لائق ہے نہ کہ ذات باری تعالیٰ کے لائق مگر کیا کیا جائے ہٹ دھرمی

تو اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ خدا کی شان گھٹ کر بندہ کے مقام پر اور مقرب بندہ کی شان گھٹ کر اپنے جیسے ثابت کریں ایسی صریح عبارت کے ہوتے ہوئے جمیع ما فی السموٰت والارض کے علوم کو ذات باری تعالیٰ کا خاصہ قرار دینا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

ل ہے سرفراز صاحب خود تو ہر بات پر قرآن و حدیث سے دلائل مانگتے ہیں۔ مگر خود شیخ سعدی کے اشعار بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں اور وہ بھی بے محل اور بے سمجھے مولوی صاحب شیخ سعدی کے الفاظ میں بھی ذاتی کی نفی ہے عطائی کی نہیں اگر آیات و احادیث و عبارات مفسرین کو ذاتی کی نفی پر محمول کیا جا سکتا ہے تو ان کے اشعار کو بھی اس پر محمول کیا جا سکتا ہے نیز کیا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جبریل کے بتائے بغیر حضور علیہ السلام کچھ نہیں فرماتے یا کچھ نہیں جانتے۔ یہ بالکل غلط ہے آپ نے بعض چیزیں جبریل کے بتائے بغیر بتائی بھی ہیں اور جانی بھی ہیں مثلاً مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو شب معراج پانچ نمازیں اور سورہ بقر کی آخری آیات عطا ہوئیں اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے خود ایک سوال کیا کہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی تھی اور سورہ بقر مدنی ہے پھر اس کی آخری آیات معراج میں کیونکر عطا ہوئیں تو اس کا جواب یوں دیا ہے کہ:

حاصلہ انہ ما وقع تکرار الوحی فیہ تعظیما لہ و اھتماما لشانہ فاوحی اللہ الیہ فی تلک اللیلۃ بلا واسطۃ جبریل۔

اسی حدیث کے ماتحت شیخ محقق لمعات میں فرماتے ہیں:

نزلت علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج بلا واسطۃ الخ

اس حدیث اور دونوں عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی گفتار اور قول وساطت جبریل میں محصور نہیں ہے بلکہ بعض دفعہ جبریل کی وساطت کے بغیر بھی بیان فرماتے تھے اور وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی میں آپ کا منطق فرمانا وحی میں منحصر ہے۔ مگر وحی جبریل میں منحصر نہیں ہے وحی جلی بھی ہوتی ہے اور وحی خفی بھی ہوتی ہے۔ وحی متلو بھی ہے اور غیر متلو بھی ہے۔ وحی جبریل کی وساطت کے بغیر بھی ہوتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

قارئین کرام صفحہ ۵۰ پر مولوی صاحب نے ایک اعتراض نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ اس سے کوئی چیز غیب ہی نہیں اس کا جواب دیتے ہوئے چند حوالے لکھتے ہیں:

جواب:

جواباً گذارش ہے کہ یہ سوال اس انداز میں آج تک کسی سنی بریلوی عالم نے نہیں کیا ہاں اگر کیا جاتا ہے تو یوں کہ جب دیوبندی وہابی کہتے ہیں کہ جب کوئی چیز علم میں آ جائے تو وہ غیب نہیں رہتی تو اس کا الزامی جواب دیا جاتا ہے کہ پھر تم خدا کو عالم الغیب کیسے مانتے ہو۔ جب کہ ہر چیز ہر وقت اس کے علم میں ہے کوئی چیز کسی وقت اس سے غائب مخفی نہیں یعنی جس طرح تم عباد اور مخلوق کی نسبت سے خدا کو عالم الغیب مانتے ہو اسی طرح ہم انبیاءؑ و اولیاء کو نسبت دوسری مخلوق کے غیب دان مانتے ہیں کہ بہت سی ایسی چیزیں جو دوسروں سے پوشیدہ اور مخفی ہیں یہ حضرات ان کو جانتے ہیں۔ مگر سرفراز صاحب نے اس کو اس انداز میں لکھا ہے کہ قارئین یہ سمجھیں کہ بریلوی حضرات نعوذ باللہ من ذالک۔ خدا کو عالم الغیب نہیں مانتے۔

قارئین کرام مولوی صاحب نے صفحہ ۵۹ پر غیب کی تعریف آئمہ لغت سے کے عنوان میں چند کتابوں کے حوالے دے کر ــــــ لکھی ہے یعنی غیب وہ ہے جو آنکھوں سے غائب ہو اور اگرچہ دلوں میں حاصل ہو اور تاج العروس میں (ج ۱ صفحہ ۴۱۶) سے نقل کرتے ہیں:

ای بما غاب عنھم فاخبرھم بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من امر البعث والجنۃ والنار الخ

یعنی غیب وہ ہے جو ان سے غائب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی ہے وہ غیب ہے مثلاً جنت نار وغیرہ۔ اس عبارت میں غیب کی تعریف کے ساتھ ساتھ غیب کی خبر دینا بھی مذکور ہے۔ جس کو علم مستلزم ہے کیونکہ علم کے بغیر خبر دینا ممکن نہیں ہے۔ جس کا ذکر تفصیلاً گزر چکا ہے۔ اس کے بعد سرفراز صاحب نے شرعی طور پر غیب کی دو قسمیں لکھی ہیں اور تفسیر بیضاوی کی عبارت دلیل میں نقل کی ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ لیس علم غیب ذات باری کا

خاصہ ہے پھر اسی صفحہ ۱۶ پر غیب مطلق کو ذات باری کا خاصہ قرار دیا ہے۔

گکھڑوی صاحب کا اقرار:

اور منہیہ میں خود لکھتا ہے کہ مطلق غیب اور غیب مطلق میں علمی طور پر بڑا فرق ہے[1]۔ حافظ ابن قیم نے بدائع الفوائد جلد ۴ صفحہ ۱۶۱ میں للامر المطلق اور مطلق الامر العلم المطلق اور مطلق العلم میں دس وجوہ فرق بیان کی ہیں۔ خاں صاحب جب مطلق غیب اور غیب مطلق میں بڑا فرق ہے اور یہ فرق آپ کو تسلیم بھی ہے تو پھر آپ مطلق غیب اور وہ بھی عطائی ماننے والوں کو کافر و مشرک کیوں قرار دیتے ہیں اور آیات و احادیث و عبارات نفی کو غیب مطلق کی نفی پہ کیوں محمول نہیں کرتے۔ تعصب اور ضد کو ترک کریں اور حق کو قبول کریں۔ علماء دین کا کام ضد پہ اڑنا نہیں۔

ہمارے نزدیک بھی علم مطلق تفصیلی محیط ذات باری کا خاصہ ہے علم مطلق اجمالی مطلق علم تفصیلی اور مطلق علم اجمالی ذات باری تعالیٰ کا خاصہ نہیں ہیں۔

جب اس فرق کو آپ نے مانا ہے تو پھر ازالۃ الریب کے ص۴۸ پر احکام شریعت کی یہ عبارت نقل کر کے اعتراض کیوں کیا ہے اور بُرا کیوں مانا ہے کہ مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطائے الٰہی ضرور تمام انبیاء کرام کو حاصل ہے انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت سے منکر ہونا ہے۔

احکام شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۶۰۔ اس عبارت میں اعلیٰ حضرت نے انبیاء کرام کے لیے علم مطلق

---

[1] ازالہ کے صفحہ ۱۶ کے منہیہ میں مطلق غیب اور غیب مطلق میں بڑا فرق قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جیسے الامر المطلق اور مطلق الامر اور العلم الامر اور مطلق العلم میں دس وجوہ سے فرق ہے۔ اسی طرح مطلق غیب اور غیب مطلق میں بڑا فرق ہے اور اتمام البرہان ص ۲۸ میں اس فرق کو بیان کرتا ہے۔ مگر اسی اتمام کے ص۲۹ پر لکھتا ہے کہ یہاں مطلق غیب سے مطلق الغیب مراد نہیں بلکہ یہ الغیب المطلق کے معنی میں ہے۔ خوب ہے۔

تفصیلی (جو خاصہ ہے ذات باری کا) نہیں مانا بلکہ مطلق علم تفصیلی عطائی مانا ہے اور اسی کے انکار کو نبوت کا انکار قرار دیا ہے جو بجا اور حق ہے جب علم مطلق تفصیلی اور مطلق علم تفصیلی کے مابین فرق آپ کو مسلم ہے اور آپ بھی علم مطلق تفصیلی کو اور ہم بھی اسی کو ذات باری کا خاصہ مانتے ہیں تو پھر جھگڑا کیا ہے۔ کیوں شور مچا رکھا ہے کہ یہ بریلوی خدا اور رسول کے علم کو برابر مانتے ہیں۔ کیوں جھوٹ بولتے ہو کیا جھوٹ کے انجام سے بے خبر ہو ہرگز نہیں۔

سرفراز صاحب کی جہالت :

اس باب کی آخری بات جو قابل اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ خاں صاحب چند مفسرین کے حوالہ جات نقل کر کے ص ۲۵ پہ لکھتے ہیں۔ یہ اقتباسات بھی اپنے مفہوم میں واضح ہیں۔ پھر غیب کی تعریف کے بارے میں چند کتب لغت اور تفسیر بیضاوی کے حوالہ جات نقل کر کے ص ۱۷ پہ لکھتا ہے کہ ان تمام اقتباسات کو الخ قارئین کرام معلوم ہوتا ہے کہ خاں صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ نقل اور اقتباس میں کیا فرق ہے۔ کتابوں اور مصنفوں کے نام لکھنے کے باوجود عبارات نقل کر کے ان کو عبارات منقولہ یا اقوال منقولہ لکھنے کی بجائے اقتباسات لکھنا آپ جیسے شیخ الحدیث ہی کا کام ہے مولوی صاحب کم از کم رشیدیہ ہی کی عبارت کو دیکھ لیتے تاکہ اس لغزش اور ٹھوکر سے محفوظ رہتے دیکھئے رشیدیہ صفحہ ۱۳ پہ نقل کی تعریف کے بعد لکھتے ہیں :

واما الاتیان بقول الغیر علی وجه لایظهر منه انه قول الغیر لا صریحا ولا ضمنا ولا کنایة ولا اشارة فهو اقتباس الخ

یعنی کسی کے قول کو اس طرح لانا کہ بظاہر نہ ہو کہ یہ قول کسی اور کا ہے نہ صراحتًہ نہ ضمناً نہ کنایۃً اور نہ اشارۃً معلوم ہو تو اس کو اقتباس کہا جاتا ہے۔ مگر خاں صاحب نے صراحتًہ کتابوں کے نام اور مصنفین کے نام لکھنے کے بعد بھی ان کو اقتباسات لکھا ہے۔ جس سے مولوی سرفراز صاحب کی جہالت آشکارا ہو رہی ہے۔ باوجود اس کے دیوبندی فرقہ کے شیخ الحدیث اور بہت بڑے عالم دین ہیں ؎

ہم تو سنتے تھے شنا گردوں سے بزرگی   تحریر سے دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

این کار از تو می آید
ومرداں چنیں کنند

باب سوم
بجواب
باب سوم

قارئین کرام صفدر خاں صاحب کے ازالۃ الریب، کے صفحہ ۶۳ سے صفحہ ۱۰۴ تک کے سوالات کے جوابات بالترتیب دیئے جائیں گے صفحہ ۶۳ سے صفحہ ۶۹ تک تو کوئی قابل ذکر بات نہیں کہی صرف وعظ فرمایا ہے اور کتاب کا حجم بڑھایا ہے البتہ صفحہ ۶۹ پر لکھتے ہیں کہ قادر مطلق نے جن صفات سے آپ کو نوازا ہے اور جو جو عنایات آپ پر کیں اور جو جو علوم اور اسرار و حکم آپ کو مرحمت فرمائے ہیں خدا کی مخلوق میں ان خصائص اور انعامات میں آپ کا کوئی بھی شریک اور سہیم نہیں ہے۔

گکھڑوی صاحب کی کذب بیانی:

قارئین محترم حقیقت یہ ہے کہ خاں صاحب غلط بیانی کر رہے ہیں کیونکہ ان کے اکابر نے رحمۃ اللعالمین ہونے کو حضور علیہ السلام کا خاصہ ماننے سے انکار کیا ہے بلکہ تاویلات فاسدہ کا سہارا لے کر آپ کے اس وصف خاص میں اپنے علماء کو بھی شریک و سہیم بنا دیا ہے۔

چنانچہ گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ مبوب صفحہ ۹۶ پر ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ رحمۃ اللعالمین ہونا صفت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں بلکہ دوسرے اولیا و انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں گنگوہی صاحب اپنے مرشد کو رحمۃ اللعالمین مانتے تھے

---

[1] موجب رحمت عالم ہونا اور بات ہے اور موجب رحمۃ اللعالمین ہونا اور بات ہے ایک عالم دو جہاں کے لیے رحمت ہونا اور تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونا میں بہت بڑا فرق ہے۔ مگر اس فرق کو گنگوہی صاحب اور ان کے پیرو کار سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔

معارف امدادیہ صفحہ ۲۵ اور نانوتوی صاحب تحذیر الناس میں خدا کی مخلوق میں حضور علیہ السلام کی طرح ہر زمین میں ایک خاتم ثابت کرتے ہیں گویا سات زمینوں میں انہوں نے ختم نبوت کے دعویٰ میں سات شریک وسہیم بنا دیئے ہیں ایسی صورت میں یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ یہ لوگ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے قائل ہیں۔

پھر اس بحث میں نانوتوی صاحب نے احداث فی الدین کا ارتکاب بھی کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین کی بجائے نبی بالذات کیا ہے اور نبوت کو نبوت بالذات اور نبوت بالعرض میں تقسیم کر دیا ہے اور حضور علیہ السلام کو بالذات اور دیگر انبیاء کو انبیاء بالعرض قرار دیا ہے جس کا ثبوت نہ حضور علیہ السلام سے دیا نہ صحابہ کرام سے نہ تابعین و تبع تابعین سے نہ مفسرین سے نہ محدثین سے نہ آئمہ مجتہدین سے اور دیتے بھی کیسے جب کہ یہ معنی آج تک کسی نے سمجھا ہی نہیں اور نہ ہی کسی نے اس کو بیان کیا ہے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر کو معلل قرار دے کر ساقط الاعتبار ٹھہرانے کی بجائے نبوت کو تقسیم کر دیا بالذات اور بالعرض میں حالانکہ یہ تقسیم شرعاً باطل و مردود ہے کیونکہ وصف ذاتی وصف عرضی سے افضل ہوتا ہے اس لیے ذاتی نبوت عرضی نبوت سے افضل ہو گی حالانکہ نفس نبوت میں تفضیل کا قول قرآن اور حدیث اور علمائے امت کے مسلک کے خلاف ہے قرآن میں ہے:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔

اس آیہ سے عدم تفریق من حیث النبوۃ والرسالۃ مراد ہے تفسیر کبیر روح المعانی ابوالسعود وغیرہ میں ہے:

لان المعتبرۃ عدم التفریق من حیث الرسالۃ الخ

ان عبارات سے ثابت ہے کہ نبوت و رسالت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق باطل و مردود ہے۔

اگر اس تقسیم کو مان لیا جائے تو پھر حضور علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء کی نبوت حقیقیہ کا انکار کر کے مجازی نبوت کا قول بھی کرنا پڑے گا۔ کیونکہ موصوف بالذات کا وصف حقیقی ہوتا ہے اور موصوف بالعرض کا وصف مجازی ہوتا ہے جیسے کشتی کے جالس کی حرکت مجازی اور

اور کشتی کی حرکت حقیقی ہے جس طرح ہاتھ کی حرکت حقیقی ہے اور چابی کی حرکت مجازی ہے اس طرح نبوت کی مذکورہ تقسیم میں بھی حضور کی نبوت حقیقی ہو گی اور دیگر انبیاء کی نبوت مجازی ہو گی حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہی نہیں بلکہ قرآن و سنت کے بھی خلاف ہے اور ایک اور احداث فی الدین ہے۔

بخاری کی حدیث: لاتخیرونی علی موسیٰ الحدیث کے ماتحت عینی۔ شرح بخاری جلد نمبر ۶ صفحہ فتح الباری جلد ۶ صفحہ میں بھی اس کی تصریحات موجود ہیں کہ نفس نبوت میں تفریق باطل و مردود ہے اگر آپ کو شوق ہو کہ تحذیر کا مکمل آپریشن ملاحظہ کریں تو پھر علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ التبشیر برد التحذیر کا مطالعہ فرمائیں اور اہل علم کے لیے اس کا مطالعہ بے حد مفید ہے اور لذیذ بھی ہے۔

اعتراض:

اسی صفحہ ۹۶ پر مولوی صاحب اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مگر خزانوں کا مالک اور ان میں متصرف اور اسی طرح عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ان اوصاف میں اس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ علم غیب صرف خاصہ خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے اپنی اٹل اور محکم کتاب کے ذریعہ قانون کلی کے طور پر یہ صریح اعلان کروایا کہ: قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ الآیة

اس آیت میں بصراحت یہ امور واضح کر دیئے گئے ہیں کہ:

۱۔ نبی اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک اور مختار کل اور متصرف فی الامور نہیں ہے۔

۲۔ یہ کہ نبی اور رسول عالم الغیب نہیں ہوتا کہ ہر ذرہ اس کے علم میں ہو۔

۳۔ یہ کہ نبی اور رسول ملک و فرشتہ اور نور نہیں ہوتا فرمان رسول ہے: خلقت الملائکة من النور جب حکم خداوندی سے حضور علیہ السلام نے اپنے ملک اور فرشتہ ہونے کی نفی کی تو گویا صراحت کے ساتھ اپنے نور ہونے کی نفی بھی کر دی انہیں تین امور میں اہل بدعت ٹھوکریں کھا رہے ہیں (ملخصاً)

جواب نمبر ۱:

خدا حقیقتاً مالک ہے خزانوں کا اور بالذات اور بالاستقلال اسی طرح متصرف بھی بالذات اور بالاستقلال اور حقیقتہً ہے۔ چنانچہ خود سرفراز صاحب اشرف علی تھانوی سے نقل کرتے ہوئے اپنی کتاب سماع الموتی صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں کہ البتہ عوام کا سا اعتقاد کہ اس کو حاضر و ناظر متصرف مستقل فی الامور سمجھتے ہیں یہ صریح ضلالت ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے متصرف بالاستقلال جاننا شرک و ضلالت ہے۔ اور متصرف باذن اللہ جاننا شرک یا ضلالت نہیں ہے تھانوی صاحب کے نزدیک ورنہ استقلال کا ذکر بے سود ہوگا۔ اور عالم الغیب بھی بالذات اور بالاستقلال ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے اور آئندہ بھی آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان اوصاف میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے جو مانے وہ کافر و مشرک ہے۔ انبیاء کرامؑ کے تمام کمالات و اختیارات خداداد ہیں عطائی ہیں وہ عطائی طور پر مختار بھی ہیں خزانوں کے مالک بھی ہیں غیب دان بھی ہیں جو یہ کمالات کسی طرح بھی نہ مانے وہ بھی کافر اور مرتد ہے رہا اپنے ادعاء باطل پر آیت کو سرفراز صاحب کا دلیل بنانا تو یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ میں ذاتی اور استقلالی کی نفی ہے یا غیر متناہی کی یا بالفاظ دیگر یوں سمجھیں کہ علم مطلق تفصیلی محیط کی نفی ہے جیسا کہ خود بھی ازالہ کے صفحہ ۱۶ پر غیب مطلق کہنا مناسب قرار دیا ہے۔ ذاتی اور استقلالی کا حوالہ ملاحظہ ہو تفسیر نیشاپوری

فیکون فیہ دلالۃ ان الغیب بالاستقلال لایعلمہ الا اللہ۔

تفسیر کبیر میں ہے:

قولہ لا اعلم الغیب یدل علی اعترافہ بانہ غیر عالم بکل المعلومات۔

اس عبارت میں کل استغراق حقیقی کے لیے ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ کہ آیت کریمہ میں عندی خبر مقدم اور خزائن اللہ مبتداء موخر ہے اور قاعدہ ہے تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر یعنی جس کو مؤخر لانے کا حق ہے اس کو مقدم لانا حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق نفی حصر کی ہوگی جس کا مطلب یہ ہے کہ

تم کہہ دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے ہی پاس خدا کے خزانے ہیں خدا کے پاس کچھ بھی نہیں یا اور کسی عبد مقرب کے پاس کچھ نہیں۔ حصر کی نفی اصل کی نفی نہیں ہوتی جس طرح میرا بھائی ہے اور میرا ہی بھائی ہے دونوں میں معنوی طور پر فرق ہے کہ ایک میں حصر ہے اور ایک میں نہیں اسی طرح میرے پاس خزانے ہیں اور میرے ہی پاس خزانے ہیں میں بھی یہی فرق موجود ہے۔ مولوی صاحب یہ لکھنے سے قبل مرقات شرح مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۳۲۳ کی یہ عبارت تو دیکھ لیتے تاکہ یہ خفت نہ اٹھانی پڑتی ملا علی القاری فرماتے ہیں۔ ابن حجر سے نقل کرتے ہوئے کہ:

ویوخذ من اطلاقه علیه السلام الامر بالسوال ان الله تعالیٰ مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق ومن ثم عدائمتنا من خصائصه علیه السلام انه یخص من شاء بما شاء کجعله شهادة خزیمة بن ثابت بشهادتین (رواه البخاری) ولترخیصه فی الباقیة لام عطیة فی آل فلان خاصة (رواه مسلم) قال النووی للشارع ان یخص من العموم ما شاء وذکر ابن سبع فی خصائصه وغیره ان الله تعالیٰ اقطعه ارض الجنة یعطی منها ما شاء لمن یشاء۔

ترجمہ:۔ اور ثابت ہوتا ہے حضور علیہ السلام کے امر کے اطلاق سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو قادر بنا دیا ہے کہ وہ خدا کے خزانوں میں سے جس کو دینا چاہیں دے سکتے ہیں اسی وجہ سے ہمارے اماموں نے حضور علیہ السلام کے خصائص میں یہ بھی شمار کیا ہے کہ آپ جس کو جو چاہیں دیں۔ جیسے آپ نے حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو کے برابر قرار دے دیا جس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور جیسے کہ آپ نے ام عطیہ کو آل فلاں کے بارے میں نوحہ کرنے کی اجازت دی خصوصیت سے جس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام نووی نے شارح مسلم فرماتے ہیں شارع (حضور علیہ السلام) کو حق حاصل ہے کہ عموم سے جس کو چاہیں مخصوص کر لیں اور ابن سبع نے آپ کے خصائص میں بلکہ ابن سبع کے علاوہ

اور حضرات کا بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کا مالک بنا دیا ہے آپ جس کو چاہیں دے سکتے ہیں۔

اس عبارت میں لفظ کل (جو موجبہ کلیہ کا سور ہے) موجود ہے جس سے آپ کے مختار کل باذن اللہ ہونے کا واضح ثبوت مل رہا ہے بلکہ جنت کے مالک ہونے کی تصریح موجود ہے ایسی نص صریح اور تفصیلی عبارت کے ہوتے ہوئے سرفراز صاحب کیوں انکار کر سکتے ہیں طرفہ تماشہ یہ ہے کہ سرفراز صاحب خود ملا علی قاری کے متعلق اپنے رسالہ علم غیب وحاضر وناظر اور ملا علی قاری میں تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دسویں صدی کے مجدد ہیں اور ان کی مفصل عبارات حجت کا درجہ رکھتی ہیں عند الاحناف اب خود سرفراز صاحب اور ان کے چیلے ہی بتائیں کہ عبارت منقولہ مفصل ہے یا نہیں اور حجت ہے یا نہیں سرفراز صاحب تو کیا ملا علی قاری بھی اس عقیدہ کے پیش نظر آپ کے نزدیک کافر ومشرک کیا ان کو بھی مشرک قرار دو گے۔ جناب شرک کی آٹومیٹک جو مشین آپ نے لگا رکھی ہیں دیکھا ان کی زد میں کیسے کیسے مجدد محقق محدث مفسر آرہے ہیں کچھ تو خدا کا خوف کیجئے۔ کیوں اپنی عاقبت تباہ کر رہے ہو۔ تعصب کا شکار کیوں ہو گئے ہو۔ پیٹ پوجا کی خاطر کیوں دنیا کو گمراہ کرنے کے درپئے ہو گئے ہو۔ موت یاد نہیں ہے بالآخر مرنا ہے مولوی جی کچھ سمجھے کہ نہیں۔

لیجئے ایک اور حوالہ: المھند علی المفند صفحہ ۶۸ پر لکھا ہے:

فهو صلى الله عليه وسلم حيٌّ في قبره الشريف ليتصرف في الكون باذن الله تعالى كيف شاء الخ

پس حضور علیہ السلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور جہان میں باذن اللہ جس طرح چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں اب ذرا المھند کتاب کے بارے میں خود سرفراز صاحب کا فیصلہ بھی ملاحظہ فرمائیں وہ اپنی کتاب تسکین الصدور طبع اول میں صفحہ ۱۳۰ اور صفحہ ۲۲۱ پر بالترتیب لکھتے ہیں کہ یہ رسالہ (المھند) ان مقصدات پر مشتمل ہے جو علماء دیوبند کے اتفاقی اور اجتماعی عقیدے کہلاتے ہیں۔ المھند علماء دیوبند کے نزدیک ایک اجماعی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

قارئین کرام ہم نے دیو بندی علماء کی اجماعی اور اتفاقی کتاب سے حضور علیہ السلام کا جہان میں تصرف کرنا ثابت کر دیا ہے۔ اس کتاب کے مشتملات کو سرفراز صاحب نے خود دیو بندی کے اجماعی عقائد قرار دیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ اکابرین دیو بند کا اجماعی اتفاقی عقیدہ یہی ہے کہ حضور علیہ السلام جہان میں جس طرح چاہتے ہیں باذن اللہ تصرف فرماتے ہیں۔ سرفراز صاحب اگر عطائی طور پر کسی کو متصرف فی الامور ماننا کفر و شرک ہے تو آپ خود اپنے اکابر اور اپنے متعلق بتائیں کہ کافر و مشرک ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں جب تم سب تصرف فی الکون غیر اللہ کے لیے مان رہے ہو۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

کتاب کے طویل ہونے کا خطرہ نہ ہو تو مزید حوالے دیو بندی اکابر کے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ چلیے ایک اور حوالہ لیجئے۔ سرفراز صاحب تسکین الصدور کے صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱ پر تفسیر روح المعانی کی عبارت نقل کرتے ہیں کہ:

وما تقدم من ان الانبیاء علیہم السلام یخرجون من قبورھم ای باجسامھم وارواحھم کما ھو الظاھر و یتصرفون فی الملکوت العلوی والسفلی فمما لا اقول بہ۔

یعنی وہ جو پہلے بیان ہوا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے اپنے اجسام و ارواح کے ساتھ نکل کر عالم علوی و سفلی میں تصرف کرتے ہیں تو میں اس کا قائل نہیں فمما لا اقول بہ سے پہلی عبارت میں یہ بتایا گیا ہے جو لوگ انبیاء کرام کے قبروں سے اجساد و ارواح کے مجموعہ کے ساتھ نکل کر عالم علوی سفلی میں تصرف کے قائل ہیں میں ان سے متفق نہیں۔ صاحب روح المعانی نے یہ نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کے زمانے میں بھی انبیاء کو متصرف فی الامور ماننے والے موجود تھے مگر علامہ آلوسی نے نہ ان کو کافر کہا اور نہ ہی مشرک گردانا صرف اختلاف کیا ہے وہ مبہم ہے۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ خروج من القبور کے قائل نہیں یا روح اور جسد کے مجموعہ کے خروج کا انکار کرتے ہیں یا تصرف کرنے کا انکار ہے۔ سرفراز صاحب نے مما لا اقول بہ پر زور دینے کی کوشش کی ہے۔ مولوی صاحب بہ کی ضمیر کا مرجع مبہم ہے

مذکورہ بالا امور میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے احتمال پیدا ہو گیا ہے اور قاعدہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اس کے علاوہ اگر آپ تصرف کے قائل نہیں تو پھر المہند کی منقولہ بالا عبارت جس میں یتصرف فی الکون کے صریح الفاظ موجود ہیں۔ ان کا آپ کے پاس کیا جواب ہے جبکہ یہ عبارت بھی تمام اکابرین دیوبند کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے۔ اور نیز یہ کہ مہند اور تسکین کی عبارت میں تعارض ہو جائے گا۔

قارئین کرام سرفراز صاحب سے پوچھئے کہ مہند میں بیان کردہ عقیدہ سچا ہے یا تسکین میں بیان کردہ۔ ان دونوں میں سے سچا کون سا ہے اور جھوٹا کون سا ہے۔

اول تو یہ امکان بھی موجود ہے کہ علامہ آلوسی کے بیٹے کا یہ تصرف ہو کیونکہ اس نے روح المعانی میں چند مقامات پر دیوبندی ہونے کی وجہ سے یہ کارروائی کی ہے اگر یہ احتمال غلط ہو اور فمالا قول بہ فی الواقعہ صاحب روح المعانی ہی کا قول ہو تو پھر بھی صرف اختلاف ثابت ہوگا۔ یہ نہیں کہ انہوں نے تصرف کے قائلین کی تکفیر یا تضلیل یا تفسیق کی ہو۔ ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا بالفرض اگر تکفیر وغیرہ صحیح ہو تو پھر جناب سرفراز صاحب کے اکابر بھی اس کی زد میں آئیں گے۔ جیسا کہ باحوالہ ثابت کیا جا چکا ہے۔

خود سرفراز صاحب اور اکابر دیوبند کی کتابوں سے امر اول کو مبرہن کر دیا ہے۔ رہا یہ کہنا کہ اس آیت سے ثابت ہے کہ نبی اور رسول عالم الغیب نہیں ہوتا کہ ہر ذرہ اس کے علم میں ہو یہ امر ثانی ہے۔ جس کو سرفراز صاحب نے آیت سے ثابت کرنا چاہا ہے اس کا۔

جواب نمبر ۱:

یہ ہے کہ یہاں بھی ذاتی اور استقلالی کی نفی ہے عطائی کی نہیں

جواب نمبر ۲:

یہ کہ غیر متناہی کی نفی ہے متناہی کی نہیں۔

جواب نمبر ۳:

علم مطلق تفصیلی محیط کی نفی ہے مطلق علم تفصیلی یا دوسری دو اقسام کی نہیں ہے۔ جس کی

تفصیل گزر چکی ہے۔

حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر نیشا پوری:

نیکون نیہ دلالت علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ

تفسیر کبیر میں ہے اسی آیت کے تحت:

قولہ لا اعلم الغیب یدل علی اعترافہ فانہ غیر عالم بکل المعلومات۔

علامہ ابن حجر فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

معناھا لا یعلم ذالک استقلالاً وعلما حاطتہ الخ

ان عبارات میں کل استغراق حقیقی کے لیے ہے جو غیر متناہی ہوتا ہے۔

سرفراز صاحب کا پاگل پن:

اعتراضات کا جواب یہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں نور ہونے کی نفی کرنا یا سمجھنا آپ کی جہالت کی کافی دلیل ہے آیت کریمہ سے اگر آپ کے سوا کسی مفسر نے نور کی نفی سمجھی ہے تو پھر آپ نے اس پر کوئی حوالہ کیوں نہیں دیا۔ خاں صاحب کیا آپ کو من فسر القرآن برائیہ فلیتبوا مقعدہ للنار کی وعید شدید بھول گئی ہے یا جان بوجھ کر اپنے آپ کو اس کا مصداق بنا رہے ہیں۔

قارئین کرام سرفراز صاحب نے یہ سمجھا ہے کہ چونکہ ملکیت کی نفی کی گئی۔ لہٰذا نوریت کی نفی بھی ہو گئی ہے۔ حالانکہ یہ غلط اور باطل ہے۔ ایسا تو تب ہوتا جب نوریت ملکیت میں منحصر ہوتی۔ مگر نوریت کا ملکیت میں انحصار ظاہر البطلان ہے۔ کیونکہ قرآن نور ہے ایمان نور ہے چاند و سورج نور ہیں۔ چراغ نور ہے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی ملک و فرشتہ نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ فرشتہ ہوئے بغیر بھی نور ہو سکتا ہے۔ خدا بھی نور ہے مگر ملک و فرشتہ نہیں۔ جب یہ حقیقت ہے تو پھر اس آیت سے نور ہونے کی نفی سمجھنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ شاید سرفراز صاحب نے ملکیت اور نور کے مابین تساوی

سمجھ لی ہے حالانکہ ان کے مابین تساوی نہیں بلکہ عام خاص مطلق ہے جس طرح انسان اور حیوان میں ہے کہ ہر انسان حیوان ہے مگر ہر حیوان انسان نہیں۔ اسی طرح ہر ملک تو نور ہے مگر ہر نور ملک نہیں اور ظاہر کہ عام کا انتفاء خاص کے انتفاء کو مستلزم ہے۔ مگر خاص کا انتفاء عام کے انتفاء کو مستلزم نہیں۔ یعنی جس طرح حیوانیت کی نفی انسانیت کی نفی ہے مگر انسانیت کی نفی حیوانیت کی نفی نہیں ہوسکتی ہے کہ انسان ہو اور حیوان نہ ہو اسی طرح ہو سکتا ہے کہ نور ہو مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ انسان ہو اور حیوان نہ ہو اسی طرح ہوسکتا ہے کہ نور نہ ہو مگر ملک نہ ہو جیسے قرآن اور ذات باری تعالیٰ مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ ملک ہو اور نہ نور نہ ہو جہاں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوسکتی ہے وہاں ایک قضیہ موجبہ کلیہ ہوتا ہے جس کا موضوع خاص اور محمول عام ہوتا ہے جیسے کل انسان حیوان اور ایک قضیہ سالبہ جزئیہ ہوتا ہے جس کا موضوع عام اور محمول خاص ہوتا ہے جیسے بعض الحیوان لیس بالانسان یہاں بھی دو قضیہ بنیں گے ایک موجبہ کلیہ کل ملک نور اور دوسرا سالبہ جزئیہ بعض النور لیس بملک۔ مزید یہ کہ حضور علیہ السلام سے جو ملک یا نوع ملک سے ہونے کی نفی کرائی گئی ہے وصف ملکیت کی نفی نہیں کرائی گئی۔ چنانچہ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد سوم صفحہ ۹۴ پہ لکھتے ہیں۔

ولعل هذه الحالة تكون حاصلة له في بعض الاوقات حين غلبت عليه جهة الملكية قلت لا شك ان جهة ملكية على نسبة البشرية غالبة في جميع الحالات لاسيما في اوقات المناجاة الخ

اس عبارت میں حضور علیہ السلام کے لیے وصف اور جہت ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے معلوم ہوا کہ آیت میں حقیقت ملکیت کی نفی ہے وصف ملکیت کی نہیں۔

گنگوہی کا اقرار:

اگر مولوی صاحب کے استدلال کو مان لیا جائے تو پھر سوال یہ ہے کہ گنگوہی صاحب نے حضور علیہ السلام کو نور مانا تھا اور نور حسی جسمانی مانا ہے چنانچہ امداد السلوک صفحہ ۱۵۷ پہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ سے اور سراجاً منیرا والی آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو اتنا مطہر بنا لیا کہ نور خالص بن گئے

اور حق تعالیٰ نے آپ کو نور فرمایا ہے اور تواتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کا سایہ ضرور ہوتا ہے۔ امداد السلوک کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل چند امور ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ کہ حضور علیہ السلام نور ہیں۔

۲۔ یہ کہ خداوند قدوس نے آپ کو نور فرمایا ہے۔

۳۔ یہ کہ قد جاءکم من اللہ نور کی آیت سے نور سے مراد قرآن نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۴۔ یہ کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔

۵۔ یہ کہ سایہ نہ ہونا تواتر سے ثابت ہے۔

۶۔ یہ کہ آپ نور حسی جسمانی ہیں کیونکہ سایہ نہ ہونے کی دلیل اور علت بنایا گیا ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کا سایہ ضرور ہوتا ہے۔

یہ عبارت ہماری زبردست تائید کرتی ہے اور سرفراز صاحب کے عقائد کی بیخ کنی کر رہی ہے یہ عبارت اپنے مفہوم میں صریح ہے اب بھی اگر سرفراز صاحب اور ان کے چیلے حقیقت کو تسلیم نہ کریں تو ان کی مرضی ان کے قطب الاقطاب و غوث الاغیاث گنگوہی صاحب تو ڈنکے کی چوٹ مان رہے ہیں اگر ان امور بالا کو ماننا اور ان پر عقیدہ رکھنا کفر یا شرک یا ضلالت ہو تو پھر سرفراز صاحب بتائیں کہ گنگوہی صاحب بھی بریلویوں کی معیت میں آپ کی کفر و شرک کے گولے برسانے والی توپ کا نشانہ بنے ہیں یا نہیں یقیناً بنے ہیں سچ ہے ؎

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اعتراض:

فریق مخالف کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ذاتی علم کی نفی ہے عطائی کی نہیں تو یہ محض بے بنیاد اور بے حقیقت بات ہے اور دفع الوقتی اور طفل تسلی ہے ذاتی اور عطائی کی مبسوط بحث آگے آرہی ہے۔

جواب: گذشتہ صفحات میں دس حوالے بلکہ کچھ زائد ذاتی کی نفی پر پیش کر دیے گئے

ہیں اور جلیل القدر مفسرین کے علاوہ خود سرفراز صاحب کے اکابر بلکہ ان کی اپنی کتابوں سے بھی پیش کیے گئے ہیں اس کے باوجود بے بنیاد بے حقیقت کہنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم بھی پوری بحث آگے ہی کریں گے ان شاء اللہ العزیز۔

اعتراض:

مفتی احمد یار خاں صاحب کا یہ کہنا کہ اس میں دعویٰ علم غیب کی نفی ہے۔ علم غیب کی نفی نہیں عجیب بدایوانی منطق ہے۔

سرفراز صاحب کا اندھاپن:

جواب نمبرا:

یہ بات مفتی صاحب نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ اس پر متعدد تفاسیر کے حوالے بھی پیش کیے ہے۔ مثلاً تفسیر نیشاپوری نمبرا میں اس آیت کے ماتحت لکھا ہے:

ای لا ادعی القدرۃ علی کل المقدورات والعلم بکل المعلومات

یعنی میں دعویٰ نہیں کرتا تمام مقدورات پر قدرت کا اور تمام معلومات کو جاننے کا۔

۲۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے:

ای لا ادعی کونی موصوفا بعلم اللہ ولمجموع ھذین الکلامین، حصل انہ لا یدعی الالٰھیۃ۔

۳۔ تفسیر روح البیان میں ہے:

عطف علی عندی خزائن اللہ ولا مذکرۃ للنفی ای ولا ادعی انی لا اعلم الغیب من افعالہ تعالیٰ علی انھا عندی ولکن لا اقول لکم فمن قال ان النبی اللہ لا یعلم الغیب فقد اخطأ فیما اصاب۔

۴۔ تفسیر مدارک میں ہے اسی آیت کے تحت کہ:

ومحل لا اعلم الغیب النصب عطفا علی محل عندی خزائن اللہ لانہ من جملۃ المنقول کانہ قال لا اقول لکم ھذا القول

ولا ھذا القول ولا اعلم الغیب۔

چار تفاسیر کے حوالے مفتی صاحب نے لکھے ہیں اس بات پر کہ نفی دعویٰ کی ہے مدعا کی نہیں۔

ان عبارات میں لا یدعی اور لا ادعی اور لا اقول کے الفاظ صراحتہً موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نفی دعویٰ اور قول کی ہے۔ مدعیٰ کی نہیں اس پر متعدد تفاسیر کی عبارات بھی موجود ہیں مگر اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفاء کرتا ہوں تا کہ کتاب غیر ضروری طور پر طویل نہ ہو جائے۔

سرفراز صاحب کو ان عبارات کا جواب معقولیت سے دینا چاہیئے تھا۔ اگر آپ کو یہ بات منظور نہیں تھی تو صرف یہ کہہ دینے سے جواب نہیں بنتا کہ بدایونی منطق ہے۔ حال صاحب بدایونی منطق ہو یا غیر بدایونی آپ اس کا جواب دینے سے یقیناً عاجز رہے ہیں اور مفتی صاحب نے لا اقول کو تکرار لانے میں جو نکتہ بیان فرمایا تھا آپ اس کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں اور اس کا جواب دینے سے بھی عاجز رہے ہیں۔

قارئین کرام سرفراز صاحب نے مفتی صاحب کی اس بات کو صرف ٹال دیا ہے پوری کتاب میں جواب کہیں بھی نہیں دیا۔ مگر مولوی صاحب ٹالنے سے کام نہیں چلتا جواب دینا ہوگا۔ ورنہ شکست تسلیم کرنی پڑے گی۔

اعتراض:

تواضع اور انکسار کا بہانہ بھی بے سود ہے اس کی بحث بھی اپنے مقام پر آئے گی کہ تواضع سے کیا مراد ہے۔

جواب:

تواضع کے بہانے کا جواب:

تواضع اور انکساری پر نفی کو محمول کرنے کو بہانہ کہہ کر جان بخشی نہ ہوگی۔ جب تک منقولہ عبارات کا جواب نہ دیں گے۔ سرفراز صاحب کیا آپ کو تفاسیر کی عبارات میں یہ عبارات نظر نہیں آئیں۔ ذرا بغض و عناد کی عینک آنکھوں سے اتار کر دیکھئے تاکہ حق چمکتا ہوا نظر آئے

دیکھئے تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت لکھا ہے۔

وانما نفی عن نفسہ الشریفۃ ھذہ الاشیاء تواضعا للہ تعالیٰ واعترافاً للعبودیۃ فلست اقول شیئاً من ذالک ولا ادعیہ

۲۔ تفسیر عرائس البیان میں لکھا ہے:

وتواضع حین اقام نفسہ مقام الانسانیۃ بعد ان کان اشرف خلق اللہ الخ

ان عبارات میں تواضع کا لفظ صاف طور پر اور صراحتہً موجود ہے۔ نہ معلوم آپ کو کیوں نظر نہیں آیا۔

؎ آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا بھلا آفتاب کا

اعتراض:

نیز اہل بدعت کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو یہ فرمایا تھا کہ تم کو نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں یہ بھی ایک خالص افتراء اور بہتان ہے۔ بلکہ قرآن کریم کی تحریف ہے۔

جواب: شانِ نزول کے لحاظ سے چونکہ سائلین کفار ہی تھے اس لیے اولین مخاطبین تکم کے وہی ہیں اگرچہ العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص السبب کے ضابطہ کے پیشِ نظر شانِ نزول معتبر نہیں ہے مگر باوجود اس کے الفاظ کے مخاطبین اولین ہونے کا انکار انتہائی جہالت پر مبنی ہے اس کے انکار کی توقع کسی ذی عقل سے نہیں ہو سکتی۔ البتہ سرفراز صاحب کو ذی عقل قرار دینا شاید ہماری لغزش ہو۔

اعتراض:

بخاری و مسلم و دیگر کتب حدیث میں یہ صحیح حدیث آتی ہے کہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا:

انما انا بشر انہ یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض

فاحسب انه صادقا فاقضی له بذالك فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعة من النار الخ

میں ایک بشر ہوں اور میرے پاس فریق مقدمات لے کر آتے ہیں ۔ ایسی صورت میں ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی فریق دوسرے سے زیادہ اچھا بولنے والا ہو جس کی وجہ سے میں اس کو سچا سمجھ لوں اور میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں پس اس طرح میں جس کو دوسرے مسلمان کا حق دلوا دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے الخ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام غیوب اور جمیع ماکان دمایکون کے عالم نہ تھے اس حدیث کی شرح میں سرفراز صاحب نے متعدد اکابر کی عبارات نقل کر کے مذکورہ بالا تخمینہ اخذ کیا اور اپنے مدعا باطل کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

جواب نمبرا

قارئین کرام بر حدیث اور اس قسم کی جتنی احادیث منکرین شان رسالت پیش کرتے ہیں بلکہ جس قدر آیات قرآنیہ فریق مخالف پیش کرتا ہے سب کا ایک ہی جواب کافی وشافی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام آیات نفی واحادیث نفی میں سے کوئی ایک آیت اور اسی طرح کوئی ایک حدیث بھی ہمارے عقیدہ اور دعویٰ کے خلاف نہیں ہے ۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ علم ما کان وما یکون کے متعلق حصول تدریجی کا ہے اور یہ کہ اس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے لہٰذا ہمارے مذکورہ بالا عقیدہ اور دعویٰ کے خلاف قرآن کی ایک آیت بھی پیش نہیں کی جا سکتی اس لیے کہ جو آیت بھی منکر پیش کرے گا وہ نزول کی تکمیل سے قبل کی ہو گی رہا معاملہ احادیث کا تو منکر جو بھی حدیث پیش کرے گا ہم دریافت کریں گے کہ یہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے تو وہ بھی ہمارے دعویٰ وعقیدہ کے خلاف نہیں اور ما بعد کی ہے تو پھر منکر کی ذمہ داری ہے کہ وہ بعدیت کے دعویٰ کو باحوالہ ثابت کرے یہ دعویٰ اس وقت تک ثابت نہ ہو گا جب تک تاریخ معین نہ بتائے گا اور ایسا کام کرنا انتہائی مشکل ہے اگر وہ بالفرض بعدیت کو ثابت کر دے تو پھر اس روایت کی قابل قبول اور صحیح تاویل کی جائے گی ۔ مثلاً عدم توجہ

یا نسیان یا ذہول وغیرہ کے ساتھ: کما قال اکابرنا وساداتنا اعلیٰ حضرت و غزالی زماں وغیرہم۔

اور اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ عدم توجہ یا نسیان یا ذہول جہالت یا عدم علم کی دلیل نہیں بلکہ نسیان یا ذہول تو دلیل علم ہے کیونکہ بھولتی وہی چیز ہے جو پہلے علم میں ہوتی ہے اگر علم ہی نہ ہو تو پھر کبھی یاد ہی نہ آئے مگر یہ خلاف واقعہ اور غلط ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ ہے کہ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ علم غیب کی نفی کرتی ہے تو پھر یہ تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ تم دعویٰ یہ کرتے ہو کہ علم غیب جزئی بھی کسی کو نہیں مگر یہ حدیث جزئی کی نفی نہیں کرتی کیونکہ کلیت کی نفی مستلزم نہیں ہے جزئیت کی نفی کو کما لا یخفی۔

اعتراض:

حدیث مذکورہ بالا سے آپ کا بشر اور انسان ہونا بھی ثابت ہوتا ہے مگر خدا کی ساری مخلوق سے اعلیٰ اور افضل اور فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی اقرار کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف۔ الخ

جواب: آپ کی بشریت اور انسانیت کا انکار کس نے کیا ہے ہمارے نزدیک آپ کی بشریت کا منکر کافر ہے کیونکہ آپ کی بشریت نصوص قطعیہ قرآنیہ سے ثابت ہے اور جو آپ کے مطلقاً نور ہونے کا منکر ہے وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ اس طرح نور ہدایت ہونے کا بھی انکار ہوتا ہے جس کی دلیل ہے فَقَالُوا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا الاٰیۃ البتہ جو آپ کے نور حسی جسمانی ہونے کا منکر ہے وہ اگرچہ کافر نہیں ہوتا مگر گمراہ ضرور ہے کیونکہ وہ بہت سی احادیث کا منکر ہے آپ نور بھی ہیں بشر بھی دونوں چیزیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔

اگر سرفراز صاحب کا مطلب یہ ہے کہ آپ صرف بشر ہیں نور نہیں کیونکہ حدیث میں آیت طرح انما انا بشر ہے اور انما کلمہ حصر ہے اور حصر کا معنی ہے نفی ماسوائے مذکور کی تو بشریت مذکور ہے اور نوریت اس کا ماسوای ہے لہٰذا اس طرح نور ہونا منفی ہو گیا تو:

جواب:

بر تقدیر اگر آیت میں یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انما حصر کے لیے ہے تو پھر بھی کوئی خرابی نہیں ہے۔ کیونکہ حصر کی دو قسمیں ہیں نمبرا حصر حقیقی نمبر۲ حصر اضافی اگر آپ کے نزدیک حصر اضافی مراد ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اس صورت میں نور ہونے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ صرف الوہیت کی نفی ہوتی ہے اور وہی مراد ہے اور اگر آپ کے نزدیک حصر حقیقی مراد ہے تو پھر یہ تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ حصر حقیقی میں جمیع ماسوا مذکور کی نفی ہوتی ہے تو انما انا بشر میں بشریت مذکور ہے تو جس طرح نوریت بشریت کا غیر ہے۔ اسی طرح نبوت و رسالت بھی بشریت کا غیر ہے۔ اگر حصر کی وجہ سے نور کی نفی مانتے ہو تو نبوت اور رسالت کو بھی منفی ماننا پڑے گا کیا سرفراز صاحب یہ سودا منظور ہے کیا ہمارے ان اعتراضات کے جواب کی ہمت ہے:

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اعتراض:

اس حدیث سے آپ کا مختار کل نہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں ایسی صورت میں میں جو اس کو دوں وہ اس کے لیے حلال نہیں بلکہ دوزخ کا ٹکڑا ہے

جواب:

بالفرض اگر اس حدیث سے استدلال درست ہو تو جس طرح یہ ہمارے خلاف ہوں گی اسی طرح سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہوگی کیونکہ اسی حدیث کو امام نووی نے شافع کی طرف سے احناف کے خلاف پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ: ان حکم الحاکم لا یحل الباطن ولا یحل حراما و قال ابو حنیفہ یحل حکم الحاکم الفروج دون الاموال۔

ملاحظہ ہو مسلم شریف ا شرح نووی صفحہ ۸۲، ۸۳ اس عبارت سے واضح ہے کہ امام صاحب کے نزدیک حاکم کے فیصلہ سے فروج حلال ہیں سوا اموال کے مولوی صاحب اگر آپ کے بقول یہ حدیث علم غیب اور مختار کل کی نفی کرتی ہے تو حاکم کے فیصلہ کے باوجود حلت فروج کی نفی بھی کرتی ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا پھر چند جملوں کو مفید مطلب سمجھ

کر نقل کر دیا ہے مگر دانستہ قال ابو حنیفہؒ نے عبارت کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر لیا ہے۔ جو فقرہ یا جملہ اپنے خلاف سمجھا اس کو ترک کر دیا ہے کیا دیانت داری اسی کو کہا جاتا ہے۔ ہرگز نہیں مولوی صاحب آپ نے ایسی حدیث پیش کی ہے جو آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آپ نے بھی ایسی حدیث پیش کی ہے جو آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آپ بھی اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں بلکہ اصل حقیقت کے ٹھیکیدار بنتے ہیں اب یا تو آپ استدلال بالحدیث المذکورہ کو ترک کرنے کا اعلان کریں یا پھر حنفیت سے توبہ کا اعلان کریں۔ حدیث کو صحیح مان کر استدلال بھی کریں اور حنفی بھی رہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کیا ایسا کر کے آپ نے : اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ آیہ کا اپنے آپ کو مصداق نہیں بنایا۔ خوب سوچ لیں اور جواب دیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ اور روح المعانی اور خود دیوبندی علماء کی اتفاقی و اجماعی کتاب المہند کے حوالے پیش کیے جا چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ اپنے اختیارات کو بروئے کار لا کر کسی کو کچھ عطا کرنا اور چیز ہے اور بوقت ضرورت کسی کا حق کسی کو دے دینا اور بات ہے اس مختار کل کی نفی پر استدلال کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے اور یہ صرف سرفراز صاحب ہی کو سجتی ہے۔

اعتراض:

باقی مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کا یہ جواب فمن قضیت لہ بحق مسلم قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم کا صدق ضروری نہیں ہے بلکہ یہ حضرت نے علی سبیل الفرض فرمایا تو یہ ایک ناکام بہانہ ہے اور عقلاً و نقلاً باطل و مردود ہے۔ عقلاً تو اس لیے کہ اہل عربیت اور مناطقہ کا اس میں اختلاف ہے کہ قضیہ شرطیہ میں حکم مقدم اور تالی دونوں کے درمیان ہوتا ہے یا حکم صرف تالی میں ہوتا ہے۔ اور مقدم جزا اور تالی کے لیے قید ہوتی ہے جیسے حال اور ظرف وغیرہ مناطقہ اول کے قائل ہیں اور اہل عربیت ثانی کے لیکن جب نسبت مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں یا ایک واجب اور دوسرا ممکن یا دونوں ممکن ہوں تو استلزام میں کوئی شک نہیں ہے۔ چنانچہ حمد اللہ صفحہ ۱۲۷ میں ہے۔

واعلم انہ لاخلاف فی استلزام المقدم الصادق للتالی الصادق۔

اور بحر العلوم بر حمد اللہ صفحہ ۱۲۷ میں ہے:

والتلازم بین الواجب والممکن والممکنین مما لا شک فیہ

جواب نمبر ۱:

قارئین کرام ہمارے نزدیک حضور علیہ السلام کی قضا کا متحمل خطا ہونا تو درکنار آپ کی اجتہادی رائے بھی متحمل خطا نہیں۔ فی الواقعہ اور نفس الامر میں چنانچہ المولوی علی الحسامی صفحہ ۱۶۳ میں ہے:

واکثر علماء علی انہ لا یحتمل الخطاء لما امرنا باتباعہ علیہ السلام ولا اتباع فی الخطاء

یعنی اکثر علماء فرماتے ہیں کہ آپ کے اجتہاد میں خطاء کا احتمال نہیں ہے کیونکہ ہمیں آپ کی اتباع کا حکم ہے اور خطا میں اتباع کیونکر درست ہے۔

اور علامہ امام سبکیؒ فرماتے ہیں:

ولم یثبت لنا قط انہ صلی اللہ وسلم حکم بحکم ثم تبین خلافہ وصان اللہ تعالیٰ احکام نبیہ عن ذالک۔

یعنی اور ہرگز ہمارے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام کا کوئی فیصلہ خلاف واقعہ ہوا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے احکام کو اس سے محفوظ فرما دیا تھا بحوالہ سراج المنیر جلد دوم صفحہ ۴۳۔

پہلی عبارت میں یہ بتایا گیا ہے کہ علماء کی اکثریت اس عقیدہ اور نظریہ کی قائل ہے کہ حضور علیہ السلام کی اجتہادی رائے بھی خطا کا احتمال نہیں رکھتی اور علامہ سبکی کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک حق یہی ہے کہ حضور علیہ السلام کا کوئی فیصلہ غلط اور خلاف واقعہ نہ تھا۔ کیونکہ آپ کے فیصلوں کو خدا نے خطاء سے محفوظ فرما دیا تھا تاہم یہ مسئلہ علماء کے درمیان اختلافی ہے کچھ علماء اجتہاد میں خطاء کے امکان کو مانتے ہیں مگر ایک بڑی جماعت اس امکان اور احتمال کی قائل نہیں ہے تو پھر جب اجتہادی رائے میں خطا کا امکان واحتمال

کی تائل نہیں ہے تو پھر جب اجتہادی رائے میں خطا کا امکان و احتمال عندالاکثر نہیں ہے تو آپ کی قضاء میں یہ احتمال اور یہ امکان کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر قضیت لہ بحق مسلم میں مقدم کو ممکن الوقوع کیسے مانا جا سکتا ہے اور جب یہ ممکن الوقوع ہی نہیں بلکہ ممتنع الوقوع ہوا اور مقدم محال ہو گئی تو اب حمداللہ صفحہ ۱۲۰ کی منقولہ عبارت کو دلیل بنانا باطل و مردود قرار پایا کیونکہ مقدم محال کا تالی کو نفس الامر میں مستلزم ہونا اختلافی ہے حمداللہ صفحہ ۱۲۷ پر ہی لکھا ہے۔

لکنانی ختلت فی استلزام المقدم المحال للتالی فی نفس الامر فمنهم من انکر ۔ فال المحال لا یستلزم شیئا مطلقا سواء کان التالی صادقا اوکاذبا ومنهم من انکره ای الاستلزام لا مطلقا بل ان کان التالی صادقا وعلیه یدل کلام الرئیس فی الشفاء ۔

یعنی دوسری بات یہ ہے کہ مقدم محال کے تالی کو نفس الامر میں مستلزم ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض نے انکار کیا ہے اور یہ کہا کہ محال کسی چیز کو مستلزم نہیں ہے بالکل خواہ تالی صادق ہو یا کاذب اور بعض نے اس استلزام کا انکار کیا ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ اس وقت جب تالی صادق ہو اور شفاء میں شیخ رئیس کا کلام اسی پر دلالت کرتا ہے معلوم ہوا کہ اگر مقدم محال ہو تو وہ تالی کو مستلزم نہیں ہوتی ہے۔ سرفراز صاحب کو شاید یہ عبارت نظر نہیں آئی نہ معلوم کیا وجہ ہے۔

جواب نمبر ۲:

حمداللہ صفحہ ۱۳۸ پر ہے:

فانك قد عرفت ان مال الاتصال فیها ای فی الاتفاقیه) نفس تحق التالی فقط کما ان مال الاتصال فی اللزومیه مجرد تحقق العلاقة بینهما لانهما محققان ۔

یعنی قضیہ شرطیہ منفصلہ اتفاقیہ میں اتصال کا مرجع یہ ہے کہ مقدم اور تالی کے درمیان صرف علاقہ اور مناسبت کا تحقق ہو نہ یہ کہ وہ دونوں (یعنی مقدم اور تالی) خارج میں بھی تحقق

ہو نہ یہ کہ وہ دونوں (یعنی مقدم اور تالی) خارج میں بھی محقق ہوں اور پائے جائیں۔

اس عبارت میں صاف طور پر یہ بتایا گیا ہے قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ کے لیے مقدم و تالی کا خارج پایا جانا ضروری نہیں۔ بلکہ دونوں کے مابین علاقہ کا پایا جانا ضروری ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ حدیث مذکورہ میں مقدم کا خارج میں پایا جانا ضروری نہیں اور ثابت ہوا کہ مولانا صدر الافاضل کا فرمان درست ہے اور آپ خود غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں اور آپ کا اس مقدم کو محقق الوقوع قرار دینا غلط ہے اور نقلاً باطل ہونے کی دلیل یہ دیتا ہے کہ اس حدیث کے دوسرے سیاق میں ہے۔ انی انما اقضی بینکم برای فیما لم ینزل علی فیہ

ابو داؤد جلد دوم صفحہ ۱۴۹۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں رائے سے فیصلہ کرنے کا ذکر ہے۔ رائے کے خطا ہونے کا ذکر نہیں ہے اس لیے استدلال غلط ہے۔

جواب نمبر ۳:

اگر مقدم اور تالی کو یہاں بالفرض صادق بھی مان لیا جائے تو بھی یہ حدیث اور شروح کی عبارات ہمارے عقیدہ اور دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا دعویٰ حصول تدریجی بواسطہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی نفی کرتی ہیں۔ الغرض جس کی نفی ہو رہی ہے وہ ہمارا دعا نہیں اور جو ہمارا مدعی ہے اس کی نفی نہیں ہو رہی اساری بدر تحریم شہد تابیر نخل اور عبد اللہ ابن ابی کے جنازہ سے استدلال بھی اولاً اس لیے بے سود ہے کہ یہ تمام واقعات نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کے ہیں کوئی واقعہ ان میں مابعد کا نہیں ہے۔ من ادعی فعلیہ البیان یہی حال زید بن ارقم اور عبد اللہ بن ابی کے درمیان فیصلہ کا ہے اور یہی حال اس قسم کے تمام واقعات کا ہے کہ سب کے سب نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کے ہیں جو حصول تدریجی کے دعویٰ کے منافی و خلاف نہیں ہو سکتے۔

سرفراز صاحب کی یہ خوش فہمی ہے کہ ان واقعات کو ہمارے خلاف سمجھ بیٹھے ہیں۔ اگر خوش فہمی نہیں تو پھر حماقت ہی ہو سکتی ہے۔

نوٹ:۔ المولوی علی الحسامی اور علامہ سبکی کی منقولہ عبارات سرفراز صاحب نے بھی

ازالۃ الریب کے صفحہ ۸۲ اور صفحہ ۸۰ پر علی الترتیب نقل کی ہیں - علامہ سبکی کے متعلق یہ کہنا کہ اصل میں یہ ان کی غلطی ہے کہ انہوں نے اس کو قضیہ شرطیہ قرار دے کر یہ کہا ہے کہ قضیہ شرطیہ جو اس کے وجود کو نہیں چاہتا کیونکہ جن واقعات کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے نصوصاً تابیر نخل کا واقعہ یہ کہ علامہ سبکی کے اس نظریہ کو باطل کرنے پر دلیل کافی ہے کہ آپ کا کوئی فیصلہ ایسا نہیں جو واقعہ کے خلاف ہو۔

قارئین محترم علامہ سبکی کی غلطی نہیں بلکہ یہ غلطی خود سرفراز کی ہے - کیونکہ جو بات علامہ سبکی نے کہی ہے وہ بات تو اکثر علماء کا نظریہ ہے - جیسا کہ التلویح علی الحسامی کی منقولہ عبارت سے واضح ہے جس کو خود سرفراز صاحب نے بھی ازالہ کے صفحہ ۸۵ پر نقل کیا ہے۔

ہاں غلطی سرفراز صاحب خود کر گئے ہیں کہ تابیر نخل اور اس قسم کے ایسے واقعات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں جن میں صرف اجتہادی رائے کا ذکر ہے - حالانکہ فمن قضیت لہ بحق مسلم میں رائے کا ذکر نہیں بلکہ قضاء کا ذکر ہے کیا سرفراز صاحب کی یہ غلطی نہیں کہ قضاء اور رائے کو امر واحد سمجھ لیا ہے بتائیے سرفراز صاحب کیا آپ کے نزدیک قضاء شرعی اور اجتہادی رائے ایک ہی چیز ہیں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے یقیناً فرق ہے آپ کو مغالطہ لگا ہے کیا آپ نے یہ نہیں سنا ہے ؎

خطاء بزرگاں گرفتن خطا است

صدر الافاضل کی تائید میں تو علامہ سبکی کی عبارت منقولہ بھی موجود ہے اور شرح مشارق میں بھی اس کی تائید فرماتے ہیں مگر آپ کی تائید میں کون سی عبارت ہے ہرگز کوئی عبارت آپ کی مؤید نہیں ہے - شرح مشارق کی عبارت یہ ہے:

قولہ علیہ السلام فمن قضیت لہ بحق مسلم الخ شرطیۃ وھی لاتقتضی صدق المقدم فیکون من باب فرض الا المحال نظرا الی عدم جواز قرارہ علی الخطاء یجوز ذالک اذا تعلق بہ غرض کما فی قولہ تعالیٰ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین والغرض فیما نحن فیہ التھدید و التفریع علی اللسن والاقدام علی تلجین الحجج فی اخذ اموال الناس الخ

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا یہ قول کہ میں جس کے لیے میں فیصلہ کردوں دوسرے مسلمان کے حق کا آخر تک تو یہ عبارت قضیہ شرطیہ ہے اور یہ مقدم کے صدق کو نہیں چاہتا لہٰذا یہ فرض محال کے باب میں سے ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کا خطا پر برقرار رہنا ممکن نہیں اور ایسا جائز ہے جب کہ کوئی غرض اس سے متعلق ہو جیسے باری تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ فرما دو کہ اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا اور ہمارے زیر بحث مسئلہ میں غرض تہدید اور تفریع ہے اس بات پر کہ نہ کوئی چرب زبانی کر کے لوگوں کے مال حاصل کرے یعنی جس طرح اس آیہ کریمہ میں مقدم محال ہے اور بفرض محال کہا گیا ہے اسی طرح فمن قضیت الخ کا حال ہے۔

الغرض علامہ سبکی اور صاحب شرح مشارق دونوں نے آیہ مذکورہ میں مقدم کو محال قرار دیا ہے۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

سرفراز صاحب تضاد کا شکار ہو گئے

قارئین کرام مولوی صاحب صفحہ ۳۷ پر لکھتے ہیں کہ سو ہم کہتے ہیں کہ رازوں اور بھیدوں کا جاننے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے (حقیقتہ) اس صفحہ پر لکھتے ہیں باطن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا یہی کچھ صفحہ ۴۷ پر بھی لکھا ہے بلکہ صفحہ ۸۲ پر بھی لکھا ہے۔

جواب:

ان صفحات میں خان صاحب نے رازوں اور بھیدوں کے علم کی حضور علیہ السلام سے نفی کی ہے مگر اسی ازالۃ الریب کے صفحہ ۳۷ صفحہ ۴۹ اور صفحہ ۵۱ اور صفحہ ۶۹ پر رازوں اور بھیدوں کے علم کو ثابت بھی کیا ہے صفحہ ۳۷ پر لکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسرار و حکم کے علوم آپ کو مرحمت ہوئے ہیں۔

صفحہ ۴۹ پر لکھتا ہے کہ بے شمار علوم و معارف اسرار و رموز آپ کو عطا فرمائے ہیں صفحہ ۵۱ پر لکھتا ہے علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے اقرار دوسرے صفحات پر بھی موجود ہیں اب آپ حضرات

خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ سرفراز صاحب خود اپنی تردید اپنے ہی قلم سے اپنی ہی کتاب میں کر رہے ہیں یا نہیں کیا ایسی تحریر مخبوط الحواس کے سوا کسی اور کی بھی ہو سکتی ہے ہرگز نہیں رہا بریکٹ میں حقیقۃً کا لفظ لکھنا تو سوال یہ ہے کہ کیا آپ حضور علیہ السلام کے لیے رازدوں اور بھیدوں کا علم مجازاً مانتے ہیں اگر مانتے ہیں تو عطائی یا ذاتی اگر ذاتی مانتے ہیں تو یہ کفر خالص ہے۔ اور اگر عطائی مانتے ہیں تو پھر یہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ہمارا مدعیٰ ہے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد کا حق بھی تھا؟

قارئین کرام ملاں جی اس عنوان میں فتح الباری۔ عمدۃ القاری التوضیح صفحہ ۴۰۸ اور حسامی اور تلویح صفحہ ۴۰۱ نور الانوار المولوی علی الحسامی اور المسایرہ مع المسامیرہ وغیرہ کی عبارات نقل کرتا ہے اور نتیجہ یہ نکالتا ہے کہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کل غیب اور ما کان و ما یکون کو نہیں جانتے تھے۔ کیا عالم الغیب بھی قیاس و اجتہاد کیا کرتا ہے کیا عالم جمیع ما کان و ما یکون سے بھی خطا اور غلطی ہو سکتی ہے صفحہ ۴۸ تا ۴۰۸ جواباً گزارش ہے کہ ان تمام عبارات میں حق اجتہاد کا ذکر ہے کہ آپ کو یہ حق دیا گیا ہے۔ کسی ایک عبارت میں بھی آپ کی قضاء شرعی کے غلط ہونے کا ذکر موجود نہیں ہے۔ یعنی ان عبارات میں جس کو ثابت کیا گیا ہے اس کا کسی نے انکار نہیں کیا اور جس کا انکار ہے (قضاء کے غلط ہونے کا) وہ ثابت نہیں ہے ان عبارات کو ایک لفظ بھی اس پر دلالت نہیں کرتا۔

معلوم نہیں سرفراز صاحب کس خوش فہمی کا شکار ہیں۔ رہا یہ کہنا کہ کل غیب اور جمیع ما کان و ما یکون کی نفی ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی عبارت ہمارے عقیدہ اور دعویٰ کے خلاف نہیں کیونکہ ہمارا دعویٰ علم مذکورہ کے حصول تدریجی کا ہے جیسا کہ مفصل طور پر پہلے بیان ہو چکا ہے۔ بالفرض اگر یہ عبارات مفید نہیں تو پھر یہ تمہارے بھی خلاف ہیں کیونکہ تم نے خود بھی ازالۃ کے صفحہ ۴۸۱ پر حضور علیہ السلام کے لیے علم کلی کا حصول تسلیم کیا ہے بلکہ ما کان و ما یکون کا علم بھی مانا ہے۔ مذکورہ صفحہ ۴۸۱ کی عبارت یہ ہے:

"اور مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی اور کلی

علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان اقدس کے لائق اور مناسب تھے۔"

اب خود دیتا ئیے کیا جس کو کلی علوم حاصل ہوں اس کو قیاس اور اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں کیا اس عبارت میں آپ نے کلی علوم کے حصول کا اعتراف نہیں کیا ہے۔ یقیناً کیا ہے پھر انکار کس چیز کا ہے کچھ تو عقل سے کام لو ایک جگہ جس چیز کا اقرار کرتے ہو دوسری جگہ اسی کا انکار کر دیتے ہو۔ تمہارا کوئی دین ایمان ہے۔ کسی بات پہ قائم بھی رہ سکتے ہو۔

ان عبارات میں جن کو ملاں جی نے اپنی تائید میں نقل کر دیا ہے۔ بعض ایسی عبارات بھی ہیں جو ملاں جی کے سراسر خلاف ہیں مثلاً المولوی علی الحسامی صفحہ ۱۷۱ کی عبارت جس میں صراحتہً یہ ذکر موجود ہے کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ حضور علیہ السلام کی اجتہادی رائے میں خطاء کا احتمال و امکان نہیں ہے۔ سرفراز صاحب یہ بتائیں جن اکثر علماء کا ذکر اس عبارت میں ہے کیا وہ آپ کے نزدیک کافر ہیں یا گمراہ و بے دین ہیں کیا ان اکثر علماء پہ بھی آپ کی آٹو میٹک مشین سے کفر و شرک کی گولہ باری ہو سکتی ہے۔ کیا اس اکثریت کی رائے اور فیصلہ کو آپ کفر قرار دیں گے یا مہر بلب رہیں گے المسائرہ مع المسامرہ کی عبارت میں ہے فاذا اجتہد وا فلابد من اصابتہم ابتداء او انتہاء۔ یعنی جب انبیاء کرام اجتہاد کریں تو ان کا مصیب ہونا ضروری ہے خواہ ابتداءً ہو یا انتہاءً غور فرمائیے کہ اس عبارت میں اصابت رائے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ بعض کے نزدیک ابتداءً اور بعض دیگر کے نزدیک انتہاءً اس عبارت میں اصابت رائے کے ضروری ہونے کا ذکر موجود ہے۔ جس سے ہمارے نظریہ کی تائید ہو رہی ہے۔

سرفراز صاحب ذرا آنکھوں سے تعصب اور عناد کی عینک کو اتار کر یہ عبارت پڑھیں تاکہ آپ کو فلابد من اصابتہم کا جملہ نظر آسکے۔

دوسری حدیث کے عنوان؛

میں ملاں جی صفحہ ۹۸ سے صفحہ ۱۰۴ تک تابیر نخل کی حدیث لکھ کر اس کے ماتحت لکھتا ہے کہ اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہ تھا اور

نہ کوئی دنیاوی معاملات سے آپ کو کوئی خاص لگاؤ تھا۔

جواب نمبر ۱:

یہ حدیث بھی اس وقت ہمارے خلاف ہو سکتی ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ یہ تابیر نخل کا واقعہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا نہیں بلکہ بعد کا ہے اور ادعا بعدیت کو کسی معتبر کتاب سے ثابت کیا جائے ورنہ ادعا مذکور باطل ٹھہرے گا۔

جواب نمبر ۲:

قارئین کرام ازالتہ الریب کے صفحہ ۹۰ پر ملاں جی لکھتے ہیں کہ ہمارا استدلال تابیر نخل کے واقعہ سے نہیں تاکہ اس کے جواب میں شیخ سنوسی اور ملا علی قاری یا شیخ عبدالحق یا علامہ قصیری وغیرہ کا تعلیم توکل سے متعلق عارفانہ یا شارحانہ نکتہ پیش کیا جائے الخ۔

اس عبارت میں ملاں جی نے دو باتیں کہی ہیں ایک یہ کہ ہم تابیر نخل کے واقعہ کو بطور دلیل پیش نہیں کر رہے حالانکہ صفحہ ۸۹ پر لکھتے ہیں کہ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا علم نہ تھا اب ملاں جی خود بتائیں ان دونوں صفحوں کی عبارات میں تضاد ہے یا نہیں کیا استدلال کسی اور چیز کا نام ہے۔ تابیر نخل کے واقعہ سے استدلال کر بھی لیا ہے صفحہ ۸۹ پر اور صفحہ ۹۰ پر استدلال سے انکار بھی کر دیا ہے جس شخص کو یہ معلوم نہیں کہ میں نے صفحہ ۸۹ پر کیا لکھا ہے اور صفحہ ۹۰ پر کیا لکھ رہا ہوں وہ نہ معلوم دیابنہ کا شیخ الحدیث اور مصنف تصانیف عدیدہ کیونکر بن گیا ہے دوسری بات یہ کہ اسی صفحہ پر یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ واقعی شیخ سنوسی۔ ملا علی قاری۔ شیخ عبدالحق علامہ قصیری نے اس حدیث کو تعلیم توکل پر محمول فرمایا ہے (علم کی نفی پر محمول نہیں کیا)

ملاں جی جب یہ بزرگ ترین ہستیاں اس کو تعلیم توکل پر محمول کرتی ہیں تو پھر آپ کیوں علم کی نفی پر محمول کرتے ہیں ان حضرات کی تحقیق سے آپ کو کیوں اتفاق نہیں۔

کیا آپ ان سے زیادہ محقق ہیں۔ قرآن وحدیث کے جو معانی ومطلب اسلاف نے بیان کیے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر اپنے بیان کردہ حکم کے مطابق کیا آپ گمراہ نہیں ہو گئے۔

ملاحظہ ہو تسکین الصدور صفحہ ۲۰۴ میں علامہ ابن الہادی کی کتاب الصارم المنکی صفحہ ۴۲۷ کے حوالہ سے عربی عبارت لکھ کر یوں استدلال کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جس آیت کریمہ یا حدیث شریف کا مطلب اور معنیٰ سلف صالحین نے نہ سمجھا ہو اور نہ کیا ہو اور متاخرین میں سے کسی نے نہ سمجھا اور نہ کیا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور وہ معنیٰ یقیناً مردود ہے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس عبارت کے مطابق آپ کا استدلال درست ہے یا مردود یقیناً مردود ہے۔

چھوڑیئے مردود طریقہ کو اور حق کو قبول کیجئے ورنہ اپنی منقولہ بالا عبارت کی زد میں آپ خود آگئے ہیں۔

الفاظِ حدیث کے ترجمہ میں بددیانتی :

ناظرین کرام جب سرفراز صاحب سے ان بزرگوں کی عبارات کا کوئی جواب نہ بن سکا تو مجبور ہو کر کہہ دیا کہ ہمارا استدلال تابیر نخل کے واقعہ سے نہیں ہے بلکہ ہمارا استدلال انما انا بشر مثلکم کے جملہ سے ہے کہ میں بشر ہوں غیب نہیں جانتا اول تو یہ لکھنا ہی حماقت ہے کہ ہمارا استدلال تابیر نخل کے واقعہ سے نہیں ہے کیونکہ جملہ مذکورہ بھی اسی واقعہ میں بطور جزو واقعہ کے وارد ہے ثانیاً یہ کہ ملاں جی نے جملہ مذکورہ کا ترجمہ کرنے میں بددیانتی کی ہے کیونکہ غیب نہیں جانتا کے لکیر کشیدہ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں اس جملہ میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا یہ ترجمہ بنے۔ اگر محض کلمہ حصر سے یہ ترجمہ نکالا ہے تو پھر حصر کی وجہ سے جہاں جہاں علم غیب کی نفی ہو گی وہاں نبوت ورسالت بلکہ مشاہدہ وغیرہ کی نفی بھی ہو گی۔ اللازم باطل فلملزوم مثلہ

رہا انما انا بشرٌ مثلکم سے استدلال کہ وہاں اس قصہ سے امور دین اور امور دنیا میں تفریق بتائی گئی ہے ہر حال میں یہ پورا واقعہ اپنے تمام جملوں سمیت نزول قرآن کی تکمیل سے بہر حال قبل کا ہے جو ہرگز ہمارے مدعیٰ کے منافی و خلاف نہیں ہے کما لا یخفیٰ۔

قارئین محترم اس حدیث کی شرح میں جس قدر عبارات اکابرین کی پیش کی گئی ہیں۔ ایک عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ سب میں اسی تابیر نخل کے واقعہ کی تشریح ہے اور وہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا واقعہ ہے لہٰذا ان عبارات کا تعلق بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کے زمانہ سے ہوگا نہ کہ ما بعد سے علاوہ ازیں یہ کہ ان عبارات میں سے بعض میں لم یوح الیّ ہے اور ظاہر ہے لم یوح یا لم ینزل الی ماضی کے صیغے ہیں کیونکہ لم جازم مضارع کو ماضی منفی بناتا ہے۔ اس لیے ان عبارات میں نفی زمانہ ماضی کی ہے نہ حال و استقبال کی اور جب تک نفی تینوں زمانوں میں حصول علم کی نہ ہو اس وقت تک فریق مخالف کا ادعاء باطل ثابت نہیں ہو سکتا ان اجمالی جوابات پر ہم اکتفا کرتے ہیں اور تفصیلی جوابات کو اختصار کے پیش نظر ترک کرتے ہیں۔ العاقل تکفیہ الاشارہ اور بے وقوفوں کے لیے پورا دفتر بھی نا کافی ہے۔ اندیشہ یہ ہے کہ کہیں داڑھی سے مونچھیں لمبی نہ ہو جائیں اور آپ کے اکتا جانے کا بھی خوف دامن گیر ہے۔

؎ تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

اعتراض:

حضور علیہ السلام امور دنیا کو نہ جانتے تھے اور یہ نہ جاننا ہی آپ کا کمال ہے جیسا کہ تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۹ صفحہ ۱۲۱ میں علامہ محمود آلوسی حنفی نے لکھا ہے:

جواب نمبر ۱:

جس حدیث کو بنیاد بنایا جاتا ہے اس قول کی وہ اظہارِ ناراضگی پر محمول ہے یعنی جس طرح ہم کسی کو کوئی بات کہیں اور وہ تعمیل نہ کرے یا کچھ تامل کرے تو ہم ناراض ہو کر کہتے ہیں بھائی تم جانو اور تمہارا کام جانے یا تم زیادہ جانتے ہو۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو فرمایا تم دنیاوی امور میں زیادہ جانتے ہو یہ بھی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا اپنے علم کی نفی مقصود نہ تھی۔ چنانچہ شرح شفاء میں ملا علی قاری معجزات کی بحث میں فرماتے ہیں۔

وخصه الله من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين واستشكل بانه عليه السلام وجد الانصار يلقحون النخل فقال لو تركتموه فتركوه

فلم يخرج شيئا فقال انتم اعلم بامور دنياكم قال الشيخ السنوسی اراد ان يحمل على خرق العادة فی ذالك على باب التوكل واما هناك فلم يحملوا فقال انتم اعرف بدنياكم ولو امتثلوا وتحملوا فی سنة او سنتين لكفوا امر هذه المحنة ۔

اور شرح شفاء جلد دوم صفحہ ۲۳۸ میں فرماتے ہیں:

ولو ثبتوا على كلامه افاقوا فی الفن تقع عنهم كلفة المعالجة ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام دینی اور دنیاوی مصلحتوں پر آگاہ کیا ہے۔ اس پہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے انصار مدینہ کو درختوں کی تلقین کرنے یعنی پیوند لگاتے دیکھا تو فرمایا کہ تم اس کو چھوڑ دو تو اچھا ہے۔ انہوں نے چھوڑ دیا تو کچھ حاصل نہ ہوا تو فرمایا تم اپنے دنیاوی معاملات کو زیادہ جانتے ہو۔ شیخ سنوسی فرماتے ہیں۔ کہ آپ چاہتے تھے کہ ان کو خلاف عادت کام کر کے توکل سکھائیں۔ انہوں نے بات نہ مانی تو فرمایا تم جانوں۔ اگر وہ مان جاتے اور ایک یا دو سال کا نقصان برداشت کر لیتے تو اس محنت اور مشقت سے بچ جاتے۔ پھر فرمایا اگر وہ لوگ حضور کے فرمان پر ثابت رہتے تو اس حق میں فوقیت لے جاتے اور اس محنت سے بچ جاتے۔

فصل الخطاب میں علامہ قصیری سے نقل فرماتے ہیں کہ:

ولا يعزب عن علمه عليه السلام مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماء و ان كان يقول انتم اعلم بامور دنياكم ۔

یعنی حضور علیہ السلام کے علم سے زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی غائب اور مخفی نہیں ہے۔ اگرچہ آپ فرماتے ہیں دنیاوی کام تم جانوں۔

ان تینوں عبارات نے صاف واضح کر دیا ہے کہ آپ دنیاوی امور کو بھی خوب جانتے تھے۔ خاص طور پر اس سوال و جواب نے تو منکرین کا بیڑہ ہی غرق کر دیا ہے۔

اعتراض:

قاضی بیضاوی علامہ عضد الدین اور سید شریف علی جو اہلسنت کے وکیل اور محقق عالم

محدث اور مفسر ہونے کے علاوہ علم کلام کے امام مانے جاتے ہیں اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ تمام مغیبات پر مطلع ہونا نبی کے منصب میں داخل نہیں ہے اور فلاسفہ بھی اس امر میں متفق ہیں جیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۶۶۳ اور جیسا کہ مطالع الانوار للبیضاوی کی صفحہ ۲۰۸ اور تہافۃ الفلاسفہ للغزالی صفحہ ۱۶ میں ہے۔

جواب نمبر ۱:

یہ عبارات بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں کیونکہ ان کا تعلق بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کے زمانے سے ہے تکمیل کے بعد کی نفی نہیں ہوتی کما بینا مراداً

جواب نمبر ۲:

اس قسم کی جتنی عبارات ازالۃ الریب میں نقل کی گئی ہیں ان سب میں جمیع مغیبات پر اطلاع کے منصب نبوت میں داخل ہونے کی اور لازم اور خاصہ ہونے کی اور نبی ہونے کی شرط ہونے کی نفی کی گئی اور ظاہر ہے کہ منصب نبوت میں دخول اور لازم اور خاصہ و شرط ہونے کی نفی حصول علم مذکور کی نفی نہیں ہے۔

ملاں جی خود ازالۃ الریب صفحہ ۱۰۰ پر لکھتے ہیں کہ:

"منصب نبوت میں داخل نہیں ہے اور لوازم نبوۃ سے نہیں ہے"۔

اور قاضی بیضاوی کی جو عبارت صفحہ ۹۸ پر نقل کی ہے اس میں صاف اور صریح لکھا ہے:

ان ارادوا بالاطلاع الاطلاع علی جمیع الغائبات فھو لیس بشرط فی کون الشخص نبیا بالاتفاق

یعنی اگر مراد یہ ہے کہ نبی مطلع ہو تمام مغیبات پر تو یہ کسی کے نزدیک نبی ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔

یہ عبارت بتاتی ہے کہ نفی نبی ہونے کے لیے تمام مغیبات پر مطلع ہونے کی شرط ہونے کی کی گئی ہے۔ جواز و امکان کی نفی نہیں کی گئی۔ نیز ہمارے اکابر میں سے کسی نے نبی ہونے کے لیے اس کو شرط قرار نہیں دیا نبی ہو کر مغیبات کثیرہ پر مطلع ہونا اور بات ہے اور نبی ہونے کے لیے اس کو شرط قرار دینا اور چیز ہے۔ سرفراز صاحب اس قدر جاہل ہیں کہ اس فرق کو نہیں سمجھ سکے اور خواہ مخواہ متعدد عبارات نقل کر کے صفحوں کے صفحے سیاہ کرتے گئے اور کتابوں کو ضخیم بناتے

چلے گئے سے اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔ سچ ہے۔

جواب نمبر ۳:۔

اگر عبارت منقولہ میں جمیع مغیبات سے علوم غیر متناہیہ مراد ہوں تو پھر بھی یہ عبارات ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم علوم متناہیہ کے حصول کے قائل ہیں کما لا یخفیٰ۔

اعتراض۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً حضور علیہ السلام کے پیش نظر لوح محفوظ نہیں رہتی اور نہ ہی یہ ان کا منصب ہے اور نہ لازمہ و خاصہ ہے۔ جیسا کہ تحافۃ الفلاسفہ میں امام غزالی نے فرمایا ہے۔

جواب:

امام غزالی اور دیگر اکابرین امت اس مقام پر ان فلاسفہ کی تردید کرتے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ نبی اور رسول کی نگاہ ہر وقت لوح محفوظ پر رہتی ہے۔ اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو غیب کی جتنی باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ صرف اسی طریقہ سے معلوم ہوتی ہیں (یعنی خدا کی طرف سے بالواسطہ یا بلاواسطہ حاصل نہیں ہوتیں۔) چنانچہ قاضی بیضاوی مطالع الانوار شرح طوالع الانوار صفحہ ۴۰۸ میں فرماتے ہیں:

فذهب الحكماء الى ان النبى من كان مختصًا بثلاث الاولى ان يكون مطلقًا على الغيب بصفاء جوهر نفسه وشدة اتصاله بالمبادى العاليه من غير سابقة كسب وتعليم وتعلم الخ

حکماء اور فلاسفہ کا یہ مذہب ہے کہ نبی تین اوصاف سے مختص ہوتا ہے پہلی یہ ہے کہ وہ اپنے جوہر نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ سے شدت اتصال کی وجہ سے بغیر کسی کسب اور تعلیم تعلم کے علم غیب پر مطلع ہوتا ہے اس عبارت میں صاف طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ یہ فلاسفہ کسب اور تعلیم و تعلم من اللہ کے بغیر غیب پر بایں طور مطلع ہونے کے قائل ہیں کہ لوح محفوظ ہر وقت ان کے سامنے رہتا ہے اور وہ صرف اسی طریقہ سے غیب پر خبردار ہوتے ہیں۔ اس عبارت میں اس حصر کی نفی کی جا رہی ہے اور اکابر بھی حصر ہی کی نفی کرتے ہیں وہ نہ علم غیب کے حصول کی نفی کرتے ہیں نہ مطلع علی الغیب ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ الغرض ان

عبارات میں جس کی نفی ہے وہ ہمارا عقیدہ نہیں اور مدعیٰ نہیں اور جو ہمارا عقیدہ و مدعیٰ ہے اس کی نفی نہیں ہے۔ مفتی احمد یار خاں صاحب نے کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ نبی ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ تمام مغیبات پر مطلع ہو یا یہ کہ لوح محفوظ ہر وقت اس کے پیش نظر رہے بطور شرط اس حصر کی نفی کی دلیل خود سرفراز صاحب کا یہ قول بھی ہے کہ وہ خود ازالہ کے صفحہ ۱۰۰ اپر لکھتے ہیں :

کہ اور حضرات انبیاء کرام علیہم اسلام کو غیب کی جتنی باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ صرف اسی طریقہ سے معلوم ہوتی ہیں (یہ فلاسفہ کا نظریہ بتایا ہے)

ازالہ کی یہ عبارت حصر کی نفی کے لیے واضح اور صریح دلیل ہے معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب بھی حصر کی نفی مانتے ہیں حصول علم غیب یا مطلع علی الغیب ہونے کی نفی ہرگز ان عبارات سے مفہوم نہیں ہوتی ثابت ہو گیا کہ ہمارے مدعیٰ کی نفی نہیں ہوتی یہ سرفراز صاحب کی جہالت ہے کہ وہ ان عبارات کو ہمارے مقابلہ میں نقل کر کے اپنے نامۂ اعمال کو ہی نہیں بلکہ اپنی عاقبت کو بھی سیاہ سے سیاہ تر بنا رہے ہیں نیز یاد رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا حرفتوں اور ضائع سے دور رہنا علم کی نفی نہیں کرتا باوجود جانتے کے بعد بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

اعتراض :

حضور علیہ السلام نے مرض الموت میں جو آخری باجماعت نماز ادا کی تھی وہ امام ابو جعفر طحاوی کے نزدیک جہری تھی اگر جہری نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ ابو بکر نے کہاں تک قراۃ کی ہے چنانچہ طحاوی جلد اول صفحہ ۲۳۶ میں ہے

لان تلك الصلوة كانت صلاة يجهر فيها بام القرآن ولولا ذالك لما علم رسول الله صلى الله عليه وسلم الموضع الذى انتهى اليه ابو بكر من القرأة ولا من خلف ابى بكر -

ثابت ہوا کہ احناف کے وکیل اعظم بھی علم ما کان وما یکون اور علم سرائر کے حصول کے قائل تھے۔

جواب نمبر ۱ :

اوّل تو یہ بات کہ یہ نماز جہری تھی متنازعہ فیہ اور مختلف فیہ ہے بعض نے اس کو سری نماز قرار دیا ہے۔ اس پر کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خود مولوی سرفراز صاحب کا یہ

کہنا کہ امام طحاوی کو اس پر اصرار ہے۔ یہی بتاتا ہے کہ کئی حضرات کا مؤقف امام طحاوی کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں سری ہونے کا احتمال پیدا ہو گیا اور قاعدہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور اس کے قاعدہ کو فقہاء کے علاوہ سرفراز صاحب نے خود بھی اپنی کتاب کے صفحہ میں نقل کیا ہے۔ رہا یہ کہ امام طحاوی کی عبارت سے کم از کم یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ جمیع ماکان و مایکون کے قائل نہ تھے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ نزولِ قرآن کی تکمیل سے متعلق اختلاف ہے کہ حضور علیہ السلام اس کے سات دن بعد یا اکیس دن بعد یا زیادہ دن بعد اس دنیا فانی سے تشریف لے گئے تھے۔ جب تک یہ بحوالہ ثابت نہ کیا جائے کہ یہ نماز تکمیل نزول قرآن سے بعد کی تھی یا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وحی جلی کے انقطاع کے بعد وحی خفی بھی ختم ہو گئی تھی تو اس وقت تک مدعا مذکور ثابت نہیں ہو سکتا۔ سرفراز صاحب کا یہ فرض تھا کہ اعتراض کرنے سے قبل یہ ثابت کرتے کیونکہ اس کو ثابت کیے بغیر ملاں جی کا دعویٰ باطل پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔

جواب نمبر۲:

اس سے علم مطلق تفصیلی محیط کی نفی ہو گی مطلق علم تفصیلی یا علم مطلق اجمالی یا مطلق علم اجمالی کے منافی نہیں ہے

جواب نمبر۳:

جمیع ماکان و مایکون کے علوم کے حصول کا منکر کافر نہیں ہے البتہ صرف اس صورت میں کافر ہوتا ہے جب مغیبات کے مطلق علم تفصیلی عطائی کا مطلقاً انکار کرے۔ کیونکہ اس کا انکار نبوت ہی کا انکار ہے۔

اعتراض:

شاہ عبد العزیز دہلوی عزیزی اور تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مکلف مخلوق کے رسول تھے ان کی زبانوں وغیرہ کو بھی نہ جانتے تھے اور یہ کہ گمراہوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اماموں اور ولیوں کو انبیاء کے برابر جانتے ہیں اور حضرات انبیاء کے لیے لوازم الوہیتہ جیسے علم غیب وغیرہ مانتے ہیں ملخصاً ازالہ صفحہ ۱۰۶ اور صفحہ ۱۰۷۔ لگائیں ان پر بھی

وہ فتویٰ جو مظلوم دیوبندیوں پر محض اس لیے لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک خواب کے پیش نظر حضور علیہ السلام کے اردو زبان سے واقف نہ ہونے کا قول کیا ہے۔

جواب نمبر ۱:

تمام مسمیات کے اسماء تمام زبانوں میں جناب آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائے گئے تھے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں عَلَّمَ آدمَ الاسماءَ الآیہ کے تحت لکھا ہے:

ای علّمہ صفات الاشیاء ونعوتھا وھوالمشھور ان المراد اسماء کل شیء من خلق من اجناس المحدثات من جمیع اللغات المختلفۃ التی یتکلم بھا ولد آدم الیوم من العربیۃ والفارسیۃ والرومیۃ وغیرھا۔

یعنی آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور حالات سکھائے اور یہ بھی مشہور ہے کہ ہر حادث مخلوق کی جنس کے تمام نام جو مختلف زبانوں میں ہوئے تھے وہ مراد ہیں جن کو اولاد آدم آج تک بول رہی ہے۔ عربی فارسی رومی وغیرہ۔

تفسیر ابوالسعود میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

وقیل اسماء ما کان وما یکون وقیل اسماء خلقہ من المعقولات والمحسوسات والمتخیلات والموھومات والھمۃ معرفۃ ذوات الاشیاء واسماءھا وخواصھا ومعارفھا اصول العلم وقوانین الصفات وتفاصیل آلاتھا وکیفیۃ استعمالاتھا۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو گزری ہوئی اور آنے والی چیزوں کے نام بتادیے عقلی خیالی وہمی چیزیں بھی بتادیں اور ان چیزوں کی ذات ان کے نام ان کے خاصے ان کی پہچان علم کے قوائد ہنر اور کاریگری کے قوانین ہنر وکاریگری کے اوزاروں کی تفصیل اور ان کے استعمال کے طریقے کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا تھا

یہ دو عبارتیں حضرت آدم علیہ السلام کے لیے علم کلی اور تمام زبانوں کا علم ثابت کرتی

ہیں جب تمام زبانوں کا علم آدم علیہ السلام کو حاصل ہے تو حضور علیہ السلام کو بدرجہ اولیٰ حاصل ہو گا۔

جواب نمبر ۲:

آپ بھی ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۴۸ پر حضور علیہ السلام کے لیے علوم جزئیہ وکلیہ کا حصول تسلیم کر چکے ہیں یہ عبارات آپ کے بھی خلاف ہیں فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ رہی یہ بات کہ دیوبندیوں کو محض اس بنا پر کافر کہا گیا ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے لیے اردو زبان کا علم نہیں مانتے تو یہ سراسر جھوٹ ہے میرے خیال میں کسی سُنّی بریلوی نے اس بناء پر اکابر دیوبند کی تکفیر نہیں کی البتہ اس کو قابل اعتراض ضرور قرار دیا ہے اور چونکہ خواب کے واقعہ کو بنیاد بنا کر دیوبند مدرسہ کی فضیلت ثابت کی گئی ہے جہاں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ علماء دیوبند حضور علیہ السلام کو اپنا فیض یافتہ بتاتے ہیں اور آپ کی فضیلت کے مقابلہ میں مدرسہ کی فضیلت کو ترجیح دیتے ہیں یہ ضرور قابل اعتراض ہے اور اہل سنت کے لیے ناقابل برداشت ہے کیونکہ توہین رسالت کا ایک پہلو نکل سکتا ہے اس کے علاوہ یہ کہ شاہ صاحب نے عطائی علم غیب کو لوازم الوہیہ میں شمار نہیں کیا بلکہ ان کی عبارت سے مراد یہ ہے کہ ذاتی علم غیب ذاتی طور پر مشکل کشا وغیرہ ماننا لوازم الوہیتہ سے ہے اور یہ ہمارے ہرگز خلاف نہیں ہے۔ ورنہ اشرف علی تھانوی اور شبیر احمد عثمانی اور دیگر اکابرین دیوبند بھی کافر ومشرک قرار پائیں گے کیونکہ وہ عطائی طور پر تسلیم کرتے ہیں بلکہ علوم غیبیہ جزئیہ کو وہ کمالات نبوت سے شمار کرتے ہیں جیسا کہ مفصل طور پر بیان گزر چکا ہے عطائی علم غیب عطائی قدرت روحانیہ اور قدسیہ سے حاضر وناظر اور مختار کل باذن اللہ ہونا لوازم الوہیتہ نہیں جو لوازم الوہیہ ہیں وہ ہم انبیاء واولیاء کے لیے نہیں مانتے اور جو ہم مانتے ہیں۔ وہ الوہیتہ کے لوازم سے نہیں ہے۔ ملاں جی کو مشرک کا ایسا چسکا پڑھ گیا ہے کہ ہر بات میں شرک ہی نظر آتا ہے۔

اعتراض:

ملا علی قاری کے نزدیک حضور علیہ السلام کو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم نہ تھا بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ اس پاکدامنی کا علم ماننا غالی گمراہوں کا عقیدہ ہے جس کی دلیل موضوعات کبیر صفحہ ۱۳۰ کی یہ عبارت ہے کہ:

ولما جری بام المؤمنین عائشۃ ما جری ومارماھا اھل الافک لم یکن یعلم حقیقۃ الامر حتی جاءہ الوحی من اللہ تعالیٰ ابرائتہا وعند ھؤلاء الغلاۃ انہ علیہ السلام کان یعلم الحال الخ

یعنی جناب عائشہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور بہتان تراشی کرنے والوں نے آپ کو بدنام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حقیقت کا علم نہ تھا تاآنکہ خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور آپ کی برأت ظاہر کی گئی مگر غالیوں کا خیال ہے کہ آپ حقیقت حال کو جانتے تھے۔

یہی حال فرقہ بریلویہ کا ہے کہ وہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور حقیقت حال کا علم حضور علیہ السلام کے لیے مانتے ہیں۔

جواب نمبر ۱:

یہ عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ واقعہ افک بہر حال نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے بعد کا نہیں۔

جواب نمبر ۲:

اس عبارت میں زمانہ ماضی میں حصول علم کی نفی ہے کیونکہ لم یکن میں مضارع پر لم داخل ہے جو مضارع کو ماضی منفی بناتا ہے تو نفی حال واستقبال کی نہیں ہے بلکہ غالی فرقہ کا نظریہ لکھا ہے وہ ہمیشہ سے علم کا قائل ہے کیونکہ کان یعلم ماضی استمراری ہے جو دوام واستمرار فی الماضی پر دلالت کرتا ہے اور کوئی سُنی حنفی بریلوی حصول علم فی الماضی علی الدوام کا قائل نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳:

اس عبارت میں خدا کے دیئے بغیر جاننے کی نفی ہے یعنی ذاتی کی نفی ہے عطائی کی نہیں بلکہ عطائی کا اثبات اسی عبارت میں موجود ہے جس کی دلیل حتی جاء الوحی کا جملہ ہے۔

اگر اس کا علم حضور علیہ السلام کے لیے جاننا غالی ہونے کی علامت یا نشانی ہے تو پھر ذرا سرفراز صاحب یہ بتائیں کہ جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ جو شمائم امدادیہ صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں:

کہ اہل حق کو ادراک غیبیات کا ہونا ہے داور حضور علیہ السلام کو بھی تھا لوگ انبیاء کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو عائشہ صدیقہ کے معاملات کو خبر نہ تھی یہ غلط ہے حضور علیہ السلام کو علم تھا تو خبر نہ تھی توجہ ضروری ہے۔ لگا دُ موئی شرک کا حاجی صاحب پر۔

اعتراض:

بخاری کی شرح علامہ قسطلانی ارشاد الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۶ میں فرماتے ہیں: کہ امام داؤدی حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب کے حصول کے قائل نہ تھے بلکہ ابن صلیت منافق علم غیب کا قائل تھا اب بریلوی بتائیں وہ کون ہیں؟

جواب:

علامہ قسطلانی کی عبارت کا ایک لفظ بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ یہ سرفراز صاحب کی جہالت ہے کہ وہ اس عبارت کو ہمارے خلاف سمجھے بیٹھے ہیں۔

امام داؤدی نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم غیب کی نفی نہیں کی بلکہ خود بخود جاننے کی نفی کی ہے۔ جس کی دلیل یہ جملہ ہے الا ما علمہ اللہ مگر وہی غیب آپ نے جانا ہے جو آپ کو خدا نے بتایا ہے۔ اس عبارت میں علم غیب باعلام اللہ کے حصول کا اقرار کیا گیا ہے انکار نہیں اور علامہ قسطلانی کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ آپ خود بخود نہ جانتے تھے بلکہ خدا کی تعلیم سے جانتے تھے ملاں جی بتائیے اس عبارت میں کون سی بات ہمارے خلاف ہے۔ ذاتی اور خود بخود جاننے کی نفی ہے وہ ہم بھی منفی مانتے ہیں عطائی کا اثبات کر دیا ہے جو ہمارا مدعیٰ ہے۔ اس عبارت کو نقل کر کے آپ کو کیا فائدہ ہوا۔

مزید یہ کہ اس عبارت میں بھی علامہ صاحب نے اس بات کی نفی کی ہے کہ نبوت کی صحت اس بات کو مستلزم ہے کہ نبی تمام مغیبات پر مطلع ہو یعنی نبی ہونے کے لیے تمام مغیبات پر مطلع ہونا شرط ہے اس امر کی تردید فرمائی ہے اور یہی چیز تہافۃ الفلاسفہ میں امام غزالی نے بیان کی تھی جس کا ذکر ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ فلاسفہ کا عقیدہ تھا اور اہلسنت و جماعت بریلوی ہرگز اس کے قائل نہیں ہیں الغرض اس عبارت میں جس کی نفی ہے وہ ہمارا عقیدہ و مدعیٰ نہیں اور جو مدعیٰ ہے اس کی نفی نہیں ہے۔ رہا یہ کہنا کہ علم غیب کا عقیدہ نبی کے لیے ابن

صلیت منافق کا تھا کسی راسخ الایمان کا نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرح بخاری کی عبارت میں یہ الفاظ ہیں:

فقال ابن الصلیت یزعم محمد انہ نبی و یخبرکم عن خبر السماء وھولا یدری این ناقتہ۔

ترجمہ:۔ ابن صلیت (منافق) نے کہا کہ محمد گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور وہ تم کو آسمان کی خبریں دیتا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔

قارئین کرام اس عبارت پر خوب غور کریں کہ یہ منافق علم غیب کا اقرار کرتا ہے یا انکار وہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ محمد گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور غیب کی خبریں دیتا ہے۔

سرفراز صاحب نے خود اس عبارت کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"کہ تو ابن صلیت (بروزن عظیم) منافق) نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور تمہیں آسمان کی خبریں بتاتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے"۔

یہ عبارت سرفراز صاحب کا اپنا ترجمہ ہے جو عربی عبارت کا کیا ہے اس عبارت سے تو بالکل صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ابن صلیت منافق نے حضور علیہ السلام کے نبی ہونے اور غیب دان ہونے کا انکار کیا ہے۔ سرفراز صاحب بتائیں کہ وھولا یدری این ناقتہ کس کا مقولہ ہے۔ ابن صلیت کا ہے یا قسطلانی یا داؤدی کا اس کے علاوہ اگر عبارت یوں ہوتی کہ: یزعم ابن صلیت انہ نبی و یخبرکم عن خبر السماء تب تو آپ کا مقصد ثابت ہوتا مگر عبارت یوں نہیں بلکہ یوں ہے:۔

فقال ابن صلیت یزعم محمد انہ نبی الخ

اس سے بڑھ کر بددیانتی اور تحریف معنوی اور کیا ہو سکتی ہے۔

کیوں دیوبندیو تمہارے شیخ الحدیث ایسے بددیانت اور ایسے محرف ہی ہوتے ہیں یہ بغض رسول نہیں تو کیا محبت رسول ہے واقعی اور حقیقۃً آپ اس دور میں رئیس المحرفین کے لقب ہی کے لائق ہیں مبارکباد ایں لقب تمارا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ علم غیب کا منکر منافق تھا نہ کہ مومن۔ سرفراز صاحب کی تکذیب تغلیط کے لیے اس کی اپنی نقل کردہ عبارت ہی کافی و شافی ہے۔ مزید عبارات نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

کس قدر حماقت اور جہالت ہے کہ سرفراز صاحب فرماتے ہیں ابن صلیت منافق کا عقیدہ تھا کہ حضور علیہ السلام کو کل غیب ہونا چاہیئے یہ بات لکھ کر ملاں جی نے اپنی جہالت کو چار چاند لگا دیئے ہیں کیونکہ منافق وہ ہے جو دل سے نبی اور رسول کی تصدیق نہیں کرتا اور جو دل سے نبی اور رسول مانتا ہی نہیں وہ اس کے حق میں کل غیب یا بعض غیب کے حصول کا قائل کیونکر ہو سکتا ہے۔ علوم غیبیہ ماننا فرع ہے اور نبی یا رسول ماننا اصل ہے جو اصل کا انکار کرتا ہے وہ فرع کا اقرار کیسے کرے گا۔ اتنی معمولی اور واضح سی بات بھی سرفراز صاحب کو سمجھ نہ آئی تو پھر معلوم نہیں شیخ الحدیث اور صاحب تصانیف کثیرہ کیونکر بن گئے۔ مگر جو شخص سوچے سمجھے بغیر لکھنے بیٹھ جائے اس کے لیے صاحب تصانیف کثیرہ بن جانا کوئی مشکل نہیں ہے۔

قارئین کرام ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۱۱ پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۹۲ کی فارسی عبارت نقل کر کے سرفراز صاحب کا استدلال کرنا بھی مبنی بر حماقت ہے کیونکہ یہ واقعہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے جو ہمارے دعویٰ اور عقیدہ کے خلاف نہیں ہے جو مدعی ہے کہ یہ واقعہ مابعد کا ہے۔ تو اس کے ذمہ ہے ثبوت من ادعی فعلیہ البیان البتہ یہ عبارت خود دیوبندیوں کے خلاف ہے کیونکہ اس عبارت میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ:

منافق گفتند کہ محمد می گوید کہ خبر آسمان رسانم و نمی داند کہ ناقہ او کجا است۔

منافقوں نے کہا کہ محمد کہتا ہے کہ میں آسمان کی خبر دیتا ہوں حالانکہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔

یہ عبارت واضح اور صریح ہے اس مفہوم میں کہ حضور علیہ السلام کے علم غیب کا انکار منافقوں نے کیا تھا نہ کہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان یا صحابی نے صفحہ ۱۱۲ پر فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۰۸ کی جو عبارت

سرفراز صاحب نے نقل کی ہے وہ بھی ہمارے ہرگز خلاف نہیں کیونکہ اس میں بھی نفی اس بات کی گئی ہے کہ نبوت کی صحت تمام مغیبات پر نبی کے بیے مطلع ہونے کو مستلزم ہے جس کی ہم بار بار تردید کر چکے ہیں۔ ماقبل کے صفحات میں منافق ابن صلیت کا واقعہ آپ خواہ موضوعات کبیر سے نقل کریں یا فتح الباری اور ابن ہشام اور ارشاد الساری سے کہیں وہ بحمد اللہ تعالیٰ ہرگز ہمارے خلاف نہیں بلکہ وہ آپ کے خلاف ہے جیسا کہ مفصل طور پر بیان ہو چکا ہے۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

مزید یہ کہ اشعۃ اللمعات کی منقولہ عبارت میں یعنی ہے دانانیدن حق سبحانہ وتعالیٰ۔ یعنی بیں خدا کے بتائے بغیر دیوار کے پیچھے کی چیز کو بھی نہیں جانتا اس عبارت میں واضح طور پر بتایا ہے کہ خود بخود (یعنی ذاتی طور پر کچھ نہیں جانتا۔ بالفرض اگر اس کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس میں ذاتی کی نفی ہے۔ اعتراض من بشرم نمی دانم کہ در پس دیوار چیست والی روایت کو شیخ صاحب نے معرض استدلال میں پیش کیا اور اس پر کلام نہیں کیا رہا یہ کہ اس حدیث کا کوئی ثبوت بھی ہے یا نہیں اور یہ کہ شیخ صاحب نے مدارج النبوۃ میں لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں) لکھ کر کیا فرمایا تو اس کا جواب صرف علماء دیوبند پر ہی ضروری نہیں بلکہ جو جواب اہل بدعت شیخ صاحب کی ان دونوں عبارتوں کی تطبیق کے لیے پیش کریں گے ہماری طرف سے بھی وہی جواب تصور کر لیں بعض محدثین نے ما اعلم خلف جداری کی حدیث کو اس لیے لا اصل لہ کہا ہے کہ اس کی سند نہیں ہے۔ ازالۃ الریب صفحہ ۱۱۱۔

جواب:

اس عبارت میں مولوی سرفراز صاحب نے چند باتیں تسلیم کر لی ہیں۔

۱۔ یہ کہ بعض محدثین نے ما اعلم خلف جداری کی حدیث کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۲۔ شیخ صاحب نے مدارج النبوت میں لا اصل لہ (اس کے بارے میں) فرمایا ہے۔

۳۔ یہ کہ اس روایت کی کوئی سند نہیں ہے۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب کچھ ایسے مخبوط الحواس ہو چکے ہیں کہ خود دلیل میں جس روایت

کو پیش کرتے ہیں اس کے متعلق خود ہی جرح بھی نقل کرتے ہیں۔ اصول تو یہ ہے کہ جس روایت کو استدلال میں پیش کیا جائے اس کی تعدیل اور توثیق نقل کی جائے مگر مولوی صاحب کا کمال یہ ہے کہ وہ خود ہی جرح کرتے ہیں اور خود ہی فرماتے ہیں کہ اس کی سند نہیں ہے۔ مولوی جی جس کی اصل کوئی نہیں جس کی سند کوئی نہیں آپ نے اس کو نقل کر کے کیا اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا نہیں مارا ہے یقیناً مارا ہے۔ شاید یہ تاثر دیا ہے کہ دونوں روایات جدا جدا ہیں ہرگز نہیں۔ اگر فرق ہوتا تو آپ ضرور صاف الفاظ میں لکھتے پھر اگر آپ کے نزدیک اشعۃ اللمعات کی روایت (جس کو آپ بطور دلیل پیش کرتے ہیں) سند کے لحاظ سے صحیح ہے تو آپ نے اس کی سند کے راوی نقل کر کے ان کی توثیق کیوں نہیں کی آپ کا اس سے گریز کرنا ہی دلیل ہے کہ آپ اس کی سند لانے سے قاصر رہے ہیں اگر آپ میں جرأت و ہمت ہے تو اس کی پوری سند لکھ کر ہر راوی کی توثیق پیش کریں مگر یہ قیامت تک آپ سے ممکن نہیں ہے رہا یہ کہنا کہ ان کے مابین تطبیق کے لیے جو جواب تم دوگے وہی ہماری طرف سے تصور کر لیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک تو بات بالکل صاف ہے کہ جس روایت کو شیخ صاحب نے اشعۃ اللمعات میں نقل کیا ہے اسی کے متعلق مدارج النبوت میں فرما دیا ہے کہ اس کی اصل نہیں ہے۔

رہا معرض استدلال میں لانا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تحقیق کے بعد جب سند ہی کا انکار کر دیا ہے تو ایسے سند ویسے اصل روایت سے پیش کردہ استدلال خود بخود غلط ہو گیا۔

اعتراض:

خاں صاحب بتائیں کہ یہ منافق جزی غیب کا منکر تھا یا کلی کا ازالۃ الریب صفحہ ۱۱۲۔

جواب:

ملاں جی یہ منافق آپ کی طرح سرے سے علم غیب کا منکر تھا نہ جزی ماننا تھا نہ کلی کیونکہ نبی کے لیے علم غیب جزی یا کلی ماننا فرع ہے اور نبی ماننا اصل ہے منافق اصل ہی کا منکر ہے فرع کا اقرار کیونکر اس سے ہو سکتا ہے یہ آپ کی حماقت ہے کہ منافق کو آپ نے علم غیب کا قائل مان لیا ہے۔ قارئین کرام آپ نے دیکھ لیا ہے کہ اس ناچیز نے بفضلہ تعالیٰ وبعونہ۔ دیابنہ کے شیخ الحدیث کے پیش کردہ دلائل کے مسکت اور دندان شکن جوابات عرض کر دیے ہیں۔

اور اس باب میں انہوں نے جن آیات و احادیث اور اکابرین امت کے حوالہ جات اور غیر متعلقہ عبارات نقل کی تھیں ثابت کر دیا ہے کہ کوئی ایک آیت یا حدیث یا عبارت ہمارے دعویٰ اور عقیدہ کے خلاف نہیں ہے اور واضح کر دیا ہے کہ پیش کردہ آیت اور درحدیثیں نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہیں اور وہ ہمارے لیے ہرگز مضر نہیں ہیں مزید یہ کہ پیش کردہ عبارات میں سے بعض میں درحقیقت علم غیب کے حصول کی نفی نہیں بلکہ صحت نبوت کے لیے جمیع مغیبات پر مطلع ہونے کی شرط ہونے کی نفی ہے جو ہمارے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ خود سرفراز صاحب کی اپنی ازالۃ الریب کی عبارت سے ان کا اپنا اقرار علم غیب کلی کے حصول کا پیش کر دیا گیا ہے۔

مختار کل ہونا حاضر و ناظر ہونا خود اکابر دیوبند کی اجماعی و اتفاقی کتاب سے ثابت کیا گیا ہے بلکہ خود ان کی اپنی نقل کردہ عبارات سے ثابت کر دیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے لیے منافقین کا گروہ علم غیب کا حصول نہیں مانتا تھا وہ اس کے قائل نہ تھے۔

دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

باب چہارم

قارئین کرام اس باب میں مولوی سرفراز صاحب نے سب سے پہلے تو ذاتی اور عطائی کی تقسیم کے ابطال وتغلیط کی ناکام کوشش کی ہے اور اس پر سات عدد اعتراضات وارد کیے ہیں اور اس کے بعد اہلسنت وجماعت کے خلاف قرآن کریم سے دو آیتیں اور مستدرک کی ایک روایت اور مفسرین کے چند اقوال اور ان آیات کے متعلق اہلسنت وجماعت کی طرف سے دیے گئے جوابات پر اعتراضات پیش کیے ہیں حسب دستور سابق یہ بندہ ناچیز اولاً تو ذاتی اور عطائی کی تقسیم پر وارد کردہ اعتراضات سبعہ کے جوابات عرض کرے گا اور ثانیاً ان پر پیش کردہ دلائل مذمومہ کے جوابات عرض کرے گا ان شاء اللہ العزیز۔

اعتراض نمبر ۱:

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا وجود مبارک ذاتی تھا اگر ذاتی نہ تھا۔ بلکہ عطائی تھا تو آپ نے علم غیب کی طرح اپنے وجود مبارک کا کیوں انکار نہ فرمایا یہ کیوں نہ فرمایا لست بموجود یعنی میں موجود نہیں ہوں۔ صفحہ ۱۱۵۔

جواب نمبر ۱:

چونکہ کسی ایک وصف کا عطائی ہونا دوسری وصف کے ذاتی ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ ان دونوں کے درمیان کوئی ملازمہ یا لزوم نہیں ہے تاکہ ہر جگہ عطائی کی صورت میں ذاتی کی نفی ضرور کی جائے البتہ جہاں نفی کی ضرورت ہو وہاں کرنا منع بھی نہیں ہے۔

سرفراز صاحب کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذکورہ بالا امرین میں تلازم سمجھے بیٹھے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو یہ ان کی حماقت بھی ہے محض جہالت ہی نہیں۔

جواب نمبر ۲:

علم غیب کے بارے میں آیات اثبات ونفی میں تعارض تھا اس کو دور کرنے کے لیے ضرورت

پڑی اس طرح تطبیق دینے کی تو آیات واحادیث اثبات کو عطائی پر اور آیات واحادیث کو نفی کو ذاتی واستقلالی پر محمول کیا گیا اور یہ تطبیق صرف بریلوی ہی نہیں دیتے۔ بلکہ جلیل القدر مفسرین کرام ومحدثین عظام وفقہاء کرام نے بھی دی ہے۔ جس پر دس تفاسیر کے حوالہ جات پہلے نقل کیے جا چکے ہیں بلکہ سرفراز صاحب نے خود بھی ازالۃ الریب صفحہ ۱۱۶ پر یہ تسلیم کر لیا ہے کہ واقعی بعض اکابر نے اس طرح ان آیات نفی واثبات میں تطبیق دی ہے اور یہ تقسیم فرمائی ہے۔ عبارت ان کی یہ ہے بعض اکابر کی عبارات میں ذاتی اور عطائی وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں الخ صفحہ ۱۱۶

بتائیے سرفراز صاحب کیا حضور علیہ السلام کے وجود مبارک کے بارے میں بھی آیات نفی واثبات قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں تا کہ ان میں تعارض کو اٹھانے کے لیے آیات مثبتہ وجود کو عطائی پر محمول کیا جائے اور آیات نافیہ وجود کو ذاتی پر محمول فرما کر آپ علیہ السلام لست بموجود کہنے کی ضرورت محسوس فرماتے کیا جاہلانہ اعتراض کر دیا آپ نے مولوی جی یہ اعتراض کر کے اپنی جہالت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

جواب نمبر۳:

اگر ذاتی اور عطائی کی تقسیم یا تطبیق پر آپ کا اعتراض درست ہے تو پھر اس کا جواب آپ کی بھی ذمہ داری ہے کیونکہ جن اکابر کے متعلق آپ نے تسلیم کیا ہے کہ وہ یہ تطبیق دیتے ہیں وہ صرف ہمارے ہی اکابر نہیں آپ بھی ان کو اکابر تسلیم کر چکے ہیں۔

مزید یہ کہ آپ کے اکابر دیوبندی علماء نے بعض علوم غیبیہ کا حصول جو مانا ہے وہ بھی تو آخر عطائی ہی مانتے ہیں نہ کہ ذاتی بلکہ آپ نے خود ازالۃ الریب کے صفحہ ۴۸ پر حضور علیہ السلام کے لیے علم کلی کا واضح اور صریح الفاظ میں اقرار کیا ہے بتائیں وہ کلی علم عطائی مانا ہے یا ذاتی شق ثانی یقیناً باطل ہے تو شق اول ہی متعین رہی اس لیے آپ اپنے اعتراضات کی ذمہ داری سے ہرگز بری الذمہ نہیں ہو سکتے بلکہ تنقید متین ۱۶۲ میں آپ نے بعض علوم غیبیہ کا عطا ہونا حقیقی مسئلہ کے طور پر تسلیم کیا ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اعتراض نمبر ۲:

اور یہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت ذاتی تھی یا خدا کی طرف سے عطا ہوئی تھی اگر ذاتی نہ تھی اور یقیناً نہ تھی تو آپ نے اپنی نبوت اور رسالت کا انکار کیوں نہ کر دیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ازالۃ الریب صفحہ ۱۱۵۔

جواب:

اس اعتراض کا جواب وہی ہے جو پہلے اعتراض کا دیا گیا ہے۔

اعتراض نمبر ۳:

اور کیا قرآن کریم آپ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خدا تعالیٰ کا عطیہ تھا اگر ذاتی طور پر حاصل نہ ہوا تھا اور حقیقت بھی یہی ہے تو آپ نے علم قرآن کی نفی کیوں نہ کی اور یہ کیوں نہ فرمایا کہ مجھے قرآن کریم نہیں ملا۔ معاذ اللہ۔ ازالۃ الریب صفحہ ۱۱۵۔

جواب:

اس اعتراض کا جواب بھی بعینہ وہی ہے جو اوپر والے دونوں سوالوں کا دیا گیا ہے البتہ ایک بات کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اس اعتراض میں یہ بھی کہا ہے کہ آپ کو قرآن کریم ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خدا کا عطیہ تھا اس عبارت میں مولوی صاحب سے ایک تسامح ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ شق اول اور شق ثانی کو باہم منافی ہونا چاہیئے تھا مگر یہاں ان دونوں کے مابین کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ذاتی طور پر حاصل ہونا خدا کے عطیہ ہونے کے منافی نہیں اور اس کے عکس کی صورت بھی منافات نہیں ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ خدا کا عطیہ بھی ہو اور ذاتی طور پر حاصل شدہ بھی ہو مثلاً نماز کہ یہ خدا کا عطیہ بھی ہے اور حضور علیہ السلام کو خدا کی طرف سے ذاتی طور پر حاصل بھی ہوئی ہے (ذاتی طور پر حاصل ہونے کا مطلب ہے بلا واسطہ حاصل ہونا) اس تسامح اور غلطی کا منشا یہ ہے ذاتی کے ساتھ حاصل ہونے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ کسی سے حاصل ہونا عطیہ ہونے کے منافی نہیں ہوتا۔ مگر سرفراز صاحب کا مقصد یہ نہ تھا مقصد تو صرف یہ تھا کہ ذاتی اور عطائی ہونا ایک دوسرے کے منافی ہیں اور متضاد ہیں کہنا تو صرف یہ چاہیئے تھا کہ قرآن کریم والا ہونا آپ کے لیے ذاتی تھا یا عطائی مگر سرفراز صاحب مافی الضمیر کے اظہار میں

بھٹک گئے ہیں مگر دعویٰ پھر بھی شیخ الحدیث ہونے کا ہے جو حاصل ہوا ہو وہ ذاتی صرف اس معنیٰ میں کہلا سکتا ہے جس کا اوپر ہم نے ذکر کیا ہے یعنی بلا واسطہ ملنا اور اگر ذاتی کا معنیٰ وہ لیا جائے جو اصطلاحی ہے کہ جو مقتضائے ذات ہو تو پھر اس کے ساتھ حاصل ہونے کا تذکرہ جہالت کی دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ۴:

اور کیا آپ کو احادیث اور احکام شریعت کا علم ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا اگر نہیں اور اور یقیناً نہیں تو آپ نے اس کی نفی کیوں نہ کی وجہ فرق بین ہونی چاہیئے۔

جواب:

اس اعتراض کا جواب بھی بعینہٖ وہی ہے جو اوپر تینوں کا دیا گیا ہے اور وہی تسامح یا جہالت اس اعتراض سے ٹپک رہی ہے۔ جو اعتراض نمبر ۳ سے ٹپک چکی ہے۔ یعنی ذاتی کے ساتھ حاصل ہونے کا ذکر۔

مزید یہ کہ بعض صفات خصوصاً علم اور قدرت ایسی ہیں جو ذات باری تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان اشتراک لفظی کے لحاظ سے مشترک ہیں اشتراک کی وجہ سے یہ اشتباہ ممکن تھا کہ شاید حضور علیہ السلام بھی العیاذ باللہ تعالیٰ خدا تو نہیں ہیں۔ اس لیے اس اشتباہ کے دفعیہ کے لیے آپ نے فرمایا میں نہ تو غیب جانتا ہوں (ذاتی طور پر) اور نہ ہی (ذاتی) قدرت رکھتا ہوں۔ بخلاف احکام شریعت اور نبوت و رسالت وغیرہ کے کیونکہ یہ اوصاف باری تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کے درمیان مشترک نہیں ہیں اس لیے یہاں نہ کوئی اشتباہ تھا اور نہ ہی اس کے ازالہ کے لیے ذاتی علم شریعت کی طرح ذاتی نبوت ذاتی رسالت کی نفی کی ضرورت تھی چونکہ علم ذاتی اور قدرت ذاتیہ ہی مناط الوہیت ہیں نہ کوئی اور صفت اس لیے آپ کی ذات سے خصوصاً علم ذاتی اور قدرت ذاتیہ کی نفی کی وجہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ امام رازی تفسیر کبیر کے ایک مقام پر فرماتے ہیں ان المراد منه ان یظهر الرسول من نفسه التواضع للہ والخشوع له لعبودیته حتی لا یعتقد فیه مثل اعتقاد النصاری فی المسیح علیه السلام۔ یعنی حضور اپنی طرف سے باری تعالیٰ کے لیے تواضع و خشوع کا اظہار کریں تاکہ آپ

کے حق میں الوہیت کا عقیدہ نہ بنا لیا جائے جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بنا یا تھا۔

دوسری جگہ امام موصوف فرماتے ہیں:

وهذان الوصفان هما اللذان بهما تثبت الربوبية والالوهية والجلالة والعزة

یعنی علم و قدرت ہی دو اوصاف ہیں جن سے الوہیت اور ربوبیت ثابت ہوتی ہے۔

امام موصوف تیسری جگہ فرماتے ہیں:

ان المراد من قوله لا اقول لكم عندی خزائن الله معناه وانی لا ادعی کونی موصوفا بالقدرة الا القة بالله تعالیٰ و قوله ولا اعلم الغيب ای ولا ادعی کونی موصوفا بعلم الله تعالیٰ و مجموعها هذين الكلامين فصل لا یدعی الالوهية۔ تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۴۸

خلاصہ یہ کہ میں نہ ذاتی قدرت کا دعویٰ کرتا ہوں نہ ذاتی علم کا یعنی میں الوہیت کا دعویدار نہیں ہوں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

لا فائدة فی الاخبار بانی لا اعلم الغيب وانما الفائدة فی الاخبار بانی لا اقول ذلك ليكون نفيا لادعاء الامرين الذين هما من خواص الالوهية ليكون المعنى انی لا ادعی الالوهية

روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۱۴۳۔

ان عبارات سے ہمارے مدعا پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ اور سرفراز صاحب کے انداز فکر اور عقیدہ باطلہ عاطلہ کی بیخ کنی خوب ہو رہی ہے۔ مگر سرفراز صاحب اب بھی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہ آئیں تو پھر یہ اُن کی شومئی قسمت ہے ہمارا کیا قصور۔ اور وجہ فرق بیّن طور پر بیان کر دی گئی ہے۔

اعتراض نمبر ۵:

اور کیا جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہو سکتا ہے جب اس کا احتمال ہی نہیں تو ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار ہوا کیونکہ علم ذاتی باجماع مسلمین اور باتفاق فریقین ایک ذرہ کا بھی کسی کو نہیں ہو سکتا تو پھر اس کا درمیان میں لانا کیونکر صحیح

ہو سکتا ہے۔

جواب:

اس اعتراض کے پانچ عدد جوابات بندہ نے سرفراز صاحب کے سخنہائے گفتنی کے جواب کے ضمن میں دے چکا ہے مفصل طور پر عرض ہے۔ قارئین کرام سے کہ وہ ابتدائی صفحات میں ان پانچ جوابات کو ضرور مطالعہ فرمائیں اللہ کے فضل و کرم سے نہایت ہی دندان شکن اور مسکن جوابات عرض کر دیئے گئے ہیں ان کا یہاں اعادہ کرنا طوالت کتاب کا باعث بن سکتا ہے۔ جس سے ہم حتی الامکان احتراز کرنا چاہتے ہیں۔ البتہ یہاں سرفراز صاحب نے اعتراض کی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے جو احتمال ناشی عن دلیل ہو نفی صرف اسی کی کی جا سکتی ہے اور جو احتمال ناشی عن دلیل نہ ہو اس کی نفی کرنا صحیح نہیں ہے۔ تو قارئین کرام اب ذرا سرفراز صاحب سے یہ تو دریافت کریں کہ کیا شریک باری اولاد باری زوجہ باری ہلاکت باری فنائے باری وغیرہ امور جن کی نفی قرآن میں کی گئی ہے۔ کیا یہ سب احتمالات آپ کے نزدیک ناشی عن دلیل ہیں۔ اس لیے ان کی نفی فرمائی گئی ہے یا باوجود اس کے کہ یہ احتمالات غیر ممکن اور محال و ممتنع اور غیر ناشی عن دلیل ہیں پھر بھی ان کی نفی کی گئی ہے۔ سرفراز صاحب فرما دیجئے کہ خداوند تعالیٰ سے لغزش ہو گئی ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ اور آپ کے اکابر امکان کذب کے قائل ہیں تو لغزش تو پھر آپ کے نزدیک معمولی بات ہے۔

بیاسیتی شیخ الہند جہد المقل صفحہ ۴۱ جلد ۲ پر لکھتے ہیں کہ بالجملہ قبائح کا صدور خلق بالذات کہنا بجا اور مذہب اہلسنت ہے۔

کہ غیر اللہ کا الٰہ ہونا ممکن تھا اس لیے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا اور لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ فرمایا گیا ہے۔

اور کیا آپ یہ بتائیں گے جب لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ میں لفظ آلہۃ جمع ہے۔ نفی دو سے زائد خداؤں کی ہو گی دو کی نہ ہو گی تو پھر یہ آیت مقید توحید اور دلیل توحید کیونکر بنے گی اور کیا یہ بھی بتائیں گے کہ یہاں آیت کریمہ میں آخر آلہۃ کو جمع لانے میں حکمت کیا کیا مضمر ہے۔

اعتراض نمبر ۶:

اور اگر ایک شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الٰہ اور خالق مانتا ہوں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی طور پر الٰہ اور خالق مانتا ہوں تو کیا وہ مسلمان رہے گا تو کس دلیل سے اور اگر وہ مسلمان نہیں تو فرمائیے کہ اس بے چارے نے خدا تعالیٰ کا ذاتی خاصہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو تسلیم نہیں کیا پھر وہ کافر کیسے ہوا۔

جواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب بھی ابتدائی صفحات میں دیا جا چکا ہے گذشتہ صفحات کی طرف مراجعت فرمائیں بحمدہٖ تعالیٰ وہاں اس کا بڑا ہی مسکت اور دندان شکن جواب دیا گیا ہے ہماری اپیل ہے کہ ضرور اس جواب کا مطالعہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ کیا سرفراز صاحب نے یہ اعتراض کر کے اپنی جہالت کو اظہر من الشمس نہیں کر دیا۔

اعتراض نمبر ۷:

اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مستقل اور تشریعی نبی مانتا ہوں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو (جو درحقیقت ثلاثون کذابون دجالون کی مد میں ہے) بالتبع اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ اس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض اور ظل ہے کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا یا نہیں اس کا جواب فریق مخالف کو سوچ کر دینا ہوگا کہ حق کا ساتھ دینا ہے یا صدائے باطل ہی بلند کرنی ہے ازالۃ صفحہ ۱۱۶۔

جواب:۔

قارئین محترم سرفراز صاحب کا یہ اعتراض جہالت کا پلندہ ہے کیونکہ وہ یہاں ذاتی اور عطائی کی تقسیم پر اعتراضات وارد کر رہے ہیں اور کون سے ذاتی و عطائی پر اس ذاتی و عطائی پر جو ایک دوسرے کے نقیض و ضد ہیں اور اس ذاتی پر جو مقتضائے ذات ہو کسی کا عطا کردہ نہ ہو اور وہ عطائی جو عطا کردہ ہو کسی کی طرف سے اور مقتضائے ذات نہ ہو۔ اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ کیا کسی نبی یا رسول کی نبوت یا رسالت اس معنی کے اعتبار سے ذاتی ہے یا ہو سکتا ہے ہرگز نہیں تو ثابت ہوا نبوت یا رسالت کو ان معانی کے اعتبار سے ہرگز تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔

جیسا کہ علم وغیرہ اوصاف کو ذاتی اور عطائی میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

مولوی صاحب کا یہ قیاس مع الفارق ہے اور ان کی جہالت کے علاوہ حماقت کی بھی روشن دلیل ہے کوئی نبی یا رسول بمعنی مذکور نہ ذاتی نبی ہے نہ مستقل بلکہ اس معنی کے لحاظ سے اس کو ذاتی نبی یا مستقل نبی کہنا کفر ہے کیونکہ اس طرح نبی یا رسول اپنی نبوت اور رسالت میں خدا کا محتاج نہ رہے گا حالانکہ کوئی نبی یا رسول کسی بھی وصف میں ایک آن کے لیے بھی خدا سے مستغنی نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا استغناء ماننا کفر ہے جیسا کہ فرمایا ہے وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ترجمہ اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو البتہ اگر مستقل کا مفہوم یہ لیا جائے کہ جو صاحب کتاب اور صاحب شریعت و صاحب کلمہ ہے اور کسی نبی یا رسول کے تابع نہیں ہے تو یہ درست ہے مگر اس معنیٰ میں مستقل و تشریعی نبی یا رسول ہونا عطائی نبی یا رسول ہونے کے منافی یا معارض نہیں بلکہ اس معنیٰ میں مستقل ہونا اور عطائی ہونا دونوں امور کا جمع ہونا ممکن ہی نہیں امر واقع ہے کیونکہ جو رسول صاحب شریعت ہوئے ہیں وہ عطائی نبی تھے اور ان کی نبوت یا رسالت خدا کی عطا کردہ ہی تھی۔

لہٰذا اس مقام پر سرفراز صاحب کا تشریعی نبوت کو بمنزلہ ذاتی نبوت کے اور غیر تشریعی نبوت کو عطائی نبوت کے قائم مقام سمجھ لینا انتہائی مضحکہ خیز ہے سرفراز صاحب اگر آپ کو جاہلانہ سوالات کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر سوال مناسبت کے اعتبار سے یوں کرنا تھا۔ کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں حضور علیہ السلام کو ذاتی نبی (بمعنی خود بخود نبی ہوں) مانتا ہوں اور مرزے قادیانی کو عطائی تو کیا وہ مسلمان رہے گا مگر آپ نے عمداً اس انداز کو ترک کیا ہے اگرچہ وہ مصلحت ہمیں معلوم ہے تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

مزید یہ کہ اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ کسی نبی کی نبوت کو دوسرے نبی کی نبوت کا ظل قرار دے کہ اس کو نبی مانا جائے حالانکہ خدا نے اس کو نبوت عطا نہ کی ہو سرفراز صاحب جس طرح نبوت و رسالت کو ذاتی و عطائی میں تقسیم کرنا غلط ہے۔ اسی طرح اس کو نبی بالذات اور نبی بالعرض میں تقسیم کرنا بھی غلط اور باطل ہے جیسا کہ آپ نانوتوی صاحب نے کیا ہے کیونکہ اہل علم جانتے ہیں اس صورت میں تفریق بین النبوت والرسالت لازم آتی ہے اور مزید یہ کہ دیگر انبیاء کرام

کے وصفِ نبوت و رسالت سے حقیقتہً موصوف ہونے کا انتفاء لازم آتا ہے

حالانکہ ہر نبی اور ہر رسول حقیقتہً وصفِ نبوت سے موصوف ہیں اور حضور علیہ السلام کے صدقہ اور آپ کے طفیل کسی نبی کو نبوت کا ملنا حقیقتہً وصفِ نبوت سے موصوف ہونے کے منافی و معارض نہیں ہے۔ کما لا یخفی علی اهل النهٰی۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

قارئین کرام یہ سات اعتراضات ملاں جی نے یہ سمجھ کر کیے تھے کہ ان کا جواب نہ ہو سکے گا مگر بندہ نے جوابات دے کر ثابت کر دیا ہے کہ یہ اعتراضات تو تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں آپ نے دیکھ لیا ہے کہ سرفراز صاحب کس قدر جاہل ہیں۔

اعتراض:

جن بعض اکابر کی عبارات میں ذاتی اور عطائی کے الفاظ آئے ہیں تو ان کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام عطائی طور پر کل مغیبات کو جانتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق منفی و مثبت آیات و احادیث کے درمیان تطبیق کی یہ صورت پیدا کی کہ نفی جو تمام کلیات اور محیط تفصیلی کے ساتھ متعلق ہے ذاتی علم کی ہے اور اثبات عطائی سے وابستہ ہے۔ ازالۃ الریب صفحہ ۱۱۶۔

جواب:

قارئین کرام الحمد للہ تعالیٰ کہ مولوی سرفراز صاحب نے اس عبارت میں اس حقیقت کو ببانگ دُہل تسلیم کر لیا ہے کہ بعض اکابر نے ذاتی اور عطائی کی تقسیم لکھی ہے اور اسی طرح ان اکابر نے آیات نفی و اثبات میں تطبیق دی ہے۔

اب ملاں جی سے یہ کون پوچھے کہ جب یہ حقیقت آپ تسلیم کرتے ہیں تو پھر گذشتہ اعتراضات سبعہ صفحہ ۱۱۰ پر جو وارد کیے ہیں ذاتی و عطائی کی تقسیم پر وہ صرف بریلوی علماء کے اوپر ہیں یا ان اکابر پر بھی ہیں وجہ فرق بین ہونی چاہیے باقی یہ کہنا کہ ان اکابر کی مراد کل مغیبات کا علم نہیں تو اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ اگر اس عبارت میں کل استغراق حقیقی کے لیے ہے تو درست ہے اس کا

کوئی قائل نہیں کیونکہ استغراق حقیقی کا مفاد علوم غیر متناہیہ ہیں اور بریلوی حضرات بھی اس کے حصول کے استحالہ کے قائل ہیں جیسا کہ سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۱۱۰ پر خود اعلیٰ حضرت کی خالص الاعتقاد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ظاہر دلیلیں قائم کر چکے ہیں کہ علم مخلوق کا جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہونا عقلاً و شرعاً دونوں کی رو سے یقیناً محال ہے۔

اور اگر اس عبارت میں لفظ کل استغراق عرفی کے لیے ہے تو پھر یہ غلط ہے کیونکہ استغراق عرفی کا جو مفاد ہے اس کو صرف اکابر اور ہم ہی نہیں مانتے بلکہ آپ بھی ازالۃ الریب صفحہ ۸۴ پر حضور علیہ السلام کے علوم کو کلی تسلیم کر چکے ہیں اور استغراق عرفی بھی اسی صفحہ پر تسلیم کیا ہے یعنی استغراق کو عرفی مانتے ہوئے علم کلی تسلیم کیا ہے۔

قارئین کرام حقیقت یہ ہے کہ مولوی سرفراز صاحب کی ازالۃ الریب کا جواب خود ازالۃ الریب ہے اس کے اندر ہی بہت سے مقامات پر اہلسنت بریلوی کی تائید ہوتی ہے اور بہت سے مقامات پر غیر شعوری طور پر سرفراز صاحب اپنی تردید خود کر جاتے ہیں کسی دوسری کتاب کی چنداں ضرورت ہی نہیں رہتی تاہم مزید اطمینان قلبی کے لیے دیگر کتب سے حوالہ جات نقل کریں گے ان شاء اللہ العزیز۔

اعتراض:

اس مقام پر ذاتی اور عطائی سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی صرف کلی اور جزی سے تطبیق دی جا سکتی ہے۔ ازالہ صفحہ ۱۱۶۔

جواب:

بے شک اسی طرح بھی تطبیق دی جا سکتی ہے مگر یہ ہمارے کب خلاف ہے اس لیے کہ جزی سے مراد جزی حقیقی اور جزی بالنسبت الی الخلق مراد نہیں بلکہ جزی اضافی اور جزی بالنسبۃ الی اللہ مراد ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے علوم مبارکہ کو جزی حقیقی تو آپ بھی نہیں مانتے جس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ازالۃ الریب کے صفحہ ۸۴ پر آپ کے علوم کو کلی مانا اور قرار دیا ہے ظاہر ہے یہ کلی ماننا بالنسبت الی الخلق ہی ہو سکتا ہے۔ بالنسبت الی اللہ تو نہیں ہو سکتا پھر یہ کہ جس کو کلی کہا ہے اسی کو آپ جزی حقیقی تو قرار نہیں دے سکتے۔

یہاں تو مولوی صاحب سے سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب آپ نے صفحہ ۱۰۸ پر حضور علیہ السلام کے علم کو کلی مانا اور قرار دیا ہے تو اب جزی کہنا کسی معنیٰ میں ہے اور مراد کونسی جزی ہے حقیقی یا اضافی شق اول تو ظاہر البطلان ہے اور شق ثانی میں بات ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ جو جزی اضافی ہوتی ہے وہ کلی بھی ہوتی ہے جیسے انسان بالنسبتہ الی الحیوان۔

الحیوان باقی ذاتی اور عطائی کی قیود کو ملحوظ رکھنے والے نے جہاں علم غیب کو خاصہ خداوندی قرار دیا ہے یا جہاں حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب کا انکار کیا ہے وہاں بھی مراد ذاتی ہے۔ کیونکہ ذاتی ہی خاصہ خداوندی ہے اور وہی حضور علیہ السلام سے منفی ہے ایک طرف اس صفحہ پر مولوی صاحب تطبیق مذکورہ ذاتی وعطائی کو مرجوح قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف گذشتہ صفحات میں سرے سے انکار کرتے ہیں اور یہاں تطبیق کی یہ صورت نکالتے ہیں آیات اثبات کو جزی اور آیات نفی کو کلی پر محمول کیا جائے اور پھر اس کو محققین کا طریقہ بتاتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچا کہ ذاتی وعطائی اور جزی وکلی کے مابین کون سا تقابل ہے۔ سرفراز صاحب آپ یہ بتائیں کہ جن محققین نے جزی وکلی سے تطبیق دی ہے انہوں نے جو جزی علم غیب تسلیم کیا ہے کیا وہ ذاتی ہے۔ عطائی نہیں ہے یقیناً وہ بھی عطائی ہی ہے جزی مان کر بھی تو عطائی اور ذاتی کا فرق لازمی ہے بہر حال یہ ذاتی اور عطائی کی کڑوی گولی آپ کو نگلنی ہی پڑے گی یہ تو آپ کو تسلیم کرنا ہی پڑے گی مذکورہ صفحہ کی بچر خرافات لکھ کر آپ گلو خلاصی نہیں کرا سکتے یہ ہڈی آپ کے حلق میں اٹکی ہی رہے گی۔ حوصلہ قائم رکھیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اعتراض:

مگر خاں صاحب کا یہ عقیدہ بھی باطل ہے کہ ابتدائے آفرینش سے تا دخول جنت دنار سب واقعات کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ کیونکہ اس عقیدہ کی رو سے بے شمار نصوص قطعیہ کا انکار لازم آتا ہے اور ایک نص قطعی کا انکار بھی موجب کفر ہے چہ جائیکہ بے شمار نصوص قطعیہ کا الخ ازالہ صفحہ ۱۱۰۔

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب کمالات رسول کا انکار کرتے کرتے کچھ ایسے مخبوط الحواس ہو چکے ہیں کہ اب کچھ ان کو سمجھ ہی نہیں آتی عطائی علم ماکان و مایکون بمعنی مذکورہ کی نفی پر ہرگز کوئی نص قطعی بھی پیش نہیں کی جاسکتی چہ جائیکہ نصوص کثیرہ جس قدر نصوص پیش کی جاتی ہیں وہ سب کی سب ذاتی کی نفی کرتی ہیں جیسا کہ دس کتب معتبرہ کے حوالے نقل ہو چکے ہیں بلکہ خود سرفراز صاحب بھی اکابر کے نزدیک ذاتی پر محمول ہونے کو مان چکے ہیں۔

آئندہ اپنے مقام پر ہم اپنے دعویٰ اور عقیدہ کو ان شاء اللہ تعالیٰ براہین کثیرہ سے مبرہن کریں گے۔ سردست ان کے استدلات وسوالات کے جوابات دیئے جا رہے ہیں کہ اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی یہ دق کے اندھے ہیں ان کو ہر جگہ علم رسول کی نفی ہی نظر آتی ہے کمالات نبوت کی نفی کا چسکا پڑھ چکا ہے۔ ہائے شومئی قسمت۔

اعتراض:

دیگر اہل بدعت سے عموماً اور مولوی احمد رضا خاں صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب سے خصوصاً یہ پوچھیے کہ آپ نے جو یہ کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل صفات الٰہیہ کا بھی علم نہیں اور بعد قیامت کے تمام واقعات کا علم بھی نہیں کیا اس لاعلمی میں جناب رسول کریم کی توہین اور تنقیص شان تو نہیں محبوب خدا کی ذات پر اور پھر یہ لاعلمی بات کیا کہہ دی گیا اس مفروض توہین تنقیص کے علماء دیوبند ہی مرتکب ہو کر کافر ہیں (یا تم بھی) از التہ الریب صفحہ ۱۱۷۔

جواب:

حضرات گرامی یہ اعتراض بھی جہالت کا شکار ہے کیونکہ صفات الٰہیہ اور بعد القیامت کے تمام واقعات غیر متناہی ہیں اور غیر متناہی علوم کا حصول متناہی ذات کے لیے قطعاً محال ہے تو جس چیز کا حصول ممکن ہی نہیں اس کا انکار توہین یا تنقیص کیونکر بن سکتا ہے مگر ماکان و مایکون کے معلومات اور ابتدائے آفرینش سے تا دخول جنت و نار محدود و متناہی ہیں کیونکہ ان کی ابتداء اور انتہا ہے اور یہ محصور بین الحاصرین ہیں اور جو محصور بین الحاصرین ہو وہ متناہی و محدود ہوتا ہے اس لیے یہ متناہی و محدود ہوگا اور اس کا حصول فقط ممکن ہی نہیں بلکہ متحقق الحصول ہے۔

اس لیے اس کا انکار توہین اور تنقیص بن سکتا ہے اس قدر فرق کے ہوتے ہوئے مولوی صاحب کا اعتراض کرنا اور قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور مبنی بر جہالت ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

اعتراض:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ

اس نص قطعی سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم عطا ہی نہیں کی شعر کی مذمت قرآن اور حدیث میں فرمائی گئی ہے بلکہ محدثین ومفسرین نے بھی اس کی مذمت فرمائی اور حضور علیہ السلام سے اس کی نفی کی ہے ملخص از ازالۃ الریب صفحہ ۱۱۸ تا ۱۲۰۔

جواب نمبر ا:

یہ آیت کریمہ بھی ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ علم ما کان وما یکون کا حصول تدریجی ہمارا مدعیٰ ہے اور اس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے اس لیے کہ یہ آیت تکمیل نزول سے قبل کی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے حضور علیہ السلام سے علم شعر کی نفی کے لیے کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کرو جس سے یہ ثابت ہو کہ تکمیل نزول قرآن تک بھی آپ کو یہ علم عطا نہیں ہوا تھا۔

جواب نمبر ۲:

اس آیت کریمہ میں علم شعر کی نفی نہیں بلکہ قرآن کے شعر ہونے (یعنی قیاس شعری جو مقدمات مخیلہ اور قضایا کاذبہ سے مرکب ہوتا ہے۔) کی نفی فرمائی گئی ہے آیت کریمہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ کے الفاظ اس پر واضح دلیل ہیں یہ آیت نص ہے اس معنیٰ میں کہ آپ کو جس چیز کی تعلیم دی گئی ہے وہ قرآن ہے شعر نہیں ہے یعنی مقدمات مخیلہ ادر قضایا کاذبہ نہیں ہیں درحقیقت اس آیت کا علم شعر کی نفی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے کہ:

اى وَمَا عَلَّمْنَا بِتَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ الشِّعْرَ عَلٰى مَعْنٰى اَنَّ الْقُرْآنَ لَيْسَ بِشِعْرٍ

مدارک جلد دوم صفحہ ۱۱ - ترجمہ : یا یہ کہ ہم نے قرآن سکھا کر آپ کو شعر نہیں سکھایا باین معنیٰ کہ قرآن شعر نہیں ہے۔ تفسیر مدارک کی یہ عبارت ہماری تائید کرتی ہے۔

جواب نمبر ۳ :

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے دو احتمال بیان کیے ہیں،

۱- یہ کہ ہم نے آپ کو شعر کا علم نہیں سکھایا۔

۲- یہ کہ قرآن شعر نہیں ہے۔

جب یہ دونوں احتمال موجود ہیں اور خود سرفراز صاحب نے بھی ازالۃ الریب صفحہ ۱۲۳ پر مدارک کے حوالے سے نقل کیا ہے تو یہ آیت سرفراز صاحب کے مدعیٰ پر قطعی الدلالت نہ رہی پھر سرفراز صاحب کا صفحہ ۱۱۸ پر اس کو نص قطعی (باعتبار دلالت کے) کہنا سراسر باطل و مردود ہے

جواب نمبر ۴ :

جب دونوں احتمال پائے گئے ہیں تو پھر اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے مطابق ملاں جی کا استدلال ہی باطل ہے۔

جواب نمبر ۵ :

آیت کریمہ میں علم بمعنی ملکہ کی نفی ہے علم کی نہیں اور علم کا اطلاق ملکہ پر ہوتا رہتا ہے چنانچہ تلویح میں فرمایا :

ولا نسلم ان لا دلالۃ لفظ العلم علی التہیئ المخصوص فان معناہ ملکۃ یقتدر بہا علی ادراک جزئیات الاحکام واطلاق العلم علیہا شائع فی العرف۔

مسلم الثبوت میں ہے :

واجیب بانہ لا یضر لا ادری لان المراد الملکۃ۔

ملاں مبین اپنی شرح میں فرماتے ہیں :

لان المراد بالعلم الملکۃ

کشف المبہم میں ہے :

لان المراد بالعلم فی قولھم العلم بالاحکام الملکۃ۔

بلکہ آیت قرآنی وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ میں بھی ملکہ مراد ہے۔

ان تمام عبارات منقولہ میں صراحتہً بتایا گیا ہے کہ علم بولکر ملکہ مراد ہوتا ہے اور یہاں آیت کریمہ میں بھی ملکہ مراد ہے اور تہذیب البغوی سے صاحب روح البیان جلد ثالث صفحہ ۲۸۲ میں نقل فرماتے ہیں:

وفی التھذیب البغوی من ائمتنا قیل کان علیہ السلام یحسن الشعر ولا یقولہ لا یصح انہ کان لا یحسنہ لکن یتمیز بین جید الشعر وردیئہ الخ۔

اسی روح البیان میں ہے:

ولما کان الشعر مما لا ینبغی للانبیاء علیھم السلام لم یصدر من النبی علیہ السلام بطریق الانشاد دون الانشاد الاما کان بغیر قصد منہ وکان کل کمال بشری تحت علمہ الجامع فکان یجیب کل فصیح وبلیغ وشاعر واشعر وکل قبیلۃ بلغاتھم وعباراتھم کان یعلم الکتاب علم الخط واھل الحرف حرفتھم ولذا کان رحمۃ للعالمین۔

اس عبارت میں بتایا ہے کہ چونکہ شعر انبیاء کی شان کے لائق نہیں اسی لیے بطور انشاد آپ سے سرزد نہیں ہوا مگر بغیر قصد کے اور ہر کمال بشری آپ کے علم جامع کے تحت داخل ہے اور آپ ہر قبیلہ اور قوم کو ان کی زبان میں جواب دیتے تھے معلوم ہوا کہ علم شعر حاصل تھا مشق اور تجربہ نہ تھا یہ کہ آپ کو ہر زبان کا علم بھی حاصل تھا۔

اعتراض:

اس آیت کریمہ میں شعر کے علم سے مراد ملکہ شعر و شاعری لیا جائے جیسے مولوی نعیم الدین صاحب نے کہا ہے ہر حال میں یہ آیت ماکان ومایکون کے علم کی نفی کرتی ہے کیونکہ مذکورہ دونوں چیزیں ماکان ومایکون میں داخل ہیں اس لیے ماکان ومایکون والی کلی کا دعویٰ ٹوٹ گیا ہے ازالہ صفحہ ۱۴۴۔

جواب:

چاہے نفی علم کی ہو یا ملکہ کی یا شعر منطقی کی کسی صورت میں یہ آیت کریمہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس میں نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی نفی ہے مابعد کی نہیں لہٰذا اس کو ہمارے خلاف پیش کرنا مبنی بر جہالت ہے لہٰذا ہمارا دعویٰ ٹوٹا نہیں بلکہ اب بھی سلامت ہے۔

قارئین کرام اس کے متعلق جتنی عربی عبارات سرفراز صاحب نے نقل کی ہیں ان سب کا صرف ایک ہی مذکورہ جواب کافی ووافی ہے عربی عبارات کو اختصاراً ترک کر دیا گیا ہے مگر ان کا نہایت دیانت سے ملخص لکھ کر جوابات دیئے گئے ہیں تاکہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔ قارئین کرام سرفراز صاحب شعر اور رجز کا فرق بیان کرتے ہوئے صفحہ ۱۲۴ اور ۱۲۵ پر نووی جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ سے عبارت نقل کرتے ہیں کہ:

اما اذا جری کلام موزون لغیر قصدٍ فلا یکون شعراً وعلیہ یحمل ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ذالک لان الشعر حرام علیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:- اگر کسی وقت بغیر قصد کے کوئی موزون کلام زبان پر جاری ہو جائے تو وہ شعر نہیں ہوگا اور حضور علیہ السلام سے جو موزون کلام ثابت ہے وہ بھی شعر نہیں (بلکہ رجز ہے) کیونکہ شعر کہنا اور بنانا آپ پر حرام ہے۔

حضرات گرامی ذرا سرفراز صاحب سے یہ تو دریافت کریں کہ حضور علیہ السلام کو شعر کا علم ہی نہیں تو پھر شعر بولنے کی حرمت کا کیا معنیٰ ہے اور کیا یہ تکلیف مالا یطاق ہونے کی وجہ سے ارشاد ربانی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا (کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا یعنی جس کام کا طاقت میں نہ ہو اس کا بندہ کو مکلف نہیں فرماتا۔) کے خلاف نہیں ہے یقیناً خلاف ہے جب وہ چیز علم ہی میں نہیں تو حرمت کا کیا مفہوم ہے۔

ان جوابات میں صفحہ ۱۲۸ تک کی عبارات واعتراضات کے جوابات آچکے ہیں بغور مطالعہ فرمائیں دوبارہ اعادہ مناسب نہیں ہے۔

سچ ہے ؎ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے۔

دوسری آیت:

اس عنوان میں سرفراز صاحب نے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ۔

البتہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے احوال نہیں بتائے اور:

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ۔

اور کتنے ہی رسول ہم نے بھیجے جن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتلائے۔

ان دو آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے بھی ما کان وما یکون کے علم کی نفی ثابت کی ہے اور ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ ان آیتوں کے بعد کسی صحیح نقلی یا عقلی دلیل سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ آپ کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے تفصیلی حالات بتائے گئے ہوں صرف ممکن ہے سے نصوص قطعیہ کا ہرگز جواب نہیں ہو سکتا الخ ازالۃ الریب صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹۔

جواب نمبر ۱:

جواباً عرض ہے کہ یہ آیات بھی ہم اہلسنت کے خلاف ہرگز نہیں ہیں کیونکہ یہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی نفی کر رہی ہیں نہ کہ بعد کی کما مر مراراً۔

جواب نمبر ۲:

آیات کریمہ زمانہ ماضی میں حصول علم کی نفی کر رہی ہیں نہ مستقبل میں۔ کیونکہ دونوں آیتوں میں مضارع پر لم داخل ہے جو اس کو ماضی منفی بناتا ہے اس لیے نفی ماضی سے متعلق ہے نہ کہ مستقبل سے اور ظاہر ہے کہ ماضی میں علم کا منفی ہونا ہرگز مستقبل میں منفی ہونے کو مستلزم نہیں ہے ثابت ہوا کہ مولوی سرفراز صاحب کا ان آیتوں کو اپنے مدعیٰ پر نصوص قطعیہ قرار دینا جہالت پر مبنی ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام کے تفصیلی حالات آخر دم تک حضور علیہ السلام کو نہیں بتائے گئے اور استدلال میں جو آیتیں پیش کی گئی ہیں، آخر دم تک عدم حصول علم پر ان کی سرے سے دلالت

ہے ہی نہیں چہ جائیکہ وہ دلالت قطعی ہو۔

اعتراض:

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

مَا اَدْرِیْ تُبَّعٌ اَنْبِیَاءٌ کَانَ اَمْ لَا وَمَا اَدْرِیْ ذَا الْقَرْنَیْنِ اَنْبِیَاءٌ کَانَ اَمْ لَا وَمَا اَدْرِی الْحُدُوْدُ کَفَّارَاتٌ لِاَهْلِهَا اَمْ لَا۔

یعنی میں نہیں جانتا کہ تبع اور ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ حدود مجرمین کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں۔

تبع اور ذوالقرنین دونوں کے نام قرآن میں ہیں مگر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ نبی تھے یا نہیں تفصیلًا لکل شیء اور تبیانًا لکل شیء وغیرہ سے استدلال کرنے والوں سے دریافت کریں۔ تبع اور ذوالقرنین کے تفصیلی حالات تو درکنار ان کی نفس نبوت کا علم بھی ثابت نہیں بلکہ آپ کو تو جرائم پیشہ لوگوں کی سزاؤں کے کفارات ہونے کا علم بھی نہیں ہے ازالۃ الریب صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰۔

جواب نمبر ۱:

اس حدیث میں علم کی نفی نہیں درایت کی ہے یعنی میں اٹکل اور اندازہ سے نہیں جانتا اور ظاہر ہے کہ درایت کی نفی علم کی نفی نہیں ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری سورہ لقمان صفحہ ۲۶۵ میں فرماتے ہیں:

اِنَّمَا جُعِلَ الْعِلْمُ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَالدِّرَایَةُ لِلْعَبْدِ لِاَنَّ فِیْهَا مَعْنَی الْحِیْلَةِ

اور مفردات امام راغب میں ہے:

اَلدِّرَایَةُ الْمَعْرِفَةُ الْمُدْرَکَةُ بِضَرْبٍ مِّنَ الْخَتْلِ

اور تاج العروس میں ہے:

دَرِیْتُهٗ عَلِمْتُهٗ بِضَرْبٍ مِّنَ الْحِیْلَةِ وَلِذَا لَا یُطْلَقُ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی۔

یعنی علم اور درایت میں واضح فرق ہے درایت کا حصول حیلہ میں منحصر ہے اسی لیے اللہ کو عالم کہا جاتا ہے مگر لفظ درایت کا اطلاق اس پر جائز نہیں ہے معلوم ہوا علم اور چیز ہے اور درایت

اور چیز ہے اور حدیث مذکورہ میں نفی علم کی نہیں درایت کی کی گئی ہے جو ہمارے خلاف نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲:

بالفرض اگر مراد علم ہی ہو تو بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے یہ فرمایا گیا ہے بعد میں نہیں لہٰذا نفی پہلے کی ہے بعد کی نفی نہیں جب اس میں نفی علم کی نہیں درایت کی ہے یا نزول قرآن کی تکمیل سے قبل ہی ہے بعد کی نہیں تو پھر تفصیلاً لکل شئی اور تبیانا لکل شئی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ کل شئی کی تفصیل اور تبیان ہونا کسی آیت کی صفت نہیں بالبعض قرآن کی صفت نہیں بلکہ پورے قرآن کی صفت ہے اس لیے یہ اعتراض بھی جہالت کا پلندہ ہے۔

اعتراض:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بعث اللہ عبداً حبشیاً نبیاً فھو ممن لم یقص علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی اللہ نے اپنے ایک حبشی بندہ کو نبی بنا کر بھیجا تھا اور وہ ان نبیوں میں سے ہیں جن کا قصہ حضور علیہ السلام کو نہیں بتایا گیا معلوم ہوا کہ آپ کو تمام انبیاء کے تفصیلی حالات معلوم نہ تھے۔

جواب نمبر ۱:

لم یقص کی دلالت ماضی پر ہے نہ مستقبل پر لہٰذا ہمارے خلاف نہیں۔

جواب نمبر ۲:

اگر اس کی سند صحیح ہو تو پھر یہ جواب ہے کہ یہ روایت علمت علم الاولین والآخرین اور فعلمت ما فی السموات والارض اور فتجلی لی کل شئی کے خلاف ہے کیا وہ حبشی نبی اولین و آخرین میں شامل نہیں یقیناً شامل ہے اور کیا وہ زمین آسمان سے کہیں باہر ہے ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ یہ دلیل کافی نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳: اس مضمون کی آیات اور احادیث میں جو نفی ہے اس کا تعلق

تفصیلی حالات سے ہے اور ثبوت اجمال کا ہے لہٰذا دلائل نافیہ مثبتہ کے درمیان کوئی تضاد یا منافات نہیں ہے یا یہ کہ نفی وحی جلی سے متعلق ہے اور اثبات وحی خفی سے ہے لہٰذا کوئی منافات نہ ہوئی۔ چنانچہ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اوّل صفحہ ۵۰ بالکل بعینہٖ اسی طرح تطبیق دیتے ہیں اور لکھتے ہیں:

منهم من لم نقصص عليك لان المنفي هو التفصيل و الثابت هو الاجمال اوالنفي مقيد بالوحي الجلي والثبوة متحقق بالوحي الخفي۔

یعنی یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں کہ ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو نہیں بتائے کیونکہ نفی علم تفصیلی کی ہے اور ثبوت علم اجمالی کا ہے یا نفی وحی جلی سے ہے اور ثبوت وحی خفی سے ہے۔

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ ملا علی قاری جو مولوی سرفراز صاحب کے نزدیک دسویں صدی کے مجدد بھی ہیں اور بقول سرفراز صاحب ان کی تفصیلی عبارات حجت کا درجہ رکھتی ہیں، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات کے علم کے قائل ہیں اور وہ مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے حالات کا علم اجمالی عطا فرمایا تھا اجمالی بھی تو علم ہی ہے جہالت تو نہیں اس لیے اگر مولا علیؒ کے قول کو بھی تفصیلی کی نفی پر محمول کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔
مزید یہ کہ ملا علی قاری یوں بھی فرماتے ہیں کہ دلائل نافیہ و مثبتہ کے درمیان یوں بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ نفی کو وحی جلی سے متعلق کیا جائے اور ثبوت کو وحی خفی سے اس صورت میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملا علی قاری اس پر بھی مصر اور رضامند نہیں کہ ضرور علم تفصیلی کی نفی کی جائے بلکہ اگر تطبیق دوسرے طریقہ سے دے کر وحی خفی سے تمام انبیاء کرام کے حالات تفصیلی کے علم کو ثابت مانا جائے تو بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ اگر ان کا عقیدہ یا نظریہ یہ ہوتا کہ حضور علیہ السلام کو تمام انبیاء کرام کے تمام حالات کا تفصیلی علم نہ تھا تو وہ ہرگز تطبیق کی دوسری صورت بیان نہ فرماتے دوسری صورت بیان کرنا واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک مذکورہ علم ماننا نہ کفر ہے نہ شرک نہ خلاف واقعہ اور نہ غلط۔ وھو المدعیٰ۔

چنانچہ منقولہ بالا عبارت کو خود سرفراز صاحب نے بھی ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۶۱ پر بحوالہ

شرح فقہ اکبر صفحہ ۷ پر نقل کیا ہے اور شرح فقہ اکبر کی عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے جو ہم مرقات کی عبارت سے ثابت کر چکے ہیں رہا یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو اس کا جواب عنقریب آرہا ہے باقی صفحہ ۱۳۰ اور ۱۳۱ پر ابن کثیر و خازن و سراج منیر و شرح عقیدہ الطحاوی اور شرح عقاید کی عبارت کا جواب یہ ہے کہ ابن کثیر خازن سراج منیر کی عبارت کا وہی جواب ہے جو پہلے آیات کا دیا گیا ہے کہ نفی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے یا ماضی کے زمانہ میں حصول علم کی ہے نہ مستقبل کی شرح عقیدہ الطحاوی کی عبارت کو ذاتی کی نفی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ یعنی یہ کہ خدا کے بتائے بغیر ان کی تعداد کو کوئی نہیں جانتا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے خدا کے بتانے کے بعد بھی کوئی نہیں جانتا اور شرح عقائد کی عبارت میں یہ بتایا ہے کہ قرآن کا ظاہر یہ ہے کہ بعض انبیاء کا ذکر حضور ؐ سے نہیں کیا گیا اول تو نفی ظاہر کی ہے باطن کی نہیں اور حدیث میں ہے فلکل آیۃ ظھر و باطن ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے باطنی ذکر کی نفی نہیں کی گئی نیز ذکرہ فی القرآن تفصیلاً کی نفی ہے ذکر فی القرآن اجمالاً کی نفی نہیں ہے اور قرآن میں تفصیلاً مذکور نہ ہونا حدیث میں تفصیلاً مذکور نہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کی کسی آیت میں یا بعض قرآن میں تفصیل کا مذکور نہ ہونا سارے قرآن میں تفصیل کے مذکور نہ ہونے کو بھی مستلزم نہیں ہے لہٰذا سرفراز صاحب کا ہمارے مقابلہ میں ان عبارات کو پیش کرنا بے سود ہونے کے علاوہ جہالت بھی ہے اور لا یعلم اسمائھا الا اللہ میں ذاتی کی نفی ہے عطائی کی نہیں کیونکہ اگر ذاتی پر محمول نہ کریں تو پھر یہ عبارت آیات احادیث کے اطلاق و عموم سے ٹکرا کر بالکل ساقط قرار پائیں گی۔

اعتراض :

اور آیت کریمہ وکلا نقص علیک من انباء الرسل سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ یہ آیت کریمہ سورہ ہود کی ہے اور مکی ہے اور ورسلا لم نقصص علیک والی آیت سورۂ نساء کی ہے جو مدنی ہے اس لیے لازم آئے گا جب خدا نے پہلے علم دے دیا ہے تو اب بعد میں یہ کیوں فرماتا ہے کہ بعض انبیاء کے واقعات آپ کو ہم نے نہیں بتائے کیا خدا بھول گیا ہے یا کیا خدا کے کلام میں تعارض یا تضاد ہے العیاذ باللہ

جواب:

- ملا علی قاری کی دو عبارات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۵۰ اور شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۸ سے نقل کی گئیں ہیں گذشتہ صفحات میں جن میں ملا علی قاری نے دونوں آیات میں تطبیق کی ایک صورت یہ فرمائی ہے کہ آیت نافیہ میں نفی تفصیل کی ہے اور آیات مثبتہ میں اثبات اجمال کا ہے یا یہ کہ نفی وحی جلی سے متعلق ہے اور اثبات وحی خفی سے ملا علی قاری نے سرے سے علم کا انکار نہیں فرمایا جیسا کہ مولوی سرفراز صاحب نے کیا ہے اس سلسلہ میں جلالین معالم التنزیل ابن کثیر کشاف روح المعانی وغیرہ کے حوالہ جات کا پیش کرنا بھی بے سود ہے کیونکہ ان آیات ہی کی تفسیر ہیں یہ عبارات جب آیات ہمارے خلاف نہیں تو عبارات تفسیریہ ہمارے خلاف کیونکر ہو سکتی ہیں۔

رہا یہ کہ آیت اثبات کے لیے ہماری طرف سے بعض حضرات نے پیش کی ہے۔ مگر اس کی تفسیر میں مفسرین نے کلاً کی تنوین کو مضاف الیہ کا عوض بنایا ہے اور کلا کو نقص کا مفعول بہ لکھا ہے اور وہ مضاف الیہ محذوف لفظ نبیؑ ہے (حن) اور من انبیاء الرسل کا موصوف ہے۔ یعنی لفظ محذوف نبیؑ ہے اور من انبیاء الرسل اس کی صفت ہے جیسا کہ روح المعانی نے کہا ہے جس سے سرفراز صاحب استدلال کر کے جواب دے رہے ہیں کہ اس میں صرف ان کی خبروں کا علم مراد ہے جو آپ کے لیے باعث اطمینان ہوں نہ کہ تمام حالات کا علم تو قارئین کرام جواباً عرض ہے کہ جن مفسرین نے مذکورہ بالا تقریر فرمائی ہے وہ نقص کا مفعول بہ بھی قرار دیتے ہیں اور تنوین کو مضاف الیہ کا عوض قرار دے کر یہ بھی فرماتے ہیں کہ من انباء الرسل میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس کو نبیؑ محذوف کی صفت مانا جائے اور دوسرا یہ کہ اس کو کلا نبی کا بیان قرار دیا جائے یعنی من تبعیضیہ کی بجائے بیانیہ تسلیم کیا جائے سرفراز صاحب کا مدعا تب ثابت ہو جب کہ من کو صرف تبعیضیہ مانا جائے مگر مفسرین نے اس کو اس میں محصور نہیں فرمایا بلکہ بیانیہ بھی مانا ہے۔ جیسا کہ سرفراز صاحب نے روح المعانی سے ازالۃ کے صفحہ ۱۲۵ پر نقل کیا ہے اور بیانیہ ہونے کی صورت میں من انبیاء الرسل بیان ہوگا نبیؑ کی تقدیر عبارت یوں ہو گی و نقص کل نبی من انباء الرسل اور ہم بیان کرتے ہیں آپ کے سامنے تمام

رسولوں کی خبروں میں سے ہر خبر کو اس سے ہمارا ہی مدعیٰ ثابت ہوتا ہے نہ کہ سرفراز صاحب کا اور اگر من کو تبعیضیہ بھی قرار دیں تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ جب اس صورت میں نبیٔ موصوف اور من انباء الرسل صفت ہو گا اور نبیٔ مجرور مضاف الیہ ہے کلاً کا تو بھی تقدیر عبارت یوں ہو گی ونقص علیک کل نبیٔ من انباء الرسل یعنی اور ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں یا کریں گے تمام رسولوں کی خبروں میں سے ہر خبر کو ان دونوں صورتوں میں ہمارا مدعیٰ ثابت ہوتا ہے نہ کہ سرفراز صاحب کا باقی رہا کل کو مایحتاج الیہ سے مقید کرنا تو ملاں جی اس کا پہلا جواب یہ ہے مایحتاج اور من امور دین وغیرہ کی قیود اتفاقی ہیں احترازی نہیں نیز یہ کہ کسی دوسری چیز کی نفی نہیں فرمائی کیونکہ کسی چیز کا مذکور نہ ہونا اس کے منفی ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ جیسے قرآن میں فرمایا ہے کہ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ کہ تمہارے کپڑے تم کو گرمی سے بچاتے ہیں یہاں گرمی مذکور ہے سردی مذکور نہیں مگر باوجود مذکور نہ ہونے کے منفی نہیں اسی طرح جن مفسرین کرام نے مایحتاج کی یا امور دین یا احکام شرعیہ کی قید لگائی ہے وہاں بھی مایحتاج کے غیر اور امور دین یا احکام شرعیہ کے غیر کی نفی نہیں ہے اس غیر کو منفی قرار دینا مبنی بر جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ تو سرفراز صاحب جب قرآن کے مطلق کو خبر واحد صحیح سے مقید کرنا غلط ہے تو صرف کسی مفسر کی ذاتی رائے سے اس کو کیونکر مقید کیا جا سکتا ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب خود اپنے رسالہ درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ (طبع سوم) میں صفحہ ۱۴۱ پر لکھتے ہیں کہ :

فالتقیید فی المطلقات التی لم یثبت بدلیل شرع تقیید ها رائ فی التشریع الخ

یعنی کسی ایسے مطلق کو مقید کرنا جس کا مقید ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہوا یہ شریعت میں رائے کو داخل کرنا ہے۔

کیوں سرفراز صاحب کلاً کو مایحتاج سے مقید کرنے کی شرعی دلیل آپ نے کوئی پیش کی ہے کیا کسی مفسر کا قول یا رائے دلیل شرعی ہے یا کیا یہ مفسرین ان قواعد سے آپ کے نزدیک مستثنیٰ ہیں مستثنیٰ ہونے پر کوئی دلیل دے سکتے ہیں ہرگز نہیں ملاں جی آپ کی اپنی کتاب نے آپ کو جھوٹا نہیں کر دیا کیا یہ قواعد صرف سنی بریلوی کے خلاف اور ذکر پاک وغیرہ معمولات اہلسنت کو رد کرنے کے لیے ہیں آپ کے لیے نہیں آپ جو چاہیں کرتے اور لکھتے پھریں ہرگز ایسا نہ ہونے

دیا جائے گا۔

خوش نوایانِ چمن کو غیب سے مژدہ ملا

دامِ صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

اعتراض:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی کل تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار تھی تو حضرات محدثین کرام کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے امام ابو محمد عبد القادر القرشی الحنفی الجواہر میں اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں ابن جوزی اس کو اپنی کتاب موضوعات میں ذکر کر کے اس کے راوی ابراہیم بن ہشام کو متہم کرتے ہیں اور بھی ائمہ جرح و تعدیل نے اس پر کلام کیا ہے۔

امام ابو حاتم اور علامہ علی بن حسین بن الجنید اور محدث ابو ذرعہؒ فرماتے ہیں کہ وہ کذاب تھا علامہ ذہبی اس کو متروک فرماتے ہیں بحوالہ لسان المیزان ازالہ صفحہ ۱۳۶۔۱۳۷۔

جواب:

امام ابو محمد عبد القادر القرشی کی جرح اور ابن جوزی کی جرح جو نقل کی گئی ہے وہ مبہم ہے مفسر نہیں اور اسی طرح ابو حاتم علی بن حسین محدث ابو ذرعہ اور علامہ ذہبی کے سوا باقی ائمہ کی جرح بھی مبہم ہے مفسر نہیں ہے اور نخبۃ الفکر صفحہ ۱۱۰ میں ہے:

والجرح مقدم على التعديل واطلق ذالك جماعة ولكن محله ان صدر مبينا من عارف باسبابه لانه ان كان غير مفسر له يقدح فى من تثبت عدالته -

پھر فرمایا:

فان خلا هذا المجروح عن التعديل قبل الجرح مجملا غير مبين السبب -

خلاصہ یہ کہ اگرچہ اصولیوں کی ایک جماعت علی الاطلاق جرح کو تعدیل پر مقدم قرار دیتی ہے۔ مگر جرح کو تعدیل پر محدثین کے نزدیک صرف اسی صورت میں مقدم رکھا جائے گا جب جرح کرنے والا اسباب جرح کو جانتا ہو اور اس کی جرح مبہم نہ ہو بلکہ مفسر ہو یعنی سبب جرح کو اس نے بیان کیا ہو حسامی صفحہ ۷۷ میں لکھا ہے:

والطعن المبهم لا يوجب جرحا فی الراوی الا اذا وقع مفسرا بما هو جرح متفق علیه ممن اشتهر بالنصیحة والاتقان دون التعصب والعداوة من ائمة الحدیث

نامی شرح حسامی صفحہ ۱۵۴ میں ہے:

ای الطعن المبهم لا یوجب جرحا فی الراوی فی وقت الا وقت کونه مفسرا بما هو جرح متفق علیه۔

اور متعصبین کی شرح کرتے ہوئے نامی میں لکھا ہے:

لان المتعصبین قد خربوا الدین حیث جعلوا الاحادیث الصحاح موضوع کابن الجوزی والفیروز ابادی والدارقطنی والخطیب فلا اعتبار بجرح هؤلاء

اسی طرح بخاری کے مقدمہ اور مشکوٰۃ کے مقدمہ میں بھی لکھا ہے ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ جرح مبہم مفسر نہیں صرف جرح مفسر قابل قبول ہے۔

۲۔ یہ کہ مجروح کی اگر کسی نے تعدیل نہ کی ہو تو پھر اس کے متعلق جرح مبہم بھی قبول کی جاسکتی ہے اور نخبۃ الفکر صفحہ ۱۰۸ میں بین السطور جرح مبہم کی مثال دے کر کہا ہے کہ متروک اور لیس بقوی وغیرہ کہنا بھی جرح مبہم اور مجمل غیر مبین السبب ہے۔

۳۔ یہ کہ جرح کا سبب اتفاقی ہو۔

۴۔ یہ کہ جرح کرنے والے متعصب متعنت متشدد نہ ہوں کیونکہ ان کی جرح قابل قبول اور معتبر نہیں ہے۔

۵۔ یہ کہ ابن جوزی فیروز آبادی دارقطنی اور خطیب بغدادی جرح کرنے میں متعصب ہیں۔ یہ لوگ صحیح احادیث کو بھی موضوع قرار دیتے ہیں یہ بھی یاد رہے کہ جرح مفسر بھی اس وقت مقبول ہو گی جب جرح کنندہ غیر متعصب ہونے کے علاوہ متعنت اور متشدد بھی نہ ہو۔

مولوی خیر محمد صاحب جالندھری خیر الاصول فی حدیث الرسول صفحہ ۱۱ پر دارقطنی خطیب بغدادی کو متعصب فی الجرح قرار دیتے ہیں اور ابن جوزی۔ عمر بن بدر موصلی۔ اخی اصفہانی۔ لغوی۔ جوزقانی مؤلف کتاب الاباطیل۔ شیخ ابن تیمیہ حرانی۔ مجدالدین لغوی مؤلف قاموس کو متعنتین قرار دیتے ہیں اور ابو حاتم سنائی

ابن معین - ابن قطان - یحیٰی قطان - ابن حبان کو متشدد فی الجرح قرار دیتے ہیں - ابن جوزی کی جرح مفسر بھی مقبول نہیں چہ جائیکہ مبہم ہو - اسی طرح ابو حاتم کی جرح اگرچہ مفسر ہے - مگر ابو حاتم خود متشددین میں سے ہے اس لیے اس کی جرح مفسر بھی قبول نہیں ہے اور امام ذہبی کی جرح مبہم ہے کیونکہ وہ متروک فرماتے ہیں اور ابھی گزرا ہے کہ متروک کا لفظ جرح مبہم ہے مفسر نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲:

امام ابو حاتم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے چنانچہ تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۵۸۶ میں ہے:

وقد روی ھذا الحدیث بطولہ الحافظ ابو حاتم ابن حبان فی کتابہ الانواع والتقاسیم وقد وسمہ بالصحۃ۔

شرح عقاید کی شرح نبراس میں ہے:

روایۃ الامام احمد عن ابی ذر ھو المعتمد۔

تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۵۸۷ میں ہے:

وسیاق روایۃ الامام احمد اثبت واولی بالصحۃ۔

ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ حدیث مذکورہ بالا پر صرف جرح ہی نہیں کی گئی بلکہ اس کی توثیق اور تصحیح بھی فرمائی گئی ہے۔

جواب نمبر ۳:

یہ حدیث تلقی بالقبول کا درجہ پا چکی ہے اس کو بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ نے قبول فرمایا ہے ملا علی قاری نے ابو حاتم بن حبان نے صاحب نبراس نے صاحب خیالی نے کئی اور محدثین نے بھی اس کو بلا تردید اور بلا جرح نقل کیا ہے اور قبول فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث تلقی بالقبول کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ چنانچہ خیالی صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے:

ودل الحدیث علی ان عدد الانبیاء انید من عدد الرسل۔

اس عبارت میں حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ ہی مراد ہے۔ علامہ خیالی نے اس حدیث سے اس مسئلہ

ہیں (کہ انبیاء کی تعداد رسولوں سے زیادہ ہے) استدلال فرمایا ہے اگر وہ قابل قبول اور معتبر نہ ہوتی تو ہرگز معرض استدلال میں پیش نہ کرتے۔

علامہ عبدالشکور سالمی نے تمہید شریف صفحہ ۱۲۳ میں لکھا:

فاما عددهم فی الحقیقة غیر معلوم لانه ما ذکر نصًا۔

یعنی انبیاء کی گنتی درحقیقت معلوم نہیں کیونکہ عدد کا ذکر منصوص نہیں۔

آگے فرماتے ہیں (حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ کی نقل کرنے کے بعد) و قد ورد من طریق الاحاد فانه لا یوجب القطع علیه۔

یعنی چونکہ یہ حدیث ابوذر خبر واحد ہے اس لیے مفید علم یقین نہیں ہے۔

یعنی نفی علم یقینی کی ہے مطلق علم کی نہیں ہے بلکہ اکابر کی تمام عبارات میں جہاں نفی کا ذکر ہے وہ امتیوں کی نسبت سے ہے نہ کہ خود نبی کی نسبت سے کیونکہ خبر واحد ہونے کا ذکر کرنا قرینہ ہے کہ نفی ہماری نسبت سے ہے ہم کو اس امر کا قطعی اور یقینی علم نہیں یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور علیہ السلام کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔ خود سرفراز صاحب بھی تسکین الصدور کے صفحہ ۸۰ پر لکھتے ہیں اگر بالفرض اس میں کچھ معمولی سا ضعف اور بھی ہو تو امت مسلمہ کے اجماع اور اس پر تعامل سے شک ضعف بھی رفع ہو جاتا ہے اور ہی کے قابل احتجاج ہونے میں کوئی تشبہ نہیں رہتا۔ چونکہ سرفراز صاحب کو نبی کے کمال علمی کا خصوصاً اور دیگر کمالات کا عموماً نفی کرنے کا چسکا پڑ گیا ہے اس لیے ہر بات میں ان کو نفی ہی نظر آتی ہے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً ان کی نفی کی وبا سے

اعتراض:

حضرت ابو امامہ سے بھی مرفوعاً ایک روایت آتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی رواہ احمد فی مسندہ (ابن کثیر جلد اول صفحہ ۵۸۰) مگر خود حافظ ابن کثیر نے تصریح کر دی ہے کہ اس کی سند میں تین راوی ضعیف ہیں۔ رمان بن رفاعہ، علی بن یزید، قاسم ابو عبدالرحمن۔

جواب:

قارئین سرفراز صاحب نے جو جرح ابن کثیر سے نقل کی ہے یہ بھی مبہم غیر مبین السبب ہے سرفراز صاحب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی راوی کو ضعیف کہہ دینا کافی نہیں بلکہ سبب ضعیف بھی بیان کرنا ضروری ہے مگر ابن کثیر نے ضعف کا کوئی سبب ہرگز بیان نہیں کیا اس لیے یہ جرح قابل قبول و معتبر نہیں جیسا کہ باحوالہ گذرچکا ہے۔

ایک اور روایت کے رجال کے متعلق ابن کثیر فرماتے ہیں و رجال اسناد ھٰذا الحدیث لاباس بھم یعنی اس حدیث کی سند کے تمام راوی درست ہیں خواہ کوئی حدیث ہو سند کے راوی درست اور قوی ہیں ضروری نہیں کہ اس سلسلہ کی ہر روایت صحیح ہو اگر ایک روایت بھی صحیح ہو تو مدعا ثابت ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام خیالی صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے کہ والکتب مائۃ و اربعۃ یعنی کل آسمانی کتابیں ایک سو چار ہیں جن کی تفصیل ابن کثیر جلد اول صفحہ ۵۸۶ میں بھی مرقوم ہے۔ علامہ خیالی کو معلوم ہے کہ آسمانی کتابوں کی تعداد کتنی ہے۔ مگر سرفراز صاحب حضور علیہ السلام کے لیے اس کا علم بھی تسلیم نہیں کرتے اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

اعتراض:

چونکہ یہ روایات ضعیف تھیں اس لیے علماء عقاید نے ان روایات پر عقیدہ کے بارے میں کوئی اعتماد نہیں کیا۔ اسی لیے عمر بن محمد نسفی عقائد نسفیہ میں اور علامہ تفتازانی شرح عقاید میں لکھتے ہیں:

والاولی ان لا یقتصر علی عدد فی التسمیۃ (الی ان قال) یعنی ان خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی الفقہ لایفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادیات از اتمام البرہان صفحہ ۱۳۸۔

اسی طرح مسامرہ مع المسایرہ اور شرح فقہ اکبر اور قمر الاقمار المعالی میں لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو از اتمام البرہان صفحہ ۱۳۸۔ اور ۱۳۹۔

جواب: ان مذکورہ بالا کتابوں کی عبارات میں سے کسی ایک عبارت سے بھی عدم

اختصار علی العدد کو واجب نہیں فرمایا بلکہ اس عدم اختصار کو صرف اولیٰ سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ شرح عقائد کی عبارت کے آغاز میں ہے والاولیٰ اسی طرح فقہ اکبر کی عبارت کے آغاز میں بھی یہی لفظ ہے اور دوسری عبارات کا مفہوم بھی یہی ہے یعنی عدم اقتصار اولیٰ ہے واجب نہیں اور ظاہر ہے اولیٰ ہونے سے جواز کی نفی نہیں ہوتی اور جب تک جواز کی نفی نہ ہو سرفراز صاحب کا مدعیٰ ثابت اور ہمارا مدعیٰ منفی نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں یہ کہ بطور علم قطعی ویقینی کے اختصار کی نفی ہے علم غیر یقینی کے طور پر اقتصار بھی منفی نہیں چہ جائیکہ سرے سے علم ہی منفی ہو۔

اعتراض:

باب اعتقادیات میں دلائل ظنیہ معتبر نہیں جیسا کہ سرفراز صاحب ازالہ میں شرح عقائد صفحہ ۱۰۱ سے اور شرح فقہ اکبر سے بالترتیب ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادیات اور فان الاحاد لا یفید الاعتماد فی الاعتقاد نقل کی ہیں بلکہ سرفراز صاحب اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۶ میں بڑی طویل بحث میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مزید حوالے شرح مواقف مسامرہ اور فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۳۱ فتح المغیث۔ تدریب الراوی۔ شرح نخبۃ الفکر مقدمہ ابن صلاح۔ توجیہ النظر اصول الشاشی توضیح تلویح وغیرہ کے پیش کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ کسی عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے دلیل ظنی یا خبر واحد کافی نہیں۔

جواب:

یہ اعتراض بھی سرفراز صاحب کی جہالت کا سورج کی طرح چمکتا ہوا ثبوت ہے کیونکہ اس بحث میں سرفراز صاحب کافی مخبوط الحواس نظر آتے ہیں۔ ان کا ذہن ماؤف ہو چکا ہے۔ یہاں سرفراز صاحب نے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور نہیں کیا اور تمام کتابوں میں اس سلسلہ میں غور نہیں کیا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حکم کہ عقائد کے باب میں دلیل ظنی یا خبر واحد کافی نہیں ہے۔ علی الاطلاق نہیں ہے۔ بلکہ یہ حکم صرف ایسے عقائد کے بارے میں ہے جو قطعی ہیں لیکن جو عقائد قطعی نہیں بلکہ ظنی ہیں ان کے اثبات کے لیے دلائل ظنیہ یا اخبار احاد کو پیش کرنا صرف درست ہی نہیں امر واقعہ ہے اور سلف وخلف میں مقبول ومعتبر بھی ہے اس کی تصریح ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ تفتازانی شرح عقائد کے صفحہ ۱۲۶ پر فرماتے ہیں:

ولاخفاء فی ان ھذہ المسئلۃ ظنیۃ یکتفی فیھا بالادلۃ الظنیۃ ۔

یعنی مسئلہ مذکورہ بالا کے ظنی ہونے میں کوئی خفا نہیں اس لیے اس مسئلہ میں دلائل ظنیہ پر ہی اکتفا کی جائے گی۔

اس عبارت میں علامہ صاحب نے واضح کر دیا ہے کہ ظنی عقاید میں دلیل ظنی کافی ہے قارئین کرام سرفراز صاحب راہ ہدایت سے ہٹ کر اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۲۰۲ میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت اور علماء عقاید جن امور کو عقائد کہتے ہیں وہ سب قطعی ہیں اور ان کے دلائل بھی قطعی ہیں عقیدہ کوئی بھی ایسا نہیں جو غیر قطعی یا ظنی ہو۔ جس کا ثبوت ظنی دلیل سے ہو سکتا ہو۔ حضرات محترم اس کور باطن کو کون سمجھائے یہ تو جہل مرکب کا مریض ہے۔ اس کو کسی ایسے معالج کے پاس جانا چاہیئے جو اس کی کور باطنی کے علاوہ اس کی جہل مرکب کی مرض کا شافی علاج کر سکے۔

سرفراز صاحب اگر آپ یہ خرافات لکھنے سے پہلے اس عبارت کی شرح نبراس صفحہ ۵۹۸ میں دیکھ لیتے تو آج یہ خفت نہ اٹھانی پڑتی۔

بلکہ اس ذلت وندامت سے دوچار ہونا پڑتا سرفراز صاحب اب دیکھئے نبراس کا صفحہ ۹۸ کی یہ عبارت بالادلۃ الظنیۃ جواب سوال وھو ان العام الذی خص منہ البعض یکون ظنی الدلالۃ علی ما تقرر فی الاصول فلا یصح دلیلا علی مسئلۃ اعتقادیۃ حاصل الجواب ان المسائل الاعتقادیۃ قسمان احدھما ما یکون المطلوب فیہ الیقین کوحدۃ الواجب وصدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وثانیھا ما یکتفی فیھا بالظن کھذہ المسئلۃ والاکتفاء بالدلیل الظن انما لا یجوز فی الاول بخلاف الثانی ۔

ترجمہ: یعنی یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ تھا کہ عام مخصوص البعض ہو تو ظنی الدلالت ہوتا ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے اس لیے دلیل مذکورہ بالا کو ایک اعتقادی مسئلہ پر دلیل بنانا کیونکر صحیح ہوگا تو اس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اعتقادی مسائل (عقائد) کی دو قسمیں ہیں ایک قسم میں یقین مطلوب ہوتا ہے۔ (قطعی ہوتے ہیں) جیسے کہ رب تعالیٰ کا وحدہٗ لاشریک لہ ہونا اور حضور علیہ السلام کا سچا ہونا اور دوسری قسم عقائد کی وہ ہے جس میں دلیل ظنی پر اکتفا کیا جا

سکتا ہے جیسے یہی مسئلہ مذکورہ فضیلت اور قسم اول میں دلیل ظنی کافی نہیں۔ مگر قسم ثانی میں دلیل ظنی کافی ہے۔

کیوں ملاں جی اس عبارت میں کیسی صاف تصریح ہے کہ عقائد دو طرح کے ہوتے ہیں بعض قطعی ہوتے ہیں جن کے لیے دلیل قطعی لانی لازمی ہوتی ہے اور بعض عقائد ظنی ہوتے ہیں جن کے ثبوت کے لیے دلیل ظنی کافی ہے۔ دلیل قطعی لانا ضروری نہیں ہے اگر اب بھی آپ کا گھر پورا نہیں ہوا تو پھر لیجئے نبراس صفحہ ۲۴ کی عبارت بھی پڑھیئے اور اپنے علم مذعوم کا اور شیخ الحدیث ہونے کا ماتم بھی کیجئے صاحب نبراس لکھتے ہیں: الثانی ان العقائد قسمان فقسم لابد فیہ من تحصیل الیقین کوجود الواجب و وحدۃ وقسم ظنی لایمکن فیہ تحصیل الیقین کفضیلۃ الرسل علی الملک فلاباس فیہ باتباع الظن لاجماعہم علی ایراد ھذا القسم فی کتب العقائد مما یقع فی کلام بعض المتکلمین من اسقاط الادلۃ الظنیۃ عن الاعتبار فلیس بموجبۃ فاحفظہ۔

٭ ٭ ٭

یعنی دوسری بحث یہ ہے کہ عقائد کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم میں تو علم یقینی کا حاصل کرنا ضروری ہے جیسے واجب تعالیٰ کا وجود اور وحدہٗ لاشریک ہونا اور دوسری قسم ایسی ہے عقائد کی جس میں علم یقینی کا حاصل کرنا ناممکن ہے جیسے رسولوں کی فضیلت فرشتوں پر تو اس قسم ثانی میں دلیل ظنی کی اتباع میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ متکلمین علماء عقائد اپنی کتابوں میں یعنی عقائد کی کتابوں میں اس کو لانے میں متفق ہیں۔ لہٰذا بعض متکلمین نے دلائل ظنیہ کو درجہ اعتبار سے ساقط قرار دیا ہے۔ تو صحیح نہیں (بلکہ غلط ہے)

قارئین کرام شرح عقائد کی شرح نبراس کے صفحہ ۲۴ اور صفحہ ۵۹۸ کی ان دونوں عبارتوں سے مندرجہ ذیل باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں۔

۱۔ عقائد دو قسم کے ہیں قطعی بھی اور ظنی بھی۔

۲۔ عقائد قطعیہ کا ثبوت دلائل قطعیہ سے اور عقائد ظنیہ کا ثبوت دلائل ظنیہ سے ہو سکتا ہے۔

۳۔ عقائد کی ایک قسم وہ ہے جو ظنی ہے اور اس میں دلیل قطعی کا لانا محال ہے۔

۴۔ ظنی عقائد میں دلیل ظنی کی پیروی کرنا قابل اعتراض نہیں ہے۔

۵۔ علماء عقائد کتب عقائد میں ظنی عقائد کو بالاتفاق لاتے ہیں۔

۶۔ جن بعض متکلمین نے دلائل ظنیہ کے عقائد میں معتبر ہونے اور مقبول ہونے کا انکار کیا ہے وہ انکار صحیح نہیں ہے (بلکہ غلط ہے)

کیوں جناب ظنی عقائد کا اثبات ظنی دلیل سے ہو سکتا ہے۔ کہ نہیں۔ اگر اب بھی انکار ہے تو آپ کی مرضی۔ کیا ان حوالہ جات کا جواب دیں گے۔ جرأت کریں گے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب نے کہا تھا کہ کوئی عقیدہ غیر قطعی یا ظنی نہیں ہے اب عبارات مذکورہ کی روشنی میں ان سے دریافت کریں کہ کیوں جناب عقائد ظنی ہیں یا نہیں اور کیا ایسے عقائد کو دلائل ظنیہ سے ثابت کیا گیا ہے یا نہیں ہماری پیش کردہ نبراس کی عبارات کا حوالہ غلط ثابت کریں تو منہ مانگا انعام حاصل کریں۔

حضرات محترم راہ ہدایت نامی کتاب صفحہ ۳۰ میں سرفراز صاحب راہ ہدایت سے ہٹے ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نزاع اس میں نہیں کہ کیا کوئی مسئلہ بھی خبر واحد سے ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں مسئلہ کے اثبات کا جھگڑا نہیں جھگڑا صرف عقیدہ کے اثبات کا ہے تو اس کا شافی ووافی جواب نبراس کی دونوں عبارتوں میں آ چکا ہے کیونکہ دونوں عبارات میں عقائد کی تقسیم کی صراحت موجود ہے مسائل اعتقادیہ کی تصریح موجود ہے ان عبارات میں صرف مسائل پر بحث نہیں کی گئی بلکہ اعتقادی مسائل کی بحث ہے اور ظنی عقائد کی تصریح فرمائی ہے۔

اور شارح نے شرح عقائد کی عبارت میں لفظ مسئلہ سے مراد عقیدہ ہی بتائی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی لایعنی گفتگو اور ہیرا پھیری کر کے سرفراز صاحب میدان مار نا چاہتے تھے اور گلو خلاصی کے لیے اکابر کی عبارات میں بددیانتی اور خیانت مجرمانہ کا ارتکاب کر کے عوام کو فریب دینا چاہتے ہیں۔ مگر سرفراز صاحب ہم آپ کو ان شاء اللہ العزیز بھاگنے بھی نہ دیں گے اور آرام سے بھی بیٹھنے نہ دیں گے ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

اعتراض:

قارئین محترم مولوی سرفراز صاحب ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۳۹ پر مولوی محمد عمر صاحب پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج تک محتاط مسلمان جب بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں۔ تو یوں کہتے ہیں کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار یا کم وبیش جتنے نبی اور رسول اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے ان پر ہمارا ایمان اور ہم صرف اسی حد تک کے مکلف ہیں اس تحقیق کو دیکھیں اور مولوی محمد عمر صاحب کا یہ بیان بھی ملاحظہ کریں اس حدیث میں اس امر کی صاف دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام کا بالتفصیل علم ہے کتنی کھلی جہالت ہے اور باب عقائد سے ناواقفی ہے۔

جواب:

قارئین کرام سوال کی عبارت پر پوری طرح غور کریں اور معلوم کریں کہ مولانا محمد عمر صاحب کی عبارت میں اور محتاط مسلمانوں کی تحقیق میں کون سا تضاد یا تعارض ہے ہمیں تو ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی مولوی سرفراز صاحب نے قلت تدبر اور قلت تفکر کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ کیونکہ محتاط مسلمانوں کی تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ قطعی طور پر انبیاء کرام کی تعداد کو نہیں جانتے ان کی تحقیق سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو بھی یہ تعداد معلوم نہیں۔ مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ محتاط مسلمانوں کو بھی یہ تعداد قطعی طور پر معلوم ہے۔

انہوں نے یہ فرمایا ہے حضور علیہ السلام کو انبیاء کرام کی تعداد معلوم تھی و بینہما بون بعید

الغرض جو کچھ محتاط مسلمان فرماتے ہیں وہ امت کے حق میں ہے اور جو کچھ مولانا محمد عمر صاحب فرماتے ہیں وہ حضور علیہ السلام کے حق میں ہے۔ گمراہی کی اصل وجہ یہ ہے یہ دیوبندی وہابی حضور علیہ السلام کو عام مسلمانوں پر قیاس کر لیتے ہیں۔

اعتراض:

مولوی محمد عمر صاحب کا ثلاثون کذابون دجالون سے یہ استدلال کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے مستقبلہ جھوٹے انبیاء کی بھی اطلاع فرمادی تھی نری جہالت اور

بد دیانتی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے قیامت تک جتنے جھوٹے نبی پیدا ہوں گے ان کی تعداد صرف تیس ہوگی بلکہ آپ کے مبالغہ کے صیغوں سے کذابوں اور دجالوں یعنی بڑے بڑے جھوٹوں اور بڑے بڑے دجالوں کا ذکر فرمایا ہے ازالۃ الریب صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۰۔

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب نے اس عبارت میں تسلیم کر لیا ہے کہ بڑے بڑے جھوٹوں اور دجالوں کا حضور علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے سرفراز صاحب حالانکہ جب اپنی آئی پر یہ لوگ آتے ہیں تو پھر کیا کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا اگر کل یا پرسوں ترسوں میں ہونے والے حالات کا حضور علیہ السلام کو علم نہیں تھا تو بتائیے ان بڑے بڑے تیس ۳۰ دجالوں اور کذابوں کی آمد کی خبر کیونکر دے دی ہے سرفراز صاحب اس دو غلی پالیسی کو ترک کر دیں کہیں مان لیتے ہو اور کہیں انکار کر جاتے ہو ؎

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

بڑوں بڑوں کو جاننے تو چھوٹوں کو جاننے سے کون سا مانع ہے کیا قرآن میں بڑوں کا علم ہے اور چھوٹوں کا نہیں کیا فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض اور فتجلی لی کل شیء اور تَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ اور تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ کے عموم و استغراق میں چھوٹے داخل نہیں یقیناً داخل ہیں مگر کور باطنی کا کیا علاج ہے۔

حضرات لفظ کل اور دیگر کلمات عموم کی پوری تحقیق اور بحث ان شاء اللہ اسی کتاب میں سرفراز صاحب کی بحث کے جواب میں آ رہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ لفظ کل اور دیگر کلمات عموم کے متعلق سرفراز صاحب کے اعتراضات کے دندان شکن اور مسکت جواب اپنے مقام پر آ رہے ہیں انتظار فرمائیے گا۔

قارئین کرام ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۴۰ اور ۱۴۱ پر سرفراز صاحب نے ملا علی قاری کے اجمالی و تفصیل یا وحی جلی و خفی وغیرہ سے آیۃ قرآنی اور اس حدیث میں تطبیق دی ہے او مفتی احمد یار خان صاحب نے اس کو نقل کیا تھا۔ اس کا جواب دینے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہے

شرح فقہ اکبر روح المعانی کی عبارت کے بعد اس تطبیق کا جواب دینے کی ضرورت نہیں تاہم اس کے حل کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں اس کے بعد ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر کی عبارت کو نقل کر کے اس کے سوال جواب بیان کر دیئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے اس تطبیق کا جواب ہرگز نہیں دے سکے شرح فقہ اکبر اور روح المعانی کی عبارات کا ہم ماقبل میں جواب دے چکے ہیں کہ ان عبارات میں حضور علیہ السلام سے انبیاء کی تعداد کی نفی نہیں بلکہ اپنی نسبت سے نفی کی گئی ہے یہاں تو سرفراز صاحب کو تنکے کا سہارا بھی میسر نہ آیا اور ملا علی قاری کی پیش کردہ تطبیق کا کوئی جواب نہ دے سکے البتہ ہٹ دھرمی کو چھوڑنے پر ابھی تیار نہیں ہیں اور روایتی اور اپنے فطری گستاخانہ لہجہ اور انداز کو بروئے کار لاتے ہوئے تفسیر صاوی اور عرائس البیان اور جمل وغیرہ پر برستے ہوئے لکھتے ہیں کہ مختصر اور اصولی جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی نص قطعی اور احادیث متواترہ اور اجماع امت کے مقابلہ میں صاوی شریف، پیلی شریف نیلی شریف اور گلابی شریف کی قطعاً کوئی حقیقت نہیں ایسی غیر معتبر اور غیر مستند تفسیریں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ فریق مخالف کے تمام پیروں مفتیوں اور مولویوں کو تا قیامت اعلان ہے کہ ایسی ایک ہی قطعی الدلالۃ آیت یا حدیث متواتر بلکہ ایک ہی صحیح اور صریح حدیث بتا دیں کیا ہے کوئی مرد میدان فہل من مبارز (ملخص) ازالۃ الریب صفحہ ۴۱۲ صاوی کسی قطعی الدلالۃ آیت یا حدیث کا نام ہے۔

جواب:

بے شک ان تفاسیر کا درجہ وہ نہیں جو متقدمین مفسرین کی تفاسیر کا ہے مگر اس قدر ساقط الاعتبار بھی نہیں۔ جیسا کہ سرفراز صاحب نے سمجھا ہے۔ سرفراز صاحب اگر صاوی کسی قطعی الدلالت آیت یا حدیث کا نام نہیں تو کیا آپ جن تفاسیر کے حوالے نقل کرتے ہیں کیا وہ قطعی الدلالت آیت اور حدیث ہیں۔ کیا کسی تفسیر سے حوالہ نقل کرنے کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ تفسیر قطعی الدلالت آیت یا حدیث ہو گز نہیں رہا یہ کہ صاوی وغیرہ کی قرآن کی نص قطعی اور احادیث متواترہ اور اجماع کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں تو یہ بالکل بجا ہے۔ ان دلائل مذکورہ کا مقابلہ واقعی صاوی وغیرہ کی عبارات نہیں کر سکتیں مگر سوال یہ ہے کہ ذرا بتائیں تو سہی کہ وہ کون سی قرآن کی نص قطعی یا حدیث متواتر یا اجماع ہے۔ کہ جس میں یہ فرمایا گیا۔ ہے کہ حضور علیہ السلام کو

آخر وقت وصال شریف تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے تفصیلی حالات کا علم نہیں دیا گیا۔ وہ کونسی متواتر حدیث ہے جو قطعی الدلالۃ بھی ہے۔ اس نفی پر وہ کون سا اجماع ہے جو قطعی الدلالۃ ہے۔

اور یہ حدیث اور اجماع کس کتاب میں لکھا ہے ومنھم من لم نقصص علیک کے جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ یہ ماضی منفی ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ زمانہ ماضی میں حصول علم مذکورہ کی نفی کرتی ہے۔ ملاں جی اس کی دلالۃ مستقبل میں حصول کی نفی پر سرے سے ہے ہی نہیں چہ جائیکہ وہ دلالۃ قطعی ہو اسی طرح سارے قرآن میں آپ ایک ایسی آیت یا سارے حدیث کے ذخیرہ میں ایک حدیث متواترہ یا اجماع متواتر قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ پیش نہیں کر سکتے۔ ہم آپ کو اعلان اور چیلنج کرتے ہیں۔ آپ صرف ایک آیت قرآنی جو مدعا مذکور پر قطعی الدلالۃ ہو یا صرف ایک حدیث متواتر قطعی الدلالۃ یا خبر واحد صحیح السند مرفوعاً متصل قطعی الدلالۃ پیش کریں۔ یاد رکھیئے ایسی آیت یا حدیث یا اجماع پیش کریں۔ جس میں یہ تصریح ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تفصیلی حالات کا علم آخر وقت وصال شریف تک بھی نہیں دیا گیا تھا۔ ہمارا یہ چیلنج صرف سرفراز صاحب کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری ذریت دیوبند کے لیے ہے اور تا قیامت کے لیے ہے اور سال دو سال دس سال وغیرہ کے لیے نہیں بلکہ رہتی دنیا تک کے لیے ہے۔ کیا ہے کوئی مرد میدان لطف تو تب ہے کہ خود سرفراز صاحب ہی میدان میں آئیں۔ کیوں جناب ہم یہ امید رکھیں کہ آپ میدان کے غازی بنیں گے یا صرف گفتار ہی کے غازی بن کر قوم کو دھوکہ اور فریب دیتے رہیں گے۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداد سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

باقی سرفراز صاحب صادی شریف۔ پیلی شریف۔ نیلی شریف۔ گلابی شریف کیوں نہ کہیں۔ ہوئے جو گلابی وہابی۔ ہو گلابی وہابی اور ظاہر و باطن ایک ہو۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

تابعین کرام اس کے بعد صفحہ ۴۴ سے صفحہ ۴۵ تک چند احادیث اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور اقوال مفسرین سرفراز صاحب نے پیش کر کے اپنے مدعاء باطل کو ثابت کرنے کی ناکام

سعی کی ہے۔ جن کے جوابات بالترتیب عرض کیے جاتے ہیں۔ ان کو بھی بغور پڑھیں اور سرفراز صاحب کی جہالت کا اندازہ لگاتے ہیں۔

اعتراض:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ:

اوتیت مفاتیح بکل شیء الا الخمس ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام الی قولہ اخر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے ہر چیز کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ مگر ان پانچ چیزوں کی عطا نہیں کی گئیں اللہ ہی کے پاس ہے۔ علم قیامت اور بارش نازل کرنے کا اور ما فی الارحام کا خبیر تک اس کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان پانچ چیزوں کا علم حضور علیہ السلام کو عطا ہی نہیں ہوا۔ رہا یہ سوال کہ ان پانچ اشیاء کے علاوہ کُلُّ شَیْءٍ کا۔ تو آپ کو اس حدیث سے ثابت ہے۔ تو اپنے مقام پر بحوالہ مبسوط بحث آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کہ کل سے استغراق حقیقی مراد نہیں بلکہ عرفی مراد ہے۔

جواب نمبر ۱:

یہ روایت ہم اہل سنت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم علم کلی کے حصول تدریجی کے قائل ہیں۔ اور نزولِ قرآن کی تکمیل کے بعد اس کلی کی تکمیل کے قائل ہیں۔ اور مذکورہ بالا روایت نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے۔ جو بعدیت کا مدعی ہے۔ وہ اس کی بعدیت کا ثبوت دے من ادعیٰ فعلیہ البیان بالبرہان۔

جواب نمبر ۲:

چونکہ ہم حصول تدریجی کے قائل ہیں۔ اس لیے یہ روایت ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ جب آپ نے یہ فرمایا تھا۔ اس وقت ان پانچ کا علم نہیں دیا گیا تھا۔ مگر اس کے بعد آپ کو عطا کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی جلد سابع جزء عشرون صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں:

وقد نقل عسقلانی فی فتح الباری عن القرطبی انه قال من ادعیٰ علم شئ من

الخمس غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذبا فی دعواہ۔

پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے جس کی عربی عبارت آگے آرہی ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو قیامت کا علم دیا ہو مگر بعد میں منع کر دیا ہو کہ ظاہر نہ کرو روح المعانی کی پہلی عبارت کو عینی شرح بخاری جلد اول صفحہ ۳۳۷ میں نقل فرمایا ہے اور ملا علی قاری نے مرقات میں امام قسطلانی نے شرح بخاری میں بھی نقل کیا ہے۔

علوم خمسہ کے عطا ہونے کی مبسوط بحث ان شاء اللہ تعالیٰ ہم بھی سرفراز صاحب کی مبسوط بحث کے جواب میں کریں گے یہاں اسی لیے اختصار اور اجمال سے کام لیا ہے۔

جواب نمبر ۳:

یہ حدیث (جس کی سند کی صحت کو ثابت کرنے کے لیے سرفراز صاحب نے ازالۃ الریب کے صفحہ ۳۴۱ پر متعدد حوالے پیش کیے ہیں) ہمیں مضر نہیں بلکہ خود سرفراز صاحب کے لیے مضر ہے اور خود ان کے خلاف ہے وجہ یہ ہے کہ اوتیت مفاتیح کل شئ، الا الخمس۔ میں الا حرفِ استثناء ہے اور الخمس مستثنیٰ ہے اور کل شئ مستثنیٰ منہ ہے اور کتب اصول فقہ میں یہ مفصل طور پر مذکور و مرقوم ہے کہ عند الاحناف استثناء تکلم بالباقی کا نام ہے۔ جیسا کہ حسامی صفحہ ۸۰ پر ہے فیکون تکلما بالباقی بعدہ یعنی استثناء کے بعد تکلم بالباقی ہے۔

اور نامی شرح حسامی صفحہ ۱۶۸ میں ہے

اے کانہ لم یتکلم بقدر المستثنیٰ اصلاً

اور بعدہٗ کی ضمیر کا مرجع بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

اے بعد الاستثناء وینعدم الحکم فی المستثنیٰ

یعنی گویا کہ متکلم نے مستثنیٰ کے ساتھ بالکل کلام ہی نہیں کیا اور یہ کہ مستثنیٰ میں حکم معدوم ہوگا یعنی استثناء معتبر نہ ہوگی اور صرف اوتیت مفاتیح کل شئ ہی معتبر ہوگا جس سے ہر شئے کا علم کا حصول ثابت ہوتا ہے نفی کسی چیز کی ثابت نہ ہوگی اس بنا پر یہ حدیث ہماری دلیل بنتی ہے نہ کہ

سرفراز صاحب کی۔ سرفراز صاحب استشناد کی یہ بحث اصول شاشی سے لے کر تقریباً تمام کتب اصول میں موجود ہے آپ نے اس پر غور کیوں نہ فرمایا کیا اس لیے کہ کہیں اہلسنت وجماعت کا مدعیٰ ثابت نہ ہو جائے سرفراز صاحب نے عمداً اس کو نظر انداز کیا ہے یہ جہالت کے تعاقب سے آپ کا بچنا مشکل ہے۔ مفتی احمد یار خاں صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب کی جہالت کا رونا روتے روتے اپنی جہالت کا ثبوت دے گئے۔

باقی سرفراز صاحب آپ کا یہ کہنا کہ اس حدیث سے کل شیء کا علم ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہاں کل استغراق حقیقی کے لیے نہیں بلکہ عرفی کے لیے ہے تو آنکھیں اور کان ذرا کھول کر دیکھیے اور سنیئے کہ ہم ابتدائی صفحات میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ ہمارے اکابر اور ہم کل یا من اور یا ما کو آیات واحادیث وعبارات اکابرین کہیں بھی استغراق حقیقی کے لیے نہیں مانتے بلکہ استغراق عرفی کے لیے مانتے ہیں۔ ہمارے اکابرین سے کسی نے بھی اس کو کسی جگہ استغراق حقیقی کے لیے نہیں مانا اگر آپ میں جرأت ہے تو ہمارے اکابرین سے صرف ایک کا ایک حوالہ ہی پیش کر دیں جس میں اس کو استغراق حقیقی قرار دیا ہو ماسوائے ان آیات واحادیث وعبارات کے جو ذات باری تعالیٰ کے لیے وارد ہیں ہم بھی صرف عرفی ہی مانتے ہیں اور اس کو آپ نے بھی تسلیم کر لیا ہے البتہ ہمارے اور آپ کے عرفی ماننے میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ ہم اس عرفی کو کلی قرار دیتے ہیں بالنسبت الی الخلق اور آپ جزی قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ بعض جگہ نادانستہ طور پر کلی بھی تسلیم کر لیا ہے مگر آپ کا عرفی اقل قلیل ہے اور ہمارا عرفی وکان فضل اللّٰہ علیک عظیما اور من یوت الحکمۃ فقد اُوتی خیراً کثیراً کا مصداق ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب بھی عرفی استغراق کے قائل ہو چکے ہیں اور کلی علوم کا حصول صفحہ ۸۴ پر صراحتہً تسلیم کر چکے ہیں مگر وہ علم ما کان ومایکون کو استغراق عرفی کا مفاد نہیں بلکہ استغراق حقیقی کا سمجھے بیٹھے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے یا پھر حماقت ہے اگر ان کو اس پر اصرار ہے تو پھر ان کا فرض ہے کہ وہ جواب دیں۔

۱۔ کہ کیا ما کان ومایکون جو تین ازمنہ پر مشتمل ہے وہ محصور بین الحاصرین ہے یا نہیں۔

۲۔ جو محصور بین الحاصرین ہو اس کی ابتداء وانتہاء ہوتی ہے یا نہیں۔

۳۔ جس کی ابتدا اور انتہا ہو وہ متناہی و محدود ہوتا ہے یا غیر متناہی و غیر محدود۔

۴۔ جو متناہی و محدود ہو وہ استغراق حقیقی کا مفاد ہوتا ہے یا عرفی کا۔

۵۔ جو متناہی و محدود ہو اور عرفی کا مفاد ہو کیا وہ خاصہ ذات باری تعالیٰ ہو سکتا ہے۔

جوابات باحوالہ ہوں

۶۔ کیا جمیع ماکان و مایکون کا علم ہی کل علم ہے ذات باری تعالیٰ کا اور بس یا ذات باری تعالیٰ کا علم اس سے کہیں بہت زیادہ ہے۔

۷۔ کیا یہ ماکان و مایکون کا جمیع علم ذات باری تعالےٰ کے علم کا بعض ہے یا نہیں اگر بعض ہے تو مساوات قرار دے کر شرک ٹھہرانا بے بنیاد قرار پائے گا اور اگر بعض نہیں تو پھر بعض نہ ہونے کے دلائل پیش کیے جائیں۔

۸۔ جو علوم جزئیہ یا کلیہ ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۴۸ پر آپ نے تسلیم کیے ہیں وہ آپ کے ذاتی علوم ہیں یا عطائی استقلالی ہیں یا غیر استقلالی قدیم ہیں یا حادث وغیرہ شق اول تو ظاہر البطلان ہے رہی شق ثانی تو وہ خود متعین ہو گئی کیونکہ شق ثالث موجود نہیں۔

۹۔ شق ثانی اگر متعین ہے اور یقیناً متعین تو کیا آپ کے نزدیک ذاتی استقلالی قدیم کی نفی درست ہے جبکہ آپ ان کی نفی کو غیر درست قرار دے چکے ہیں۔

۱۰۔ استغراق حقیقی کا مفاد علم مطلق تفصیلی محیط ہے یا مطلق علم تفصیلی محیط کیا ان دونوں کے درمیان کچھ فرق ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کی وضاحت بھی کریں اور یہ بھی بتائیں کہ یہ دونوں ذات باری تعالیٰ کا خاصہ ہیں یا صرف اوّل اگر دونوں خاصہ ہیں تو کس کتاب میں لکھا ہے۔

"تلك عشرۃ کاملۃ"

جواب سمجھ اور سوچ کر دینا ہوں گے۔

ٹھوکریں مت کھائیے چلئے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

قارئین کرام صفحہ ۱۴۳ پر ایک اور روایت حضرت ربعی بن خراش کی پیش کی ہے جس میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا:

هل بقى من العلم شئ لا تعلمه قال قد علمنى الله عزوجل خيرا وان من العلم ما لا يعلمه الا انه عزوجل الخمس ان الله عنده علم الساعة الاية۔

ترجمہ:۔ کیا کوئی علم ایسا باقی ہے جس کو آپ نہیں جانتے تو آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سی خیر کی تعلیم دی ہے مگر کچھ علوم ایسے ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ یہ پانچ علوم ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے ثابت ہوا کہ آپ کو علوم خمسہ عطا نہیں ہوئے

جواب:

قارئین کرام اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے جواب میں اتنا کافی ہے کہ اس سے پہلے سوال کے جو تین جوابات عرض کیے گئے ہیں وہی بعینہ تینوں جوابات اس کے ہیں ان کو دوبارہ پڑھ لیں اور مزید ایک جواب منہ یہ ہے اس کا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ کو جاننے کی نفی ہے یہ ہمارے خلاف ہرگز نہیں ہے کیونکہ وہ ہمارا مدعیٰ نہیں ہے اس کے بعد روح المعانی سے ایک عبارت نقل کی ہے:

وفی بعض الاخبار ما یدل علی ان علم ھذا الخمس لم یؤت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ

یعنی بعض حدیثوں میں دلالت ہے اسی بات پر کہ حضور علیہ السلام کو ان پانچ چیزوں کا علم نہیں دیا گیا۔

سرفراز صاحب کی خیانت مجرمانہ:

جواب نمبر ۱:

قارئین محترم مولوی سرفراز صاحب نے یہاں عجیب بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے اور وہ یوں کہ علامہ آلوسی حنفی کا اپنا عقیدہ تو روح المعانی سے نقل نہ کیا مگر منقولہ عبارت کو مفید مطلب جان کر نقل کر دیا اور عبارات متشابہ کو شیر مادر سمجھ کر ہضم فرما لیا غور فرمائیے اصل بات یہ ہے کہ اہلسنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خداوند قدوس جل وعلیٰ نے اپنے محبوبوں کو عموماً اور سید المحبوبین آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً غیوب خمسہ میں سے بہت سے جزئیات کا علم عطا فرمایا ہے

اور جو شخص انکار کرتے ہوئے یہ کہے کہ غیوب خمسہ میں سے کسی ایک فرد کا علم بھی کسی کو نہیں دیا گیا تو ہمارے نزدیک وہ گمراہ اور بد مذہب ہے۔

اور یہ بات کہ حضور علیہ السلام کو بلا استثناء جمیع جزئیات خمسہ کا علم بشمول معین وقت وقوع قیامت بھی عطا ہوا ہے تو یہ اہلسنت کے مابین مختلف فیہ ہے بعض اس کے قائل ہیں اور بعض محض اس لیے اس کے قائل نہیں کہ ان کے نزدیک ایسے دلائل موجود نہیں یا کمزور ہیں ان کا انکار موجودہ دور کے وہابیہ دیوبندیہ مودودیہ وغیرہ کی طرح انکار کمالات نبوت پر مبنی نہیں ہے اس لیے غیوب خمسہ کے جمیع جزئیات کے علم کا انکار بھی موجود ہے اہلسنت کے اس گروہ کے دلائل کو نقل کرنا (جو علم مذکور کے حصول کا قائل نہیں) اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حصول کا کوئی قائل ہی نہیں اور کوئی عطا ہونا مانتا ہی نہیں بڑے درجے کی جہالت ہے سرفراز صاحب نے روح المعانی کی جو عبارات شیر مادر سمجھ کر ہضم کی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱- وقد نقل العسقلانی فی فتح الباری عن القرطبی انه قال من ادعی علم شیء من الخمس غیر مسند الی رسول الله صلی الله علیه وسلم کان کاذبا فی دعواه۔

بے شک امام عسقلانی شارح بخاری نے بخاری کی شرح فتح الباری میں امام قرطبی مفسر قرآن سے نقل کیا ہے کہ جو شخص علوم خمسہ میں سے کسی ایک (فرد یا کسی ایک جزی) کے علم کا دعویٰ کرے گا۔ دراں حالیکہ وہ اس کے علم کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف نہ کرے تو وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہوگا

ملاحظہ: (تفسیر روح المعانی جلد سابع جزء عشرون صفحہ ۱۱۲)

۲- ویجوز ان یکون الله تعالی قد اطلع حبیبه علیه السلام علی وقت قیامها علی وجه کامل لکن لا علی وجه یحاکی علمه تعالی به الا انه سبحانه اوجب کتمه علیه السلام

ترجمہ:- اور یہ بھی جائز ہے یعنی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو قیامت کے وقوع کے وقت پر خبر دی ہو لیکن اس طور پر نہیں کہ حضور علیہ السلام علم الٰہی کی حکایت کریں بلکہ اللہ تعالےٰ نے آپ پر واجب اور لازم کر دیا ہے کہ آپ اس کو چھپائیں اور مخفی رکھیں کسی حکمت کے پیش نظر اور یہ علم حضور علیہ السلام کا خاصہ ہو پہلی عبارت میں علامہ آلوسی حنفی نے ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری کا اور علامہ قرطبی مفسر قرآن کا فیصلہ اور عقیدہ بتایا۔ ہے کہ ان کے نزدیک جو شخص

علوم خمسہ کے کسی فرد یا کسی جزئی کو جاننے کا دعویٰ کرے تو اگر نسبت حضور علیہ السلام کی طرف ہے تب تو سچا ہے ورنہ جھوٹا ہے معلوم ہوا کہ یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ علوم خمسہ کی ہر ہر جزئی کو بعطائے الٰہی آپ جانتے ہیں تب ہی تو کسی ایک جزئی کے علم کا مدعی نسبت کرنے کی صورت میں صادق قرار پاتا ہے اگر ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کو ہر ہر جزئی کا علم عطاء نہ ہوتا تو وہ یہ نسبت والی صورت ہرگز بیان نہ کرتے بلکہ نسبت کرنے کی صورت کو بھی غلط قرار دے کر کفر کا فتویٰ لگاتے اور علامہ آلوسی نے ان کے فیصلہ کو بلا تردید نقل فرمایا ہے جو ان نزدیک بھی صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

عبارت نمبر ۲: یہں علامہ آلوسی نے وقوع قیامت کے وقت معین پر مطلع (خبردار ہونے جاننے) ہونے کے جواز و امکان کو صراحۃً تسلیم فرمایا ہے اگر اس کا ملنا محال ہوتا اور خلاف قرآن و حدیث و اجماع ہوتا اور اگر اس علم کا حصول ماننا بھی نبی کے لیے شرک ہوتا تو علامہ آلوسی اس کے حصول و عطا کے جواز و امکان کا ہرگز اقرار نہ فرماتے۔

۳۔ علامہ آلوسی صفحہ ۱۱۲ پر فرماتے ہیں:

وھذا لاینافی الاختصاص والاستثناء بعلم المذکورات بناء علی ما سمعت من ان المراد بالعلم الذی استاثر سبحانہ بہ العلم الکامل باحوال کل علی التفصیل۔ فما یعلم بہ الملک و یطلع علیہ بعض الخواص یجوز ان یکون دون ذالک العلم بل ھو کذالک فی الواقع بلا شبھۃ۔

یعنی فرشتہ کا علوم خمسہ کو جاننا باری تعالیٰ کے ساتھ علوم خمسہ کے اختصاص اور استقلال کے منافی نہیں کیونکہ جو علم ذات باری تعالیٰ کا خاصہ ہے تفصیلاً سب کے سب احوال کو کامل طور پر جانتا ہے یا جس پر بعض خواص کو مطلع کیا جاتا ہے تو وہ علم فی الواقع بلا شبہ علم باری کے ساتھ مختص علم سے کم ہے۔

اس عبارت میں بھی علوم خمسہ کے حصول کو مانا گیا ہے دلائل اثبات و نفی میں تطبیق دی گئی ہے ان تینوں عبارات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ علامہ آلوسی حنفی علوم خمسہ کے حصول

کے قائل ہیں خصوصاً علم قیامت کے۔

قارئین کرام ان عبارات کو بھی پڑھیں اور سرفراز صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے اس کو بھی پڑھیں پھر خود فیصلہ کریں کہ جناب نے بد دیانتی کی ہے یا نہیں کیا اس کو دیانت کہا جا سکتا ہے (العیاذ باللہ)

نوٹ:۔ تفسیر روح المعانی کی عبارت ہذا کو امام بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری نے شرح بخاری جلد اول صفحہ ۳۴۷ میں نقل فرمایا ہے۔ امام قرطبی شارح مسلم اور امام قسطلانی شارح بخاری اور ملا علی قاری نے اپنی شرح میں نقل فرمایا ہے اور علامہ عشماوی اپنی کتاب عجب العجائب شرح صلاۃ حضرت سید احمد بدوی کبیر میں فرماتے ہیں:

قیل انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتی علمھا (ای الخمس) فی آخر الامر لکنہ امر فیھا بالکتمان وھذا القول ھو الصحیح۔

یعنی یہی کہا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں ان پانچ غیبوں کا علم بھی عطا ہو گیا تھا اور یہی قول صحیح ہے۔

اس عبارت کا نتیجہ بھی بالکل واضح صحیح ہے۔ جو ہمارے مدعیٰ کا ثبوت ہے۔

قارئین کرام اس کے بعد ازالۃ الریب کے صفحہ ۴۴ سے صفحہ ۴۵ تک متعدد عبارات اکابرین امت کی نقل کرتا ہے۔ جن میں اکثر کے اندر نبی یا رسول کے مطلع نہ کرنے کی تصریح کا ذکر ہے اختصار کے پیش نظر عربی کی عبارات ترک کر دی گئی ہیں۔ مگر ہماری طرف سے تمام عبارات کے جوابات ملاحظہ فرما دیں۔

جواب نمبر ۱:

ان عبارات میں بعض میں انہ الخمس کی استثناء ہے اور ہم ایسی روایات یا عبارات کا جواب ماقبل میں دے چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک استثناء تکلم بالباقی کا نام ہے اور مزید یہ کہ یہ عبارات عدم قائلین کے دلائل ہیں۔ تمام اہلسنت کے نہیں۔ جیسا کہ وضاحت کر دی گئی ہے۔

جواب نمبر ۲: یہ سب عبارات اہلسنت میں سے جو لوگ علوم خمسہ کے تمام جزئیات و کلیات

کلیات کے حصول کے قائل نہیں ان کی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں قائلین کی عبارات اجمالاً ذکر کی جا چکی ہیں۔

جواب نمبر ۳:

یہ عبارات خود مؤلف ازالہ مولوی سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہیں کیونکہ ان میں کہیں تو الا الخمس کی استثناء ہے اور کہیں ان پر مطلع نہ کرنے کی تصریح ہے۔ بعض جزئیات کی استثناء نہیں اس لیے یہ عبارات غیوب خمسہ کی ہر ہر جزئی کے علم کی نفی بھی کرتی ہیں اور بعض علم کی نفی بھی کرتی ہیں حالانکہ بعض جزئیات کے علم کا اقرار خود سرفراز صاحب اسی کتاب میں بعض مقامات پر کر چکے ہیں۔

جواب نمبر ۴:

ان عبارات میں بعض رسول و فرشتہ کے علم تقدیر کی نفی ہے۔ مثلاً صفحہ ۳۵ پر امام نودی کی عبارت:

وقد طوی اللہ تعالیٰ علم القدر فلم یعلم مرسل ولا ملک مقرب

اسی طرح صفحہ ۱۵ پر مرقات کی عبارت میں مبادی غیب یعنی تقدیر اور قیامت کے علم کی نفی کی ہے مگر سرفراز صاحب تفسیر مظہری جلد عشر صفحہ ۲۶ سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں:

قد ینکشف علی بعض الاولیاء فی بعض الاحیان اللوح المحفوظ فینظرون فیہ القضاء المبرم والمعلق وقد یکون بمطالعۃ عالم المثال فی المنام والمعاملۃ۔

اور کبھی بعض اولیاء پر لوح محفوظ ظاہر ہوتی ہے اور وہ قضاء مبرم یا معلق کو دیکھتے ہیں اور کبھی خواب میں اور کبھی بیداری میں عالم مثال کے مطالعہ سے یہ علم ان کو حاصل ہو جاتا ہے۔

غور فرمائیں کیا ان عبارات میں تضاد نہیں ہے یقیناً۔ مے کہیں تو علم تقدیر کی کلی لااطلاق نفی کرتے ہیں اور کہیں علم تقدیر مبرم و معلق کا حصول تسلیم کرتے ہیں یہ عبارات خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

قارئین کرام بفضلہ تعالیٰ ازالۃ الریب کے صفحہ ۴۴ تک کے دلائل و عبارات کے جوابات

الگ الگ انفرادا" دینے کے بعد صفحہ مذکورہ سے لے کر صفحہ ۱۵۵ تک تمام عبارات منقولہ کے چند جواب مشترکہ طور پر دے کر ہم سبکدوش ہو چکے ہیں البتہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ صفحہ ۱۸۱ پر شیخ محقق کی ایک عبارت جو سرفراز صاحب نے نقل کی ہے اور اس کا محمل اپنی طرف سے پیش کیا ہے اس پر چند معروضات پیش کریں تاکہ سرفراز صاحب کی جہالت اچھی طرح آشکارا ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی علامہ ابن خلدون سے ازالتہ کے صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲ پر نقل کردہ عبارات پر بھی گفتگو کرکے سرفراز کا مخبوط الحواس ہونا ثابت کریں گے اور اسی پر اس باب کو ختم کریں گے۔

نوٹ دے کر مولوی صاحب ازالتہ کے صفحہ ۱۴۸ پر شیخ محقق کی اشعتہ اللمعات جلد اول صفحہ ۲۹۸ کی عبارت معروف کا محمل بیان کرتے ہیں (کہ عبارت است از حصول تمامہ علوم جزی و کلی و احاطہ آں) کہ اس سے استغراق حقیقی کا مفہوم سمجھنا قطعاً اور یقیناً باطل ہے۔

اس سے صرف استغراق عرفی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان کے لائق اور مناسب تھے یا بالفاظ دیگر یوں کہیئے کہ آپ کو بہت سے جزی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے اور اس سے کسی کو انکار نہیں اور کلی طور پر علوم کلی کا ثبوت اس سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

سرفراز صاحب کو شیخ صاحب کی اس عبارت کا جواب بے صواب دینے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی ہے کہ وہ اصل میں وہ اپنے دعویٰ پر بطور دلیل شیخ صاحب کی ہی ایک عبارت اشعتہ اللمعات صفحہ ۴۱ سے نقل کر چکے ہیں جس کے نقل کرنے میں پرلے درجے کی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

سرفراز صاحب نے مذکورہ صفحہ کی یہ عبارت کہ "ووے تعالیٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل براں اطلاع ندادہ" نقل کرکے لکھتے ہیں کہ:

اس عبارت سے بھی صاف طور پر یہ آشکارا ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کو عطائی طور پر بھی وقت قیامت کا علم حاصل نہ تھا۔

قارئین محترم اس عبارت میں شیخ صاحب نے حدیث کے جملہ کی شرح کی ہے یعنی مقصد یہ ہے کہ جس وقت جبرائیل علیہ السلام سوال کر رہے تھے جس کا تذکرہ حدیث مذکورہ میں ہے اس

وقت تک باری تعالیٰ نے ملائکہ اور رسل میں سے کسی کو مطلع نہ کیا تھا یہ نفی اس واقعہ تک کی ہے اس کے بعد کی نہیں کیونکہ بعد میں یہ علم دے دیا گیا تھا جیسا کہ ہم چند حوالہ جات پہلے نقل کر چکے ہیں۔ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی عمر شریف کے آخری حصہ کا نہیں اور نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے بعد کا نہیں من ادعی فعلیہ البیان بالبرھان۔

مزید یہ کہ شیخ صاحب نے اس میں اپنا عقیدہ بیان نہیں کیا وہ اپنا عقیدہ تو اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے آخر میں بیان فرماتے ہیں چنانچہ وہ اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۴ پر فرماتے ہیں کہ ومراد آں است کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچ کس ایں ہارا نداند آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بداند بوحی والہام۔

ترجمہ:۔ مراد یہ ہے کہ خدا کے بتائے بغیر محض عقل حساب اور اٹکل سے ان کو کوئی نہیں جانتا کیونکہ یہ چیزیں غیب ہیں جس کو خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا مگر وہ جانتا ہے جس کو باری تعالیٰ خود بتا دے بذریعہ وحی یا الہام۔

غور فرمائیں جس عبارت میں ان علوم کے عطا کرنے کا ذکر تھا اور ذاتی کی نفی تھی اس کو مولوی سرفراز صاحب معلوم نہیں شیر مادر سمجھ کر یا ہولی دیوالی یا سنجے گاندھی کی علماء دیوبند کو جشن صد سالہ کے موقع پر دی گئی ضیافت ایام ثلاثہ کا تحفہ بابرکت سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں کیا اس کا نام دیانت ہے سرفراز صاحب لا تقربوا الصلوٰۃ پڑھنے اور وانتم سکاریٰ کو چھوڑنے کی عادت آپ کو شاید وراثت میں ملی ہے۔

سرفراز صاحب آپ نے شیخ صاحب کی عبارت مذکورہ صفحہ ۴۴ کو کیا سمجھ کر چھوڑا ہے موافق عبارت کو چھوڑا نہیں جاتا معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی شیخ صاحب کی اس عبارت کو اپنے خلاف سمجھے تھے۔

قارئین کرام آپ خود اندازہ لگائیں مفید مطلب جملہ نقل کر دیا اور شیخ صاحب نے جس عبارت میں اپنا عقیدہ بیان کیا تھا اس کو ترک کر دیا تھا۔ کیوں نہ ہو ہوئے جو حرف رئیس المرفین۔

سہ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

اب اس محمل کی طرف جو مولوی سرفراز صاحب نے شیخ صاحب کی عبارت۔ عبارت است از حصول

از حصول تمامہ علوم کلی و جزی و احاطہ آں کا پیش کیا ہے۔ جناب سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ اس عبارت میں استغراق حقیقی نہیں عرفی ہے اس بھلے مانس سے پوچھیئے کہ استغراق کو حقیقی کس نے قرار دیا ہے کیا ہمارے اکابر میں سے کسی ایک کی تصریح استغراق کے حقیقی ہونے پر پیش کر سکتے ہیں ہرگز نہیں آپ ایسا قیامت تک نہیں کر سکتے ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں کہ آپ ایک عبارت ہمارے اکابر کی پیش کریں جس میں کل یا من و ما وغیرہ کلمات عموم کے اندر استغراق حقیقی قرار دیا ہو:

وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین

جب کسی نے اس کو حقیقی قرار ہی نہیں دیا بلکہ ہم سب بھی اس کو استغراق عرفی قرار دیتے ہیں تو پھر آپ نے درحقیقت ہمارے دلائل سے عاجز آ کر ہمارے مدعی کو تسلیم کر لیا ہے۔

سرفراز صاحب آپ نے استغراق تو مانا ہے عرفی ہی سہی اب یہ بتائیں کہ استغراق میں مدخول کے تمام افراد کا احاطہ ہوتا ہے یا بعض کا یقینی حقیقی میں تمام کا ہوتا ہے اور عرفی میں بعض کا اور ہمارے نزدیک ماکان و مایکون کے علوم چونکہ علوم باری تعالیٰ کا بعض ہیں اس سے استغراق عرفی ہے مگر آپ تو عرفی استغراق مان کر بھی علوم خمسہ کے بعض جزئیات کا علم مانتے ہیں تمام کا نہیں کیا یہ استغراق عرفی بنتا ہے کیا علوم خمسہ کے جمیع جزئیات عقلاً و نقلاً ہر طرح متناہی و محدود ہیں آپ اگر ان کو غیر متناہی مانتے ہیں تو اس کے دلائل پیش کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ شیخ صاحب کی عبارت میں صرف استغراق ہی نہیں بلکہ استغراق کے بعد احاطہ کی تصریح بھی موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام کلی و جزی علوم کا احاطہ بھی حاصل ہے علوم خمسہ کے تمام جزئیات کیا کلی میں داخل نہیں یقیناً داخل ہیں تو پھر ان کا احاطہ بھی۔ اس لیے بعض جزئیات کو آپ کے علم سے خارج کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

قارئین کرام اس عبارت میں مولوی سرفراز صاحب نے حضور علیہ السلام کے لیے تمام کلی و جزی علوم کا اقرار کر لیا ہے مگر ساتھ ہی یہ پخ لگائی ہے کہ مگر کلی بطور کلی نہیں ہے۔ کیوں جناب جب کلی سے تو کلی کا مفہوم تو یہ ہے کہ اس کے ہر فرد کا علم حاصل ہے۔ اب بطور کلی کا کیا معنی رہتا ہے۔

قارئین محترم ان سے یہ دریافت کیجئے کہ یہ بات کہ حضور علیہ السلام کو کلی لبطور کلی علم حاصل نہیں کی صریح عبارت کسی مستند و معتبر کتاب سے دکھائیں کیا آپ سے پہلے بھی کسی نے کلی لبطور کلی کا ذکر کیا ہے یا صرف آپ نے یہ اختراع کیا ہے کیا یہ اختراع ایجاد بندہ نہیں ہے یقیناً ہے۔خوب ہے۔

۵ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس سلسلہ میں مولوی سرفراز صاحب نے ملا علی قاری کی مرقات جلد اول صفحہ ۵۰ کی عبارت بھی اپنے مدعیٰ پر پیش کی ہے ازالتہ الریب کے صفحہ ۱۵۰ پر حالانکہ وہ عبارت ہمارے حق میں ہے اور مولف ازالتہ کے خلاف ہے کیونکہ ملا علی قاری اس عبارت میں اگرچہ مبادی غیب پر اطلاع کی نفی فرماتے ہیں مگر اسی عبارت میں غیب کے لواحق محبوبان خداوندی کے لیے ثابت قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مبادی غیب سے مراد الغیب المطلق ہے (یعنی المطلق الغیب نہیں) اور لواحق غیب غیب مطلق سے خارج ہیں اور غیب اضافی میں داخل ہیں اور یہ غیب اضافی محبوبان بارگاہ خداوندی کو حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ سرفراز صاحب خود لکھتے ہیں کہ مگر وہ غیب مطلق نہیں غیب اضافی ہے۔

اس عبارت میں غیب اضافی کا حصول مولوی صاحب کو مسلم ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو علم غیب خدا اپنے بندوں کو دیتا ہے وہ غیب اضافی ہے غیب مطلق ماننا تو ہمارے نزدیک بھی غلط ہے البتہ غیب مطلق کی تشریح غیوب خمسہ اور تقدیر سے کرنا مبنی بر جہالت ہے غیب مطلق غیر متناہی علم مطلق محیط تفصیلی ہے جس کا حصول کسی کے لیے ممکن ہی نہیں بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تقدیر کا علم اور غیوب خمسہ کا علم مبادیات غیب ہے تو پھر یہ عبارت اس وجہ سے بھی سرفراز صاحب کے خلاف ہوگی کیونکہ وہ خود ازالتہ الریب کے صفحہ ۱۵۳ پر تفسیر مظہری کے حوالے سے یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ بعض اولیاء کرام کو قضاء مبرم و معلق کا علم حاصل ہوتا ہے۔ قضائے مبرم و معلق تقدیر کا غیر ہیں الغرض سرفراز صاحب نے نہ معلوم کیا سمجھا ہے حقیقت میں ان کی اپنی نقل کردہ عبارات ان کے خلاف اور ہمارے حق میں ہیں۔

الحق یعلو ولا یعلی کا جلوہ

سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۱۵۱ پر ابن خلدون کے مقدمہ صفحہ ۴۶۹ صفحہ ۴۷۵ سے جو عبارت نقل کرتے ہیں وہ بھی سرفراز صاحب کے ہی خلاف ہے کیونکہ اس عبارت میں یہ جملے موجود ہیں:

وھذا الکشف کثیرا ما یعرض لاھل المجاھدۃ فیدرکون من حقائق الوجود مالا یدرک سواھم وکذلک یدرکون کثیرا من الواقعات قبل وقوعھا۔

اور یہ کشف بہت دفعہ اہل مجاہد کو حاصل ہوتا ہے تو وہ اس کشف سے موجودہ حقائق کو پاتے ہیں جن کو غیر نہیں پاسکتا اور اسی طرح یہ اہل کشف تو بہت سے واقعات کے وجود میں آنے سے قبل بھی جان لیتے ہیں۔

غور فرمائیے کیا یہ عبارت سرفراز صاحب کے خلاف نہیں یقیناً خلاف ہے اس میں تو اہل کشف کے لیے کئی واقعات کے وجود سے بھی پہلے معلوم ہونے کا ثبوت ملتا ہے یہ عبارت اہلسنت کے خلاف کیونکر ہوسکتی ہے۔

اسی مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۴۷۴ سے دو عبارتیں سرفراز صاحب نے نقل فرمائی ہیں وہ پڑھ لیں۔

واما الکلام فی کرامات القوم واخبارھم بالمغیبات وتصرفھم فی الکائنات فامر صحیح غیر منکر وان مال بعض العلماء الی انکارھا فلیس ذالک من الحق۔

خود ترجمہ کرتے ہیں یعنی حضرات اولیاء کرام کی کرامات اور ان کے مغیبات کی اطلاع دینے اور اسی طرح کائنات میں تصرف کرنے کی بابت اگرچہ بعض علماء انکار کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ صحیح ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا صفحہ ۱۵۲ پر یہ عبارت نقل کی ہے التصرفات فی العوالم والاکوان بانواع الکرامات۔ عوالم اور اکوان میں ان کے تصرفات مختلف قسم کی کرامات کے تحت ہوتے ہیں۔

قارئین کرام خود غور فرمائیں یہ دو نوں عبارات کیا سرفراز صاحب کے اپنے خلاف نہیں

یقیناً خلاف ہیں۔ ان عبارتوں میں اولیاء کرام کے غیب پر مطلع ہونے کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اولیاء کرام کے کائنات میں اور ایک ہی جہان نہیں بلکہ جہانوں میں ایک ہی کون نہیں بلکہ اکوان میں تصرفات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کیوں سرفراز صاحب جب اولیاء کرام کو قدرت علی التصرف فی العوالم والاکوان والکائنات حاصل ہے تو پھر انبیاء سے اس کی نفی کیونکر متصور ہو سکتی ہے کیا آپ نے ان عبارات کو بلا تردید نقل کر کے خود ان تصرفات کو تسلیم نہیں کر لیا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختار کل ہونے میں شک باقی ہے کیا آپ نے تردید نہ کر کے اس عبارت کو یا اس کو نقل کر کے بلا تردید اولیاء کرام کی کرامات نہیں بلکہ (بطور کرامت ہی سہی) ان کے تصرفات کو تسلیم نہیں کر لیا ہے مختار ہونے یا مختار کل ہونے کا اور کیا مطلب ہے جس کا آپ دل کا سرور لکھ کر رد کرتے ہیں کیا ان عبارات نے آپ کے دل کے سرور پر پانی نہیں پھیر دیا یقیناً پھیر دیا ہے۔

رہا یہ کہنا کہ یہ تصرفات بطور کرامت ہیں اس لیے درست ہیں تو جواباً عرض ہے کہ جب متصرف فی الامور ہونا اور اس کو ماننا آپ کے نزدیک شرک ہے تو پھر خواہ بطور معجزہ ہو کر یا بطور کرامت وہ بھی شرک ہوگا کیونکہ جو چیز شرک ہے وہ ہر حال میں ہر طرح شرک ہے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہو تو شرک مگر بطور معجزہ و کرامت توحید و ایمان اور جائز بن جائے کیوں سرفراز صاحب بطور معجزہ و کرامت شرک توحید بن سکتا ہے ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ شرک کا مدار یہ ہے کہ کسی کے لیے یہ تصرفات بالذات اور بالاستقلال مانے جائیں اور اس کو ایک لمحہ کے لیے بھی خدا سے بے نیاز مانا جائے تب شرک ہوگا ورنہ نہیں خلاصہ یہ کہ جو عبارات ابن خلدون کے مقدمہ سے نقل کی گئی ہیں وہ ہمارے خلاف نہیں بلکہ وہ ہمارے حق میں ہیں اور خود سرفراز صاحب کے خلاف ہیں۔

۵ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

حضرات محترم اس کے بعد مولوی سرفراز صاحب صفحہ ۵۲ اپر روح المعانی اور مظہری اور ابن خلدون کی عبارت نقل کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ بعض مغیبات پر صرف صوفی مسلمانوں کو ہی اطلاع نہیں ہوتی بلکہ کافر جوگیوں کو بھی بذریعہ فیض یہ اطلاع علی بعض المغیبات حاصل

ہوتی ہے اور اولیاء کرام کو ہی نہیں بلکہ بعض کاہنوں کو شیطانی قوت کے ذریعہ سے بھی مغیبات پر آگاہی ہو جاتی ہے اور اولیاء کرام کو الہام بواسطہ فرشتہ اور کبھی فرشتہ کی وساطت کے بغیر اور کبھی محض کشف جو علم غیب کا حاصل ہوتا ہے اور ظنی ہوتا ہے قطعی نہیں ہوتا اور (ملخصاً) ان صفحات کی عبارت میں سرفراز صاحب غیب پر اطلاع صرف صوفیاء کرام و اولیاء عظام ہی کے لیے تسلیم نہیں کرتے بلکہ کاہنوں اور جوگی کافروں کے لیے بھی تسلیم کر رہے ہیں لیجئے جناب ہم صرف انبیاء کرام و اولیاء عظام کے لیے منوانا چاہتے تھے مگر سرفراز صاحب بڑے فراخ دل ثابت ہوئے کردہ غیب کی باتوں پر خبردار (جاننا) ہونا کاہنوں اور جوگی کافروں کے لیے بھی مان رہے ہیں سرفراز صاحب مطلع علی الغیب ہونا علم بالغیب کو مستلزم ہے جیسا کہ پہلے مدلل طور ثابت کیا جا چکا ہے اگر آپ ان دونوں کے درمیان تلازم و استلزام کو نہیں مانتے تو تین وجہ بیان کرنا ہو گی ورنہ اس کو پرلے درجہ کی جہالت ہی سمجھا جائے گا رہا یہ کہنا کہ اولیاء کو جو بذریعہ وحی حاصل ہوتا ہے وہ ظنی ہوتا ہے قطعی نہیں ہوتا تو گذارش یہ ہے ان عبارات میں آپ نے کم از کم علم بالغیب تو مان لیا ہے خواہ ظنی ہی ہو آخر ظنی بھی علم ہی کی قسم سے ہے مظہری کی عبارت کے جو الفاظ ازالۃ کے صفحہ ۵۲ پر نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں:

والمراد بالعلم العلم القطعی و العلم الحاصل للاولیاء بالالهام وغیرہ ظنی لیس بقطعی

دوسری عبارت یہ ہے:

فاعلم انما ذکرت لک ان العلم الحاصل للاولیاء ظنی والمراد به العلم الحاصل علماً خصوصاً الخ

ان دونوں عبارتوں میں تصریح موجود ہے کہ اولیاء کرام کو الہام وغیرہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علم ہی ہوتا ہے نہ کچھ اور اس لیے یہ عبارات خود سرفراز صاحب کے خلاف ہیں ایک تو اس لیے کہ ان سے اولیاء کرام کے لیے بعض مغیبات کا علم حاصل ہونا ثابت ہوتا ہے جس کو سرفراز صاحب انبیاء کے لیے بھی نہیں مانتے دوسرا اس لیے کہ سرفراز صاحب اس کتاب میں انبیاء کے لیے بھی نہیں مانتے دوسرا اس لیے کہ سرفراز صاحب اس کتاب میں انبیاء کے لیے اور اولیاء کے لیے اخبار غیب اور انباء غیب اور اظہار غیب کی اختراعی اصطلاحات پر بڑے شد و مد سے زور لگاتے ہیں اور علم غیب کا سراسر انکار بالاصرار کرتے ہیں مگر ان عبارات میں اخبار غیب

وغیرہ کی بجائے علم کی تسریحات موجود ہیں جو سرفراز صاحب کی تکذیب وتغلیط کرتی ہیں رہا سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ کشف سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علم مشاہدہ ہوتا ہے علم غیب نہیں تو یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ مشاہدہ تو صرف مشاہدہ کرنے والے کی نسبت سے ہے جن کو اس کا مشاہدہ حاصل نہیں ان کی نسبت سے تو وہ علم غیب ہی کہلائے گا نہ کہ علم مشاہدہ۔

سرفراز صاحب صفحہ ۱۵۲ پر لکھتے ہیں کہ آپ نے دیکھ لیا کہ وحی کے بغیر جو مغیبات کسی پر منکشف ہوتے ہیں وہ صرف بعض ہوتے ہیں تمام اور سب نہیں ہوتے۔ سرفراز صاحب یہ تو بتائیے کہ کسی نے کہا ہے کہ وحی کے بغیر منکشف ہونے والے مغیبات کلی اور کلی ہی ہوتے ہیں یہ تو کوئی بھی نہیں کہتا کہ وہ کل یا کلی ہی ہوئے اس حصر کا قول کسی نے نہیں کیا اس کے علاوہ آپ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کے بغیر ہونے والے تو بعض ہوتے ہیں مگر بذریعہ وحی حاصل ہونے والے بعض نہیں بلکہ کل یا کلی ہوتے ہیں۔ کیا یہ آپ کو تسلیم ہے جب آپ وحی سے حاصل ہونے والے علوم کو بھی کل یا کلی نہیں مانتے تو پھر بغیر وحی کے حاصل ہونے والے کو بعض قرار دینے کا کیا فائدہ ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب صفحہ ۱۵۴ پر لکھتے ہیں کہ ازالۃ الریب کے صفحہ ۴۷۹ پر نقل کی گئی ملا علی قاری کی عبارت کے خط کشیدہ جملے فریق مخالف شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتا ہے اور ان کا ذکر تک نہیں کرتا تاکہ ان کے مزعوم کی قلعی نہ کھل جائے الخ

حقیقت یہ ہے کہ اس عبارت کا ایک لفظ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ خط کشیدہ الفاظ میں غیب کے مبادیات اور لواحقات کا ذکر ہے۔ مبادیات کو خدا کا خاصہ بتایا ہے۔ مبادی سے مراد ذاتی علوم ہیں جن پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور غیب کے لواحق کا حصول خدا کے محبوبوں کے لیے تسلیم کیا گیا ہے عطائی طور پر۔ اور مبادیات کے سوا لواحق غیب کے علم کو الغیب المطلق سے خارج قرار دے کر غیب اضافی تو مانا ہے اور انبیاء و اولیاء کے علوم کو غیب اضافی کا علم قرار دیا ہے۔ جو ہمارے ہرگز خلاف نہیں بلکہ خود سرفراز صاحب کے خلاف ہے۔ کیونکہ اضافی غیب جاننا بھی علم ہی ہے نہ کچھ اور سرفراز صاحب کا غیب اضافی کی تفسیر میں یہ کہنا کہ جو صرف اجمالی طور پر بعض جزئیات پر مشتمل ہوتا ہے ـــــ یہ بھی

قطعاً باطل و مردود ہے غیب اضافی کی جو تفسیر سرفراز صاحب نے لکھی ہے اس پر کسی معتبر تفسیر کا حوالہ پیش کرنا سرفراز صاحب کی ذمہ داری ہے مگر وہ ایسا ہرگز نہ کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الحاصل فریق عنید نے قرآن کریم کی جو آیات اور احادیث مبارکہ اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین اپنے باطل و مردود عقیدہ کے اثبات کے لیے پیش کیے تھے اور اہل سنت کے دلائل پر جو اعتراضات وارد کیے تھے اور ذاتی اور عطائی کی تقسیم پر سات عدد اعتراضات وارد کیے تھے بندہ ان کے دندان شکن جوابات دے چکا ہے اور اس بات کے جواب میں ضمنی سوالات تو بندہ نے سرفراز صاحب پر متعدد کیے ہیں مگر خصوصاً استغراق کی بحث میں دس سوالات بھی کیے ہیں جو ان شاء اللہ ان کے حلق میں ایک ہڈی کی طرح ایک عرصہ تک اٹرے رہیں گے ذاتی اور عطائی سے متعلق جو بحث کی گئی ہے وہ بھی ان شاء اللہ لاجواب ہے۔ مزید متعدد ضمنی اعتراضات بھی ان شاء اللہ تعالیٰ سرفراز صاحب کو چکرانے کے لیے کافی ہیں مگر کچھ بھی ہو انہوں نے کمالات نبوت و ولائیت کے انکار کا ٹھیکہ لے رکھا ہے پیٹ پوجا کے لیے عقیدہ اور مذہب کو بتیس ۳۲ اور تیتیس ۳۳ تیس سال چھپا کر رکھنا۔ میلاد پڑھنا دیگر ختمات میں شامل ہونا طویل عرصہ تک قابل برداشت ہے۔ ہولی دیوالی کی پوڑیاں کھانا۔ کوا کو حلال قرار دینا۔ بلکہ کوا سرگودھا کے علاقہ سلانوالی میں پکا کر مزے سے کہ کھانا ان کے لیے قابل برداشت ہی نہیں کارِ ثواب بھی ہے بلکہ سنجے گاندھی کے ہاتھوں جشن صد سالہ دیوبند کے موقعہ پر سہ روزہ ضیافت کھانا بھی بڑی بات نہیں بلکہ خانہ خدا میں گاندھی جی جیسے مشرک اور بت پرست کو منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھا کر گاندھی کی جے کے نعرے لگانا سے نہ ایمان جاتا ہے نہ توحید بگڑتی ہے۔ بلکہ مطلب پرستی کا یہ عالم ہے کہ تحریک نظام مصطفی میں مفتی محمود صاحب حضرات داتا گنج بخش صاحب کے مزار پہ حاضری دیتے ہیں۔ دستار بندی کراتے ہیں اور حلوہ کھاتے اور تقسیم کرتے ہیں۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

باب پنجم

بجواب

باب پنجم

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب نے اس باب میں چند انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق چند متفرق مقامات سے چند آیات قرآنیہ معہ تفاسیر کے حوالہ جات کے نقل کر کے ان کے علوم غیبیہ کا انکار کیا ہے اور یہ باب صفحہ ۱۵۵ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۰۲ تک چلا گیا بہت سی غیر متعلقہ عبارات و مضامین بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ خواہ مخواہ کتاب کی ضخامت بڑھاتے چلے گئے ذیل میں ان کے دلائل اور اعتراضات کے جوابات پیش کرتے ہیں مطالعہ فرمائیں اور سرفراز صاحب کے علم کی داد دیں جو اہل دیوبند کے بڑے لائق سپوت قرار پائے ہیں۔

صفحہ ۱۵۵ پر فرماتے ہیں کہ ان انبیاء کرام نے بے شمار غیوب جو بتائے ہیں وہ یقیناً انہی کا حصہ ہو سکتا ہے کوئی ان کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا مگر بایں ہمہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات عالم الغیب نہ تھیں اور جب یہ حضرات عالم الغیب نہیں تو پھر اولیاء کرام کس طرح عالم الغیب ہو سکتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں اولیاء کو علم غیب نہیں ہوتا۔

ہاں بعض غائب چیزوں کے متعلق خرق عادت کے طور پر کشف سے یا الہام سے ان کو علم دیا جاتا ہے اور یہ کہنا کہ اولیاء کو علم غیب ہے کفر ہے الخ (ملخصاً)

قارئین کرام غور فرمائیں اور اس عبارت سے سرفراز صاحب کے علم کا اندازہ لگائیں انبیاء کرام نے بے شمار غیوب بتائے ہیں۔ ان الفاظ میں کیا بے شمار علوم غیبیہ کا اعتراف سرفراز نے انبیاء کے لیے کر نہیں لیا ان سے یہ دریافت کریں کہ جب انبیاء نے بے شمار غیب بتائے ہیں تو کیا وہ علم کے بغیر بتائے ہیں کیا جو چیز علم میں نہ ہو وہ بتائی جا سکتی ہے۔

کیا ان انبیاء کا بے شمار غیوب بتانا بے شمار غیوب کو جاننے کی دلیل نہیں ہے۔ کیا آپ جہل مرکب کا شکار تو نہیں ہو گئے عجیب منطق ہے کہ بے شمار غیوب بتاتے تو تھے مگر ان غیوب

کو جانتے نہ تھے ان کا علم حاصل نہ تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ من ذالک الخرافات۔

میرے خیال میں سرفراز صاحب کا انبیاء کرام کے لیے بے شمار غیوب بتاتے کے کمال کو تسلیم کر لینے کے بعد قرانی آیات وغیرہ سے علم غیب کے حصول کی نفی کرنا اپنی تردید آپ کرنے کے مترادف ہے تھوڑا آگے لکیر کشیدہ الفاظ کے ہوتے ہوئے اب سرفراز صاحب یہ تاویل بھی نہیں کر سکتے کہ اخبار غیب اور انباء غیب ہے مگر علم غیب نہیں ہے۔ کیونکہ مولوی سرفراز صاحب نے قاضی ثناء اللہ صاحب کا جو حوالہ نقل کیا ہے اس میں یہ تصریح موجود ہے۔

کہ بعض غائب چیزوں کا بطور خرق عادت الہام یا کشف سے ان کو علم دیا جاتا ہے۔

اس عبارت میں لفظ علم صراحتہ موجود ہے اخبار غیب یا انباء غیب کا ذکر نہیں ہے۔ قاضی صاحب کی یہ عبارت تو خود سرفراز صاحب کے خلاف ہے کیونکہ یہ غیب کا علم نہیں مانتے بلکہ یہ اخبار و انباء غیب مانتے ہیں۔ مگر عبارت میں علم غیب دیئے جانے کی تصریح ہے۔

یہ عبارت نقل کر کے سرفراز صاحب نے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارا ہے۔

رہا قاضی صاحب کا علم غیب ماننے کو کفر قرار دینا تو یہ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ قاضی صاحب کی عبارت کا محمل وہی ہے جو آیات نافیہ و عبارات اکابرین امت کا ہے یعنی یہ عبارت بھی ذاتی کی نفی کرتی ہے عطائی کی نہیں چنانچہ قرینہ مقالیہ خود عبارت کے اندر موجود ہے۔ قاضی صاحب نے خود الہام یا کشف سے بعض علم غیب کا حصول مانا ہے۔

وہ ذاتی علم غیب ماننے کو کفر قرار دیتے ہیں عطائی کو نہیں بصورت دیگر وہ خود اپنے فتویٰ کفر کی زد میں آجائیں گے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کو وہ مانیں اسی کو وہ کفر کہیں یا جس کو کفر قرار دیں اسی کو خود عطائی طور پر اور جزوی طور پر مان لیں۔

اس عبارت کو اپنی حمائیت میں اور ہمارے خلاف نقل کرنا مولوی سرفراز صاحب کی جہالت اور بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے۔

مزید یہ کہ اگر اس کو ذاتی پر محمول نہ کریں تو پھر خود سرفراز صاحب اور ان کے اکابر بھی اس فتویٰ کفر کی زد میں آتے ہیں کیونکہ بعض علوم غیبیہ کا حصول عبارات اکابر میں سرفراز صاحب نے اور تغیر العنوان میں اشرف علی صاحب تھانوی نے اور شمائم امدادیہ حاجی امداد اللہ صاحب

مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ فما هو جوابکم فهو جوابنا۔

اسی صفحہ کے آخر میں سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ۔ مگر جہالت کا خدا برا کرے آج یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ولی کے کمال کی شرط یہ ہے کہ کسی مادہ کی شرم گاہ میں کوئی نطفہ قرار نہیں پکڑتا اگر وہ کامل اس کو دیکھتا ہے۔ اور ان شہوت پرستوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ استقرار نطفہ کا محل رحم ہے فرج نہیں یا پھر صرف استلذاذ منظور ہے (ملخصاً)۔

قارئین کرام جواباً عرض ہے کہ کسی کامل کے متعلق یہ عبارت صرف بریلوی حضرات کی نہیں بلکہ ایسی عبارات علامہ عبدالعزیز دباغ کی ابریز شریف سے منقول ہیں۔

یہ اعتراض صرف بریلوی علماء پر کرنا دیانتداری نہیں جہالت کا فتویٰ صرف ان علماء پر کیوں ہے جن عظیم بزرگوں نے یہ تصریح کی ہے اور اصل میں جن کی یہ عبارت ہے ان پر بھی ذرا جہالت کا فتویٰ لگائیں نا۔

اور ذرا یہ بھی سرفراز صاحب سے دریافت کریں کہ ولی کے کمال کی یہ شرط کس نے لکھی ہے کون یہ کہتا ہے کہ ولی اس کے بغیر کامل نہیں ہو سکتا استقرار نطفہ فی الرحم کا مخفی نہ رہنا ولی کے علم کی وسعت کا کمال ہے یہ اور چیز ہے اور ولی کا اس نطفہ کو ارادۃً دیکھنا اور بات ہے ولی استقرار نطفہ فی الرحم کو قصداً و ارادۃً دیکھتا ہے۔ اگر یہ کسی نے لکھا ہے تو با حوالہ بتائیں اور منہ مانگا انعام پائیں ورنہ معنوی تحریف کر کے اپنے آپ کو ملعون نہ بنائیں امر مذکور کا مخفی نہ رہنا اور چیز ہے اور اس کو قصداً و ارادۃً دیکھنا امر آخر ہے پہلی چیز وسعت علمی کا نتیجہ ہے اور امر ثانی قطعاً مردود ہے۔

بغیر قصد و ارادہ کے کسی چیز کا علم میں آجانا یا مشاہدہ میں آجانا قابل مذمت نہیں اور نہ موجب توہین ہے قابل مذمت، و موجب توہین یہ ہے کہ ایسی اشیاء کی طرف قصداً توجہ دی جائے اور ارادۃً دیکھنے کی کوشش کی جائے مگر اس کا کوئی قائل ہی نہیں اگر قصد و شہوۃً کے بغیر مشاہدہ میں یا دیکھنے میں یا علم میں آنا موجب توہین قرار دیا جائے تو پھر سرفراز صاحب یہ بتائیں کہ یہ استقرار نطفہ فی الرحم اور اس کا وقت خدا کے علم و مشاہدہ میں ہے یا نہیں شق ثانی کے کفر ہونے میں شک نہیں اور شق اول کی صورت میں یہ خدا کی توہین ہے یا نہیں اگر ہے تو کیوں اور کہاں لکھا ہے اور اگر یہ توہین

نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر جو چیز خدا کے لیے موجب توہین نہیں ہے وہ دلی کے لیے موجب توہین کیونکر ہو سکتی ہے۔

رہا یہ کہ استقرار نطفہ فی الفرج کہنا غلط ہے کیونکہ استقرار فرج میں نہیں بلکہ رحم میں ہوتا ہے۔ تو جواباً گذارش ہے۔ کہ فرج استقرار نطفہ فی الرحم کا سبب ہے اور سبب بول کر سبب کو مراد لینا علماء کے نزدیک غلط نہیں بلکہ درست ہے بلکہ یہ شائع و ذائع ہے معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض مبنی بر جہالت ہے۔ سبب بول کر سبب مراد لینے کی امثلہ قرآن و سنت وغیرہ کتب سے نقل کرنا باعث طوالت نہ ہوتا تو ہم ضرور نقل کرتے مگر بربنائے مجبوری ان کو ترک کرنا مناسب سمجھا ہے رہا یہ کہنا کہ شاید استلذاذ کے لیے فرج کا ذکر کیا ہے تو اس کے متعلق اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے۔ المرء یقیس علیٰ نفسہ بعض آدمی دوسروں کو اپنے اوپر قیاس کر لیتے ہیں اور یہی حال مولوی سرفراز صاحب کا ہے ان کے اکابر کو بھی ان اشیاء سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بہشتی زیور نامی کتاب میں ذکر کو طویل بنانے والے بڑے مزے دار نسخے لکھے ہیں۔ جن کو علماء دیوبند محض پڑھتے ہی نہ ہوں گے ضرور عملی جامہ پہناتے ہوں گے اور استلذاذ بالفروج کے ضرور ماہر ہوں گے۔

رہا مولوی صاحب کا اہلسنت و جماعت کو شہوت پرست کہنا تو اگرچہ ایسی گفتگو علماء کی شایان شان نہیں۔ مگر ایسے بے باک اور بے حیاؤں کو جواب نہ دینا بھی کمزوری پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے جواب میں صرف اتنی گذارش ہے کہ مولوی سرفراز صاحب کو پوچھئے جناب آپ کو ان کے متعلق کب یہ تجربہ ہوا اور کیسے معلوم ہوا کہ یہ شہوت پرست ہوتے ہیں۔ ہم نے تو کتابوں میں آپ کے اکابر کے متعلق یہ پڑھا ہے کہ وہ اپنے سینے پر لٹا کر پیار کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی اپنی کتاب ارواح ثلاثہ ملاحظہ کر لیں۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۵۶ سے ۱۵۸ کے آخر تک تقریباً قرآن کریم کی چند آیات (جن میں آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی لغزش کا ذکر ہے)

پیش کرکے یہ ثابت کرنے کی ناکام سعی کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام اگر غیب جانتے ہوتے تو کیوں شیطان کے فریب میں آتے اگر ان کا علم ما کان و ما یکون علم آدم الاسماء کلہا سے ثابت ہوتا تو وہ ابلیس کے فریب میں کیوں آتے وغیرہ وغیرہ (ملخصاً)

جواباً گذارش ہے کہ ہم نے بڑی وضاحت سے باب اول میں بیان کر دیا ہے کہ ذلۃ اور نسیان و سہو انبیاء کرام سے صادر ہو سکتے ہیں بلکہ ذہول بھی ہو سکتا ہے۔

یہاں حضرت آدم علیہ السلام کو نسیان ہو گیا تھا۔ جس کی دلیل خود قرآن کی آیت ہے فنسی آدم ولم نجد لہ عزما اور آدم علیہ السلام بھول گئے اور ہم نے ان کا عزم نہ پایا اس آیتہ کریمہ میں جناب آدم علیہ السلام کا نسیان مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ نسیان دلیل علم ہے نہ کہ عدم علم کی دلیل کیونکہ بھولتی وہی چیز ہے جو پہلے علم میں ہو۔ جو پہلے علم میں نہ ہو اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ بھول گئی ہے بالکل غلط ہے۔ پھر بھولنا اگر لاعلمی ہو تو پھر وہ بھولی ہوئی چیز کبھی یاد ہی نہ آئے مگر توجہ کے بعد یاد آجانا اور یاد آجانے کے بعد اس کی حیثیت معلومیہ سابقہ کا اجنبی نہ ہونا علم کی دلیل ہے اس لیے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ بھولنے کے بعد یا ذہول کے بعد تو لاعلمی ہو گئی۔

الغرض خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ آدم علیہ السلام سے یہ لغزش لاعلمی کی وجہ سے سرزد ہوئی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ ان سے اس کا صدور نسیان پہ مبنی ہے اور نسیان منافی علم ہرگز نہیں ہے۔ سرفراز صاحب کی دیوبندی منطق بھی عجیب ہے کہ مثبت علم چیز کو منافی علم قرار دے رہے ہیں۔ ان آیات سے نفی علم پر استدلال کرنا مولوی سرفراز صاحب کی جہالت کا چمکتا ہوا ثبوت ہے۔ نیز اس نسیان پر مرتب شدہ نتائج کو دیکھ کر اس نسیان کو علم آدم الاسماء کلہا سے ثابت شدہ علم کلی کے منافی و خلاف قرار دینا پرلے درجہ کی حماقت ہے جیسا کہ واضح کر دیا گیا ہے۔

اب یہ کہنا کہ نصوص قطعیہ سے نفی ثابت کی گئی ہے انتہائی غلط ہے یہ نصوص قطعیۃ الثبوت تو ضرور ہیں مگر ادعاء مذکور پر ان کی دلالت ہرگز قطعی نہیں بلکہ عدم علم کے ادعا پر سرے سے دلالت ہے ہی نہیں چہ جائیکہ وہ قطعی ہو کوئی ایک آیت بھی قطعی الدلالتہ نہیں ہے۔ جو شخص ایک آیت ادعاء مذکور پر قطعی الدلالتہ پیش کرنے کی ہمت کرے وہ منہ مانگا انعام حاصل کرے

ہمارا چیلنج ہے!

کہ مولوی سرفراز صاحب میدان میں آکر (اپنے اس دعویٰ کو کہ آدم علیہ السلام کے علم کی نفی کی یہ جو آیات پیش کی گئی ہیں وہ قطعی الدلالۃ ہیں) ثابت کریں بلکہ صرف ایک آیت کا قطعی الدلالۃ ہونا ہی ثابت کردیں ورنہ اپنے عقیدہ خبیثیہ سے تائب ہو کر صحیح العقیدہ سنی بن جائیں۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب صفحہ ۱۵۸ پر لکھتے ہیں کہ لفظ کل سے اکثر چیزیں مراد ہوتی ہیں ہر مقام پر یہ استغراق کلی کے لیے ہی نہیں آتا۔

جواباً گذارش ہے کہ لفظ کل کا کبھی یا کسی جگہ اکثر کے لیے آنا ہرگز متنازعہ نہیں نہ اس کا انکار ہے مگر اس کو بلا قرینہ اور بلا دلیل حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنیٰ کی طرف پھیرنا کہاں کی دیانت اور کہاں کی عقلمندی ہے کیا کل کا عموم کے لیے آنا حقیقتاً کتب اصول میں مصرح نہیں ہے ہم پندرہ عبارات پیش کر کے باب اوّل میں ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عموم کے لیے ہے اور یہ بھی مصرح ہے کہ اس کا حقیقی معنی عموم ہی کے لیے آتا ہے اکثر یا بعض کے لیے آنا مجاز ہے اور بلا قرینہ و بلا دلیل مجاز مراد لینا ہرگز درست نہیں ہے مفصل بحث آگے آئے گی۔ سرفراز صاحب کی بحث کے جواب میں نیز یہ کہ استغراق کلی کہنا بھی غلط ہے کیونکہ استغراق حقیقی ہو یا عرفی ہر حال میں یہ کلی ہوتا ہے کیونکہ استغراق جزی تو ہے ہی نہیں استغراق جب بھی ہوگا یا حقیقی ہوگا یا عرفی ہوگا کوئی بھی ہو کلی ہی ہوگا۔ اس لیے سرفراز کو استغراق کلی کی بجائے استغراق حقیقی کہنا چاہیئے تھا۔

صفحہ مذکورہ پر سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ اگر آدم علیہ السلام کو کل غیب دیا جا چکا ہوتا تو ممنوع درخت کے نتائج سے کیوں دیدہ دانستہ اغماض برتتے۔

غور فرمائیے سرفراز صاحب کیا کہہ رہے ہیں کچھ آپ بھی سمجھے وہ یہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے جان بوجھ کر قرب درخت کو اختیار کیا مگر قرآن پر بتاتا ہے کہ آپ نے دیدہ دانستہ اور جان بوجھ کر نہیں بلکہ بھول کر ایسا کیا تھا آپ کو نسیان ہو گیا تھا اس پر نص ہے اور قطعی الثبوت ہی نہیں بلکہ قطعی الدلالۃ بھی ہے کہ فَنَسِيَ آدَمُ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا آدم بھول گئے اور ہم نے ان کا عزم نہ پایا اب کس کی بات مانو گے خدا کی اور قرآن کی یا سرفراز صاحب کی کس کو سچا مانو گے

اور کس کو جھوٹا یقیناً خدا سچا ہے۔ قرآن بھی سچا ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا جھوٹا ہونا متعین ہے فکر کی کوئی بات نہیں۔

علاوہ ازیں یہ کہ عدم توجہ کی وجہ سے کسی چیز کا علم استحضار عدم علم کی دلیل نہیں ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ جناب آدم و حوا علیہما السلام کی عدم توجہ کی وجہ سے اس لغزش کا صدور ہوا ہو یا یہ کہ خداوند قدوس نے بعض مصلحتوں کے پیش نظر ان کی توجہ کو ان امور سے ہٹا دیا ہو اور وہی آپ کی توجہ کا ہٹ جانا بعض فضیلتوں کے حصول کا سبب بنا ہو اور ظاہر ہے کہ عدم توجہ عدم علم نہیں کیونکہ جب ایسی چیز کی طرف توجہ دوبارہ مبذول ہوتی ہے تو اس کی حیثیت معلومیہ سابقہ اجنبی معلوم نہیں ہوتی بلکہ وہی ہوتی ہے جو پہلے تھی اس لیے ہمارے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ سرفراز صاحب درحقیقت اپنے مدعیٰ پر دلائل قائم کرنے میں بالکل ناکام رہے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے دلائل و اعتراضات کے جوابات مکمل طور پر دیے جا چکے ہیں۔

اس سے قبل چونکہ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا کی تفسیر تفاسیر کے حوالوں سے پیش کی جا چکی ہے۔ اس لیے اس کا اعادہ یہاں نہیں کرتے وہاں دیکھ لیں۔

علم غیب اور حضرت نوح علیہ السلام :

صفحہ ۱۵۸ کے آخر میں اس عنوان میں صفحہ ۱۶۲ تک چند آیات قرآنیہ اور چند ضمنی روایات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ حضرت نوح کو ہر ہر بات کا علم حاصل نہ تھا بلکہ بیٹے کی نجات کا علم بھی نہ تھا بلکہ یہ بھی علم نہ تھا کہ بیٹے کے حق میں سوال کرنے سے خدا ناراض ہو جائے گا اگر پہلے سے علم ہوتا تو ہرگز سوال نہ کرتے دعا بھی نہ کرتے وغیرہ وغیرہ (ملخصاً)

جواب نمبر ۱ :

قارئین کرام ہر نبی و رسول کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ان کو یہ علم ما کان و ما یکون بالتدریج حاصل ہوا ہے نہ دفعتہً جب حضور علیہ السلام کو یہ وسعت علمی بالتدریج ہی ہے تو دیگر انبیاء و رسل کو بھی اس تدریج سے ملی ہے اور ان علوم کی تکمیل آخر عمر تک قبل از وصال ہوئی ہے لہٰذا وصال سے قبل کے واقعات کو ہمارے مقابلہ میں دلیل نہیں بنایا جا سکتا ہاں کوئی ایسی آیت یا

حدیث پیش کریں جس میں یہ صراحت ہو کہ آخر عمر تک بھی فلاں چیز کا علم نہ تھا مگر ایسا ثبوت اور ایسی دلیل ہرگز پیش نہیں کی جاسکتی۔

حضرت نوح علیہ السلام کو آخر عمر شریف میں وصال سے بہر حال پہلے بلکہ بہت پہلے خدا کی طرف سے بیٹے کی نجات نہ پانے کا اور سوال سے خدا کے ناراض ہونے کا علم دے دیا گیا تھا۔ جب تک نہیں دیا تھا نہ تھا جب دے دیا تو ہو گیا۔

جواب نمبر ۲:

الغرض نفی ذاتی کی ہے عطائی کی نہیں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ خدا کا عطا کردہ ہے ذاتی نہیں اور یہ عطا تدریجی ہے الغرض جو ہمارا مدعیٰ ہے وہ منفی نہیں اور جو منفی ہے وہ مدعیٰ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ سرفراز صاحب کوئی ایک دلیل پیش نہیں کر سکے جس سے یہ ثابت ہو کہ نوح علیہ السلام کو آخر عمر تک ما کان و ما یکون کا علم عطا نہیں ہوا۔

جواب نمبر ۳:

بہت ممکن ہے کہ سوال کرنا بیٹے کی نجات کا یا بیٹے کو بلانا یہ تمام امور عدم توجہ کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئے ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ نسیان یا ذہول ہو گیا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ عدم توجہ یا نسیان یا ذہول عدم علم کی دلیل نہیں ہیں جیسا کہ اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

صفحہ ۵۹ اسے صفحہ ۶۲ تک میں ایک سوال کر کے اس کا جواب دیتے ہیں وہ یہ کہ مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حنفیت میں اور مولوی امام دین صاحب نے نصرۃ الحق میں کَرَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ الآیہ سے استدلال کر کے علم ما کان و ما یکون ثابت کیا ہے مگر فریق مخالف کا یہ استدلال باطل ہے اولاً اس لیے کہ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت نوح علیہ السلام صرف اپنی قوم کی عورتوں کے ارحام کا اور ان کی اولاد اور اولاد کے ایمان نہ لانے کا علم تھا اس سے پہلی قوموں کی عورتوں کے ارحام اور کیڑوں مکوڑوں اور دیگر حیوانات و جنات کے ارحام کا علم کیسے ثابت ہوا آیت میں تو فاجر و کفار کا ذکر ہے اور فاجر و کفار تو صرف انسان و جن ہوں گے کہ وہی مکلف ہیں نہ کہ دیگر حیوانات وغیرہ لہٰذا ما کان و ما یکون کی نفی ہو گئی۔

قارئین کرام سرفراز صاحب کا یہ اعتراض تب صحیح ہوتا جبکہ وہ یہ ثابت کرتے کہ آخر عمر شریف تک آپ کو یہ علمی وسعت عطا نہیں ہوئی مگر ایسی دلیل نہ وہ پیش کر سکے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں اس لیے سرفراز صاحب کا یہ اعتراض مبنی بر حماقت ہے۔ کیونکہ ہمارے عقیدہ کو سمجھے بغیر کیا گیا ہے رہا یہ کہنا کہ نوح علیہ السلام نے قوم کی ہلاکت کی دعا خدا کے بتانے کے بعد کی تھی یعنی پہلے خدا نے بتا دیا تھا کہ اب تیری قوم ایمان نہیں لائے گی اس کے بعد آپ نے بد دعا کی تھی کہ ان کو تباہ کر دے تو اس سے ہمارا مدعیٰ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے بغیر نہیں جانتے مگر جب خدا علم عطا کر دے تو جان لیتے ہیں اس طرح نفی ذاتی کی ہو گی نہ عطائی کی خدا کے بتانے کے بعد جان لینا عطائی علم غیب کے کب منافی و مخالف ہے اس لیے یہ اعتراض بھی جہالت کی نشانی ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہو گیا کہ بیٹے کے لیے دعا کرنا منافی علم ہے۔ کیونکہ یہ دعا عدم توجہ پر مبنی ہو سکتی ہے اور عدم توجہ عدم علم نہیں ہے۔

مولوی سرفراز صاحب نے سورۃ ہود پ ۱۲ کی آیت میں اپنی طرف سے لفظ لقد کا اضافہ کر دیا ہے آیت تو وَاُوْحِیَ سے شروع ہوتی ہے مگر سرفراز صاحب نے وَلَقَدْ اُوْحِیَ لکھ دیا ہے شاید شیعہ شنیعہ سے متاثر ہو کر یہ سمجھ لیا ہے کہ جامعین قرآن سے یہ لفظ رہ گیا ہے۔

علم غیب اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام :

ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۶۲ پر مذکورہ بالا عنوان میں سورت ہود کی چند آیات اور بخاری کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مولوی سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم غیب حاصل نہ تھا ورنہ وہ فرشتوں کو انسان اور مہمان نہ سمجھتے اور ان کے سامنے بچھڑا بھون کر نہ رکھتے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سارا کو بھی علم غیب حاصل نہ تھا ورنہ وہ بھی تعجب نہ کرتیں اور بڑھاپے کی شکایت بھی نہ کرتیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ہاجرہ کو بھی غیب کا علم حاصل نہ تھا ورنہ نہ کہتیں کہ :

یا ابراھیم الی من تترکنا الخ

جواب نمبرا :

تو وہی ہے جو اس سے قبل آدم و نوح و حوا علیہما السلام کے متعلق دیا جا چکا ہے کہ ان آیات میں ان حضرات سے ان کی عمر شریف کے آخری حصہ تک وصال شریف تک ما کان و ما یکون کے حصول کی نفی نہیں ہے نفی پہلے کی ہے جو ہمارا مدعیٰ نہیں ہمارا دعویٰ حصول تدریجی کا ہے جس کی تکمیل کے وصال سے قبل تک کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا۔

جواب نمبر۲ :

یہ ہے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توجہ مکمل طور پر آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی کی طرف مبذول ہو چکی تھی اور آنے والوں کی ملکیت سے (فرشتہ ہونے) عدم توجہ کی وجہ سے ملکیت کا پتہ نہ چلا اور فوراً اس مہمان نوازی کے جذبہ کے تحت بچھڑا بھون کر پیش کر دیا اور انسانوں کی طرح میزبانی کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے اور پہلے واضح کر دیا گیا ہے کہ عدم توجہ کو عدم علم کی دلیل بنانا صحیح نہیں ہے عدم توجہ کو عدم علم کی دلیل بنانا دانشمندی نہیں ہے۔ بعض دفعہ کسی عالم دین سے مسئلہ دریافت کیا جائے تو وہ باوجود علم میں ہونے کے محض عدم توجہ کی وجہ سے بتانے سے قاصر ہوتے ہیں مگر جب توجہ دیتے ہیں تو وہی مسئلہ سابقہ حیثیت معلومیہ کے ساتھ مستحضر ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر۳ :

انبیاء کرام کے حق میں نسیان و ذہول جائز ہے ہو سکتا ہے کہ باری تعالیٰ نے بر بنائے حکمت ان پر نسیان یا ذہول طاری فرما دیا ہو جو مثبت علم ہے نافی علم ہرگز نہیں ہے رہی حضرت سارہ و ہاجرہ علیہما السلام سے علم غیب کی نفی تو چونکہ یہ ولیہ ہے نبیہ نہیں ہے اس لیے ان کا علم انبیاء کرام کے علم کے مساوی نہیں ہو سکتا ان کے لیے ہر وقت ہر شئی کا علم کسی نے نہیں مانا ہو سکتا ہے کہ بعض اشیاء ان سے مخفی رہی ہوں مگر یہ علی الاطلاق کہنا کہ اولیاء کرام کو بالکل غیب کا علم نہیں ہوتا یہ قطعاً غلط ہے اور معتزلہ کا مذہب ہے اہلسنت کا نہیں۔ خود سرفراز صاحب نے بھی مرقات اور روح المعانی مظہری۔ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۹۸، ۹۹ سے ازالتہ الریب کے صفحہ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ پر نقل کرتے ہوئے اولیاء کرام کے علم غیب کو تسلیم کیا ہے یعنی بعض

علوم غیبیہ مانتے ہیں۔

اعتراض:

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو جب ان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اور اپنی طرف سے قربانی کر بھی دی تھی تو یہ ان کا کوئی بڑا کارنامہ نہ سمجھا جاتا بلکہ ایک ڈرامہ ہوتا کیونکہ ان کو تو معلوم تھا کہ لڑکا ذبح نہیں ہوگا الخ (ملخصاً ازالۃ الریب صفحہ ۱۶۴)

علاوہ ازیں چخہ نمرودی میں ڈالے جانے کے وقت آپ کو علم تھا اپنے بچ جانے کا اور آگ کے گلزار بننے کا تو پھر آپ کا یہ کوئی کارنامہ نہیں ہے اور اگر علم نہ تھا تو ہمارا مدعیٰ ثابت ہو گیا (یہ آخری اعتراض ان صفحات میں سرفراز صاحب نے نہیں کیا۔ ممکن ہے آگے کسی جگہ کیا ہو۔ بہر حال جواب دیا جا رہا ہے)

جواب نمبر۱:

یہ ہے کہ جس وقت جناب ابراہیم کو بیٹے کی قربانی دینے کا حکم ہوا تھا اور آپ نے اس پر عمل کیا وہ وقت آپ کی عمر شریف کا آخری وقت نہ تھا بلکہ آپ اس کے بعد بھی ایک مدت تک بقید حیات رہے ممکن ہے کہ باری تعالیٰ نے ان کے علم ما کان وما یکون کی اس واقعہ کے بعد تکمیل فرما دی ہو الغرض جس کی نفی ہوتی ہے وہ مدعیٰ نہیں اور جو مدعیٰ ہے وہ منفی نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ہم علم مذکور کے حصول تدریجی کے قائل ہیں لہٰذا پیش کردہ واقعات کو ہمارے مدعیٰ کی نفی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ جناب سرفراز صاحب کی جہالت ہے کہ وہ ان سے استدلال کرتے ہیں۔

جواب نمبر۲:

کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بربنائے حکمت (خواہ وہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے) ان واقعات مندرجہ اعتراض کے وقوع میں آنے سے قبل آپ پر نسیان یا ذہول طاری کر دیا ہو اور آپ سے قربانی بھی کرا دی ہو اور جان کی بازی بھی لگوا دی ہو۔ رہا یہ کہ نسیان اور ذہول اتنا طویل نہیں ہوتا تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ جب اس کے ساتھ کوئی حکمت متعلق ہو جائے تو اس کے طویل ہونے میں کوئی بعد نہیں ہے اس نسیان یا ذہول کے طاری ہونے یا اس کے

طویل ہونے کے استحالہ پر ہرگز کوئی دلیل قائم نہیں کی جاسکتی من ادعیٰ فعلیہ البیان۔

پچھر نمرودی میں ڈالے جانے کے بارے میں جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا جواب بھی یہ ہے نسیان اور ذہول کی صورت میں عدم علم ثابت نہ ہو گا جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔

جواب نمبر ۳:

یہ کہ ممکن ہے کہ باری تعالیٰ نے آپ کی توجہ بر بنائے حکمت مذکورہ واقعات سے ہٹالی ہو وقتی طور پر اور ظاہر ہے کہ عدم توجہ کو عدم علم کی دلیل بنانا درست نہیں ہے ہر وقت علم ہونے کی یہ شرط نہیں ہے کہ ہر چیز کی طرف توجہ بھی ہر وقت رہے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر نسیان یا ذہول کا طاری ہو جانا بالکل جائز امر ہے اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے کہ ذہول یا نسیان علم کے منافی نہیں بلکہ مثبت علم ہیں۔

رہا یہ کہ عدم توجہ یا ذہول یا نسیان کے بعد تو لاعلمی ہی ہو گی لہٰذا عدم علم ثابت ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی طرف سے توجہ کا ہٹ جانا یا اس کا بھول جانا ہرگز لاعلمی کو مستلزم نہیں ہے۔ اگر ان کے مابین استلزام کا قول کیا جائے یا واقعی یہ استلزام ہو تو پھر بھولی ہوئی چیز کبھی یاد ہی نہ آئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بے شمار بھولی ہوئی چیزیں یاد آجاتی ہیں اگر بھول کی وجہ سے علم کو زائل مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ کبھی وہ یاد نہ آئے اسی طرح کسی امر معلوم کی طرف سے توجہ ہٹنے کے بعد جب اس کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے تو وہ امر معلوم اجنبی معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کی حیثیت معلومیہ وہی ہوتی ہے جو پہلے تھی یہ بھی بقائے علم کی دلیل ہے اس لیے یہ واقعات وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض الآیہ۔ سے کیے گئے استدلال کے خلاف ہرگز نہیں ہیں۔

یہ مولوی سرفراز صاحب کی جہالت ہے کہ وہ ان واقعات کو ہمارے اور آیہ مذکورہ کے خلاف سمجھے بیٹھے ہیں۔

عُمری دلائل

اس عنوان میں صفحہ ۴۰۱ پر مولوی سرفراز صاحب مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رَبَّنَا اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ الآیۃ سے علم غیب ثابت کر کے مولوی محمد عمر صاحب نے قرآن میں تحریف بھی کی ہے اور اپنی جان پر ظلم بھی کیا ہے بلکہ اپنی درماندگی اور جہالت کا زندہ ثبوت بھی پیش کیا ہے اولاً اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بناءِ بیت اللہ اور حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کے بعد کی ہے قبل کی نہیں۔ بنائے بیت اللہ سے پہلے جو دعا انہوں نے کی ہے وہ پہلے پارہ میں ہے جس میں لفظ بلد نکرہ ہے اور اس میں مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ کا ذکر نہیں ہے اور یہ دعا جس میں البلد معرفہ ہے یہ بنائے بیت اللہ اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے بعد کی ہے چنانچہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۵۴۰ میں فرمانہ لانہ دعا بہ بعد بنائہا الخ اور صفحہ ۵۴۱ میں ہے: وھذا کان بعد بنائہ تاکیداً و رغبۃً الی اللہ۔

جواب:

یہ اعتراض خود جہالت کا پلندہ ہے ابن کثیر کی دونوں عبارتوں میں صرف یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ بیت اللہ شریف کی بناء کے بعد یہ دعا مانگی تھی لیکن یہ قول متفق علیہ نہیں کیونکہ رَبَّنَا اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ۔ کی تفسیر کرتے ہوئے جلد اول صفحہ ۲۰۹ میں لکھا ہے:

ای بعضھا وھو اسماعیل مع امہ ھاجرہ۔ یعنی اس عبارت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مِن تبعیض کا ہے (علی التعیین) اور مراد ذریتی سے بعض ہے اور وہ صرف اسماعیل علیہ السلام ہیں جن کو آپ ماں ہاجرہ کے ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور تفسیر جلالین کے خطبہ میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اس تفسیر میں ارجح اقوال پر اعتماد کیا گیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں: والاعتماد علی ارجح الاقوال معلوم ہوا کہ راجح قول یہ ہے کہ مذکورہ بالا دعا بنائے بیت اللہ سے پہلے کی ہے اور اس وقت کی ہے جبکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت ابھی نہیں ہوئی تھی۔ جلالین میں لبعضہا کا لفظ صراحتہً موجود ہے جو مِن کے تبعیضیہ ہونے

کی دلیل ہے۔ اور پھر اس بعض کی تفسیر وھو اسماعیل سے فرمادی ہے اور اس من کے تبعیضیہ ہونے پر ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ آگے رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ والی آیت میں ومن ذریتی میں یقیناً من تبعیضیہ ہے ایک ہی قسم کی دعایں ایک جگہ من کو تبعیض کے لیے اور دوسری جگہ بیان کے لیے لینا مناسب نہیں ہے۔

چنانچہ خود امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّة حيث لا يرونه استقبل بوجهه البيت ثم دعا بهذه الدعوات ورفع يديه فقال (ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادٍ الایۃ) وجعلت ام اسماعیل ترضع اسماعیل وتشرب من ذلك الماء۔

یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ کو فرمایا کہ اللہ کے حکم سے میں تم کو یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں تو آپ واپس آگئیں اور ابراہیم علیہ السلام ایسی جگہ سے بیت اللہ کی طرف متوجہ ہوئے جہاں سے آپ کو کوئی نہ دیکھ سکتا تھا اس وقت یہ دعا کی ہاتھ اٹھا کر اے ہمارے پیارے پروردگار میں نے وادیٔ غیر ذی ذرع میں اپنے بچے کو ٹھہرایا ہے الخ۔

ابن کثیر جلد اول صفحہ ۱۷۶ - امام ابن کثیر اس عبارت میں صاف طور پر واضح کر رہے ہیں کہ مذکورہ بالا دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس وقت فرمائی تھی اس وقت اسماعیل علیہ السلام شیر خوار تھے۔

اور امام ابن کثیر ہی فرماتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام سے اسحاق علیہ السلام تیرہ برس عمر میں چھوٹے تھے (جیسا کہ سرفراز صاحب نے بھی نقل کیا ہے) اب نتیجہ ظاہر ہے کہ اسکنت من ذریتی والی دعا حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت سے قبل کی گئی ہے اور اگر اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے بعد قرار دیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی شیر خوارگی کے وقت یہ دعا فرمائی تھی اور باقی رہا یہ کہ پھر البلد کو سورہ ابراہیم میں معرفہ کیوں لایا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ الف لام سے اشارہ امر مقدر الذہن کی طرف بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ علامہ آلوسی روح المعانی جلد اول جزء اول صفحہ ۳۸۱ میں فرماتے ہیں:

ولك ان تجعل (هذا البلد) فی تلك السورة اشارة الی امر مقدر فی الذهن

كما يدل عليه رب انى اسكنتُ الخ نتطابق دعوتان حينئذٍ۔
آگے فرماتے ہیں:

والمطلوب كونه آمنًا على طبق ما فى السورة من غير تكلف الخ۔

اس عبارت میں فرمایا گیا ہے دونوں دعاؤں میں تطابق اس صورت میں پیدا ہو گا جبکہ البلد کا مشار الیہ امر مقدر فی الذہن کو بنایا جائے اور مطلوب یہی ہے کہ وہ شہر امن والا ہو۔ سورۃ کے مطابق بلا تکلف ان عبارات سے ثابت ہوا کہ مولوی سرفراز صاحب کا اعتراض مبنی بر جہالت ہے۔ خدا کا بتا دینا بھی علم غیب اور علم ما فی غد کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہم بھی تو عطائی ہی مانتے ہیں۔ بتانے کے بعد جاننا ذاتی کے منافی ہے۔ جس کا کوئی مدعی نہیں ہے۔ لہٰذا مولوی سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ خدا کے بتانے کے بعد جاننے کا علم غیب اور علم ما فی غد سے کیا تعلق ہے انتہائی حماقت ہے اور یہ کہنا کہ من ذریتی میں من کو علی التعیین تبعیضیہ قرار دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ روح المعانی جلد ۵ جزء ۱۳ میں من کی تفسیر میں لکھا ہے (من ذریتی) لبعض یعنی اس آیت میں من لبعض کے معنی میں ہے اور اس میں من بیانیہ ہونے کا احتمال بھی لکھا ہے۔

تو جواباً عرض ہے کہ بیانیہ ہونا احتمال مرجوح ہے کیونکہ جلالین میں علی التعیین تبعیضیہ قرار دیا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جلالین میں ارجح الاقوال پر اعتماد کیا گیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بیانیہ ہونا احتمال مرجوح ہے اور تبعیضیہ ہونا قول راجح ہے۔

؎ بریں عقل و دانش بباید گریست

اعتراض:

اور وكذالك نرى ابراهيم ملكوت السموت والارض الآیہ سے ما کان و ما یکون کے علم پر استدلال کرنا مولوی محمد عمر صاحب ہی کا کام ہے اگر ان کو اس پر اصرار ہے تو پھر قل انظروا ماذا فى السموت والارض اور افلم ينظروا فى ملكوت السموت والارض سے تمام انسانوں کے لیے علم غیب ماننا ہو گا۔ (ملخصاً ازالۃ الریب صفحہ ۱۶۶ تا ۱۶۸۔)

جواب:

وكذالك نرى ابراهيم الآیہ کی جو تفسیر مولوی سرفراز صاحب نے ازالۃ کے صفحہ ۱۶۶ و

وصفحہ ۷۰،۷۱ پر نقل کی ہے دونا معلوم کس خوش فہمی میں نقل کر ڈالی ہیں۔ سو ان میں تو ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے ابراہیم علیہ السلام کے علم ماکان و مایکون کی نفی ہوتی ہو۔ اس عبارت میں صرف خدا کی وحدانیت الوہیت اور کسی اور کے الٰہ نہ ہونے کا بیان ہے مگر ان امور میں سے کوئی ایک امر علم مذکور کے منافی وخلاف نہیں ہے۔

رہا یہ کہ اس آیت سے ابراہیم علیہ السلام کا علم ماکان و مایکون ثابت ہوتا ہے یا نہیں تو حقیقت یہ ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کا یہ علم آیت مذکورہ سے بالکل ثابت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف باب المساجد صفحہ ۷۰ پر فعلمت ما فی السمٰوات والارض والی حدیث میں اس کے بعد حضور علیہ السلام نے وکذالک نری ابراھیم الآیۃ کو تلاوت فرمایا تھا یہی حدیث ترمذی شریف صفحہ   میں بھی لکھی ہے اور امام بخاریؒ کی اس کے متعلق تصحیح بھی نقل فرمائی ہے۔

حضور علیہ السلام نے اس آیت کو تلاوت فرما کر واضح کر دیا ہے کہ جمیع مافی السمٰوت والارض کا علم حضرت ابراہیم کو بھی عطا ہوا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد دوم طبع ملتان صفحہ ۱۰۲ میں لکھتے ہیں کہ امام طیبی فرماتے ہیں:

ثم استشھد بالآیۃ یعنی کما ان اللہ ارٰی ابراھیم علیہ السلام ملکوت السمٰوت والارض وکشف لہ ذالک فتح علیّ ابواب الغیوب الخ

یعنی حضور علیہ السلام نے بطور استشہاد آیہ مذکورہ کو تلاوت فرمایا مطلب یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو جمیع ما فی السمٰوات والارض کے علوم عطا فرمائے تھے۔ اسی طرح تمام غیبوں کے دروازے مجھ پر بھی کھول دیئے ہیں۔

اسی صفحہ پر ما فی السمٰوات والارض کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای مما فیھما من الملائکۃ والاشجار وغیرھما الخ

اور ابن حجر کا قول یہ ہے کہ:

ای جمیع الکائنات التی فی السمٰوت بل وما فوقھا وجمیع ما فی الارضین بل وما تحتھا الخ (ملخصاً)

یعنی آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے خواہ اشجار ہو یا ملائکہ یا ان کا غیر بلکہ آسمانوں سے اوپر کی مخلوق ہو یا زمینوں سے نیچے کی ان سب کا علم حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ فعلمت ما فی السمٰوات والارض فرما کر آیت مذکورہ کو تلاوت کرنا اسی مقصد کو واضح کرنے کے لیے تھا۔ خلاصہ یہ کہ ملا علی قاریؒ کو اور امام ابن حجر کی تصریح کے مطابق جناب ابراہیم علیہ السلام کا علم ثابت ہے اور مولوی سرفراز صاحب کا اعتراض کرنا محض تعصب اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے یا پھر جہالت کا۔ ان عبارات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حدیث میں لفظ ما کو احکام شرعیہ یا امور دین سے مقید کرنا بھی غلط ہے کیونکہ عبارات مندرجہ بالا میں ملائکہ و اشجار اور ما فوق السمٰوات و ما تحت الارض اور جمیع الکائنات کے الفاظ صریح دلالت کرتے ہیں کہ ما سے مراد صرف احکام شرعیہ نہیں بلکہ ساری کائنات کی ہر چیز مراد ہے۔

رہا یہ کہنا کہ انظروا ما فی السمٰوات والارض اور افلم ینظروا فی ملکوت السمٰوات والارض سے ہر انسان کے لیے ما کان و ما یکون کا علم ماننا پڑے گا تو یہ قطعاً باطل و مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ انظروا اور فلم ینظروا میں دیکھنے کا ذکر ہے جو عام لوگوں کا اپنا فعل ہے خدا کا نہیں مگر کذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض الآیہ میں دیکھنے کا ذکر نہیں بلکہ دکھانے کا ذکر ہے۔

اور اس آیت میں دکھانا خدا کا فعل ہے الغرض تمام لوگوں کے دیکھنے کو خدا کے دکھانے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے سرفراز صاحب کا خدا کے فعل دکھانے کو اور عامۃ الناس کے فعل دیکھنے کو برابر سمجھنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔

اشتراک لفظی سے یہ مغالطہ دینا کہاں کا انصاف ہے کیا مولانا کا لفظ اور رؤف و رحیم اور سمیع و بصیر کے الفاظ بندوں کے علاوہ خدا کی ذات پر نہیں بولے گئے اور کیا ولی اور وکیل کے الفاظ خدا پر بولے نہیں گئے یقیناً بولے گئے ہیں۔ کیا لفظی اشتراک کو معنوی اشتراک کی دلیل بنا کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس معنیٰ میں خدا پر یہ الفاظ بولے گئے ہیں اسی معنیٰ میں بندوں پر بھی بولے جاتے ہیں ہرگز نہیں تو پھر سرفراز کو یہاں کیونکر دھوکہ ہوا ہے یا پھر کیا جان بوجھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے

جو ان کا جدی پر جدی شیوہ ہے۔

ثانیاً یہ کہ ان گمراہ لوگوں نے انبیاء کرام کو عامۃ الناس پر قیاس کرنا ایک مشغلہ بنا رکھا ہے انبیاء کرام و رسل عظام کی رؤیت پر عامۃ الناس کی رؤیت کو قیاس کرنا کہاں کی دیانت داری ہے جن حضرات کے متعلق کنت سمعہ الخ کی حدیث قدس وارد ہے جس کی شرح و تفسیر کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد صفحہ مطبع میں فرماتے ہیں:

اذا صار نور جلال اللہ سمعًا لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور بصرًا لہ رای القریب والبعید واذا صار ذالک النور یداً لہ یقدر علی التصرف فی السھل والوجوب والقریب والبعید۔

یعنی جب جلال ربانی بندۂ مقبول کے کان، آنکھیں اور ہاتھ بن جاتا ہے تو پھر یہ بندہ قریب و بعید ایک جیسا دیکھتا اور سنتا ہے اور قریب و بعید اور آسان اور مشکل کام کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی حسین احمد صاحب مدنی پوری امداد السلوک اور شہاب ثاقب کے صفحات میں اس حقیقت کا اقرار کر چکے ہیں کہ مشائخ کرام کے ارواح کے لیے قریب و بعد یکساں ہو جاتا ہے اور ان کے لیے بعد ختم ہو جاتا ہے کیونکہ عالم امر مقید بمکان و زمان نہیں ہے اس لیے مرید کو یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ مرشد کی اور شیخ کی روح ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہے جسم خواہ دور ہی کیوں نہ ہو اور درحقیقت گمراہی کی اصل وجہ ہی یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے مقدس اور پاک اشخاص کو اپنے اوپر قیاس کر لیتے ہیں اور ایسا کرتے وقت اپنے اکابر کی تصریحات کو بھی فراموش یا نظر انداز کر جاتے ہیں۔ بات واضح ہے۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۶۷ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیثیں جن میں اس کا ذکر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آسمانوں اور زمینوں کے عجائبات پیش کیے تو انہوں نے عرش تک تمام آسمانوں کی چیزیں اور اسی طرح زمینوں کی چیزیں ملاحظہ کر لیں اور سب کا علم ان

کو ہوگیا، تو ان کے متعلق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں ولکن لا یصح اسنادھا تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۵۰۔ لیکن ان کی سند صحیح نہیں ہے اور ابن عباس سے جو موقوف اثر ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام مخلوقات کے اعمال معلوم کر لیے تھے اور کوئی چیز ان پر مخفی نہ رہی تھی مگر اس کی سند میں العوفی ہے اس کو بھی متعدد محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ انہی روایات کو مفتی احمد یار خاں نے جاء الحق صفحہ ۵۸ و صفحہ ۵۹ پر نقل کر کے استدلال کیا ہے۔

جرح مبہم معتبر نہیں :

جواب :

یہ ہے کہ ابن کثیر سے ان روایتوں پر جو جرح نقل کی گئی ہے وہ مبہم ہے مفسر نہیں ہے۔ اور جرح مبہم ہرگز قابل قبول نہیں ہے جیسا کہ اس سے قبل مفصل اور با حوالہ لکھا گیا ہے۔ العوفی پر جو جرح کی گئی ہے اس کا بھی یہی حال ہے۔ کسی کی طرف سے مفسر جرح نقل نہیں کی گئی۔ سرفراز صاحب کو چاہیئے تھا کہ جرح کے اسباب بھی نقل کرتے مبہم جرح کو نقل کرنا کہاں کی عقلمندی ہے دیکھئے حسامی صفحہ ۷۷ پر لکھا ہے :

والطعن المبھم لا یوجب جرحًا فی الراوی الا اذا وقع مفسرًا بما ھو جرح متفق علیه ممن اشتھر بالنصیحة والاتقان دون التعصب والعداوة من ائمة الحدیث۔

۲۔ نامی شرح حسامی صفحہ ۱۵۴ میں لکھا ہے :

ای الطعن المبھم لا یوجب جرحا فی الراوی فی وقت الاوقت کونه مفسرًا بما ھو جرح متفق علیه

۳۔ نور الانوار صفحہ ۱۹۲ میں لکھا ہے :

والطعن المبھم من ائمة الحدیث لا یجرح الراوی عندنا بان یقول ھذا الحدیث مجروح او منکر او نحوھما فیعمل به الا اذا وقع مفسرًا بما ھو جرح متفق علیه الکل الخ

۴۔ شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۱۱ میں لکھا ہے : ولکن محله ان صدر مبینًا من عارف باسبابه لانه ان کان غیر مفسرًا لم یقدح فی من ثبتت عدالته۔

۵ توضیح میں لکھا ہے :

فان كان الطعن مجملاً لا يقبل وان كان مفسراً فان فسر بما هو جرح شرعاً متفق عليه والطاعن من اهل النصيحة لا من اهل العداوة والعصبية يكون جرحا والافلا۔

اس کے تحت تلویح میں لکھا ہے:

فان كان الطعن مجملاً بان يقول هذا الحديث غير ثابت او منكر او مجروح او رواية متروك الحديث او غير العدل لم يقبل لان العدالة اصل فى كل مسلم نظراً الى العقل والدين لا سيما فى الصدر الاول فلا يترك بالجرح المبهم الخ۔

اور حاشیہ میں لکھا ہے:

او الراوى مجهول او متروك لا يقبل۔

یعنی راوی مجہول ہے یا متروک۔

یہ بھی جرح مبہم ہے اور جرح مبہم کا مقبول نہ ہونا ہی مذہب ہے احناف کا۔ بلکہ جمہور محدثین کا جیسے امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد وغیرہ جیسے حاشیہ میں لکھا ہے، وهو مذاهب عامة الفقهاء والمحدثين ومنهم الحنفية والبخارى ومسلم والبوداؤد وغيرهم الخ

قارئین کرام ان پانچ معتبر کتابوں کی عبارات منقولہ بالا سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جرح مبہم ہرگز قبول نہیں ہے اور سرفراز صاحب نے ابن کثیر کے حوالے سے جو جرح نقل کی ہے وہ مبہم ہے مفسر نہیں۔ بلکہ سماع موتی صفحہ ۲۰۹ میں خود سرفراز صاحب بھی یہی کچھ لکھتے ہیں۔ بیان سبب کے بغیر جرح مبہم ہے مقبول نہیں۔

قارئین کرام لیجئے اکابرین دیوبند میں سے ایک معروف ومشہور ومقبول شخصیت کا فیصلہ بھی ملاحظہ فرمائیے چنانچہ مولوی خیر محمد صاحب جالندھری اپنے رسالہ خیر الاصول فی حدیث الرسول صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں:

جرح مفسر وتعدیل مفسر دونوں بالا تفاق مقبول ہیں البتہ جرح مبہم وتعدیل مبہم کے مقبول ہونے میں گو بعض بزرگوں سے اختلاف منقول ہے مگر زیادہ صحیح یہی قول ہے کہ جرح مبہم بالکل مقبول نہیں اور تعدیل مبہم مقبول ہے یہی مذہب امام بخاری و امام مسلم ابو داؤد ونسائی وابن ماجہ وجمہور محدثین وفقہائے حنفیہ کا ہے۔

میرا خیال ہے کہ یہ حوالہ مولوی سرفراز صاحب کے لیے ادسان کے حواریوں و پجاریوں کے لیے کافی وزنی ثابت ہوگا۔ بلکہ خود سرفراز صاحب نے اپنی کتاب سماع موتیٰ صفحہ ۲۰۹ پر لکھا ہے کہ اصول حدیث کی رو سے جرح مبہم کا کوئی اعتبار نہیں ہے جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

مولوی سرفراز صاحب کی ہشیاری تو ملاحظہ فرمائیے کہ ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۵۰ سے حضرت علیؓ اور حضرت معاذ کی دو مرفوع حدیثوں پر جرح تو نقل کردی (وہ بھی مبہم جو مقبول نہیں) مگر اس جرح کی عبارت سے چند سطر پہلے ابن کثیر نے جو ابن جریر وغیرہ نے جو امام مجاہد امام عطاء اور سعید بن جبیر اور السدی وغیرہ سے روایت کی ہے کہ ان سب نے کہی کہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے آسمانوں کو روشن کیا گیا تو آپ نے عرش تک ہر چیز کو ملاحظہ فرمایا اسی طرح ساتوں زمینوں کو روشن کیا گیا تو ہر چیز کو ملاحظہ فرمایا الخ چنانچہ عبارت یہ ہے:

واما ما حکاہ ابن جریر وغیرہ عن مجاھد وعطاء ولید بن جبیر والسدیؒ وغیرھم قالوا واللفظ لمجاھد خرجت له السموات فنظر الی ما فیھن حتی انتھی بصرہ الی العرش وخرجت له الارضون فنظر الی ما فیھن الخ

اس عبارت سے ثابت ہے کہ ابن جریر۔ مجاہد عطاء، سعید بن جبیر السدی وغیرہ بہت سے حضرات اس کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو جمیع ما فی السموات والارض کا علم عطا فرمایا تھا۔ نہ معلوم مولوی سرفراز صاحب نے کس حکمت کے تحت اس عبارت کو شیر مادر سمجھ کر ہضم فرمایا ہے شاید یہ ہی سمجھا ہو کہ یہ عبارت تو بریلویوں کی تائید کر رہی ہے اور یہ بتا رہی ہے کہ امام مجاہد امام عطاء سُدی۔ سعید بن جبیر وغیرہ حضرات بھی بریلویت کی تائید کر رہے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اس کو ہضم کر لیا جائے۔

مگر یہ کہاں کی دیانت داری اور کہاں کا انصاف ہے۔ محبوبانِ بارگاہ الٰہی کے کمالات علمی وغیرہ کا انکار شیطان نے کچھ ایسا مسلط کر دیا ہے کہ کمال کو ثابت کرنے والی حدیثیں جناب کو ضعیف ہی نظر آتی ہیں اور آیات کے معانی میں ایسی تحریفات کرتے جاتے ہیں کہ ان کی تحریفات

کو اگر مودودی دیکھ لیتے تو وہ بھی جناب کو داد لیے بغیر نہ رہ سکتے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالتہ کے صفحہ ۱۷۶ پر لکھتے ہیں کہ اثر ابن عباس کی سند میں العوفی ہے یہ غالی شیعہ ہے اس لیے یہ روایت بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی (ملخصاً)

جواب:

اس کا یہ ہے کہ یہ اعتراض اصول جرح و تعدیل سے بے خبری کا نتیجہ ہے یا پھر بددیانتی کا انجام ہے کیونکہ میزان الاعتدال جلد اول مطبوعہ بیروت صفحہ ۵ میں امام ذہبی رحمتہ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، اور سوال یہ ہے کہ تم ابان بن تغلب کوفی کو شیعی مان کر اس کی توثیق امام احمد بن حنبل۔ ابن معین۔ ابو حاتم۔ ابن عدی سے نقل کرتے ہو اور حالانکہ اس کو غالی شیعہ بھی قرار دیتے ہو تو غالی شیعہ ثقہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ ثقہ کی تعریف میں عدالت اور اتقان ماخوذ ہے تو جو شخص غالی شیعہ ہو گا وہ بدعتی ہوا اور جو بدعتی ہو گا وہ عادل کیونکر ہو سکتا ہے تو امام ذہبی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

وجوابه ان البدعة على ضربين فبدعة صغرىٰ كغلو التشيع او كالتشيع بلا غلو ولا تحرف وهذا كثير في التابعين وتابعيهم مع الدين والورع والصدق فلو رد حديث هؤلاء لذهب جملته من الآثار النبوية وهذه مفسدة بينة۔

اور جواب یہ ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک بدعت صغریٰ ہے جیسے غالی شیعہ ہونا یا بلا غلو شیعہ ہونا تو ایسے شیعہ تابعین و تبع تابعین میں بکثرت پائے جاتے ہیں باوجود صدق و تقویٰ و دین داری کے تو اگر ان لوگوں کی احادیث کو رد کر دیا جائے تو آثار نبوی کا ایک حصہ ضائع ہو جائے گا اور یہ واضح نقصان ہے۔

اس عبارت میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ غالی شیعہ ہونا یا صرف شیعہ ہونا بدعت صغریٰ ہے (جو اسباب جرح میں داخل نہیں) معلوم ہوا کہ کسی راوی کا شیعہ بلکہ غالی شیعہ ہونا بھی اس کو مجروح نہیں بناتا اور اس کی وجہ سے سند کو مجروح یا ضعیف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ امام ذہبی کی اس تصریح کے بعد مولوی سرفراز صاحب کی شیخ الحدیثی کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوٹ گیا

ہے اور مولوی صاحب کی جہالت یا بد دیانتی آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گئی ہے۔

البتہ اگر کوئی راوی بدعت کبریٰ میں مبتلا ہو یعنی کامل رافضی ہو یا اخص میں غالی شیعہ اور شیخین کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو تو ان لوگوں کی روایت قابل قبول نہ ہو گی۔

یہ بھی یاد رہے کہ سلف کے زمانے میں غالی شیعہ سلف کے عرف کے مطابق وہ تھا جو حضرت عثمانؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت معاویہؓ پر اور حضرت علیؓ سے لڑائی کرنے والوں کی ایک جماعت پر اعتراض کرتا تھا اور ان کو برائی سے یاد کرتا تھا اور ہمارے زمانے میں اور ہمارے عرف میں غالی شیعہ وہ ہے جو ان حضرات کی تکفیر کرتا ہے اور شیخین سے برأۃ کا اظہار کرتا ہے چنانچہ میزان جلد اول صفحہ ۶ پر لکھا ہے: فالشیعی الغالی فی زمان السلف وعرفہم ھو من تکلم فی عثمان والزبیر وطلحۃ ومعاویۃ وطائفۃ من حارب علیا رضی اللہ عنہ وتعرض لسبھم والغالی فی زماننا وعرفنا ھو الذی یکفر ھؤلاء السادۃ و یتبرأ من الشیخین ایضا فھذا ضال مفتر اھ

لہٰذا ضال مفتر ان عبارت سے ثابت ہوا کہ غالی رافضی ہونا سبب جرح ہے شیعہ ہونا یا غالی شیعہ ہونا سبب جرح نہیں ہے اور مولوی سرفراز صاحب نے العوفی کے متعلق صرف غالی شیعہ ہونا نقل کیا ہے جو سند کو مجروح نہیں بناتا۔

قارئین کرام اس عنوان میں سرفراز صاحب کے دلائل اور سوالات کے بفضلہٖ تعالیٰ دندان شکن جوابات پیش کر دیتے ہیں۔ ہدایت دینا خدا کا کام ہے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاں
کار طفلاں تمام خواہد شد

علم غیب اور حضرت لوط علیہ السلام :

قارئین کرام اس عنوان میں ازالہ کے صفحہ ۱۶۹ سے صفحہ ۱۷۰ کے آخر تک سورہ ہود کی چند آیات نقل کر کے مولوی سرفراز صاحب یوں استدلال کرتے ہیں کہ یہ واقعہ صاف بتلا رہا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل نہ تھا۔

جواب:

کیا ان آیات میں جس واقعہ کا ذکر ہے جس کو دلیل بنایا گیا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی عمر شریف کے آخری ایام کا واقعہ ہے کیا اس کے بعد متصلاً آپ کا وصال ہو گیا تھا۔ ہرگز نہیں اس کے بعد بھی ایک مدت تک آپ بقید حیات رہے تھے ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بعد ماکان و مایکون کے علم کی تکمیل کر دی گئی ہو کیونکہ اس کا حصول تدریجی ہے۔

جواب نمبر ۲:

کیا اس واقعہ کو عدم توجہ یا طریان ذہول پر محمول نہیں کر سکتے کیا عدم توجہ یا ذہول کے عدم امکان پر مخالف دلیل قائم کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں جب اس کا استحالہ شرعی عقلی عادی کسی قسم کا نہیں تو پھر محض انکار کرنا اور لاعلمی پہ محمول کرنا کہاں کی دیانت داری ہے اور کہاں کی محبت انبیاء ہے۔ کیا ان واقعات کو ان حضرات کی لاعلمی پہ محمول کرنا ضروری ہے۔ عدم توجہ یا طریان ذہول وغیرہ مستحسن قسم کی تاویلات کرنا شرعی طور پہ جائز نہیں ہے اکابرین دیوبند کی صریح کفری عبارات حتیٰ کہ:

لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ۔ جیسے کفری کلمہ کو تاویل کر کے اس کی صحت ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا سکتا ہے تو مندرجہ بالا قسم کی آیات و احادیث کی جائز و صحیح تاویل کیونکر نہیں ہو سکتی یقیناً ہو سکتی ہے۔

خدا کے لیے امکان کذب ماننے کی تاویل اگر ہو سکتی ہے اور خاتم النبیین بھی آخری نبی کو عوام کا خیال بتانے کی تاویل اگر ہو سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ منقولہ بالا آیات قرآنیہ کی مندرجہ بالا تاویلات صحیح نہیں کی جا سکتیں یقیناً کی جا سکتی ہیں بشرطیکہ منکرِ کمالات نبوت و ولایت مالیخولیا میں مبتلا نہ ہو۔ مگر جن لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑا ہے وہ مالیخولیا سے بھی بڑھ کر بعض نبوت و ولایت جیسی خطرناک مرض میں مبتلا ہیں۔ باری تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

علم غیب اور حضرت یعقوب علیہ السّلام:

قارئین کرام صفحہ ۱۷۱ پر مذکورہ بالا عنوان میں مولوی سرفراز صاحب سورۂ یوسف کی چند آیات لکھ کر کہتے ہیں کہ ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم غیب حاصل نہ تھا۔

۱۔ اگر حاصل ہوتا تو بیٹوں نے جب یوسف علیہ السلام کو ہلاک کرنے کا مشورہ کیا تھا تو جان لیتے۔

۲۔ جب وہ گمنام دور افتادہ کنوئیں میں ڈال آئے تھے تو یعقوب علیہ السلام جان لیتے کہ وہ کہاں ہیں اور یہ جھوٹ بولتے ہیں اور آپ خود جا کر نکال لاتے نیز معلوم ہوتا کہ وہ فروخت کر دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ (ملخصاً)

جواب نمبر ۱:

تو وہی ہے جو پہلے بارہا دیا جا چکا ہے کہ ان حضرات کو ماکان وما یکون کا علم تدریجاً عطا ہوا ہے اور یہ تدریجی عمل ان کی پوری زندگی پر حاوی ہے۔ یعنی عمر شریف کے آخری حصہ تک اس کی تکمیل ہوئی ہے قرآن میں بیان کردہ واقعات سب کے سب وصال شریف سے ایک مدت قبل کے ہیں ان واقعات کے ظہور پذیر ہونے کے وقت جمیع ماکان وما یکون کے حصول کا کوئی بھی مدعی نہیں ہے۔ لہٰذا جس کی نفی ہے وہ مدعیٰ نہیں اور جو مدعیٰ ہے وہ منفی نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲:

بالفاظ دیگر یوں کہیں کہ واقعات کی تمام تفصیلات کا علم ابھی باری تعالیٰ کی طرف سے عطا نہیں ہوا تھا اجمالی علم مل چکا تھا مگر تفصیلی علم کا اس وقت تک نہ ملنا ماکان وما یکون کے علم کے وصال تک نہ ملنے کو کب مستلزم ہے۔ جب تک یہ استلزام ثابت نہ کیا جائے منکرین کا ادعا ثابت نہیں ہو سکتا مولوی سرفراز صاحب پر لازم ہے کہ وہ اس کو ثابت کریں اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک وہ ثابت نہ کر سکیں گے۔

جواب نمبر ۳:

ممکن ہے کہ ان واقعات کا علم ہو مگر کسی حکمت کے تحت اظہار مناسب نہ سمجھا ہو اور ظاہر ہے کہ عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ: قال بل سولت لکم انفسکم امرًا الآیۃ اور عسی اللّٰہ ان یأتینی بھم جمیعا اور اعلم من اللّٰہ ما لا تعلمون۔ سے معلوم ہو رہا ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے:

قال یعقوب لما رآہ صحیحا وعلم کذبھم بل سولت لکم الآیتہ

یعنی جب قمیص کو صحیح وسلامت دیکھا اور بھیڑیوں کے کذب کو جان لیا تو فرمایا تم نے ایک بات خود بنالی ہے (میرے یوسف کو بھیڑیے نے نہیں کھایا)

اور واعلم من اللہ مالا تعلمون کے تحت جلالین میں لکھا ہے من ان رویا یوسف صدق وھو حیٌ یعنی میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے یعنی یہ کہ بے شک یوسف کا خواب سچا ہے اور وہ یوسف زندہ ہے۔

اور تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۸۴ میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے یعنی:

رویا یوسف انہا صدق وان اللہ لابد ان یظہرھا، وقال العوفی عنہ فی الآیۃ اعلم ان رؤیا یوسف صادقتہ وانی اسجد لہ۔

یعنی میں جانتا ہوں کہ یوسف کا خواب سچا ہے اور خدا اس کو ضرور ظاہر کرے گا۔ میں بھی جانتا ہوں کہ میں یوسف کو سجدہ کروں گا۔

تفسیر روح المعانی جلد ۴ میں لکھا ہے کہ وعلمہ علیہ السلام بکذبھم یعنی یعقوب علیہ السلام کو بیٹوں کے جھوٹ کا علم تھا۔ اور صفحہ ۱۹۵ پر لکھا ہے:

وادعی بعضھم انہ علیہ السلام وری بالذئب عن واحد منھم فانہ علیہ السلام اجل قدرا من ان لا یعلم ان رویاہ تلک من ای اقسام الرویا ھما، فان منھما مایحتاج للتعبیر۔ ومنھما مالا یحتاج الیہ والکامل یعرف ذالک۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں واعلم من اللہ مالا تعلمون کے تحت فرماتے ہیں:

ای اعلم وحیا او الھاما او بسبب من اسباب العلم من جھتہ تعالی مالا تعلمون من حیاۃ یوسف علیہ السلام جلد ۵۔

ان تینوں تفاسیر کی عبارات سے واضح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا علم حاصل تھا اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ کسی چیز کا علم دوسری چیز کی نفی کو مستلزم نہیں یا یہ کہ کسی چیز کا ذکر دوسری چیز کی نفی نہیں ہے جیسا کہ تقیکم الحر کی مثال سے واضح ہے

اور علامہ شامی جلد ۴ صفحہ ۳۴۴ پر فرماتے ہیں

تخصیص الشئی بالذکر لایدل علی نفی الحکم عما عداہ۔

یعنی کسی چیز کا ذکر ماعدا کی نفی کو مستلزم نہیں ملہذا ہم کہتے ہیں کہ علم اجمالی کا ذکر یا ثبوت علم تفصیلی کی نفی کو ہرگز مستلزم نہیں ہے اور اجمالی علم خود سرفراز صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ رہا یہ کہ آپ نے غم کیوں کیا یا رو دئیے کیوں یا بیٹوں کو اصل واقعات پہ خبردار کیوں نہ کیا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ رونا اور غم کرنا علم کے منافی نہیں یہ تو محض جدائی کی وجہ سے ہے بعض دفعہ محبوب ترین انسان کے متعلق مکمل تفصیلی حالات معلوم ہوتے ہوئے بھی جدائی غم زدہ کرتی ہے اور اسی جدائی کی وجہ سے بندہ رو بھی جاتا ہے۔ الغرض مولوی سرفراز صاحب یوسف علیہ السلام کی تفصیلات کو یعقوب علیہ السلام کے نہ جاننے کے متعلق ایک آیت بھی قطعی الدلالتہ پیش نہیں کر سکے۔ جس سے واقعہ کے تفصیلی علم کی نفی ہوتی ہو جو واقعات بطور دلیل پیش کیے گئے ہیں وہ ظنی الدلالتہ ہیں ان میں عدم توجہ یا عدم اظہار یا بر بنائے حکمت نسیان و ذہول کے طریان کا احتمال موجود ہے۔ ثابت ہوا کہ سرفراز صاحب کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیونکہ تفصیلی علم کی نفی پر وہ ایک آیت بھی قطعی الدلالتہ پیش نہیں کر سکے اور ان شاء اللہ العزیز پیش کر بھی نہیں سکیں گے۔

قارئین کرام صفحہ ۵ ۱۷ پر مولوی سرفراز صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فیکیدوا لک کیداً اے اور کذالک یجتبیک ربک اور و یعلمک اور و یتم نعمتہ علیک و علیٰ آل یعقوب سے ہرگز علم غیب ثابت نہیں ہوتا اگر ہوتا ہے تو مولوی محمد عمر صاحب ہی بتائیں کہ یعقوب علیہ السلام نے کنوئیں میں گرنے کی یا گرائے جانے کی خبر دی تھی بیٹوں کے مشورہ کے بعد ساتھ لے جانے کا تقاضا کیا تو آپ نے خلاف واقعہ بات کیوں فرمائی کہ بھیڑیے کا خوف ہے یہ کیوں نہ فرمایا کہ کنوئیں میں گرانے کا خطرہ ہے وغیرہ وغیرہ (ملخصاً ازالتہ صفحہ ۱۷۵)

جواب:

یہ سوال بھی مبنی بر حماقت ہے۔ جب یعقوب علیہ السلام نے فیکیدوا لک کیداً فرمایا ہے کہ اے بیٹے تیرے بھائی تیرے ساتھ خوب مکر و فریب کریں گے تو بتائیے جو کچھ بعد میں بھائیوں نے کیا تھا کیا وہ مکر و فریب نہ تھا یقیناً تھا کیا ان مستقبل کے صیغوں میں مستقبل میں ہونے والے واقعات و حادثات کی اطلاع یعقوب علیہ السلام نے پیشگی دی نہیں تھی۔ یقیناً دی تھی کیا مولوی

سرفراز صاحب اس حقیقت کا انکار کر سکتے ہیں رہا یہ کہ پھر کیا جانتے ہوئے کہ بھائی بھائی کو کنوئیں میں ڈالیں گے۔ خاموش رہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدم توجہ یا نسیان و ذہول بھی تو ممکن ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) جو لاعلمی کی دلیل نہیں بلکہ وجود علم کی دلیل ہے۔ نیز یہ کہ:

جانتے ہوئے نہ بتانا عدم علم کی دلیل نہیں اسی طرح اس کو عدم شفقت و عدم ترحم کی دلیل بنانا بھی غلط ہے کیونکہ بعض دفعہ باوجود جاننے کے نہ بتانا کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ دیکھئے خداوند قدوس تو سب کچھ جانتا ہے مگر اپنے انبیاء کرام میں سے بعض کو جو شہید ہوئے ہی دشمنوں کے ہاتھوں سے یہ وقت نہیں بتایا کہ تم اب شہید ہو جاؤ گے کیا یہ بتانا مبنی بر عدم ارادہ ہے یا مبنی بر عدم ترحم و عدم شفقت ہے ہرگز نہیں۔ کیا کوئی احمق یہ کہہ سکتا ہے کہ خدا بھی ان تفاصیل کو نہیں جانتا تھا اگر جانتا ہوتا تو پہلے ان کو خبردار اور آگاہ نہ کر دیتا اور بتا نہ دیتا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ سرفراز صاحب نے بھی ایسی ہی خرافات سے کام لیا ہے اور اپنا مدعا رباطل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

علمِ غیب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام:

صفحہ ۱۷۷ سے صفحہ ۱۸۰ تک قرآن کریم سے چند واقعات نقل کر کے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو غیب کا علم حاصل نہ تھا اگر حاصل ہوتا تو ربِّ ارنی کہہ کر رویت کا سوال نہ کرتے اسی طرح اگر علم غیب ہوتا تو بھائی ہارون علیہ السلام پر طور سے واپسی کے وقت غضبناک نہ ہوتے اور ان کی بے حرمتی نہ کرتے دیدہ دانستہ نیز بخاری جلد دوم صفحہ ۶۸۸ اور مسلم جلد دوم صفحہ ۲۶۹ میں ہے کہ خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ میرے پاس ایسا علم ہے جو تیرے پاس نہیں اور تیرے پاس ایسا علم ہے جو میرے پاس نہیں ہے معلوم ہوا کہ غیب کا علم نہ حضرت موسیٰ کو تھا نہ حضرت خضر کو اور حضرت ہارون کو بھی علم غیب نہ تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے پلنگ پر لیٹنے کا اشارہ فرمایا اور ہارون علیہ السلام لیٹ گئے اور موت نے آلیا تو موسیٰ سے فرمایا ھذا عننی تو نے دھوکہ ہی کر لیا بلکہ حضرت یوشع بن نوح علیہ السلام کو بھی

غیب کا علم نہ تھا اگر ہوتا تو آپ چور کی تلاش کرنے کے لیے بیعت والا حیلہ نہ کرتے شعیب علیہ السلام کو بھی غیب کا علم نہ تھا اگر ہوتا تو جناب موسیٰؑ سے حالات نہ پوچھتے وغیرہ وغیرہ۔

(ملخصاً ازالۃ الریب)

جواب:

انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ہم علم ما کان و ما یکون کے حصول تدریجی کے قائل ہیں جیسا کہ پہلے بارہا بیان ہو چکا ہے اور ان واقعات میں کوئی ایک واقعہ بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے مولوی سرفراز صاحب ایک دلیل بھی قطعی الدلالۃ نفی مذکور پر پیش نہیں کر سکے اور نہ پیش کر سکتے ہیں رہا ہارون علیہ السلام کی وفات کا واقعہ تو اگر بقول سرفراز صاحب ہارون علیہ السلام کے علم کی نفی ہوتی ہے تو موسیٰ علیہ السلام کے لیے بعطاء الٰہی ہارونؑ کی موت کے وقت کا علم ثابت ہوتا ہے علم ہوتے ہوئے حالت انقباضی یا حالت ذہول کا طاری ہو جانا بھی ممکن ہے یہ بنائے حکمت اس امکان واحتمال کے ہوتے ہوئے اس واقعہ کی دلالت عدم علم پر قطعی کیونکر ہو سکتی ہے۔ بنابریں کوئی ایک واقعہ اثبات مدعیٰ کے لیے کافی نہیں ہے۔ دریافت کرنا یا حیلہ کرنا کسی بات کو معلوم کرنے کے لیے بھی دلیل نہیں بنایا جا سکتا عدم علم پر حضرت یوسف علیہ السلام نے چور پکڑنے کے لیے حیلہ بنایا تھا کیا وہ جانتے نہ تھے۔ حقیقت حال کو کیا باری تعالیٰ شیطان کے کفر و انکار کو جانتا نہ تھا سجدہ سے انکار سے پہلے جانتا تھا مگر باوجود جاننے کے یہ تدبیر فرمائی کہ اسی طرح انبیاء کرام کا دریافت کرنا بھی مبنی بر حکمت ہو سکتا ہے۔ باری تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے۔ کیا یہ پوچھنا لاعلمی کی وجہ سے تھا۔ ہرگز نہیں یہ مبنی بر حکمت تھا اسی طرح انبیاء کا پوچھنا بھی مبنی بر حکمت ہوتا ہے بسا اوقات۔

علم غیب اور حضرت سلیمان علیہ السلام:

قارئین کرام اس عنوان میں بھی وہی انداز بیان اور طرز استدلال اپنایا گیا ہے جو گذشتہ صفحات میں اپنایا گیا ہے۔ بلکہ صفحہ ۱۸۱ سے ۱۹۳ تک سلیمان علیہ السلام۔ داؤد علیہ السلام یونس علیہ السلام۔ عزیر علیہ السلام۔ زکریا علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات قرآن سے نقل

کرکے ان حضرات سے علم غیب کی نفی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اس سے قبل چند انبیاء کے واقعات سے استدلال کے جوابات علی سبیل الانفراد دیے گئے ہیں۔ مگر چونکہ سب کے جوابات تقریباً ایک ہی قسم کے ہیں اس لیے اب کتاب کے اختصار کے پیش نظر ہم مشترکہ جوابات پر اکتفاء کرتے ہیں اور چونکہ ہمارے جوابات اصولی ہیں اس لیے ان صفحات میں ضمنی سوالات کے جوابات کو غور سے پڑھنے والے پر ضمنی سوالات خود بخود حل ہو جائیں گے ان شاء اللہ العزیز۔ جوابات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اہل سنت و جماعت بریلوی سب انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ما کان و ما یکون کے علم کے حصول تدریجی کے قائل ہیں۔ اس لیے منقولہ واقعات ہرگز ہمارے دعویٰ اور عقیدہ کے خلاف نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ واقعات ما کان و ما یکون کے علم کی تکمیل سے یقیناً قبل کے ہیں مابعد کے نہیں ہیں۔

۲۔ بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ان میں سے کوئی واقعہ علم مذکورہ کی تکمیل کی مدت کے بعد کا ہے تو پھر اس واقعہ کو عدم توجہ یا نسیان یا ذہول پر محمول کیا جائے گا اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ عدم توجہ یا نسیان یا ذہول علم کے منافی نہیں ہیں۔

مگر کیا کیا جائے ایسی پاکیزہ توجہات یا تاویلات گکھڑوی خاندان کو پسند نہیں آتیں ان کو صرف کمالات نبوت و ولایت کی نفی کا چسکا پڑ گیا ہے ہر آیت میں اور ہر حدیث میں ہر قول میں نفی ہی نظر آتی ہے اور سرفراز صاحب کے دل و دماغ پر تو نفی کا پہلو ایسا مسلط ہو چکا جیسے کسی پر بھوت سوار ہوتا ہے نفی کے میدان میں تو جناب نے کمال ہی نہیں کیا بلکہ کمال کی ٹانگیں بھی توڑ کر رکھ دی ہیں۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

صفحہ ۱۹۴ سے صفحہ ۲۰۱ تک ایک آئت قرآنی کی توجہات تفاسیر سے نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں قرآن کریم کی یہ نص: یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم ط قالوا لا علم لنا ط انک انت علام الغیوب ہ

ترجمہ:۔ جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا پھر سوال کرے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا۔

وہ فرمائیں گے ہم کو علم نہیں تُو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے ۔)

یہ قطعی الدلالۃ ہے صاف بتا رہی ہے کہ عالم الغیب اور ظاہر و باطن کو جاننے والا اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں اگرچہ وہ رسول اور نبی ہی کیوں نہ ہو۔

جواب نمبر ۱ :

اگرچہ آیت مذکورہ سے بقول سرفراز صاحب عالم الغیب ہونے کی نفی ہوتی ہے تو یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے متعلق لفظ عالم الغیب یا علام الغیوب فرمایا گیا ہے۔ وہاں مراد بالذات و بالاستقلال غیب جاننا ہے جیسا کہ دس معتبرہ کتب کے حوالے پہلے لکھے جا چکے ہیں ۔

جواب نمبر ۲ :

یا مراد غیر متناہی غیوب کا جاننا ہے جو ذات باری کا خاصہ ہے کسی اور کے لیے اس کا حصول سرے سے ممکن نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳ :

یہ آیت کریمہ تواضع و انکساری پر محمول ہے اور بطور تواضع و انکساری نفی کرنا درحقیقت نفی نہیں ہوتی جیسے بزرگان دین فرمایا کرتے ہیں۔ میں کہاں نیک و متقی ہوں میں تو ایک گنہگار آدمی ہوں یا علماء بعض دفعہ فرمایا کرتے ہیں ۔ میں تو کوئی عالم نہیں جس طرح ان کا تواضعاً یہ کہنا حقیقۃً علم کی نفی نہیں کرتا ۔ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کا لا علم لنا فرمانا بھی مبنی بر تواضع ہوگا جو علم کی نفی کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :

۱- ان الرسل علیہم السلام لما علموا ان اللہ عالم لا یجھل حلیم لا یسفہ عادل لا یظلم علموا ان قولہم لا یفید خیراً ولا یرفع شراً فالادب فی السکوت وتفویض الامر الی اللہ وعدلہ فقالوا لا علم لنا ۔

۲- تفسیر خازن جلد صفحہ میں ہے :

فعلی ھذا القول انما نفوا العلم عن انفسہم وان کانوا علماء لان علمہم صار کلا علم عند علم اللہ ۔

۳۔ تفسیر بیضاوی میں ہے:

وقیل المعنی لا علم لنا الی جنب علمک۔

۴۔ تفسیر مدارک میں ہے:

قالوا ذالک تادّباً ای علمنا ساقط مع علمک فکانہ لا علم لنا ۔

خلاصہ یہ کہ انبیاء کرام جو نفی فرمائیں گے وہ امر واقعہ کے طور پر نہ ہوگی بلکہ ادباً و تواضعاً ہوگی یعنی اللہ کے علم کے مقابلہ میں یا سامنے ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے خازن کی عبارت میں دان کانوا علما کے الفاظ قطعی طور پر دلالت کرتے ہیں کہ باوجود جاننے کے لا علم لنا فرمائیں گے بطور تادب و تواضع۔

۵۔ ابن کثیر میں ہے: وھو من باب التادب مع الرّب جل جلالہ الخ

ان پانچ تفاسیر کی مندرجہ بالا عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قیامت کے دن لا علم لنا فرمانا تواضع اور تادب پر مبنی ہوگا لاعلمی پر مبنی نہ ہوگا تواضع اور تادب والے جواب کو خود مولوی سرفراز صاحب نے بھی ازالۃ الریب کے صفحہ ۱۹۷ پر تفسیر کبیر اور خازن کے حوالے سے نقل کیا ہے پانچویں توجیہ کہہ کر بلکہ ابن القیم حنبلی کا قول بھی نقل کیا ہے کہ ادب و تواضع کے طور پر لاعلمی کا اظہار کریں گے۔

رہا مولوی سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ یہ قول تواضع مختار قول نہیں ایک اجمالی قول ہے تو جواباً عرض ہے کہ کسی قول کا مختار ہونا دوسرے مخالف قول کے عدم جواز کو ہرگز مستلزم نہیں ہے مخالف قول کو اپنا نا بدستور جواز کے درجہ میں رہتا ہے۔

لہٰذا سرفراز صاحب کا قول تواضع کو بالکل ساقط الاعتبار قرار دینا یا سمجھنا درست نہیں ہے اگر یہ قول بالکل کسی طرح بھی قابل اعتبار نہ ہوتا تو مفسرین کرام اس کو ہرگز لکھنے کی زحمت نہ فرماتے۔

۲۔ کہ جس قول کو مختار قرار دیا گیا ہے وہ بھی ہمارے مدعیٰ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس میں خدا کے علم کی طرح علم کی نفی کی گئی ہے، مطلق علم کی نفی نہیں ہے اور ہم بھی انبیاء کے لیے خدا کی طرح علم نہیں مانتے خدا کا علم قدیم غیر متناہی ذاتی باقی ہے اور انبیاء کا علم حادث متناہی

عطائی فانی ہے خدا کا علم غیر متغیر ہے اور انبیاء کا متغیر ہے کہ اس میں نسیان و ذہول بھی آتا ہے مگر خدا کا علم نسیان و ذہول سے مبرّا و منزّہ ہے۔

مولوی سرفراز صاحب نے ازالۃ کے صفحہ ۱۹۴ پر قول مختار کی عبارت یہ نقل کی ہے کہ معناہ لا علم لنا کعلمك فیھم الخ اس عبارت میں خدا کی طرح جاننے کی نفی کا ذکر ہے کاف صرف تشبیہ ہے اور علم انبیاء مشبہ اور علم باری تعالیٰ مشبہ بہ ہے اور درجہ مشبہ ذاتی استقلالی طور پر جانتا ہے اس لیے قول مختار بھی ہمارے ہرگز خلاف نہیں ہے۔

مولوی سرفراز صاحب خود المنار جلد سوم صفحہ ۲۴۲ سے جو عبارت نقل کرتے ہیں اس کے اندر یہ الفاظ بار بار پڑھنے کے قابل ہیں یعنی:

انہ لیس نفی باطلاق وانما ھو نفی لعلم الاحاطۃ الذی ھو خاص بالخلاق العلیم الخ

یعنی یہ نفی مطلقاً نہیں بلکہ علم محیط کی ہے جو ذات باری تعالیٰ کا خاصہ ہے ثابت ہوا کہ نفی غیر متناہی ذاتی کی ہے کیونکہ ذات باری کا خاصہ وہی ہے نہ عطائی خاصہ ہے نہ متناہی و محدود۔

اعتراض:

سراج منیر جلد ا صفحہ ۴۰۲ تفسیر ابوالسعود انوار التنزیل مدارک وغیرہ بلکہ ابن کثیر میں اور تفسیر خازن میں جس قول کو مختار قرار دیا گیا ہے اس میں ہے:

فتعلم ما اجابوا وما اظھروہ لنا وما نعلمہ مما اضمروہ فی قلوبھم او رلانك تعلم ما اضمروا وما اظھروا فعلمك فیھم انفذ من علمنا وابلغ۔

ان عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کو امتیوں کے دلی رازوں کا علم نہ ہوگا جو ما کان و ما یکون کے علم کے منافی ہے اور اس قول کو مختار قرار دیا گیا ہے۔

جواب نمبر ا:

یہ کہ لا علم لنا حضور علیہ السلام سمیت سب انبیاء کہیں گے یا حضور علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء اگر مراد شق اول ہے تو پھر یہ دلیل خود گکھڑوی صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ خود حضور علیہ السلام کے لیے ازالۃ کے صفحہ ۳۷ و صفحہ ۹۴ اول میں اسرار و رموز کا علم تسلیم کر چکے ہیں بلکہ صفحہ ۱۵ پر باب دوم میں بھی علم اسرار و رموز کو تسلیم کیا ہے جب حضور علیہ السلام کو اسرار و

رموز کا علم باری تعالیٰ سے حاصل ہوا ہے تو بتائیے اُمت کے قلوب کے رازوں کا علم کیوں حاصل نہیں ہے یقیناً حاصل ہے بلکہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کے ایمان کے درجات قوت وضعف وغیرہ کا علم بھی عطار فرمایا ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں وجئنا بک علیٰ ھؤلاء شہیداً کے ماتحت تصریح فرماتے ہیں۔ جس کو بار ہا مخالفین کے رد میں ہمارے اکابر پیش کر چکے ہیں اور منکرین شان رسالت کو لاجواب کر چکے ہیں۔ جس کا کما حقہ، جواب ان دیابنہ و وہابیہ کے اکابر بھی آج تک نہیں دے سکے ہٹ دھرمی سے باز نہ آنا تو کوئی بہادری اور کوئی کمال نہیں اگر اسی کو بہادری و کمال سمجھا جائے تو پھر شیطان بھی اس میدان میں ان دیابنہ وہابیہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اور اگر مراد شق ثانی ہے تو پھر حضور علیہ السلام کی تخصیص کی کیا دلیل ہے گکھڑوی صاحب نے کمال کی دونوں ٹانگیں توڑ دیں ہیں فرماتے ہیں یہ آیت قطعی الدلالۃ ہے۔ کون پوچھے کہ مولوی جی جب آپ نے خود ازالہ میں اس آیت کریمہ میں چھ عدد توجہات (چھ احتمالات) لکھی ہیں خصوصاً توجیہ وا احتمال نمبر ۵ بھی لکھا ہے تو پھر ان احتمالات یا کم از کم احتمال نمبر ۵ کے ہوتے ہوئے آیت کو قطعی الدلالۃ قرار دینا کیا جہالت نہیں ہے کیا جاہل کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ آپ کے سر پر سینگ اگنے کے بعد ہی آپ کو جاہل مانا جائے ایسی صورت میں تو پھر جاہل سے بات ہٹ کر حیوان بھی قرار دینا پڑے گا مگر حیوان ناطق نہیں بلکہ کوئی سینگوں والا ماننا پڑے گا اس لیے آپ ایسی جاہلانہ گفتگو سے احتراز کریں تو آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔

کم از کم تو اضح والا احتمال تو موجود ہے جس کو آپ نے ازالہ کے صفحہ ۱۹۰ پر خود بھی تسلیم کیا ہے بحوالہ تفسیر کبیر وخازن اور قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فلھذا اس قاعدہ کی رو سے آیت مذکورہ سے آپ کا استدلال نفی علم پر باطل قرار پائے گا۔

قارئین کرام گکھڑوی صاحب صفحہ ۱۹۷ پر لکھتے ہیں اس قول (قول تواضع) میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ تمام امتیوں کے ظاہر و باطن اور جملہ حرکات و سکنات سے پیغمبر آگاہ تھے مگر تادب مع اللہ کے طور پر لاعلم لنا فرمائیں گے اگر یہی بات ہوتی تو انک انت علام الغیوب ہی کافی تھا لا علم لنا کی کیا ضرورت تھی۔

جواب نمبر ۱:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مذکور نہ ہونا منفی ہونے کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ وتقیکم الخ میں ہے کہ کپڑوں کو سردی سے بچانے کا ذکر آیت میں نہیں باوجود اس کے کہ منفی نہیں بلکہ ثابت ہے اسی طرح قول تواضع میں مذکورہ علم کا مذکور نہ ہونا بھی منفی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

رہا یہ کہنا کہ انک انت علام الغیوب ہی کافی تھا لاعلم لنا کی ضرورت نہ ہوتی تو جواباً عرض ہے کہ صرف انك انت علام الغیوب کہنے کی صورت میں امر واقعی کا اظہار تو ہوتا مگر تواضع علی سبیل الکمال حاصل نہ ہوتی لاعلم لنا کہہ کر کامل تواضع کا اظہار مقصود ہے اس لیے یہ اعتراض بھی مبنی بر جہالت ہے۔

سرفراز صاحب اسی صفحہ ۱۹۷ پر مزید توجیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قول قیل سے نقل کیا گیا ہے۔ یعنی یہ ضعیف ہے کیونکہ قیل سے نقل ہوا ہے۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب کچھ ایسے مخبوط الحواس ہو چکے ہیں کہ ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں جو یہاں لکھ رہا ہوں اس کا جواب یا اس کا رد کہیں اور کسی کتاب میں دے چکا ہوں یا کر چکا ہوں۔ چنانچہ قیل کے متعلق وہ خود اپنی کتاب تفریح الخواطر صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸ میں ہیں۔ قیل کے متعلق طویل بحث کے بعد لکھتا ہے کہ اگر مصنف نے یہ التزام کیا ہو کہ میں قیل سے جو قول نقل کروں وہ ضعیف ہوگا ورنہ نہیں تو خلاف ظاہر ہے کہ جو یہ مشہور ہے کہ قیل اور قال اور اس کی مانند صیغے جو تحریض کے سمجھے جاتے ہیں وہ نہ تو تحریض کے لیے موضوع ہیں اور نہ یہ کلی طور پر تحریض کا فائدہ دیتے ہیں بلکہ اس کا ضعف یا تو قائل کے التزام سے معلوم ہوگا اور یا سیاق وسیاق اور مقام سے حاصل ہوگا۔ بحوالہ مقدمہ عمدہ الدعالیہ سرفراز صاحب کی اپنی یہ عبارت تبلا رہی ہے کہ قیل ہر جگہ ضعف کے لیے نہیں اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ کیا معالم اور خازن (جو اس توجیہ کے ناقل ہیں) نے یہ التزام کیا ہے کہ قیل سے نقل کردہ قول ضعیف ہوگا اگر کیا ہے تو کہاں لکھا ہے۔ اگر نہیں کیا تو پھر آپ نے اپنے قول کی تردید کر کے مخبوط الحواس ہونے کا ثبوت دیا ہے یا نہیں۔

اعتراض: کیا ذہول کے لیے جمیع ماکان ومایکون کا علم ضروری ہے اگر بعض کا

علم ہو تو کیا ذہول کا تحقق نہیں ہو سکتا ذہول اور جمیع ماکان و مایکون کے علم میں کون سا تلازم ہے۔

جواب:

تلازم کا قول کس نے اور کہاں کیا ہے ہرگز تلازم نہیں ہے نہ اس کا کوئی قائل ہے مگر عدم تلازم جمیع ماکان و مایکون کے علم کے عدم کو کب مستلزم ہے کیا سرفراز صاحب مذکورہ عدم تلازم کا جمیع ماکان و مایکون کے علم کے عدم کو مستلزم ثابت ہونا ثابت کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین۔

قارئین کرام صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ پر مولوی سرفراز صاحب مفتی احمد یار خاں صاحب کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تعجب ہے مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ پر کہ وہ صحیح اور مختار تفسیر کو چھوڑ کر سارا زور ہی اس پر صرف کرتے ہیں کہ:

تیسرے یہ قیامت میں جس وقت نفسی نفسی فرمانے کا وقت ہو گا اس وقت انبیاء کرام یہ فرمائیں گے۔ مفتی صاحب ذرا ہوش میں آ کر یہ بتائیں اس صورت میں انبیاء کرام کی توہین نہ ہو گی۔ اگر کوئی اور بات کہتا تو آپ زمین کو سر پر اٹھا لیتے۔ مگر ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند۔

جواب نمبر ۱:

مفتی صاحب نے سارا زور اس پر نہیں لگایا یہ گکھڑوی صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔ مفتی صاحب نے اس جواب کو تیسرے نمبر پہ ذکر کیا ہے یہ اسی وجہ سے ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ کمزور ہے۔

جواب نمبر ۲:

اگر اس طرح توہین ہوتی ہے تو پھر آپ یہ بتائیں کہ جن مفسرین نے یہ احتمال لکھا ہے کیا وہ آپ کے نزدیک توہین کنندہ قرار پاتے ہیں مفتی صاحب تو ناقل ہیں۔ اگر ناقل توہین کنندہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ اصل عبارت والا توہین کنندہ نہ ہو۔

جواب نمبر ۳:

گکھڑوی صاحب آپ بھی تو حضور علیہ السلام کے لیے علاوہ دیگر انبیاء کے لیے اسی خوف و ہراس

کے قائل ہیں دلیل یہ ہے کہ صفحہ ۲۰۰ پر آپ نے لکھا ہے ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ قیامت کے دن جب ساری مخلوق پریشان اور بے چین ہو گی تو اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی دلجمعی اور استقامت حاصل ہو گی جس کی نظیر نہیں مل سکے گی الخ

یہ عبارت واضح طور پہ بتا رہی ہے کہ دیگر انبیاء کے لیے اس وقت خوف وہراس کو آپ نے تسلیم کر لیا ہے پھر توہین وتنقیص انبیاء اور قول غیر مختار کو اپنانے کا الزام صرف مفتی صاحب کو کیوں دے رہے ہو۔ کیا آپ نے خوف وہراس دیگر انبیاء کے لیے نہیں مانا اور کیا مختار قول کو چھوڑ کر غیر مختار ومرجوع قول کو آپ نے نہیں اپنایا یا یقیناً اپنایا ہے۔

الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

قارئین کرام اس باب میں گکھڑوی صاحب کی طرف سے جو واقعات قرآنیہ اور بعض روایات انبیاء کرام علیہم السلام کے علم غیب کی نفی پر پیش کیے گئے تھے بندہ ناچیز نے اصولی طور پر سب کے جوابات عرض کر دیئے ہیں۔ اپنی دانست کے مطابق کوئی پیش کردہ دلیل نہیں چھوڑی۔ البتہ اس باب میں بعض ضمنی سوالات کے جوابات کا اعادہ مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اصولی جوابات پر غور کرنے سے وہ بھی خود بخود حل ہو جاتے ہیں ہم اس باب کو یوں کہہ کر ختم کرتے ہیں کہ:

تو دانائے ما کان وما یکون ہے
مگر بے خبر بے خبر جانتے ہیں

بجواب باب ششم

قارئین کرام اس باب میں گکھڑوی صاحب نے بارہ عدد آیات قرآنیہ مع مستند و معتبر تفاسیر کے حوالہ جات کے پیش کر کے حضور علیہ السلام سے خصوصاً اور دیگر انبیاء کرام سے عموماً علم ما کان و مایکون کی نفی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے یہ آیات اور تفسیری حوالجات کوئی نئے دلائل نہیں ہیں۔ بلکہ وہی پرانے دلائل ہیں تقریباً جن کے جوابات اکابرین اہلسنت بار ہا دے کر اپنے فرض سے سبک ودش ہو چکے ہیں۔ البتہ گکھڑوی صاحب نے جو انداز اختیار کیا ہے وہ کسی حد تک نیا ہے اور بعض ضمنی سوالات بھی نئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ مفصل طور پر جوابات دیئے جائیں تاکہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ اس لیے اولاً ہم جوابات کا اجمالی خاکہ عرض کرتے ہیں اس کے بعد تفصیل کے ساتھ دندان شکن جوابات پیش کیے جائیں گے اِن شاء اللہ العزیز۔

جواب نمبر ۱:

اجمالی نقشہ:

اس باب میں جو بارہ عدد آیات قرآنیہ پیش کی گئی ہیں اُن میں سے ہر آیت نزولِ قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے۔ قطعاً و یقیناً اور ہمارا دعویٰ علم ما کان و مایکون کے حصول تدریجی کا ہے اس لیے یہ آیات مع تفسیری حوالجات کے ہمارے دعویٰ کے خلاف اور اس کے معارض یا منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ تنزول قرآن کی تکمیل یقیناً ان آیات کے نزول سے مؤخر ہے۔ من ادعی التقدم فعلیہ البیان بالبرھان۔

جواب نمبر ۲

ان آیات میں ذاتی و استقلالی کی نفی اور عطائی کے ثبوت کے حوالہ جات آ رہے ہیں۔

ان شاء اللہ۔ سرفراز صاحب اگر آپ پچاس نہیں بلکہ پانچ سو آیات اور ہزاروں احادیث بھی

پیش کرتے تو بھی ہمارے پاس ایک ہی اصولی جواب سب کی طرف سے کافی ہوتا مگر ہوتا کس کے لیے ہدایت یافتہ لوگوں کے لیے آپ جیسوں کے لیے نہیں۔

تفصیلی جوابات

گھڑوی صاحب کی پہلی دلیل:

اِن اللہ عندہ علم الساعۃ ۰ الآیہ پ۲۱ سورہ لقمان۔

احادیث میں ان پانچ چیزوں کو مفاتیح الغیب کہا گیا ہے جن کا علم کلی بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔

جواب نمبر۱:

ہمارا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جمیع ماکان ومایکون کا علم بالتدریج بواسطہ قرآن کریم عطا فرمایا ہے جس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے اور آپ کا علم عطائی مندرجات لوح محفوظ اور جمیع جزئیات خمسہ کو بھی شامل ہے ہمارے دعویٰ میں ایک تو تدریج کا ذکر ہے دوسرا قرآن کی وساطت سے حصول علم مذکورہ کا ذکر ہے تیسرا یہ کہ جمیع ماکان ومایکون کے حصول کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل پر موقوف ہے ان امور ثلاثہ کو بغور دیکھا جائے تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ صرف یہی آیت نہیں بلکہ قرآن کی کوئی آیت بھی ہمارے خلاف نہیں اور ہمارے عقیدہ کے منافی ومعارض نہیں ہے۔ وفیہ کفایۃ لمن لہ ھدایۃ۔

جواب نمبر۲:

اس آیت میں خبر کو مقدم اور مبتداء کو مؤخر لا کر علم قیامت کی ذات باری تعالیٰ میں حصر کی گئی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر اس قاعدہ کے مطابق جب علم قیامت ذات باری میں محصور ہو گیا تو اب سوال یہ ہے کہ یہ حصر علم ذاتی کی ہے یا عطائی کی یا دونوں

کی شق اولیٰ وثانی کا استحالہ (محال ہونا) ظاہر ہے لہٰذا شق اول ہی متعین ہے۔ یعنی حصر ذاتی کی ہے جو شان باری تعالیٰ کے لائق ومناسب ہے جب عطائی ذات باری میں محصور نہیں تو یہ ذات باری کا خاصہ بھی نہیں ہے۔ فلہٰذا اس کا حصول انبیاء کرام کے لیے خصوصاً حضور علیہ السلام کے لیے جائز بلکہ امر واقعہ ہے۔

عطائی کے دلائل :

۱۔ امام قسطلانی شارح بخاری مواہب الدنیہ جلد اول صفحہ ۶۵ پر فرماتے ہیں: وقال بعضهم ليس في الآية يسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربي دلالتهٗ على ان الله تعالیٰ لم يطلع نبيهٗ صلى الله عليه وسلم على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه الله ولم امره ان يطلعهم وقد قالوا في علم الساعة نحو هذا والله اعلم انتهى۔

اور بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ آیت کریمہ یسئلونک الآیۃ میں اس بات پر دلالت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ ہوسکتا اور آپ کو یہ امر نہ فرمایا ہو کہ آپ دوسروں کو مطلع فرمائیں۔ اور علم قیامت کے متعلق بھی علماء اعلام نے ایسا ہی فرمایا ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت کا علم دے کہ لوگوں کو بتانے کی اجازت نہ دی ہو۔

امام جلیل قسطلانی جو بخاری کے شارح ہیں حضور علیہ السلام کے لیے عبارت مذکورہ بالا میں علم روح کے ساتھ ساتھ علم قیامت کے حصول کے امکان کو تسلیم فرماتے ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہیں کہ علماء اعلام کا ایک گروہ اس امکان کو مانتا ہے اگر علم قیامت کا حصول نبی کے لیے محال یا ناممکن ہوتا یا اس کے امکان کو ماننا ان کے نزدیک شرک اور توحید کے عقیدہ کے خلاف ہوتا تو وہ ہرگز اس کے امکان کو نہ مانتے ان کا ماننا دلیل ہے کہ نہ یہ عقیدہ شرک ہے اور نہ کفر ہے۔ اب مولوی سرفراز صاحب سے دریافت کریں کہ کیا آپ کے نزدیک امام اجل قسطلانی شارح بخاری بھی مشرک ہیں۔ کیا ان کو بھی شرک کے مخبث فتوی سے نوازیں گے۔

۲۔ امام بدر الدین عینی شارح بخاری عینی شرح بخاری جلد اول صفحہ ۳۳۷ پر فرماتے ہیں:

فمن ادعیٰ علم شیء منہا غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذبًا فی دعواہ۔

یعنی پانچ غیبوں میں سے جو کوئی کسی شے کے علم کا دعویٰ کرے اور اس علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کرے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

اس عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ حضور علیہ السلام غیوب خمسہ کو جانتے ہیں اور باری تعالیٰ کے اذن سے اپنے جس غلام کو چاہیں بتا بھی سکتے ہیں۔

اس عبارت میں لفظ شیٔ نکرہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص غیوب خمسہ میں سے جس جزی کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ سچا تب مانا جائے گا۔ جب کہ وہ اس کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کرے اگر آپ کی طرف نسبت کیے بغیر کسی جزی کے جاننے کا دعویٰ کرے گا تو وہ جھوٹا ہوگا۔ اس عبارت پر غور کرنے سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ غیوب خمسہ کی جمیع جزئیات کا علم باری تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ بعض بعض جزئیات کا علم ہے سب کا نہیں تو پھر ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایسی جزی کے جاننے کا دعویٰ کرے جو حضور علیہ السلام کے علم میں نہ ہو تو ایسی صورت میں اس دعویٰ میں وہ سچا ہوگا نہ کہ جھوٹا۔ مگر عبارت مندرجہ بالا بتاتی ہے کہ کسی بھی جزی کے جاننے کا دعویٰ حضور علیہ السلام کی طرف نسبت کیے بغیر کرے گا تو وہ جھوٹا ہوگا معلوم ہوا کہ آپ غیوب خمسہ کی ہر ہر جزی کو بعطائے الٰہی جانتے ہیں۔

کیوں جناب سرفراز صاحب اب امام بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری پر بھی شرک خبیث کا فتویٰ صادر فرمائیں گے۔ کیوں دیوبندیو امام عینی حنفی بھی تمہارے فتویٰ کے مطابق مشرک ہیں یا نہیں۔

۳۔ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۶۵ پر فرماتے ہیں:

وقال القرطبی من ادعی علم شیٔ منہا غیر مستند الی الیہ علیہ الصلوٰۃ و السلام کان کاذبا فی دعواہ۔ ملا علی قاری۔

خود مولوی سرفراز صاحب کے نزدیک دسویں صدی کے مجدد ہیں اور ان کی مفصل عبارات حجت کا درجہ رکھتی ہے چنانچہ سرفراز صاحب اپنی کتاب مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ اور نزاعی مسائل میں ان کی مفصل اور صریح عبارات کو سند کا درجہ حاصل ہے۔

امام قرطبی سے نقل کرتے ہوئے غیوب خمسہ کا حصول تسلیم فرماتے ہیں۔ لگائیے سرفراز صاحب امام قرطبی اور ملا علی قاری پر بھی شرک کا فتویٰ کیوں جناب ان کو بھی مشرک ہی قرار دو گے۔

۴۔ امام قرطبی بھی یونہی لکھتے ہیں جیسا کہ قسطلانی اور ملا علی قاری اور امام بدرالدین عینی حنفی نے فرمایا ہے۔

۵۔ تفسیر روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۱۱۲ جزء عشرون میں بھی مندرجہ بالا عبارت علامہ آلوسی نے نقل فرمائی ہے بلکہ صفحہ ۱۱۳ پر صاف طور پر لکھا ہے:۔

ویجوز ان یکون اللہ تعالیٰ قد اطلع حبیبہٗ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی وقت قیامھا علی وجہ کامل لکن لا علی وجہ یحاکی علمہٗ تعالیٰ بہ الا اللہ سبحانہ اوجب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لکمتہ:۔

اس عبارت میں علامہ آلوسی یہ توجیہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ باری تعالیٰ نے آپ کو قیامت کے وقت کا علم تو دے دیا ہو مگر اس کو چھپانا ضروری قرار دے دیا ہو کسی حکمت کی بنا پر۔ ثابت ہوا کہ علامہ آلوسی کے نزدیک حضور علیہ السلام کے لیے علم قیامت ماننا شرک و کفر نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو وہ یہ توجیہ ہر گز نہ فرماتے۔ کیونکہ جو چیز شرک ہو اس کو ممکن ماننا کب جائز ہے۔ مگر علامہ آلوسی تو علم قیامت سے تفصیلی کے حصول کے جواز کو مانتے ہیں جیسا کہ ان کی عبارت سے ظاہر ہے۔

۶۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۴ حدیث خمس لا یعلمھن الا اللہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس ایں ہارا نداند آنہا از امور غیب

اند کہ جز خدا کسے آں را نداند مگر آنکہ ولے تعالیٰ از نزد خود کسے را بداناند بو
حی و الہام۔ یعنی حدیث کی مراد یہ ہے کہ عقل کے حساب سے بغیر اللہ کے
سکھائے ان کو کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ چیزیں غیب ہیں۔ خدا جانتا ہے یا
وہ جس کو خدا ان کا علم عطا فرما دے۔

اس عبارت سے بھی ثابت ہوا کہ نفی ذاتی کی ہے خود بخود جاننے کی ہے خدا کی عطاء
سے جاننے کی نہیں۔ بلکہ اس کا اثبات ہے۔

۷۔ ملا جیون علیہ الرحمۃ تفسیرات احمدیہ آیت منقولہ بالا کے تحت فرماتے ہیں،

ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة وان لا يعلمها احد الا الله لكن يجوز
ان يعلمها من يشاء من محبيه واوليآءه بقرينة قوله تعالىٰ ان الله عليم
خبير بمعنى المخبر۔

اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن جائز
ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوبوں اور ولیوں میں سے جس کو چاہے سکھا دے اور اس
کا قرینہ یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا (اسی آیت کے آخر میں) بے شک اللہ تعالیٰ جاننے
والا بتانے والا ہے۔ یعنی خبیر مخبر کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ خدا الغیوب خمسہ
کی خبریں اپنے محبوبوں اور ولیوں کو دیتا ہے۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ ملا جیون مصنف نور الانوار بھی علوم خمسہ کے حصول کے جواز
کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگر ایسا اعتقاد شرک و کفر ہوتا تو ملا جیون ہرگز اس کے جواز کی تصریح نہ فرماتے
کیوں جناب ملا جیون کو بھی مشرک ہی قرار دو گے۔

۸۔ شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۶۵ پر خمس لا
یعلمھن الا اللہ کی شرح میں فرماتے ہیں المراد لا یعلم بدون تعلیم اللہ تعالیٰ
یعنی پانچ کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کی مراد یہ ہے کہ خدا کی تعلیم کے بغیر کوئی نہیں
جانتا (یعنی ذاتی استقلالی کی نفی ہے)

۹۔ امام قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں:

لا یعلم متی تقوم الساعة الا اللہ الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یطلعہ علیٰ غیبہ والولی التابع لہ یاخذہ عنہ۔

یعنی اللہ تعالیٰ اور پسندیدہ رسول کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے اور رسول کا تابع ولی بھی رسول سے اس غیب کے علم کو حاصل کرتا ہے۔

۱۰۔ الروض النضیر شرح جامع صغیر میں ہے:

انما قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ھو فمفسر بانہ لا یعلمہا احد بذاتہ الا ھو لکن قد تعلم باعلام اللہ فان ثم من یعلمہا الخ

یعنی حضور کے اس فرمان کی تفسیر کہ ان پانچ کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا یہ ہے کہ خود بخود کوئی نہیں جانتا باقی اللہ تعالیٰ کے بتانے اور عطا کرنے سے جاننے والے یہاں موجود ہیں یعنی انبیاء و اولیاء۔

قارئین کرام مذکورہ بالا دس حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ معتبر و مستند مفسرین و محدثین کرام حضور علیہ السلام کے لیے علوم خمسہ کے حاصل ہونے کو جائز مانتے ہیں بلکہ بعض نے تو حاصل مانا ہے مزید یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ان مفسرین و محدثین کرام کے نزدیک آیات و احادیث نفی میں ذاتی و استقلالی کی نفی ہے عطائی کی ہرگز نفی نہیں ہے۔ یہ سرفراز صاحب کی ہٹ دھرمی ہے کہ وہ آیات و احادیث نفی کو عطائی کی نفی پر بلا دلیل محمول کرتے ہیں۔

جواب نمبر ۳:

جو شخص اسبات کا مدعی ہے کہ تمام غیوب میں سے غیوب خمسہ کو ذات باری تعالیٰ سے اختصاص میں زیادہ خصوصیت حاصل ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ قائل مذکور کی مراد اگر سلب عموم ہے غیوب خمسہ میں ان کے غیر کے علاوہ تو اس تقدیر پر یہ ثابت ہوگا کہ ان پانچ کے سوا اللہ تعالیٰ کے جتنے غیب ہیں وہ سب بتا دیے گئے ہیں تو بنا بریں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو یا خاص حضور علیہ السلام کو ان پانچ کے سوا اپنے تمام غیب بتا دیے ہیں۔ جن سے کوئی فرد بھی باقی نہیں رہا۔ باقی یہ پانچ تو یہ سب کے سب تو حضور کو

نہیں بتائے اگرچہ ان میں سے بعض بتلائے ہیں یہ پہلی شق ہے جو قطعاً باطل و مردود ہے کیونکہ اس صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم باری تعالیٰ کی ذات اور اس کی جملہ صفات کو ایسے کامل احاطہ کے ساتھ محیط ہو جائے کہ جس کے آگے اصلاً کوئی پردہ نہ رہے علاوہ ازیں یہ کہ حضور کا علم جملہ سلاسل غیر متناہیہ کو محیط ہو جائے۔ جس کے ہم ہرگز قائل نہیں ہیں۔

اور اگر مراد قائل مذکور کی عموم سلب ہے یعنی یہ کہ خدا کے سوا دوسرا کوئی ان غیوب خمسہ میں سے کچھ بھی نہیں جانتا تو اس تقدیر پر حاصل یہ ہوگا کہ اللہ نے ان پانچ میں سے اصلاً کوئی چیز کسی کو بھی نہیں بتائی بخلاف باقی غیوب کے کہ ان میں سے جس کو چاہا بتا دیا تو یہ شق بھی باطل و مردود ہے کیونکہ باری تعالیٰ نے ان غیوب خمسہ میں سے بعض کا علم بعض انبیاء و اولیاء کو عطاء فرمایا ہے اور اس کو خود سرفراز صاحب ازالۃ کے صفحہ ۲۰۵ اور صفحہ ۲۰۶ پر تسلیم کر چکے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اور آگے بعض احادیث اور آثار اور اقوال علماء میں سے ان میں سے جن بعض جزئیات کا علم غیر اللہ کے لیے ثابت ہوگا تو وہ صرف علم جزئی ہے۔ صفحہ ۲۰۵۔

اور ان میں سے بعض جزئیات کا علم باعلام خداوندی بعض بعض اولیاء کو بھی ہو جاتا ہے مگر یہ صرف چند جزئیات ہیں صفحہ ۲۰۶۔

ان عبارات میں سرفراز صاحب نے اولیاء کرام کے لیے غیوب خمسہ کے بعض جزئیات کا علم صاف طور پر تسلیم کر لیا ہے اب سوال یہ ہے کہ جناب سرفراز صاحب نے غیوب خمسہ کی جن بعض جزئیات کا علم صراحۃً تسلیم کیا ہے وہ ذاتی و استقلالی مانا ہے یا عطائی مانا ہے اگر عطائی مانا ہے جیسا کہ یہ حقیقت ہے تو کیا پھر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرفراز صاحب جس کو آپ نے چور دروازہ قرار دیا تھا اسی سے آپ کو بھی گزرنا پڑا۔ کیا اب بھی ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو چور دروازہ قرار دو گے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

سوال: ممکن ہے کہ کوئی احمق یہ کہے کہ جب تم نے حضور کے لیے جمیع ماکان و مایکون اول یوم سے آخر یوم تک ثابت مانا ہے تو اس میں غیوب خمسہ بھی داخل ہوں گے۔ اس صورت میں

ذات باری سے غیوب خمسہ کا اختصاص کہاں جائے گا۔ حالانکہ باری تعالیٰ نے ان کے اختصاص سے اپنی مدح فرمائی ہے اور مدح مابہ الامتیاز سے ہوتی ہے مابہ الاشتراک سے نہیں ہوتی۔

تو جواباً عرض ہے ان علوم کے ذات باری سے اختصاص سے مراد یہ ہے کہ بالذات اور بالاستقلال ان کو خدا ہی جانتا ہے باقی مطلق علم عطائی تو یہ قرآن و حدیث سے آپ کے لیے ثابت ہے جس کا انکار جہالت ہے۔ رہا یہ کہ ایسی صورت میں غیوب خمسہ کی مزلیت اختصاص میں باقی نہ رہے گی۔ حالانکہ باری تعالیٰ نے مخصوص بالذکر فرمایا ہے اس لیے عطاء و اعلام ان کے ماسوا میں جاری ہونا چاہیئے نہ ان میں ورنہ مزیت اختصاص باطل ہو جائے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو آیت کریمہ مذکورہ میں ایسا کوئی لفظ موجود نہیں ہے جو دلالت کرے کہ یہ پانچ کے پانچ ذات باری سے مختص ہیں۔ اس آیت میں پانچ کے اختصاص پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں چہ جائیکہ خصوصیت اختصاص پر دلالت ہو۔ کیونکہ آیت کریمہ میں پانچ میں سے بعض میں حصر و تخصیص پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ موجود نہیں حصر کا تعلق آیت میں صرف علم ساعت سے ہے باقی ینزل الغیث اور یعلم ما فی الارحام میں کوئی لفظ حصر مذکور نہیں ہے اور صرف مقام مدح میں مذکور ہونا مطلقاً اختصاص کا موجب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے اپنی ذات کی مدح قرآن میں سمیع و بصیر و علیم و رؤف و رحیم کے ساتھ فرمائی ہے۔ مگر انہیں اسماء کے ساتھ اپنے بندوں کی مدح بھی فرمائی ہے۔ باری تعالیٰ نے فرمایا جعل لکم السمع والابصار اور فرمایا و بالمومنین رؤف و رحیم حضرت موسیٰ رب کی مدح میں فرماتے ہیں۔ لا یضل ربی میرا رب بہکتا نہیں حالانکہ بہکنے سے انبیاء بھی منزہ ہیں۔ خدا فرماتا ہے ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔ خدا ذرہ جتنا ظلم نہیں کرتا۔ حالانکہ انبیاء بھی ظلم سے منزہ ہیں۔ ثابت ہوا کہ مقام مدح میں مذکور ہونا مطلقاً اختصاص کا موجب نہیں ہوتا۔

ثانیاً یہ کہ اگر ان پانچ کا اختصاص مان بھی لیا جائے تو ان پانچ کو ایسی خصوصیت کہاں سے حاصل ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اب ان کا علم کسی کو عطاء بھی نہیں کر سکتا اگر ایسا ہو تو پھر اس کو مفہوم لقب سے استدلال ہیں .... جس کا مطلب یہ ہے بعض اشیاء کا نام لے کر جو

حکم بیان کیا جائے وہ اس پر دلالت کرے کہ وہ حکم ان کے غیر میں نہیں ہے اور یہ مفہوم القلب سے استدلال باطل ہے اصول میں اس کے بطلان پر دلائل قائم ہو چکے ہیں۔ مزید یہ کہ اس آیت کریمہ میں تو پانچ کا لفظ بھی نہیں ہے جس کو مفہوم ادب کی طرف لوٹایا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ گنتی گنا کر جو حکم بیان کیا جائے وہ دلالت کرے کہ اس سے زائد کا یہ حکم نہیں ہے اور حدیث میں اگر پانچ کا لفظ آیا ہے تو اولاً تو یہ حدیث خبر واحد ہے جو مفید تخصیص و تقیید ابتداً نہیں ہو سکتی ثانیاً یہ کہ ہم ہرگز یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ایسی جگہ عدداً زیادہ کی نفی کرتا ہے۔

حضور نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور کو نہیں دی گئیں۔ حالانکہ آپ کو کثیر تعداد میں ایسے فضائل خصائص سے نوازا گیا جن کی گنتی نہیں ہو سکتی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ مجھے دیگر انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ اب اگر پانچ کو چھ کا ثانی قرار دیا جائے تو پھر دونوں حدیثوں میں تناقض ہوگا۔ اب اگر عدد کو مفید حصر قرار دیا جائے تو صحیح حدیثیں جو عندالائمہ مقبول ہیں ایک دوسرے کی نفی کریں گی۔

رہا یہ کہ آخر کوئی نکتہ یا وجہ تو ہے ان پانچ کے ذکر کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ کاہنوں کا تھا۔ کافر علم غیب کے مدعی تھے۔ رمل و نجوم وغیرہ سے یا یہ کہ وہ انہی کے بارے میں حضور سے سوال کرتے تھے اس لیے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الساری شرح بخاری میں سورۂ رعد کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ذکر خمسا وان کان الغیب لا تتناهی لان العدد لا ینفی الزیادة اولانه کانوا یدعون معرفتها و لفظة فی الانعام کانوا یدعون علمها۔

اور عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے

قیل ما وجه الانحصار فی هذه الخمس مع ان امور التی لا یعلمها الا الله کثیرة واجیب بانه اما لانهم کانوا سألوا الرسول صلی الله علیه وسلم عن هذه الخمس فنزلت الآیة جوابا لهم الخ

یعنی پانچ کا ذکر کرنا باوجود غیب کے غیر متناہی ہونے کے اس لیے ہے کہ عدد زائد کی

نفی نہیں کرتا یا اس لیے ہے کہ کافران کے علم کے مدعی تھے اور شارح نے سورہ انعام میں کہی کہ وہ ان کے علم کے مدعی تھے اور علامہ علینی فرماتے ہیں کہ امور غیبیہ جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ کثرت سے ہیں پھر آیت میں حصر کی وجہ کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافروں نے حضور سے انہی کے بارے میں سوال کیے تھے تو آیت کریمہ ان کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ مولوی سرفراز صاحب خود بھی ان پانچ کی تخصیص کی وجہ بیان کرتے ہوئے ازالہ کے صفحہ ۲۰۳ پہ لکھتے ہیں کہ اول یہ کہ چونکہ سوال لانے والوں نے ان ہی پانچ کے متعلق سوال کیا تھا اس لیے جواب میں انہی پانچ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یاد رہے یہ بحث مناظرانہ انداز میں کی گئی ہے ورنہ علوم خمسہ کی تخصیص ذات باری سے ہم مانتے ہیں یہ دوسری آیت اور چند احادیث سے ثابت ہے مگر وجہ تخصیص وحصر بتا دی گئی ہے۔

سرفراز صاحب کو چاہیئے کہ جس طرح ذاتی واستقلالی کی نفی کی تصریحات مستعد مفسرین ومحدثین سے جگہ جگہ ابواب مذکورہ میں ہم نے باحوالہ نقل کی ہیں۔ اسی طرح وہ بھی مفسرین محدثین سے باحوالہ زیادہ نہیں تو صرف ایک ہی صریح عبارت سلف صالحین کی دکھا دیں جس میں یہ صراحت کی گئی ہو کہ آیات واحادیث نفی میں ذاتی واستقلالی کی نفی نہیں بلکہ عطائی کی نفی ہے۔

اگر سرفراز صاحب ایسا ایک حوالہ کسی معتبر ومستند تفسیر کا دکھا دیں تو بذریعہ عدالت پانچ صد روپے انعام حاصل کریں کیا اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت وہمت ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سرفراز صاحب کا اقرار:

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالتہ کے صفحہ ۲۰۳ پر لکھتے ہیں کہ۔ احکام غیبیہ کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ اکوان غیبیہ میں سے بہت سے جزئیات کا علم بھی آپ کو عطا کیا گیا ہے۔ اس عبارت میں گکھڑوی صاحب نے وہ

چیز تسلیم کرلی ہے جس کا انکار وہ اپنی کتابوں میں کئی بار کر چکے ہیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے مولوی صاحب کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ انبیاء کرام کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ بلکہ انبیاء غیب اطلاع غیب و اخبار غیب ہوتے ہیں۔ یعنی غیب پر مطلع و آگاہ تو ہوتے ہیں مگر غیب کا علم نہیں ہوتا۔

چنانچہ سرفراز صاحب اپنی کتاب مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:

"در علم غیب اس کی صفات مختصہ میں سے ایک صفت ہے"۔

صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:

یہ عبارت اپنے مدلول کے لحاظ سے بالکل روشن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہ تھا۔

اور ازالۃ کے صفحہ ۳۸ پر فرماتے ہیں:

اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب، عالم الغیب، عالم ما کان و مایکون اور علم بالذات الصدور کا مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار غیب و انباء غیب پر مطلع ہونا جدا مفہوم ہے۔

ان عبارات میں علم غیب کا انکار کیا گیا ہے اور اخبار غیب و انباء غیب پر مطلع ہونے کا اقرار ہے اب خود فرمائیں کہ ان عبارات اور ازالۃ کے صفحہ ۲۰۳ کی نقل کردہ عبارت میں تضاد ہے یا نہیں یقیناً تضاد ہے کیونکہ ص ۲۰۳ کی عبارت میں احکام غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے اور صفحہ ۳۸ کی عبارت میں علم غیب کا انکار کیا ہے۔ بلکہ علم غیب ماننے والے کو مشرک و کافر قرار دیا ہے صفحہ ۳۸ پر اب ذرا سرفراز صاحب سے دریافت کریں کہ جب علم غیب ماننا آپ کے بقول شرک و کفر ہے تو پھر صفحہ ۲۰۳ پر احکام غیبیہ اور بہت سے اکوان غیبیہ کا علم مان کر آپ بھی مشرک و کافر ہوئے یا نہیں۔

مزید یہ کہ یہ جو آپ نے تمام احکام غیب اور بہت سے اکوان غیبیہ کا علم تسلیم کیا ہے یہ آپ کے نزدیک جزی ہے یا کلی اگر جزی ہے تو پھر کون سی جزی ہے حقیقی یا اضافی اگر حقیقی ہے تو یہ ظاہر البطلان ہے اگر اضافی ہے اور یقیناً اضافی ہے تو کیا جزی اضافی کو کلی نہیں کہا جا

سکتا ضرور بتائیں۔

اور اگر کلی ہے تو چشم ما روشن دل ماشاد پھر یہ بھی بتائیں کہ جزئی اضافی ہونے کی صورت میں یہ حضور علیہ السلام کی ذاتی صفت ہے یا عطائی شق اول کا بطلان ظاہر ہے اور شق ثانی کی صورت میں سوال یہ ہے کہ جب شرک سے بچنے کے لیے عطائی ہونا آپ نے مان لیا ہے تو اب ماکان ومایکون جو متناہی ومحدود ہے اس کو عطائی طور پہ ماننے کی صورت میں شرک کیونکر لازم آئے گا۔

الغرض سرفراز صاحب کی عبارات میں تضاد ہے دونوں عبارات میں سے ایک ہی سچی ہوسکتی ہے دوسری کا جھوٹا ہونا لازمی ہے۔

اسی صفحہ ۲۰۳ پر لکھتے ہیں کہ ہاں اکوان غیبیہ کی کلیات اور اصول کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

جواب یہ ہے کہ اکوان غیبیہ کی کلیات واصول سے مراد اگر علوم غیر متناہیہ ہیں تو پھر اس کا کوئی بھی قائل نہیں اور یہ نزاعی مسئلہ ہی نہیں اور اگر مراد ماکان ومایکون کے مشمولات کی ہر ہر جزئی اور ہر ہر فرد ہے تو پھر یہ حضور علیہ السلام کو حاصل ہے کیونکہ یہ متناہی ومحدود ہے۔ غیر متناہی وغیر محدود نہیں ہے ہم سرفراز صاحب سے یہی دریافت کرتے ہیں کہ ماکان ومایکون کے علم کو آپ غیر متناہی قرار دیتے ہیں یا متناہی اگر غیر متناہی مانتے ہیں تو دلائل سے عدم تناہی کو ثابت کریں اور اگر متناہی مانتے ہیں تو دلائل سے عدم تناہی کو ثابت کریں اور اگر متناہی مانتے ہیں تو پھر یہ ذات باری کا خاصہ نہ رہا جو خاصہ نہیں ہے۔ وہ نبی کے لیے ماننا کیونکر شرک وکفر ہوسکتا ہے۔

یاد رکھیئے علم غیب ذاتی بلا واسطہ ہی ذات باری کا خاصہ ہے خواہ کلی ہو یا جزئی۔ چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۱۲ جزء عشرون میں تصریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبالجملہ علم الغیب بلا واسطۃ کلاً او بعضًا مخصوص باللہ جلاد لا یعلمہ احد من الخلق اصلاً، ومتی اعتبر فیہ نفی الواسطۃ بالکلیۃ تعین ان یکون من مقتضیات الذات فلا یتحقق فیہ تفاوۃ بین

غیب وغیب۔

یعنی خلاصہ یہ ہے کہ غیب بلاواسطہ (اور ذاتی واستقلالی) علم خواہ کلی ہو یا جزئی یہ مخصوص ہے ذات باری سے اس کو مخلوق میں سے کوئی نہیں جانتا ہرگز اور جب اس میں واسطہ کی کلی طور پر نفی کا اعتبار کیا جائے تو پھر اس کا ذات کا مقتضلی ہونا متعین ہو جائے گا۔ جس میں ایک غیب دوسرے غیب سے متفاوت نہ رہے گا۔ یہ عبارت صریح ہے اس مفہوم میں کہ ذات باری کا خاصہ صرف وہ علم ہے جو بلاواسطہ اور ذاتی اور استقلالی ہوتا ہے خواہ وہ کلی ہو یا جزئی اب مولوی سرفراز صاحب کو خود غور کرنا چاہیئے کہ ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو چور دروازہ قرار دینا کہاں کا انصاف اور کہاں کی دیانت ہے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح عبارت روح المعانی کی اس جلد کے صفحہ ۱۱ پر موجود ہے کہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں،

ولعل الحق ان تعالیٰ علم الغیب المنفی عن غیرہ جل وعلا ھو ما کان للشخص لذاتہ ای بلا واسطۃ فی ثبوتہ لہ وھذا مما لا یعقل لاحد من اھل السمٰوٰت والارض پھر فرمایا وما وقع للخواص لیس من ھذا العلم فی شئ ضرورۃ انہ من الواجب عزوجل افاضۃ علیھم بوجہ من وجوہ الافاضۃ ۔

ترجمہ:- اور حق یہ ہے کہ غیر اللہ سے جس غیب کی نفی کی گئی ہے وہ وہی ہے جو ذاتی بلاواسطہ ہو اور ایسا علم زمین و آسمان میں کسی کے لیے ممکن نہیں ہے اور جو علم غیب خواص کو حاصل ہے وہ ذاتی بلاواسطہ نہیں بلکہ خداوند قدوس کا فیض و عطاء کردہ ہے ساتھ طریقے افاضہ کے

یہ عبارت ببانگ دہل پکار رہی ہے کہ غیر اللہ سے منفی علم غیب عطائی نہیں بلکہ ذاتی بلاواسطہ ہے اور یہ کہ ذاتی کا حصول غیر کے لیے ممکن ہی نہیں ہے اور یہ ہے کہ خواص کو علم غیب عطائے الٰہی حاصل ہے اور قرآن و حدیث میں عطائی کی نفی نہیں ہے بلکہ ذاتی بلاواسطہ کی ہے۔ اب پھر ایک مرتبہ گکھڑوی صاحب سے دریافت کریں کہ یہ ذاتی اور عطائی کی تقسیم

کو آپ اب بھی چور دروازہ ہی قرار دیں گے یا تو بہ کر کے اہل حق کا ساتھ دیں گے۔ علامہ آلوسی نے آیات نفی کو ذاتی بلا واسطہ پر محمول فرمایا ہے بلکہ اس کو حق قرار دیتا ہے۔ اب ثابت ہوا کہ ذاتی و عطائی کی تقسیم حق ہے اور آیات و احادیث نفی کو ذاتی بلا واسطہ پر اور آیات اثبات و احادیث اثبات کو عطائی پر محمول کرنا حق ہے۔ اب سرفراز صاحب اور ان کی جماعت خود فیصلہ کر لیں کہ اصل حق کون ہیں وہ جو اس تقسیم پر کاربند ہیں یا وہ جو اس کو چور دروازہ قرار دیتے ہیں۔ پھر کیا سرفراز صاحب یہ آلوسی بھی چور دروازہ سے داخل ہونے والے چور ہیں خدا کا خوف کریں یہ تفسیر روح المعانی کی عبارات ہیں جس کو آپ نے اپنی کتابوں میں اہلسنت کی معتبر تفسیر قرار دیا ہے۔ چنانچہ ازالتہ الریب کے صفحہ ۴۷ پر روح المعانی کا ایک حوالہ بزعم خویش اپنے حق میں مفید جان کر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ جتنے حضرات مفسرین کرام ہیں تمام معتبر اور مستند ہیں اور اہل سنت و جماعت کے مسلم مفسر ہیں اور مولوی سرفراز صاحب اپنی کتاب تسکین الصدور صفحہ ۷۵ پر روح المعانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ: بے نظیر تفسیر ہے۔ لیجئے سرفراز صاحب جس تفسیر کو آپ نے اہلسنت کی معتبر و مستند اور بے نظیر تفسیر قرار دیا ہے اسی سے بندہ نے ذاتی اور بلا واسطہ کا منفی ہونا غیر اللہ سے اور پھر اس کا حق ہونا اور پھر خواص کے لیے عطائی کا حصول یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ ذاتی اور عطائی کی تقسیم ثابت کر دی ہے اب آپ کی مرضی ہے کہ مان کر حق کو قبول کر کے اصل حق میں آشامل ہوں یا بدستور اہل باطل کا ساتھ دے کر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ اور اپنی آخرت کو تباہ کرتے رہیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

قارئین کرام گکھڑوی صاحب ازالتہ کے صفحہ ۲۰۳ اور صفحہ ۲۰۴ پر ابن کثیر اور روح المعانی تفسیر احمدی وغیرہ سے دو عبارتیں نقل کرنے کے بعد فائدہ کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت میں جس علم کی اللہ تعالیٰ کی ذات سے تخصیص کی گئی ہے وہ علم کلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان اشیاء کے کلیات کا بطور کلی علم صرف ذات خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے اولاً عرض ہے کہ:

اعتراض نمبر ۱: ہم مولوی سرفراز صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ غیوب خمسہ کے

کلیات کا علم بطور کلی متناہی ہے یا غیر متناہی شق اول کی صورت میں متناہی علم کو ذات باری کا خاصہ قرار دینا لازم آئے گا جو ہرگز درست نہیں ہے نیز غیر اللہ کے لیے متناہی علم کا حصول نہ تو محال ہے اور نہ ہی شرک ہے اور شق ثانی کی صورت میں مولوی صاحب پر لازم ہے کہ غیوب خمسہ کی کلیات کے بطور کلی علم کا غیر متناہی ہونا ادلہ شرعیہ سے ثابت کریں ورنہ تسلیم کریں کہ ہماری پیش کردہ آیات کے عموم و اطلاق میں ان کے کلیات کا علم بطور کلی داخل ہے اور ان آیات کی تخصیص یا تقیید اخبار احاد سے کرنا جہالت ہے۔ جس قدر روایات نفی پر پیش کی گئی ہیں وہ سب اخبار احاد ہیں وہ مخصص نہیں بن سکتیں۔

اعتراض دوم:

ثانیاً یہ کہ کلی بطور کلی سے مراد اگر علم مطلق تفصیلی محیط ہے تو اس کے ہم بھی قائل نہیں۔ جیسا کہ ابتداء میں تصریح کر دی گئی ہے کہ علم مطلق تفصیلی محیط ذات باری کا خاصہ ہے مگر اس کے مشمولات غیوب خمسہ کے کلیات بطور کلی ہی نہیں بلکہ اس سے بہت زیادہ علوم ہیں جو غیر متناہی ہیں۔ ہم نے حضور علیہ السلام کے لیے جو علم مانا ہے وہ مطلق علم تفصیلی ہے۔ مگر کیا کیا جائے ہمارا مدِ مقابل اتنا ضدی اور ہٹ دھرم و متعصب ہے کہ جان بوجھ کر علم مطلق تفصیلی محیط اور مطلق علم تفصیلی کے واضح فرق کو نظر انداز کر دیتا ہے ظاہر ہے کہ غیوب خمسہ کے کلیات و جزئیات سب کے سب مخلوق ہیں کچھ حقیقتہً اور کچھ مامئول کے لحاظ سے اور اس کے ساتھ ساتھ یوم اول اور یوم آخر کی حدود میں داخل ہیں اور جو محصور بین الحاصرین ہو اور محدود بین الحدین ہو وہ غیر متناہی کیونکر ہو سکتا ہے اس لیے ان کو متناہی اور مطلق علم تفصیلی تو قرار دیا جا سکتا ہے مگر علم مطلق تفصیلی محیط کا مصداق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ غیر متناہی ہوتا ہے۔

اعتراض سوم:

ثالثاً یہ کہ غیوب خمسہ کے کلیات اور ان کے جمیع جزئیات باری تعالیٰ کا کل علم ہیں یا اس کے کلی علم کا بعض ہیں۔ شق اول ظاہر البطلان ہے اور شق ثانی کی صورت میں غیوب خمسہ کے کلیات کا علم کلی بطور کلی بھی باری تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ کا چونکہ بعض بنتا ہے اس لیے حضور علیہ السلام کے لیے غیوب خمسہ کی کلیات کا علم بطور کلی ماننا بھی ہرگز شرک نہیں ہو گا۔

کیونکہ علم باری سے مساوات فی المقدار بھی لازم نہیں آتی ہے۔ چہ جائیکہ مساوات فی الکیفیت کا لزوم ہو۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالۃ کے صفحہ ۲۰۵ پر لکھتے ہیں اور آگے بعض احادیث اور آثار و اقوال علماء میں سے ان میں سے جن بعض جزیات کا علم غیر اللہ کے لیے ثابت ہوگا تو وہ صرف علم جزی ہے اور ایجاب و جزی اور رفع ایجاب کلی میں کوئی منافات نہیں ہوتی۔

چنانچہ علامہ آلوسی الحنفیؒ قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاللائق ان لا یُعتبر فی الآیته سلب العموم بل یُعتبر عموم السلب یلتزم ان القاعدۃ اغلبیة وکذا یقال فی السلب والعموم فی جانب الفاعل۔

روح المعانی جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۲ ترجمہ قابل غور۔

ولائق بات یہ ہے کہ آیت میں سلب عموم معتبر نہیں بلکہ عموم سلب معتبر ہے اور یہ بھی قابل التزام ہے کہ یہ قاعدہ اکثریہ ہے اور اسی طرح جانب فاعل میں سلب اور عموم کا لحاظ رکھنا ہوگا۔

اس عبارت میں گکھڑوی صاحب نے ایک تو یہ تسلیم کیا ہے کہ غیوب خمسہ کے بعض جزیات کا علم انبیاء و اولیاء کے لیے احادیث و آثار اور اقوال علماء سے ثابت ہے۔ دوسرا یہ کہ غیوب خمسہ کے بعض جزئیات پر صرف اطلاع نہیں بلکہ ان کا علم انبیاء و اولیاء کے لیے تسلیم کیا ہے اب قارئین کرام ذرا مولوی سرفراز صاحب سے دریافت فرمائیے کہ یہاں تو آپ نے علم غیب (خواہ بعض ہی سہی) کا اقرار فرمایا ہے اور ازالۃ الریب باب اول صفحہ ۳۸ پر علم غیب اور اخبار غیب میں فرق کرتے ہوئے تصریح فرمائی ہے کہ دوسری بات کا منکر یعنی اخبار غیب وغیرہ کا حضور کے لیے تو ماننے والا ملحد اور زندیق ہے اور پہلی بات کا مثبت یعنی علم غیب کا ثابت کرنے والا مشرک اور کافر ہے۔ اب آپ ہی بتائیں آپ غیوب خمسہ سے بعض غیب کا علم مان کر اپنے ہی قول مجالبول سے مشرک اور کافر ہوئے یا نہیں (یقیناً ہوئے) کم از کم

لزوم کفر میں تو شک نہیں کیونکہ آپ کے نزدیک علم غیب ماننا کفر ہے۔

تیسری بات گکھڑوی صاحب نے یہ کہی ہے کہ ایجاب جزئی اور رفع ایجاب کلی میں کوئی منافات نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ آلوسی الحنفی قل لا یعلم من فی السٰموات و الارض الغیب الا اللہ - کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں سلب عموم معتبر نہیں بلکہ عموم سلب معتبر ہے۔

تو جواباً عرض ہے کہ اس مقام پر بھی حسب معمول مولوی سرفراز صاحب نے خوب ٹھوکر کھائی ہے اور ایک فاش غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جہاں تک ایجاب جزئی کے رفع ایجاب کلی کے منافی نہ ہونے کا تعلق ہے تو یہ بالکل درست ہے لیکن روح المعانی کی جو عبارت نقل کی ہے اس سے ثابت یہ کرتے ہیں کہ آیت کا مضمون رفع ایجاب کلی ہے یعنی اس آیت کا مضمون موجبہ کلیہ بھی نہیں اور سالبہ کلیہ بھی نہیں بلکہ ایجاب کلی کا رفع وسلب ہے اور ہمارے خیال میں یہی ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ آیت کا مضمون رفع ایجاب کلی تب بنتا ہے جب آیت میں سلب عموم کو معتبر مانا جائے کیونکہ سلب عموم جملہ افراد کی نفی کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ ہر چیز کی نفی کا اور عبارت منقولہ میں بجائے سلب عموم معتبر ماننے کے عموم سلب معتبر قرار دیا گیا ہے اور عموم سلب کی صورت میں آیت کا مضمون رفع ایجاب کلی نہیں بلکہ سالبہ کلیہ بنتا ہے۔ کیونکہ عموم سلب ہر فرد کی نفی کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ مختصر المعانی صفحہ ۱۱۲ پر لکھا ہے:

لانہ ای التقدیم دال علی العموم (ای علی عموم السلب) ای علی نفی لحکم عن کل فرد نحو کل انسان لم یقم فانہ یفید نفی القیام عن کل واحد من افراد الانسان بخلاف مالو أخر لم یقم کل انسان فانہ یفید نفی الحکم عن جملۃ الافراد لا عن کل فرد فالتقدیم یفید عموم السلب وشمول النفی و التاخیر لایفید الا سلب العموم ونفی الشمول الخ

اس عبارت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ عموم سلب کی صورت میں ہر فرد سے نفی ہوتی ہے اور سلب عموم میں ہر فرد سے نفی نہیں ہوتی بلکہ جملہ افراد سے نفی ہوتی ہے اور روح المعانی

کی نقل کردہ عبارت میں عموم السلب کو معتبر قرار دیا گیا ہے نہ کہ سلب عموم کو اور ظاہر ہے کہ عموم سلب کی صورت میں آیت کا مضمون قضیہ سالبہ کلیہ بنتا ہے نہ کہ سلب (رفع) ایجاب کلی خلاصہ یہ کہ سرفراز صاحب نے اپنے ادعاء پر اس عبارت کو منطبق کرنے میں ٹھوکر کھائی ہے اور فاحش غلطی کی ہے اس آیت کا مضمون رفع ایجاب کلی تو تب بنتا جب اس میں سلب عموم کا اعتبار کیا جاتا یہاں تو عبارت منقولہ میں عموم سلب کو معتبر قرار دیا گیا ہے۔

فاین ھذا من ذاک و فیھما بون بعید کما لا یخفی علی العلماء الکرام۔

کیوں سرفراز صاحب ایک طرف آپ نے آیت کے مضمون کو رفع ایجاب کلی سمجھا اور مانا ہے اور دوسری طرف عبارت منقولہ میں خود نقل کر دیا ہے کہ سلب عموم معتبر نہیں بلکہ عموم السلب معتبر ہے کیا آپ عموم سلب کی صورت میں اس کے مضمون کو رفع ایجاب کلی ثابت کر سکتے ہیں۔ ذرا ہمت فرمائیے اور اس گتھی کو سلجھائیے۔ کیونکہ آپ دیابنہ کے شیخ الحدیث ہی نہیں بلکہ نہ معلوم اور کیا کیا ہیں۔

ثانیاً یہ کہ اگر بقول سرفراز صاحب کے مضمونِ آیت کو رفع ایجاب کلی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی یہ آیت اُن کے لیے مفید اور ہمارے لیے مضر نہیں ہے کیونکہ ایجاب کلی کے رفع و سلب کا مطلب یہ ہے کہ من فی السمٰوات والارض کے ہر فرد سے نفی مراد نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ من فی السمٰوات والارض کے سب افراد غیب نہیں جانتے۔ ایجاب کلی یہ ہے کہ ہر فرد جانتا ہے اور رفع ایجاب کلی یہ ہے کہ ہر فرد نہیں جانتا یعنی سب نہیں جانتے رہا بعض کا جاننا تو اس کی نفی نہ ہو گی تو ایسی صورت میں ہمارا مدعیٰ منفی نہ ہو گا اور مخالف کا مدعا ثابت نہ ہو گا۔

ثالثاً اگر بالفرض عبارت منقولہ کو سرفراز صاحب کے حق میں بھی لیا جائے تو پھر جواب یہ ہے کہ اسی عبارت منقولہ میں تصریح موجود ہے کہ عموم سلب کے معتبر اور سلب عموم کے غیر معتبر ہونے کا قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں ہے جب یہ قاعدہ کلیہ نہیں اکثریہ ہے تو پھر اس آیت کریمہ میں کس قرینہ اور کس دلیل سے عموم سلب کو معتبر اور سلب عموم کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے۔ بلا قرینہ ایسا کرنا تو ترجیح بلا مرجح ہے جو ہرگز جائز نہیں ہے۔

رُوح المعانی کی عبارت کا جواب :

قارئین کرام گکھڑوی صاحب ازالۃ کے صفحہ ۲۰۵ پر روح المعانی جلد ۲۱ صفحہ ۱۰۰ کی ایک عبارت نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ باری تعالیٰ اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو غیوب خمسہ میں سے کسی چیز پر مطلع کر دے تو یہ جائز ہے اور یہ علم فی الجملہ ہے اور ذات باری سے جو علم مخصوص ہے وہ وہی ہے جو علی وجہ الاحاطہ اور علی وجہ الشمول ہو اور علی وجہ الاتم تفصیلی علم ہو اور تمام کلیات و جزیات کو شامل ہو۔ لہٰذا بعض خواص کو بعض مغیبات پر خبردار کرنا اس کے منافی نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ چند گنے چنے واقعات ہیں (ملخصاً) عربی عبارت کو اختصار کی وجہ سے ترک کیا ہے۔

جواب نمبر ۱:

اس عبارت روح المعانی میں بعض اصفیاء کی تصریح موجود ہے حضور علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے یعنی جمیع جزیات خمسہ کے علی وجہ الاحاطہ اور علی سبیل الشمول اور علی وجہ الاتم علم کی نفی بعض اصفیاء سے کی گئی ہے حضور علیہ السلام سے نہیں کی گئی اور ہمارا دعویٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے۔

جواب نمبر ۲:

اس عبارت میں نفی ذاتی بلا واسطہ کی کی گئی ہے نہ عطائی کی۔ جیسا کہ علامہ آلوسی روح المعانی جلد ۲۰ جزو عشرون صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں:

بالجملہ علم الغیب بلا واسطۃ کلا او بعضاً مخصوص باللہ جل وعلا لا یعلمہ احد من الخلق اصلاً و متی اعتبر فیہ نفی الواسطۃ بالکلیۃ تعین ان یکون من مقتضیات الذات ۰

اور صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے:

و لعل الحق ان یقال ان علم الغیب المنفی عن غیرہ جل وعلا ھو ما کان للشخص لذاتہ ای بلا واسطۃ فی ثبوتہ لہ و ھذا مما لا یعقل لاحد من

السموات والارض۔

آگے فرماتے ہیں،

وما وقع للخواص لیس من ھذا العلم المنفی فی شئ ضرورۃ انہ من الواجب عزوجل افاضۃ علیھم بوجھہ من وجوہ الافاضۃ ۔

ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔

الغرض ان عبارات میں علامہ آلوسی نے تصریح فرما دی ہے کہ غیر اللہ سے جن علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہ ذاتی بلاواسطہ کی ہے خواہ وہ کلی ہو یا جزئی اور حق بھی یہی ہے کہ نفی ذاتی بلاواسطہ کی ہے اور جو علم غیب خواص کو عطا ہوا ہے باری تعالیٰ کی طرف سے وہ منفی علم نہیں اب اگر سرفراز صاحب کی ازالۃ کے صفحہ ۲۰۵ پہ روح المعانی جلد ۲۱ صفحہ ۱۰۰ کی منقولہ عبارت کو ذاتی بلاواسطہ کی نفی پر محمول نہ کریں تو پھر دونوں عبارات جلد ۲۱ صفحہ ۱۰۰ اور جلد سات صفحہ ۱۱، ۱۲ کے مابین تعارض قرار پائے گا جو غلط ہے اس لیے ضروری ہے کہ جلد ۲۱ صفحہ ۱۰۰ کی عبارت کو ذاتی بلاواسطہ کی نفی پہ محمول کریں اور جلد سات صفحہ ۱۱، ۱۲ کی عبارت میں مذکورہ ذاتی بلاواسطہ کو قرینہ مقالیہ بنائیں اور حقیقت بھی یہی ہے اور حق بھی یہی ہے جیسا کہ خود علامہ آلوسی اس کے حق ہونے کی تصریح فرما چکے ہیں۔

جواب نمبر ۳:

اگر اس عبارت کو ذاتی بلاواسطہ پر محمول نہ کریں تو پھر جواب یہ ہے کہ:

وانزلنا علیک الکتاب تبیانًا لکل شئ اور ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین اور ما فرطنا فی الکتاب من شئ ۔

میں جو عموم ہے جس کا مدلل ذکر گزر چکا ہے مزید یہ کہ ملا جیون علیہ الرحمۃ تفسیرات الاحمدیہ صفحہ ۳ پہ انہی آیات کو نقل کر کے ان کے عموم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

لہ چنانچہ مولوی سرفراز صاحب بحوالہ شامی جلد ۳ طبع مصر یہ لکھتے ہیں کہ اگر مدعی علم غیب وحی یا الہام وغیرہ کی طرف اسناد کرے تو یہ دعویٰ کفر نہ ہوگا۔ آیت کے معارض بھی نہ ہوگا۔ (ملاحظہ ہو تفریح الخواطر ص ۱۹۵)

وما من شئ الا ویمکن استخراجہ من القرآن -

یعنی ہر چیز کو قرآن سے ثابت کیا جا سکتا ہے - اور روح المعانی کی منقولہ عبارت ان آیات بینات کے عموم کے خلاف ہے کیونکہ آیات کے عموم سے جہاں ما کان و ما یکون کے مطلق علم تفصیلی کا ثبوت ملتا ہے وہاں غیوب خمسہ کے جمیع جزئیات کا علم بھی ثابت ہوتا ہے - کیونکہ وہ بھی عموم مذکور میں داخل ہیں اور علماء تو جانتے ہیں کہ آیات کے عموم کی تخصیص ابتداءً خبر واحد حدیث سے بھی نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ کسی مفسر کے قول سے ہو جائے - کیونکہ سرفراز صاحب کیا - علامہ آلوسی کا قول آیات قرآنیہ کا مخصص بن سکتا ہے -

مرقات اور فتح الملہم کی عبارت کا جواب :

اس کے بعد صفحہ ۲۰۶ پر مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۶۶ اور فتح الملہم کی عبارت نقل کرتے ہیں کہ :

فان قلت فقد اخبر الانبیاء والاولیاء بشئ کثیر من ذالک فکیف الحصر

قلت الحصر باعتبار کلیاتھا دون جزئیاتھا الخ

اس عبارت سے بھی سرفراز صاحب وہی نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں جو روح المعانی کی عبارت سے نکالا ہے -

جواب نمبر ۱ :

فتح الملہم کی عبارت کو اہلسنت بریلوی کے مقابلہ میں پیش کرنا اصولاً غلط ہے - کیونکہ اس کے مصنف دیوبندی ہیں جو ہمارے لیے حجت نہیں ہیں - یہ سرفراز کی اصول مناظرہ سے بے خبری کا ثبوت ہے کہ وہ ایسے شخص کی کتاب کا حوالہ ہمارے مقابلہ میں پیش کر رہے ہیں جو ہمارے لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہے باقی مرقات شرح مشکوٰۃ سے نقل کردہ عبارت مندرجہ بالا کا ایک جواب تحریر ہے کہ اس عبارت میں جس حصر کا ذکر ہے وہ حصر حقیقی ہے - اضافی نہیں ہے

لے اور اگر کلی سے مراد وہ کل ہے جس کا مفاد استغراق حقیقی ہے نہ وہ جس کا مفاد استغراق عرفی ہے -

دوسرا یہ کہ اگر اس عبارت سے وہی مراد لی جائے جو سرفراز صاحب نے لی ہے تو پھر یہ عبارت قرآنی آیات کے عموم واطلاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہ ہو گی کیونکہ جب صحیح حدیث خبر واحد آیات قرآنیہ کے عموم واطلاق کی مخصص ومقید نہیں ہو سکتی تو شارح مشکوٰۃ کی عبارت کیونکر مخصص یا مقید بن سکتی ہے۔

تیسرا یہ کہ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۲۲۳ پرانا چھاپہ کے صفحہ پر تصریح فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام کلیات وجزئیات کو محیط ہے عبارت ملاحظہ ہو:

انی لاعرف اسمائھم واسماء اٰبائھم والوان خیولھم۔

کی شرح میں لکھا ہے:

فیہ مع کونہ من المعجزات دلالۃ علی ان علمہ صلی اللہ علیہ وسلم محیط بالکلیات والجزئیات من الکائنات وغیرھا۔

اس عبارت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ حضور کا علم کائنات وغیرہ کے کلیات اور جزیات کو محیط ہے (گھیرے ہوئے ہے)

اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ غیوب خمسہ کے کلیات اور جمیع جزئیات کائنات اور مخلوق میں داخل ہیں یا نہیں شق ثانی کا بطلان ظاہر ہے اس لیے شق اول ہی متعین ہے اور شق اول کی صورت میں غیوب خمسہ کے جمیع جزیات کو حضور کا علم شامل ہو گا مزید یہ کہ ملا علی قاری اس عبارت میں اقرار کر رہے ہیں کہ حضور کا علم کائنات وغیرہ کے کلیات وجزیات کو محیط ہے اس لیے کائنات کے کلیات وجزیات عام ہیں اور غیوب خمسہ کے کلیات و جزیات خاص ہیں بلکہ یوں کہیں کہ غیوب خمسہ کے جزیات وکلیات اقل ہیں اور کائنات کے کلیات وجزیات اکثر ہیں اور اقل اکثر کا بعض ہوتا ہے جب ملا علی قاری اکثر کو تسلیم کرتے ہیں تو بعض کا انکار کیونکر کر سکتے ہیں۔ اس لیے بہتر بلکہ ضروری ہے الحصر باعتبار کلیات بھا والی عبارت کو ذاتی استقلالی بلاواسطہ علم پر محمول کیا جائے ورنہ عبارات تضاد کا شکار قرار پائیں گے نیز ملا علی قاری نے مرقات میں متعدد جگہ حضور علیہ السلام کے لیے علم کلی تسلیم فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ مرقات جلد دوم صفحہ ۱۰۳ پہ فرماتے ہیں کہ:

(فعلمت) ای بسبب وصول ذالك الفیض (مافی السموات والارض) یعنی ما اعلمه الله تعالی مما فیهما من الملائکة والاشجار وغیرهما وهو عبارة عن سعته علمه الذی فتح الله به علیه وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقها کما یستفاد من قصه المعراج والارض هی بمعنی ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتها کما افادۂ اخبارۂ علیه السلام عن الثور والحوت الذین علیهما الارضون کلها ویمکن ان یراد بالسموات الجهة العلیا وبالارض الجهة السفلی فیشمل الجمیع لکن لابد من التقیید الذی ذکرناه اذ لا یصح اطلاق الجمیع کما هو الظاهر۔

اور چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:

وفتح علی ابواب الغیوب۔

ترجمہ:۔ حضور فرماتے ہیں کہ میں نے جان لیا یعنی اس فیض (الٰہی) کے وصول ہونے سے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا یعنی مراد وہ علم ہے جو اللہ نے حضور کو عطا فرمایا۔ آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کا جیسے فرشتوں اور درختوں وغیرہ کا اور یہ حضور کے علم کی وسعت کو بیان کیا گیا ہے اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آسمانوں کی تمام کائنات بلکہ آسمانوں کے اوپر کی کائنات بھی ہے جیسا کہ واقعہ معراج سے مستفاد ہوتا ہے اور ارض جمیع کے معنیٰ میں ہے اور مراد یہ ہے کہ ساتوں زمینوں بلکہ ان کے نیچے جو کچھ ہے وہ بھی مراد ہے جیسے حضور نے بیل اور اس مچھلی کی خبر دی ہے جن پر تمام زمینیں قائم ہیں اور ممکن ہے کہ آسمانوں سے مراد جہت فوق ہو اور زمین سے جہتہ تحت ہو تو اس صورت میں سب کو شامل ہو گی عبارۃ لیکن وہ قید لگانا ضروری ہے جو مذکور ہوئی ہے۔ کیونکہ جمیع کا اطلاق (بغیر قید کے) درست نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور مجھ پہ غیوب کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔

قارئین کرام ان عبارات میں کلیات وجزئیات پر احاطہ کی تصریح بھی موجود ہے اور تمام کائنات کی تصریح بھی موجود ہے تمام آسمانوں اور سات زمینوں اور ملائکہ اور درختوں وغیرہ کی تصریح مذکور ہے پھر لفظ غیر کی نکارت کی شدت کا حال سب کو معلوم ہے کہ مضاف ہو کر نکرہ ہی رہتا ہے جو مفید عموم ہے پھر لفظ جمیع کا ذکر صراحتہً کر دیا ہے اس قدر تفہیمات کے بعد یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ملا علی قاری علم کلی نہیں مانتے تھے یا غیوب خمسہ کی جمیع جزئیات کا عطائی علم نہیں مانتے۔

ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ ملا علی قاری کے نزدیک حدیث فعلمت ما فی السموات والارض میں لفظ ما عام ہے خاص نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک اگر یہ خاص ہوتا عام نہ ہوتا تو ملائکہ اور درختوں کا ذکر عبارت میں نہ کرتے پھر لفظ جمیع ہرگز نہ لاتے ما کا عموم استغراق کے لیے ہے اسی طرح جمیع بھی استغراق کے لیے ہے مگر ہمارے نزدیک یہاں استغراق سے استغراق عرفی مراد ہے حقیقی مراد نہیں کیونکہ حقیقی کا مفاد غیر متناہی علوم ہیں اور غیر متناہی کا حصول مخلوق کے کسی فرد کے لیے محال ہے۔ یہی مراد ہے ملا علی قاری کی تقیید سے اگر مراد ما سے صرف احکام شرعیہ اور امور دینیہ ہوتے تو ملائکہ اور اشجار کا ذکر نہ ہوتا ان کا ذکر قوی قرینہ اور واضح دلیل ہے کہ ان عبارات میں مراد کائنات کی ہر چیز کا علم ہے وہو المدعیٰ۔

ان عبارات کے ہوتے ہوئے صرف احکام شرعیہ یا امور دینیہ ماننا اور غیوب خمسہ کی صرف بعض جزئیات کا علم حضور کے لیے تسلیم کرنا کیا انصاف کا خون نہیں ہے اور کیا ملا علی قاری کی عبارات سے ظلم نہیں ہے۔ یقیناً ظلم اور پرلے درجے کی بد دیانتی ہے اور ایسی بد دیانتی اور ایسا ہیر پھیر جناب سرفراز صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے بلکہ اپنے بعض اکابر کا ورثہ ہے۔

نوٹ:

بندہ نے پرانی کسی مطبوعہ مرقات شرح مشکوٰۃ کی جو عبارت کلیات وجزئیات پر حضور کے علم کے محیط ہونے کی نقل کی ہے وہ صدر الافاضل حضرت علامہ مولٰنا مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب الکلمتہ العلیاء صفحہ ۵۵ سے نقل کی ہے اور جب مرقات شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۱۰ مطبوعہ مطبع امدادیہ ملتان صفحہ ۱۵۱ پہ یہی عبارت نکال کر دیکھی تو لکھا تھا:

دلالته علیٰ ان علمه تعالیٰ محیط بالکلیات والجزئیات الخ یعنی علمہٗ
کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے تعالیٰ لکھا تھا۔ جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی دیوبندی
کاتب کی یا طبع کرانے والوں کی تحریف اور بددیانتی ہے بلکہ مصری چھاپہ دیکھا تو وہاں بھی
یہی کارستانی نظر آئی مگر علمہٗ کی ضمیر کا مرجع ذات باری ہو ذہن اس کو قبول کرنے پر
تیار نہ تھا دل اس پر مطمئن نہیں تھا کیونکہ جس حدیث کی شرح کی گئی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں
انی لاعرف اسمائهم واسماء آبائهم والوان خیولهم۔
انی کی ضمیر متکلم کا مرجع حضور علیہ السلام ہیں اسی طرح اعرف کی واحد متکلم کی ضمیر کا مرجع بھی حضور
ہیں تو پھر شرح میں علمہٗ کے بعد تعالیٰ کی بجائے صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتا ہے۔ اس
کے بعد مزید اطمینان کے لیے ضروری سمجھا کہ مرقات کا پرانا نسخہ تلاش کیا جائے چنانچہ
نہایت ہی مخلص دوست جناب محمد عبد اللہ صاحب بریلوی (جو تالیف کتاب کے
اہتمام کے باعث بنے ہیں) نے بندہ سے تعاون کیا مگر پرانا نسخہ قرب وجوار کے
علماء کرام سے میسر نہ ہوا۔ جو عبارت الکلمۃ العلیا سے ہم نے نقل کی ہے۔ یہی عبارت مرقات
کے حوالے سے مفتی احمد یار خاں مرحوم نے بھی جاء الحق میں نقل فرمائی ہے۔

- - - - - - - - -

سات احادیث سے استدلال کا جواب

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۰۷ تا صفحہ ۲۱۱ تک سات عدد روایات نقل کرتے ہیں۔ بخاری مسلم مسند احمد مستدرک در منثور وغیرہ سے جن کے مضامین کا مفہوم صرف ایک ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات گرامی سے غیوب خمسہ کے علم کی نفی فرمائی ہے۔ بندہ نے اصل عربی عبارات اختصار کے پیش نظر نقل نہیں کیں اور ان کا خلاصہ عرض کر دیا ہے۔ سرفراز صاحب ان روایات کے پیش نظر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں کہ حضور کو غیوب خمسہ کا علم نہ تھا۔

جواب نمبر ۱:

ہمارے نزدیک ان روایات میں نفی ذاتی اور بلاواسطہ جاننے کی ہے عطائی کی نہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے متعدد حوالے تحریر کر چکے ہیں۔

جواب نمبر ۲:

یہ روایات اخبار احاد ہیں جن کو آیات قرآنیہ کے عموم کا مخصص ہرگز نہیں بنا سکتے جیسا کہ کتب اصول میں مصرح ہے اور اس سے قبل لکھا جا چکا ہے۔ بلکہ خود سرفراز صاحب بھی عمومات قرآنیہ کی تخصیص باخبار الاحاد کا انکار اپنی کتابوں میں متعدد جگہ کر چکے ہیں چنانچہ راہ سنت صفحہ نمبر ۲۳۲ اپر لکھا ہے کسی عام کو خاص کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے مطلق کو مقید کرنا عام کو خاص کرنا یہی احداث فی الدین ہے۔

اگر سرفراز صاحب کو اصرار ہے کہ ان روایات میں نفی ذاتی اور بلاواسطہ کی نہیں بلکہ عطائی کی ہے تو پھر سرفراز صاحب کو بتانا پڑے گا کہ جناب آپ نے غیوب خمسہ کے بعض بعض جزیات کا علم بعض بعض اولیاء کے لیے جو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ اسی ازالہ کے صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶ پر اس کی تصریح موجود ہے وہ ذاتی ہے یا عطائی شق اول تو ظاہر البطلان ہے تو پھر شق ثانی

ہی متعین رہی اگر واقعی آپ کے نزدیک عطائی علم غیب کوئی چیز نہیں تو پھر یہی روایات آپ کے بھی خلاف نہیں۔ کیونکہ ان میں غیب کے علم کی نفی ہے اور نفی ذاتی کی تو آپ کے نزدیک غلط و باطل ہے۔ لہٰذا بقول آپ کے نفی عطائی کی ہو گی تو پھر ۲۰۶ پہ یہ کہنا کہ ان میں سے بعض جزئیات کا علم باعلام خداوندی بعض بعض اولیاء کو ہو جاتا ہے۔ کیونکر صحیح ہو گا۔ کیا اعلام خداوندی اور چیز ہے اور عطاء خداوندی کوئی اور چیز ہے۔ پھر کیا آپ کی پیش کردہ عبارات میں جہاں غیب جاننے کی نفی کی گئی ہے وہاں بعض جزئیات خمسہ کے علم کی استثناء یا تخصیص ان روایات میں کی گئی ہے اگر نہیں کی گئی اور یقیناً نہیں کی گئی تو پھر آپ اگر خارجی دلائل سے ان روایات میں بعض جزئیات کی تخصیص کرتے ہیں تو کیا دیگر دلائل کے پیش نظر ہم ان میں عطائی کی تخصیص نہیں کر سکتے اگر آپ کو بعض جزئیات کی تخصیص کا حق حاصل ہے تو ہمیں عطائی کی تخصیص کا حق کیوں حاصل نہیں اگر آیات نفی و احادیث نفی کو کلی طور پر محمول کر سکتے ہیں تو کیا ہم ان کو ذاتی اور بلاواسطہ کی نفی پر محمول نہیں کر سکتے جبکہ اکابر سے اس کی تصریحات بھی نقل کی جا چکی ہیں۔ گذشتہ صفحات میں۔

قارئین کرام ان سات روایات میں سے دو روایتوں میں مذکور ہے کہ غزوہ بدر کے روز ایک اعرابی اپنی گابھن اونٹنی پر سوار ہو کر حضور کے پاس آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتاؤ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے تو صحابہ میں سے ایک انصاری نے اسے کہا حضور کو چھوڑ ادھر آ میں بتاؤں تجھے تو نے اپنی اونٹنی سے مجامعت کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا بچہ ہے حضور نے اس انصار سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ ہر صاحب حیاء و وقار کو پسند کرتا ہے اور کمینہ بدزبان کو ناپسند کرتا ہے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوائے کسی کو نہیں اس کے بعد سورہ لقمان کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الآیۃ

یہ دونوں روایتیں سرفراز صاحب نے صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹ پر نقل کی ہیں سو ان روایتوں سے ثابت تو یہ ہوا کہ حضور کے غلام انصاری کو بھی اونٹنی کے پیٹ کا حال باعلام خداوندی معلوم تھا۔ اسی لیے اس نے حقیقت حال کا انکشاف کر دیا مگر یہ بات ایک آدمی کی چونکہ پردہ دری پہ شامل تھی

اس لیے حضور نے اس کو پسند نہ فرمایا اور اس سے اعراض کر دیا۔ سرفراز صاحب انصاری کے قول انا اخبرك نزوت عليها ففی بطنها سخلته منك۔ کی دیے جا اور قطعاً غلط تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

واضح رہے کہ اس روایت میں سلمہ رضی کا جواب درحقیقت اس اعرابی کے سوال کا جواب نہیں بلکہ اس کے بے جا سوال پر زجر و توبیخ ہے مثلاً کوئی شخص کسی سے کہے بے موقعہ اور بے محل کہ رات تو نے کیا کھایا ہے تو مجیب غصہ اور طیش میں آکر کہے تیرا سر کھایا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اصل سوال کا جواب نہیں بلکہ ناراضگی کا اظہار ہے اور اسی وجہ سے حضور نے اعراض فرمایا اور فرمایا تو نے فحش گوئی کی ہے اور اصل سوال کا جواب آیت پڑھ کر دیا تھا۔

قارئین کرام سرفراز صاحب نے جو تاویل کی ہے وہ بالکل غلط ہے اولاً سرفراز صاحب کا فرض تھا کہ پیش کردہ تاویل پر محدثین کی شروح میں سے کسی شرح کا حوالہ نقل کرتے کیا سرفراز صاحب یہ تاویل کسی محدث نے آج تک کی ہے۔ کسی کتاب سے دکھا سکتے ہیں۔ زجر و توبیخ ..... کا یہ کونسا طریقہ ہے کہ خود اپنے لیے علم ما فی الارحام کا دعویٰ کرے۔

سرفراز صاحب سے سوال:

مزید یہ کہ ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض بعض جزیات کا علم بھی کسی کو حاصل نہیں کیونکہ انصاری نے ایک جزی بتائی تھی مگر حضور علیہ السلام نے سورۃ لقمان کی آیت پڑھ کر یہ بتایا تھا کہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اب سرفراز صاحب آپ کی اپنی پیش کردہ روایات آپ کے خلاف جاتی ہیں۔ کیونکہ ان سے بعض جزیات کے جاننے کی بھی نفی ہوتی ہے۔ حالانکہ آپ صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶ پر اولیاء کے لیے بعض جزیات کا علم تسلیم کر چکے ہیں۔ ثابت ہوا کہ آپ کی پیش کردہ روایات تو آپ کے بھی خلاف ہیں فما هو جوابكم فهو جوابنا

جناب سرفراز صاحب مولانا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں غازی قطع و برید قرار دیتے ہیں کہ وہ فحشت علی الرجال یا سلمۃ کے الفاظ کو ہڑپ کر گئے ہیں۔ مولوی سرفراز صاحب

چونکہ خود رئیس المحرفین قرار پائے ہیں اس لیے ان کو ہر کوئی اپنے جیسا نظر آتا ہے ورنہ وہ مولانا محمد عمر صاحب کو ہرگز غازئی قبلع و بر ید قرار نہ دیتے مگر اُن کے ایسا کہہ دینے سے آخر فرق کیا پڑتا ہے۔ ہمیشہ اہل حق کو اہل باطل نے ایسے ہی الزام لگائے ہیں جو بالکل بے سروپا ہوتے تھے۔ پھر الزام تراشی اور بہتان تراشی تو سرفراز صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے وہ بھی معمولی۔ ان سے تو کسی غیر معمولی کھیل کی بھی توقع ہو سکتی ہے۔ العیاذ باللہ۔

صفحہ ۲۱۲ سے ۲۱۳ تک حدیث جبریل کے عنوان میں فتح الباری بخاری و مسلم ابوعوانہ ترمذی مشکوٰۃ وغیرہ سے چند روایات نقل کرتے ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ علوم خمسہ غیب ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ کہ ام المومنین فرماتی ہیں جو یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات جانتے ہیں تو اس نے اللہ پر بہتان لگایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب فرمایا ہے اور یہ کہ اُس شخص نے اللہ پر بہتان لگایا ہے جس نے یہ کہا کہ حضور نے (شب معراج) خدا کو دیکھا ہے یا جو کچھ احکام کو چھپایا ہے یا یہ کہ آپ خمس کو جانتے ہیں الخ

قارئین کرام ہمارے نزدیک ان روایات کے جوابات وہی ہیں جو گذشتہ صفحات میں دیے جا چکے ہیں۔

جواب نمبر ۱:

یہ کہ ذاتی بلا واسطہ کی نفی ہے جیسا کہ باحوالہ پہلے نقل ہو چکا ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ کہ اخبار احاد عموم آیات قرآنیہ کی مخصص نہیں ہو سکتیں۔

جواب نمبر ۳:

اگر ذاتی و بلا واسطہ کی نفی کا انکار کریں تو پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ روایات خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ وہ خود بعض اولیاء کے لیے بعض جزئیات خمسہ کے علم کو ازالہ کے صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶ پر تسلیم کر چکے ہیں۔ خصوصاً جبکہ سرفراز صاحب کی نقل کردہ حدیث صفحہ ۲۱۲ علم ما فی غد قل لا یعلم الآیۃ کے خلاف قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں ایک روایت میں رویت باری کا حضور سے انکار موجود ہے۔ سرفراز صاحب کا اس مقام پر یہ کہنا کہ رویت بصری کے بارہ میں حضرت ابن عباس حضرت عائشہ سے اختلاف کرتے ہیں۔ مگر علم غیب کے بارہ میں دیگر حضرات صحابہ کرام عموماً اور حضرت ابن عباس خصوصاً متفق ہیں۔

جواباً عرض ہے جس علم غیب کی حضور سے نفی کی گئی ہے وہ ذاتی اور بلاواسطہ ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ کی مراد بھی یہی ہے تمام صحابہ اگر ان سے متفق ہیں تو اسی ذاتی کی نفی پر نہ کہ عطائی کی نفی پر سب متفق ہیں یہ باطل ہے اور غلط ہے اور یہ تو خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علوم غیب تو درکنار بلکہ بعض غیوب خمسہ کا علم تو وہ خود ازالۃ میں ہی تسلیم کر چکے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گذرا ہے۔ ان روایات میں یعلم ما فی غد اور یعلم الخمس کے الفاظ ہیں۔ جن کا مطلب ہے از خود ما فی غد کی کسی جزئی کو یا غیوب خمسہ کی کسی جزئی کو جاننے کا دعویٰ کرنے والا حضور کے حق میں بہتان لگانے والا ہے کلی بطور کلی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس لیے یہ پیش کردہ احادیث اگر ذاتی اور بلاواسطہ کی نفی پر محمول نہ کی جائیں تو پھر یہ سرفراز صاحب کے بھی خلاف جاتی ہیں۔ ذاتی پر محمول کرنے کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا میں کل جھنڈا اس کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح دے گا۔ یہ کل کی خبر دی تھی۔ اس قسم کی بے شمار روایات پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اختصار کے پیش نظر تحریر سے قاصر ہوں۔

قارئین کرام حقیقت یہ ہے کہ مولوی سرفراز صاحب نے اس باب میں جتنی آیات اور تفسیری اقوال اور احادیث نقل کی ہیں وہ سب کی سب خود سرفراز صاحب کے خلاف اور ان کے اپنے عقائد کی بیخ کنی کے لیے کافی اور وافی ہیں۔ جس طرح کوئی شکاری اپنے ہی جال میں پھنس جاتا ہے۔ یہی حال مولوی سرفراز صاحب کا ہے وہ بھی اپنے پیش کردہ دلائل کے جال میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ مگر ہٹ دھرمی اور بے حیائی کی انتہا ہے کہ کہیں رکنے کا نام ہی نہیں لیتے کسی نے خود فرمایا ہے:

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۱۶ پر تفسیر خازن سے نقل کرتے ہیں کہ:

هٰذہٖ الخمسۃ لا یعلمہا ملک مقرب ولا نبی مرسل فمن ادعٰی انہ یعلم شیئًا من ھٰذہٖ فقد کفر بالقرآن لانہ خالفہٗ۔

یہ پانچ چیزیں وہ ہیں کہ ان کا علم نہ تو کسی مقرب فرشتہ کو ہے اور نہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعوٰی کرے تو اس نے قرآن کریم کا انکار کیا کیونکہ اس نے اس کی مخالفت کی ہے۔

جواب نمبر ۱:

یہ خبرِ واحد ہے جو ابتداءً قرآن کے عموم کی مخصص نہیں بن سکتی اور نہ اس سے قرآن کے مطلق کو مقید بنا سکتے ہیں۔ بلکہ مولوی سرفراز صاحب خود اپنی کتاب راہِ سنت کے صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴ پر لکھتے ہیں۔ کیونکہ شریعت کی کسی عام دلیل کو اپنی مرضی سے خاص کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔ مطلق کو اسی طرح مقید کرنا اور عمومات کو اس طرح خصوص کے قالب میں ڈھال لینا یہی احداث فی الدین ہے اور منصب تشریع پر دست اندازی ہے۔

امام غرناطی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

فالتقیید فی المطلقات التی لم یثبت بدلیل الشرع تقییدھا رأیٌ فی التشریع

بحوالہ الاعتصام جلد ۱ صفحہ ۲۸۴

قارئین کرام سرفراز صاحب سے دریافت کریں کہ اہلسنت کی طرف سے پیش کردہ آیات و احادیث کے اطلاق و عموم کو مقید اور مخصوص کرنے کا حق آپ کو کس نے دیا ہے۔ یہ حق آپ نے کہاں سے حاصل کر لیا ہے جب کہ آپ کی تصریح کے مطابق یہ حق کسی کو حاصل نہیں تو اپنے لیے استثناء کہاں سے کر لی ہے اور یہ کہ پھر ایسا کر کے کیا آپ خود احداث فی الدین کے مرتکب بنے یا نہیں اور پھر کل محدثۃ بدعۃ اور کل بدعۃ ضلالۃ اور کل ضلالۃ فی النار کے مصداق آپ نے اپنے آپ کو بنایا ہے یا نہیں۔ یقیناً بنایا ہے دریں چہ شک،

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

جواب نمبر ۲: بر بنائے صحت روایت مذکورہ میں ذاتی طور پر جاننے کی نفی ہے

عطائی کی نفی نہیں ہے جیسا کہ متعدد کتب معتبرہ خصوصاً روح المعانی سے اس کی تصریحات نقل کر دی گئی ہیں۔

جواب نمبر ۳:

اگر اس کو عطائی کی نفی پہ محمول کیا جائے جیسا کہ منکرین کا خیال ہے تو پھر آیات قرآنیہ اور احادیث صحاح سے معارض ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول و غیر معتبر ہو گی۔

جواب نمبر ۴:

یہ روایت خود مولوی سرفراز خاں صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس لفظ میں شیئ نکرہ ہے جس کا ترجمہ خود مولوی سرفراز صاحب نے کسی چیز کے ساتھ کیا ہے یعنی کسی چیز کا دعوٰی علوم خمسہ میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ علوم خمسہ میں سے کسی ایک فرد اور کسی ایک جزی کے علم کا مدعی بھی کافر ہے اس صورت میں خود سرفراز خاں صاحب کا کافر ہونا بھی لازم آئے گا کیونکہ وہ خود اسی ازالہ کے صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶ پر بعض اولیاء اللہ کے لیے علوم خمسہ کے بعض جزئیات کا علم تسلیم کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روایت مذکورہ بالا نقل کرنے کے بعد اعتراض مذکورہ سے بچنے کے لیے ایک عجیب گپ مارتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: شیئًا من ھذہ کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ میں سے کسی ایک چیز کا دعوٰی بھی کرے کہ مجھے یا کسی اور کو بجز خدا کے اس کا کلی طور پر علم ہے تو وہ کافر باالقرآن ہے ان پانچ میں سے کسی شئی کے جزیات کا معاملہ الگ ہے اور ان کے متعلق حضرت عباس کا یہ ارشاد نہیں ہے اس مطلب کو ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیجئے۔

قارئین کرام اس عبارت پر غور کریں اور اس شیخ الحدیث کے عقل و فہم کا ماتم بھی کیجئے خود لکھتا ہے ان پانچ میں سے کسی ایک چیز کا مدعی کافر بالقرآن ہو گا اور پھر خود لکھتا ہے کہ جزیات کا معاملہ الگ ہے کیا وہ جزیات جو آپ نے اولیاء کے لیے تسلیم کی ہیں وہ کسی ایک چیز کے عموم سے خارج ہیں ہرگز نہیں۔ جب وہ جزیات کسی ایک چیز کے عموم میں داخل ہیں تو پھر ان کے علم کو ماننے والا کیونکر لزوم کفر سے بچ سکتا ہے۔

جواب نمبر ۵: اس روایت کے مطلب کے بیان میں کلی کی قید لگا کر مقید کرنا خود سرفراز صاحب

کی تصریح سے باطل و مردود ہے کیونکہ وہ خود راہ سُنت صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴ پر تصریح کر چکے ہیں۔ کہ عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرنا شریعت گھڑنا ہے اور یہ کہ عام کو خاص کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ تو پھر جناب کا روایت مذکورہ کو کلی سے مقید کرنا بھی باطل ٹھہرے گا۔

جواب نمبر ۶:

مولوی سرفراز صاحب کیا آپ کسی محدث کی تصریح پیش کر سکتے ہیں کہ اس روایت میں مراد کلی علم ہے یعنی کلی ماننے والا کافر ہے۔ بعض جزیات کا علم ماننے والا کافر نہیں یہ تشریح کس محدث کس امام نے کونسی کتاب میں لکھی ہے ذرا حوالہ دیجئے۔ اگر حوالہ دکھا دیں تو پانچ صد روپے نقد انعام حاصل کریں۔ کیا ہمت کریں گے۔ سرفراز صاحب آپ نے لکھا ہے کہ بعض جزئیات کے متعلق حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد نہیں ہے یہ کس کتاب سے نقل کیا ہے ذرا حوالہ دیں آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے اگر حوالہ دینا ممکن نہیں اور ہرگز ممکن نہیں تو پھر از خود مطلق کو کلی کی قید سے مقید کرنا یا عام کو خاص کرنا یہ تو بقول آپ کے احداث فی الدین ہے۔ کیا تو بہ نامہ شائع کریں گے۔ کیا یہ اخلاقی جرأت ہے۔

اسی صفحہ ۲۱۶ پر عمدۃ القاری کے حوالے سے بھی سابقہ روایت کے الفاظ نقل کر کے استدلال کیا ہے جن کے وہی جوابات ہیں جو ابھی دیئے گئے ہیں۔ دوبارہ لکھنا طوالت کا باعث ہوگا۔

قارئین کرام ابن جریر ابن کثیر در منثور سراج منیر روح المعانی سے اور تفسیر مظہری و احمدیہ وغیرہ سے صفحہ ۲۱۷ تا ۲۱۹ تک جو عبارتیں نقل کی ہیں ان سب کے وہی جوابات ستہ ہیں کیونکہ مطلب سب کا ایک ہے اور جوابات کو دوبارہ لکھنا طوالت کتاب کا باعث ہے۔

سرفراز صاحب اپنے فتوٰئ کفر کی زد میں:

البتہ ایک بات بتانا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ تفسیر احمدی اور تفسیر مظہری کی عبارت میں امام ابو حنیفہ رض کا ذکر آتا ہے اور مولوی سرفراز صاحب اس پر بہت خوش ہیں پھولے نہیں سماتے کیونکہ بزعم خویش وہ یہ سمجھے ہیں کہ امام صاحب بھی دیوبندیوں اور وہابیوں والا عقیدہ

رکھتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ منہ)

قارئین کرام واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے خواب میں ملک الموت کو دیکھ کر اپنی عمر کا سوال کیا انہوں نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا معبرین نے اپنی اپنی رائے کے مطابق تعبیر دی اور امام صاحب نے سب سے مختلف تعبیر دی اور فرمایا یہ اشارہ ہے علوم خمسہ کی نفی والی آیت کی طرف۔

اگر یہ صحیح ہے تو پھر بندہ کے خیال میں یہ واقعہ اور امام صاحب کا فرمان خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ سوال ایک جزی کا ہے کلی کا نہیں۔ خلیفہ کی عمر ایک جزی ہے اس کے جواب میں آیت کی طرف اشارہ بتاتا ہے کہ ملک الموت نے بتایا کہ غیوب خمسہ کی کسی ایک جزی کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اور بقول سرفراز صاحب امام صاحب نے جو تعبیر دی وہ بھی یہی بتاتی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ان کی کسی ایک جزی کا علم بھی کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اب یہ فیصلہ یا تعبیر خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہے۔ بتائیے سرفراز صاحب آپ بعض جزیات کا علم مان کر اس روایت کی زد میں آئے یا نہیں کیا امام صاحب کے فرمان کے خلاف آپ نے عقیدہ اپنایا یا نہیں کیا اب بھی حنفی ہونے کے مدعی ہیں۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی سرفراز صاحب نے حضرت العلام مولانا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ وہ اب بتائیں کہ وہ حنفی ہیں یا کیا ہیں۔ گذارش ہے کہ سرفراز صاحب خود سوچ کر بتائیں کہ وہ روایت منقولہ بالا اور اس میں منقول قول امام کی زد میں خود آئے ہیں یا نہیں۔ اگر یہ روایت قابل استدلال ہے تو پھر ہر ایک جزی کے علم کی بھی نفی کرتی ہے۔ مگر آپ بعض جزیات کا علم تسلیم کر چکے ہیں۔ کوئی آپ کو سمجھائے کہ متضاد باتیں کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

چلی تھی برچھی کسی پہ کسی کے سینہ میں آ لگی

اس کے بعد فریق مخالف کی رقیق تاویلیں اور ان کے جوابات کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ فریق مخالف نے اپنے عقائد کو قرآن کریم احادیث صحیحہ حضرات صحابہ وغیرہ کے

عقیدوں کے موافق بتانے کی بجائے تاویلات رکیکہ شروع کر دی ہیں۔ اور اول تاویل یہ ہے کہ نفی کی آیات و احادیث علم ذاتی کی نفی پر محمول ہیں۔ لیکن یہ تاویل اتنی رکیک کمزور اور سفیہانہ ہے کہ کسی ذی علم کی طرف اس کی نسبت بھی اس کی عالمانہ حیثیت کے لیے نہایت بدنما داغ ہے ہم ذاتی اور عطائی کے باب میں بادلیل یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض بعض اشیاء کا عطائی علم بھی نہیں دیا تھا۔

حضرت ربعی بن حراش اور حضرت ابن عمر کی صحیح روایت میں یہ گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بعض چیزوں کا عطائی علم بھی نہیں دیا گیا۔ نیز ہم نے حضرات مفسرین کرام اور حضرات ائمہ دین سے وہاں علم قیامت کے متعلق ثم یطلقنی علیہ لم یطلع علیہ ملکاً مقرباً ولا نبیاً مرسلاً وغیرہ وغیرہ الفاظ نقل کر دیئے ہیں الخ۔

قارئین کرام اس عبارت میں چند باتیں قابل غور ہیں ایک یہ کہ ذاتی کی تاویل اتنی کمزور اور سفیہانہ ہے کہ ذی علم کی طرف اس کی نسبت بھی اس کی عالمانہ حیثیت کے لیے بدنما داغ ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ گذشتہ ابواب اور صفحات میں متعدد معتبر کتابوں کے حوالے خصوصاً تفسیر روح المعانی کی صریح عبارات ہم نقل کر چکے ہیں کہ آیات نفی میں ذاتی بلاواسطہ کی نفی ہے عطائی کی نفی نہیں بلکہ عطائی ثابت ہے۔ سرفراز صاحب کیا ان کتابوں کے مصنف آپ کے نزدیک سفہاء (بے وقوف) تھے کیا یہ اکابرین امت خصوصاً صاحب روح المعانی کی توہین نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔ مولوی صاحب ہماری پیش کردہ عبارات کو ذرا آنکھیں کھول کر پڑھو تاکہ آپ کو حق نظر آئے۔

مزید یہ کہ آپ نے خود ازالہ کے باب چہارم صفحہ ۱۱۶ پر یہ لکھا ہے کہ بعض اکابر نے ذاتی اور عطائی کا فرق نکالا ہے اور اس طرح تطبیق دی ہے اس صفحہ میں آپ نے خود ذاتی کی تاویل کو اکابر کی طرف منسوب کیا ہے ایسا کر کے آپ نے ان کی عالمانہ حیثیت کو بدنما داغ لگا کر گستاخی کا ارتکاب کیا یا نہیں کیا۔ یقیناً کیا ہے۔ مولوی صاحب بھی عجیب ہیں اتنے جلدی بات کو بھول جاتے ہیں جس کی حد نہیں۔ باب چہارم کی ابتداء صفحہ ۱۱۶ پر ذاتی کی تاویل کی خود

بعض اکابر کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اور چھٹے باب میں ۲۱۹ پر اس تاویل کو سفیہانہ بھی قرار دیتے ہیں اور ذی علم کی طرف اس کی نسبت کو اس کی عالمانہ حیثیت پر بدنما داغ بھی قرار دیتے ہیں۔ سچ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔

اگر علم سے متعلق ذاتی عطائی کی تاویل رکیک اور سفیہانہ ہے بقول آپ کے تو پھر حیاۃ النبی کے بارے میں تسکین الصدور صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳ کے حاشیہ میں مولوی غلام غوث صاحب ہزاروی کا بیان بلا تردید نقل کر کے بلکہ اس کی اپنی تائید میں پیش کر کے ذاتی و عطائی کی تاویل کو تسلیم کر کے خود اپنے سفیہ (بے وقوف) اور ساتھ ہی غلام غوث صاحب کے سفیہ ہونے کا اقرار کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ یہاں سے اُن حضرات کی کم علمی واضح ہو جاتی ہے جو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک قرار دیتے ہیں۔ شرک تو تب ہوتا اگر کسی کو ایسا زندہ مان لیا جاتا جس کی حیات خدا تعالیٰ کی عطاء کردہ نہ ہو۔ اس کے گھر کی ہو۔ یہ لکیر کشیدہ عبارت ببانگ دہل پکار رہی ہے کہ یہاں شرک سے بچنے کے لیے غلام غوث صاحب اور سرفراز صاحب ہی نہیں بلکہ اکابرین دیوبند کی بھاری اکثریت نے ذاتی اور عطائی کی تاویل کا سہارا لیا ہے اور اس کو حق مانا ہے۔

اس عبارت میں مذکورہ تاویل نہ کرنے یا اس کا اعتبار نہ کرنے یا اس کو قبول نہ کرنے کو واضح الفاظ میں کم علمی قرار دیا ہے۔ تعجب ہے مولوی سرفراز صاحب پر کہ یہاں تسکین الصدور کے صفحہ ۱۰۶ پر ذاتی اور عطائی والی تاویل نہ کرنے کو کم علمی بتاتے ہیں اور ازالہ کے صفحہ ۲۱۹ پر اس تاویل کو رکیک و سفیہانہ فرماتے ہیں۔

سچ ہے۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

کیا انجام کار کے طور پر جن علماء نے تسکین الصدور کو سُن کر اس کی تائید و تصدیق فرمائی تھی اُن کا بے وقوف و سفہاء ہونا لازم نہیں آتا۔ یقیناً لازم آتا ہے۔ آخر حیاۃ اور علم کے مسئلہ میں وجہ فرق بین ہونی چاہیئے یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جہاں خود پھنس جائیں تو وہاں ذاتی و عطائی کی تاویل کا سہارا لے لیں اور اگر یہی تاویل اہلسنت کریں تو اس کو دوراز کار اور رکیک اور سفیہانہ قرار دے کر رد کر دیں یہ ہے علماء دیوبند کا انصاف اور دیانت جس کا ڈھنڈورا

پیٹا جاتا ہے۔

دوسری بات سرفراز صاحب نے جو منقولہ بالا عبارت میں کہی ہے وہ یہ ہے کہ با دلائل ثابت کر دیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بعض بعض اشیار کا عطائی علم بھی نہیں دیا۔

جواب نمبرا:

جواباً عرض ہے کہ ذاتی وعطائی کے باب میں سرفراز صاحب کے دلائل مذعومہ کا رد بلیغ کر دیا گیا ہے اور دندان شکن جوابات دے دیئے گئے ہیں۔ متعلقہ باب میں مطالعہ فرمائیں مختصراً اتنی گذارش ہے کہ پیش کردہ دلائل ہمارے دعویٰ وعقیدہ کے خلاف نہیں۔ جیسا کہ بارہا لکھا جا چکا ہے۔

جواب نمبر۲:

حضرت ربعی بن خراش اور حضرت ابن عمرؓ کی صحیح ومرفوع روایتیں جن کو سرفراز صاحب نے مستدل بنایا ہے وہ بھی اخبار احاد ہونے کی وجہ سے آیات قرآنیہ کے عموم کی مخصص اور اطلاق کی مقید نہیں بن سکتیں اور حضرات مفسرین وائمہ دین سے منقول ایسی عبارات یا روایات (جن میں لم یطلع علیہ اور لم یطلع علیہ لکھا ملکاً مقرباً ولا نبیاً مرسلاً کے الفاظ وارد ہیں)۔ یہ بھی اس درجہ کی روایات نہیں کہ ان سے آیات قرآنیہ کے عموم کی تخصیص یا اطلاق کی تقیید کی جا سکتی ہو۔ اگر ہمت ہے تو مولوی سرفراز صاحب یا ان کا کوئی حواری میدان میں آئے اور یہ ثابت کرے کہ ان روایات کو قرآن کے عموم کا مخصص یا اطلاق کا مقید بنایا جا سکتا ہے۔ سرفراز صاحب تو خود بارہا تسلیم کر چکے ہیں اپنی کتابوں میں کہ خبر واحد سے تخصیص یا تقیید جائز نہیں ہے اور اس کو متعدد حوالوں سے مبرھن کیا جا سکتا ہے۔ مگر خوف طوالت دامن گیر ہے اور انکار کی گنجائش بھی نظر نہیں آتی۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب صفحہ ۲۴۰ پہ ذاتی وعطائی کی تاویل پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ سوال کرنے والوں نے قیامت وغیرہ کے بارے میں نفس علم کا سوال کیا تھا۔ ان کا سوال علم ذاتی کے متعلق نہ تھا بعران کے جواب میں یہ کہنا کہ

مجھے ان کا ذاتی علم نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ ہی کو ہے معاذ اللہ تعالیٰ سوال انہ آسمان اور جواب از زمین کا مصداق ہو گا۔ الخ۔

جواب نمبرا:

یہ اعتراض مبنی بر جہالت ہے کون کہتا ہے کہ سوال کرنے والوں کو حضور نے فرمایا مجھے ذاتی علم نہیں۔ ذاتی کی نفی کا یہ مطلب گھڑنا مولوی سرفراز صاحب کی جہالت کی چلتی ہوئی دلیل ہے۔ ذاتی کی نفی کا مطلب تو یہ ہے کہ بوقت سوال خدا نے ان کو بھی اس کا علم عطاء نہ فرمایا تھا۔ اس لیے آپ نے بھی کسی کو نہ بتایا تو اس سے از خود جاننے کی نفی ہوئی عطا کردہ کی نفی نہ ہوگی۔ کیونکہ عطا بعد میں ہوا ہے۔ جن اشیاء کا علم سوال سے قبل عطا ہو چکا تھا وہ بتا دی تھیں اور جن کا علم سوال کے وقت تک عطا نہ ہوا تھا وہ نہیں بتائیں مگر یہ نفی عطاء سے قبل کی ہے اس لیے از خود جاننے کی نفی ہے جو ذاتی کی نفی کہلاتی ہے۔

سرفراز صاحب بتائیں:

صفحہ ۲۲۰ پہ سرفراز صاحب اس تاویل کو ناقابل التفات لچر پوچ قرار دینے کے فوراً بعد دوسری سطر میں فرماتے ہیں کہ بعض بعض اکابر نے ذاتی اور عطائی اور مستقل و غیر مستقل کی اصطلاحات استعمال کی ہیں الخ

اس عبارت میں بھی مولوی صاحب نے اقرار کر لیا ہے کہ واقعی بعض اکابر نے ذاتی اور عطائی مستقل و غیر مستقل کی تاویل کو اپنایا ہے۔ میں مولوی سرفراز صاحب سے پوچھتا ہوں کہ یہ اکابر علم کے لحاظ سے اکابر تھے یا صرف عمر کے لحاظ سے اگر علم کے لحاظ سے اکابر تھے تو پھر کیا آپ ان کو سفہا ء بے وقوف ناقرار دیں گے آپ نے ان اکابرین کے رستہ سے ہٹ کر اپنے آپ کو صراط مستقیم سے ہٹا نہیں لیا۔ یقیناً ہٹا لیا ہے۔

سرفراز صاحب الصارم کی عبارت کی زد میں:

تسکین الصدور کے صفحہ ۲۰۸ پہ بحوالہ الصارم المنکی صفحہ ۲۷۸ پہ لکھا ہے کہ علامہ

ابن عبدالہادی ایک مقام پر لکھتے ہیں :

ولا یجوز احداث تاویل فی آیۃ او سُنۃ لم یکن علی عہد السلف ولا عرفوہ ولا بینوہ للامۃ فان ھذا یتضمن انہم جہلوا الحق فی ھذا وضلوا عنہ و اہتدی الیہ ھذا المعترض المتاخر فکیف اذا کان التاویل یخالف تاویلہم وینا قضہ الخ

ترجمہ :- جائز نہیں کہ کسی آیت یا حدیث کا کوئی ایسا معنی اور تاویل کی جائے جو سلف کے زمانے میں نہ کی گئی ہو اور نہ انہوں نے وہ تاویل سمجھی ہو اور نہ امت کے سامنے بیان کی ہو کیونکہ یہ اس بات کو متضمن ہے کہ سلف اس میں حق سے جاہل رہے اور اس سے بہک گئے اور یہ پیچھے آنے والا معترض اس کی تہہ کو پہنچ گیا۔ خصوصاً جبکہ متاخر کی تاویل سلف کی تاویل کے خلاف ہو۔ ایسی صورت میں وہ کیونکر قبول کی جا سکتی ہے۔

اسی قسم کی ایک عبارت مکتوبات دفتر اول حصہ سوم صفحہ ۳۳ مکتوب نمبر ۱۵۷ سے نقل کی ہے ان دونوں کا مطلب یہ ہے کہ سلف کے خلاف تاویل کرنے والا یا سلف کی ہوئی تاویل کو رد کرنے والا یقیناً گمراہ ہوگا۔ مولوی سرفراز صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ بعض اکابر نے مذکورہ بالا تاویل کی ہے اور خود ہی اس کو لچر پوچ اور سفیہانہ قرار دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ خود ہی ان عبارات کی زد میں آچکے ہیں اور اپنے ہی جال میں پھنس گئے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ جن دیگر اکابر نے جزی اور کلی سے تاویل کی ہے ہم اس کو مانتے ہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ جنہوں نے جزی اور کلی سے تاویل کی ہے کیا وہ جزی کو ذاتی مانتے ہیں یا عطائی۔ یقیناً جزی مان کر بھی عطائی اور ذاتی کی تاویل سے چارہ نہیں ہے ثابت ہوا کہ ذاتی اور عطائی کی تاویل اکابر میں متنازعہ اور مختلف فیہ مانیں ہے۔ بلکہ متفق علیہا ہے اس کا انکار سلف کے راستہ کو چھوڑنے کے مترادف ہے جو گمراہی و ضلالت ہے۔

قارئین کرام ازالہ کے صفحہ ۱۲۲ پر اہلسنت کی طرف سے ایک اور تاویل آیات نفی و احادیث نفی سے متعلق نقل کرتے ہیں کہ دوم یہ کہ جن آیات اور احادیث میں علم قیامت وغیرہ کو

کو حق تعالیٰ کی طرف رد کیا گیا ہے تو اُن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے کو عموماً اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً ان کا علم نہیں۔ بلکہ ان کا مفاد صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو ان کا علم ہے دوسروں کو ان کا علم ہونا نہ ہونا آیات و احادیث اس سے ساکت ہیں۔ ملاحظہ ہو مولوی احمد رضا خاں کی کتاب الفیوض الملکیۃ وغیرہ اور مفتی نعیم الدین کی الکلمۃ العلیاء ۔ سرفراز صاحب اس تاویل کا جواب یوں دیتے ہیں ۔

الجواب:

یہ تاویل پہلی تاویل سے بھی زیادہ لچر اور ربودی ہے اس لیے کہ آیت کا نشان نزول ہی یہ ہے کہ سوال کرنے والوں نے ان اشیاء کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا اور اس کے جواب میں یہ آیت (عندہ علم الساعۃ الآیۃ) نازل ہوئی تھی پھر یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ساکت ہیں مستدرک کی صحیح روایت ہے کہ سائل نے حضور ہی سے متی الساعۃ کہہ کر دریافت کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا غیب ولا یعلم الغیب الا اللہ سلمہ بن الاکوع کی روایت میں بھی ہے غیب ولا یعلم الغیب الا اللہ اور ربعی بن حراش کی روایت میں ہے حضور نے فرمایا۔ مگر یہ پانچ علم مجھے نہیں دیئے گئے۔ یہ متعدد صحیح دلائل و براہین اس امر کو متعین کرتے ہیں کہ یہ تاویل کہ حضور کا علم ان اشیاء کے بارے میں مسکوت عنہ کے درجہ میں ہے۔ قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے الخ۔

قارئین محترم اب اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

جواب نمبرا:

اگر علم کی نفی یا اثبات مسکوت عنہ کے درجہ میں نہیں ہے تو پھر یہ آیات و احادیث سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ نفی کی آیات و احادیث مطلق ہیں۔ اس لیے نفی جزئی و کلی دونوں کو شامل ہو گی ایسی صورت میں یہ دلائل آپ کے خلاف ہو جائیں گے کیونکہ آپ بعض اور جزئی علوم علوم خمسہ کو حاصل مانتے ہیں ازالہ کے صفحہ ۲۰۵ اور صفحہ ۲۰۶ پر اور تنقید متین کے صفحہ ۱۶۲ پر بھی بعض علوم غیبیہ کا حصول و عطا ہونا تسلیم کیا ہے اور

مطلق کی تقیید اور عام کی تخصیص تو صحیح خبر واحد سے بھی جائز نہیں چہ جائیکہ آپ کے ذاتی قول سے کر لی جائے۔

جواب نمبر ۲:

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مستدرک کی روایت سلمہ بن کوعم کی روایت اور ربعی بن خراش کی روایت کی روایت عموم آیات کی مخصص نہیں بن سکتیں اور یوں ہی اطلاق قرآنی کو ان سے مقید بھی نہیں کر سکتے جیسا کہ مدلل طور پر پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔

جواب ۳:

آیات اور روایات خود مولوی سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہیں کیونکہ ان میں عموم و اطلاق ہے اس لیے ان کو کلی لبطور کلی سے مقید یا مخصوص کرنا جائز نہیں ہے خود مولوی سرفراز صاحب اپنی کتاب راہ سنت کے صفحہ ۱۳۴ پر لکھتے ہیں کہ عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا شریعت گھڑنا اور احداث فی الدین ہے اب سرفراز صاحب خود شریعت گھڑنے اور احداث فی الدین کے ارتکاب کی جسارت کیوں کر رہے ہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

جواب نمبر ۴:

الساعۃ سے سوال یا دیگر سوالات جو حضور سے کیے گئے تھے وہ بھی تو بعض بعض جزئیات سے متعلق تھے کلی یا کلی لبطور کلی سے متعلق نہ تھے پھر یہ کیسے یاد کر لیا جائے کہ آیات و احادیث میں نفی کلی لبطور کلی کی ہے اور بعض بعض جزئیات کا معاملہ الگ ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

جواب نمبر ۵:

جس طرح سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے تھا اسی طرح سوال بعض جزئیات ہی کا تھا۔ تو پھر نفی کو صرف کلی یا کلی لبطور کلی سے متعلق کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

فما ھو جوابکم فھو جوابنا

امورِ خمسہ کا علم اور فریقِ مخالف کے دلائل:

اس عنوان میں مولوی سرفراز صاحب ازالۃ کے صفحہ ۲۲۲ پر خالص الاعتقاد اور جاء الحق کے حوالہ جات نقل کرکے یکے بعد دیگرے نمبر وار ۱۶ حوالے بیان کرتا ہے اور پھر ان پر لچر پوچ اور بودے قسم کے اعتراضات کرتا ہے۔ ذیل میں ہم ان کی ایک ایک بات کا رد بلیغ کریں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی ہر معقول بات کا دندان شکن جواب دیں گے۔

صفحہ ۲۲۲ پر نوٹ کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ علامہ قسطلانی وقتِ قیام ساعت کے متعلق نہیں بلکہ نفس ساعت کے متعلق یہ فرماتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود صاف طور پر فرماتے ہیں کہ:

ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ فلم یعلم ذلک نبی مرسل ولا ملک مقرب

جواب نمبرا:

مولوی صاحب ذرا ہوش میں آکر بات کریں۔ یہ کیا گپ ماری ہے کیا نفس قیامت کے آنے کا حضور سے سوال تھا یا سوال یہ تھا کہ قیامت کب آئے گی۔ سوال کی نوعیت بتاتی ہے کہ سوال قیام قیامت کے وقت سے متعلق تھا۔ اس قرینہ کے پیشِ نظر قسطلانی کی عبارت میں مضاف مقدر ماننا پڑے گا۔ یعنی عبارت یوں ہوگی وقد قالوا فی علم وقت الساعۃ۔ اگر یہ نہ مانیں تو پھر بتائیے کیا حضور سے یوں سوال کیا گیا تھا کہ قیامت آئے گی یا نہیں تو حضور نے لاعلمی کا اظہار فرمایا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ لیجئے لفظ وقت قیامت کی تصریح ملاحظہ ہو۔

امام سیوطی خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ پر فرماتے ہیں:

ذھب بعضھم الی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتی علم الخمس ایضا وعلم وقت الساعۃ والروح وانہ امر بکتم ذلک۔

اس عبارت میں وقت قیام قیامت کے علم کی تصریح موجود ہے۔

اور قسطلانی کی منقولہ عبارت کو ذاتی کی نفی پر محمول کیا جائے گا۔ اور ایسا کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ وقد قالوا فی علم الساعتہ میں علم قیامت تسلیم کرتے ہیں اور اس دوسری عبارت میں اگر نفی ذاتی کی نہ ہو تو دونوں عبارتوں میں تعارض ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک کو ذاتی پر اور دوسری کو عطائی پر محمول کیا جائے۔

صفحہ ۲۲۳ پر البرہان کی یہ عبارت کہ علماء ظاہر محدثین وغیرہم مسئلہ خمس میں باہم اختلاف کرتے ہیں اور اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ حضرات علماء محدثین کا قطعاً ہرگز اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہ سراسر ان پر بہتان ہے وہ سب متفق ہیں کہ ان پانچ اشیاء کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔

جواب:

مولوی سرفراز صاحب علامہ قسطلانی کی جلد اول مواہب صفحہ ۶۵ کی یہ عبارت ذرا غور سے پڑھیں تاکہ اختلاف کا پتہ آپ کو چل سکے۔ عبارت یہ ہے:

وقال بعضہم لیس فی الآیتہ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی دلالتہ علی ان اللہ تعالیٰ لم یطلع نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حقیقتہ الروح بل یحتمل ان یکون اطلعہ اللہ و لم یامرہ ان یطلعہم وقد قالوا فی علم الساعتہ نحو ھذا و اللہ اعلم الخ

اس عبارت میں علامہ قسطلانی نے جو قالوا فرمایا ہے اس کی ضمیر جمع کی مرجع عبارت میں لفظ بعض ہے جو سراحتہ مذکور ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ بعض علماء محدثین حضور کے

لہ امام سیوطی خصائص کبریٰ جلد دوم ص۱۹۵ پر فرماتے ہیں وذہب بعضہم الخ اس عبارت میں بعض اختلاف پر واضح دلیل ہے شیخ محقق مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۰ فارسی میں وصل ابداء رسانی فقرا صحابہ را میں فرماتے ہیں و بعضے علماء علم ساعتہ نیز مثل ایں معنی گفتہ اند۔ یعنی قیامت کا حاصل مانتے ہیں۔

کے لئے علم قیامت مانتے ہیں اور بعض نہیں مانتے۔ مگر ماننا حق ہے۔ کیوں مولوی جی کیا علامہ قسطلانی بھی بریلویوں کی اقتدا میں علماء محدثین پہ بہتان لگا رہے ہیں۔ کچھ شرم کریں اور سوچ کر بات کریں۔ کیوں مولوی جی آپ کہتے ہیں سب عدم علم پہ متفق ہیں یہ اتفاق علامہ قسطلانی کو کیوں نظر نہیں آیا ہم آپ کی بات مانیں ۔ یا علامہ قسطلانی کی۔

پھر علامہ قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں:

لا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ و الا من ارتضی من رسول فانہ یطلعہ علی غیبہ والولی التابع لہ یاخذ عنہ۔

اس عبارت میں تصریح ہے کہ قیامت کے قیام کے وقت خدا اور رسول مرتضیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ یعنی خدا اور رسول جانتا ہے۔ بلکہ ولی بھی نبی سے حاصل کرتا ہے کیوں مولوی جی یہ عبارت آپ نے کبھی نہیں دیکھی کیسی صریح اور واضح ہے۔ اب آپ خود بتائیں کہ محدثین کا اتفاق عدم علم پہ کہاں ہے۔ کیا یہ عبارتیں آپ کے قول کا کی بیخ کنی کے لیے کافی نہیں ہیں۔ یقیناً کافی ہیں۔ اب بھی اگر آپ ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں تو پھر آپ کا مقدر۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔

امام بدر الدین عینی حنفی امام قرطبی ملا علی قاری کی عبارات ماقبل میں نقل کی جا چکی ہیں کہ جو شخص علوم خمسہ میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ حضور علیہ السلام کی طرف نسبت کے بغیر کرے وہ کاذب اور جھوٹا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر امر مذکورہ کا مدعی حضور کی طرف نسبت کرے تو وہ جھوٹا نہیں۔ بلکہ سچا ہوگا۔ ان عبارات میں ان جلیل القدر آئمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علوم خمسہ کا علم تسلیم کیا ہے۔ ایسی صورت میں مولوی سرفراز صاحب کا قول کہ بقول کہ سب محدثین عدم علم پہ متفق ہیں سفید جھوٹ ہے۔ پرلے درجے کی جہالت یا بد دیانتی ہے۔ مگر اس کے سوا ہم کچھ نہیں کہتے کہ:

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سرفراز صاحب کی نرالی جہالت:

اس عنوان میں ص ۲۴۲ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں گویا اس قول کے لحاظ سے جمہور امت باطل پر ہوئی جس میں حضرات فقہاء و محدثین سبھی شامل ہیں۔

مولوی سرفراز صاحب نے یہ اعتراض الابریز عربیہ کی عبارت پر کیا ہے۔ اُس میں کہا گیا ہے کہ حضرت شیخ نے فرمایا علماء کا جو گروہ حضور علیہ السلام کے لیے علوم خمسہ کو مانتا ہے وہ گروہ حق پر ہے اس پر سرفراز صاحب نے مندرجہ بالا اعتراض کر کے اپنی جہالت کو مزید آشکارا کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوشش میں وہ ہر جگہ ہر وقت کامیاب رہتے ہیں۔ ذیل میں جواب ملاحظہ فرمائیے:

جواب نمبرا:

جمہور امت باطل پر نہیں حق پر ہے کیونکہ جمہور امت کا وہ عقیدہ ہرگز نہیں جو مولوی سرفراز صاحب نے اس کی طرف منسوب کر کے اتہام تراشی کی ہے بلکہ جمہور امت کا عقیدہ وہ ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے اور وہ وہی ہے جو اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ یعنی یہ کہ حضور علیہ السلام کو باری تعالیٰ نے غیوب خمسہ کے جمیع جزئیات کا علم عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ ابواب و صفحات میں مبرہن ہو چکا ہے۔

جواب نمبر ۲:

مولوی سرفراز صاحب کی یہ جہالت ہے کہ انہوں نے عدم علم کے قائل گروہ کے باطل پر ہونے کا قول کر دیا اور یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ حق کی دو قسمیں ہیں ایک حق حقیقی ایک حق حکمی اور یہ کہ حق حکمی کا اطلاق جب ایک گروہ یا فریق پر ہو تو دوسرے فریق یا گروہ کو باطل پر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ متعدد مثالیں موجود ہیں کہ ہمارے آئمہ احناف نے اور اکابرین امت نے حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مابین جنگوں میں حضرت علیؓ کو حق پر قرار دیا ہے۔ مگر کسی نے امیر معاویہ اور ام المومنین کو باطل پر

قرار نہیں دیا صرف خطائے اجتہادی مانی ہے۔ اسی طرح جسمانی معراج اور شب معراج رویت باری تعالیٰ میں جمہور صحابہ اور ام المومنین کے مابین اختلاف موجود ہے۔ مگر جمہور کو حق پر قرار دے کر فریق ثانی کو باطل پر کسی نے قرار نہیں دیا۔

اسی طرح آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے مابین بے شمار فروعی مسائل میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے ماننے والے مقلدین امام ابوحنیفہ کو بلکہ شوافع وحنابلہ ومالکیہ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو حق پر قرار دیتے ہیں مگر باوجود اس کے اپنے علاوہ شوافع حنابلہ مالکیہ کو ہرگز کوئی بھی باطل پر قرار نہیں دیتا بلکہ خود مولوی سرفراز صاحب اور ان کی جماعت دیوبندیہ یا فرقہ دیوبندیہ کے علماء جو اپنے حنفی ہونے کا بے جا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں (بندہ ان کو تو نقلی حنفی قرار دیتا ہے) بھی شوافع حنابلہ مالکیہ کو باطل پر قرار نہیں دیتے۔ صرف خطاء اجتہادی کا اقرار دیتے ہیں ثابت ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ فریقین میں سے ایک کو حق پر قرار دینے سے دوسرے فریق کا باطل پر ہونا لازم آئے گا۔

ثابت ہوا کہ مولوی سرفراز صاحب کا اعتراض جہالت کا پلندہ اور حماقت کا مجسمہ ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ امام ابویوسف، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مابین فروعی مسائل میں اختلاف ہے اور بعض جگہ ثلث تک میں اختلاف ہے (جیسا کہ کتب فقہ خصوصاً کتب فتاویٰ کا مطالعہ کرنے والے سے مخفی نہیں) کیا امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں صاحبین کو یا شیخین کے مقابلہ میں طرفین کو یا اس کے برعکس طرفین کے مقابلہ میں شیخین کو باطل پر قرار دینا درست ہے۔ ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا اعتراض سراسر مبنی بر جہالت ہے۔

حقِّ متعین اور حقِّ دائر :

دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حق کی دو قسمیں ہیں حق متعین اور حق دائر پھر حق دائر کی تمام شقوں میں مساوات نہیں بلکہ تفاوت ہے۔ کیونکہ حق دائر کلی متواطی نہیں بلکہ کلی مشکک ہے حق متعین تو دین اسلام ہے کیونکہ اس کا غیر حق نہیں ہے۔ قرآن حق متعین ہے دیگر کتب مقابلۃً حق نہیں۔ اصل نماز فرض۔ اس کا فرض ہونا حق ہے اس کا نفل ہونا حق نہیں اور مذاہب اربعہ کا حق ہونا حق متعین نہیں بلکہ حق دائر ہے۔ کیونکہ حق دائر وہ ہوتا ہے جس کا غیر بھی حق ہوتا ہے باطل نہیں ہوتا پھر حق دائر کلی مشکک ہے متواطی نہیں ضروری نہیں کہ اس کی تمام شقوق برابر ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شق دوسری سے افضل ہو۔ جیسے کفارہ یمین میں حق دائر ہے تین چیزوں میں یعنی آزاد کرنا غلام کا اور کھانا کھلانا یا کپڑے دینا دس مسکینوں کو تو یہ کفارہ ان امور ثلاثہ میں حق دائر ہے۔ حالانکہ غلام کا آزاد کرنا بلاشبہ افضل ہے کھانا کھلانے سے اور کپڑے دینا افضل ہے کھانا کھلانے سے۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی میں صفحہ ۲۱۲ پر اس کو مفصل طور پر بیان فرمایا ہے۔

الغرض مولوی سرفراز صاحب کے اعتراض سے مولوی صاحب کی جہالت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہو گئی ہے۔

ان حقائق میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار
یہ حقائق ہیں تماشائے لب بام نہیں

لمعات کی عبارت کا جواب :

ازالہ کے صفحہ ۲۲۴ پر ہی اس عنوان میں موضوعات کبیر صفحہ ۱۱۹ سے امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ الکشف عن مجاوزۃ الامۃ الالف نامی رسالہ کے حوالے سے خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ کی عبارت کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے دنیا کی عمر

سات ہزار سال ہے والی روایت کو غلط اور جھوٹ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم اور تو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا۔

جواب:

اس عبارت موضوعات کبیر میں حضور کے لیے علم قیامت ماننے والوں کا رد نہیں کیا گیا۔ بلکہ اُن غالی شیعوں کا رد فرمایا ہے جو حضور کے لیے دائماً اور استمراراً علم قیامت مانتے تھے اور جو حضور اور خدا کے علم کو مساوی قرار دیتے تھے دلیل اس کی یہ ہے کہ اس عبارت میں ہے کان یعلم متی تقوم الساعۃ اور یہ بات تو مدرسہ کے مبتدی طلبا بھی جانتے ہیں کہ کان یعلم ماضی استمراری ہے جو دوام و استمرار پر دلالت کرتی ہے اور نیز اس عبارت میں موضوعات کبیر کے صفحہ ۱۱۶ پر یہی لکھا ہے:

ولکن ھؤلاء الغلاۃ عندھم ان علم رسول اللہ منطبق علی علم اللہ سواء بسواء فکل ما یعلمہ اللہ یعلم رسولہ لا من اعتقد لسویتہ علم اللہ و رسولہ یکفر اجماعاً کما لا یخفیٰ۔

یہ عبارات بیانگ دہل پکار رہی ہیں کہ امام سیوطی اور ملا علی قاری نے اُن لوگوں کا رد فرمایا جو غالی شیعہ تھے اور حضور اور خدا کے علم کی مساوات کے قائل تھے ان عبارات کو علماء اہلسنت پر چسپاں کرنا کہاں کی دیانت ہے اور کہاں کا انصاف ہے۔ علماء اہلسنت نہ حصول دائمی کے قائل ہیں نہ خدا و رسول کے علم کی مساوات کے جیسا کہ ہم اپنے اکابر کی دس عبارات سے اس امر کو مبرہن کر چکے ہیں۔ ابتدائی ابواب میں۔

خلاصہ یہ کہ امام سیوطی کی جس عبارت سے مولوی سرفراز صاحب نے استدلال کیا ہے اس میں ہمارے مدعی کی نفی نہیں اور خصائص کبریٰ کی جس عبارت کو علماء اہلسنت نے پیش کیا ہے اس کو امام سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد دوم صفحہ نمبر ۱۹۵ پر نقل کر کے اُس کی تردید نہیں فرمائی اور بلا تردید نقل کرنا دلیل ہے کہ وہ بھی اسی قول کو درست اور حق قرار دیتے ہیں۔

ازالتہ کے صفحہ ۲۲۵ پر شیخ محقق کی مدارج النبوت کی عبارات:

ہر چہ در دنیاں است از زمان آدم تا نفخ اولیٰ بروئے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردید۔

نیز فرماتے ہیں:

وھو بکل شیء علیم و وے صلی اللہ علیہ وسلم داناست ہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی و احکام صفاتِ حق و اسماء و افعال و آثار و بہ جمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ۔

کو نقل کر کے مولوی سرفراز صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مگر ان عبارات سے کلی علم غیب پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے۔ کیونکہ شیخ صاحب احادیث کی بحث میں آئے گا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ تم قیامت کبریٰ کے بارے میں مجھے پوچھتے ہو۔ حالانکہ۔ آں خود معلوم من نیست و آنرا جز خدا تعالیٰ نہ داند۔

اور اسی طرح ایک خاص واقعہ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا:

"و نمے دانستم کہ حکم الٰہی چنین خواہد بود۔"

اور اسی طرح ابن صیاد کا حال بھی آپ سے مبہم ہے۔ اندریں حالات حضرت شیخ صاحب کی عمل اور استغراق عرفی کے الفاظ کہ مثلاً لفظ کلی لفظ کل لفظ کل شیءٍ اور لفظ ہمہ احوال وغیرہ سے کلی علم غیب پر استدلال کرنا سراسر باطل اور مردود ہے الخ

جواب:

قارئین کرام ہٹ دھرمی کی انتہاء ہو چکی ہے حضرت شیخ کی عبارات صریحہ مفصلہ کو مجمل قرار دے رہے ہیں اور ساتھ ہی جہالت کی بھی حد کر دی ہے کہ لفظ کلی اور کل اور کل شیءٍ اور لفظ ہمہ کو استغراق کے لیے مان لینے کے بعد بھی علم کلی کا انکار کرتے ہیں۔

قارئین کرام ذرا سرفراز صاحب سے پوچھیے کہ مولوی جی ادنیٰ بتائیے کہ لفظ کلی۔ کل کل شیءٍ اور ہمہ اور ہر یہ الفاظ موجبہ کلیہ کا سور ہیں یا موجبہ جزئیہ کے اگر موجبہ جزئیہ کے ہیں تو ذرا کسی کتاب کا حوالہ تو دیجیے کس کتاب میں اور کہاں اور کس نے لکھا ہے کہ

یہ موجبہ جزئیہ کے سور ہیں منطق کے ابتدائی رسائل میں بھی ان کو موجبہ کلیہ کے سور بتایا گیا ہے اصلی سنیوں (بریلویوں) کے کسی مدرسہ میں کچھ عرصہ زانوئے تلمذ طے کریں تاکہ علم سے رابطہ قائم ہو سکے۔

اور اگر موجبہ کلیہ کے سور ہیں اور یقیناً ایسا ہی ہے تو پھر ان کے مدخول کو موجبہ کلیہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے ایسی صورت میں عبارات شیخ سے علم کلی ہی ثابت ہوگا نہ کہ علم جزئی۔

ثانیاً یہ بتائیے کیا کلی غیر متناہی میں منحصر ہے یا نہیں شق اول کی صورت میں ثبوت دینا ہوگا کہ کلی صرف غیر متناہی ہی ہوتی ہے متناہی نہیں ہوتی یہ تو ظاہر البطلان ہے اور شق ثانی کی صورت میں تسلیم کرنا ہوگا کہ کلی متناہی بھی ہوتی ہے نیز یہ بھی بتائیں کہ استغراق حقیقی کا مفاد کلی غیر متناہی ہے یا متناہی شق ثانی باطل ہے ورنہ علم باری تعالیٰ کا متناہی ہونا لازم آئے گا جو باطل ہونے کے علاوہ محال بھی ہے نیز یہ بھی بتائیں کہ استغراق عرفی کا مفاد جزئی حقیقی ہے یا جزئی اضافی ہے اور کیا جزئی اضافی کلی ہو سکتی ہے یا نہیں اگر نہیں ہو سکتی تو فرمائیے کہ انسان بالنسبت الی الحیوان جزئی ہوتے ہوئے اپنے افراد اور جزئیات کی نسبت سے کلی ہے یا نہیں اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے علوم کو باری تعالیٰ علم کی نسبت سے جزئی مان کر مخلوق کے علوم کی نسبت سے کلی قرار دینا کیونکر باطل یا ممنوع ہے کیا حضور علیہ السلام کے علم کو آپ جزئی حقیقی مانتے ہیں۔ نہیں یقیناً ایسا نہیں پھر ضروری ہے کہ جزئی اضافی ہی مانتے ہوں گے تعجب کی بات ہے کہ جزئی حقیقی نہیں بلکہ اضافی مانتے ہوں گے۔ پھر اس پر کلی کے اطلاق سے یوں بھاگتے ہیں جیسے بچہ بلی سے یا بلی کتے سے۔ یہ تو ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ ہماری عبارات میں جہاں بھی لفظ کلی وغیرہ آئیں ہماری مراد وہاں استغراق حقیقی نہیں بلکہ استغراق عرفی ہے یا پھر ہمارے اکابر کی کسی کتاب کے حوالے سے بتائیں کہ کسی نے ان میں سے اپنی عبارات میں کلی وغیرہ کو استغراق حقیقی کے لیے قرار دیا ہے ہرگز نہیں ایسا کسی نے نہیں لکھا۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

قارئین کرام اس عبارت میں درحقیقت سرفراز صاحب نے ہمارے دعویٰ اور عقیدہ کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ وہ مانتے ہیں کہ آیات واحادیث اور عبارات میں حضور علیہ السلام کے متعلق جہاں بھی لفظ کل۔ کل۔ ہر۔ ہمہ آیا ہے وہاں استغراق عرفی مراد ہے استغراق عرفی مان لینے سے استغراق کا مان لینا ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ استغراق مطلق ہے اور استغراق عرفی مقید ہے اور قاعدہ ہے کہ ہر مطلق مقید میں موجود ہوتا ہے۔ جیسا کہ قطبی میں تصور و تصدیق کی بحث میں لکھا ہے۔ نیز اصولیوں کے نزدیک بھی یہ قید ازالہ کے لیے نہیں۔ بلکہ تاکید کے لیے ہے جیسے ماء الصالیون وغیرہ میں ہے جیسے اصول شاشی میں لکھا ہے الغرض استغراق عرفی ماننے سے استغراق کی نفی نہیں بلکہ اثبات ہوتا ہے۔ وھو المدعیٰ۔

جب آپ نے استغراق تسلیم کر لیا ہے (خواہ عرفی ہی ہے) تو اب عجیب بات ہے کہ کل ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ یہ تو پرلے درجے کی جہالت ہے۔ رہا یہ کہ حضور نے فرمایا آں خود معلوم معنی نیست بانے دانستم کہ حکم الٰہی چنیں خواہد بود یا ابن حیاد کے متعلق عبارات تو ان کا جواب یہ ہے کہ یہ عبارات بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ہم مولوی سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں بتائیے جس وقت یہ ارشادات فرمائے گئے تھے۔ اس وقت نزول قرآن کی تکمیل ہو چکی تھی یا نہیں یعنی نزول کی تکمیل کے بعد کے واقعات ہیں یا پہلے کے اگر تکمیل کے بعد کے ہیں تو پھر بعدیت ثابت کرنے کے لیے کسی معتبر کتاب کا حوالہ دینا ضروری ہے بغیر معتبر کتاب و مستند حوالے کے قابل قبول نہیں ہے۔ اور اگر یہ تکمیل سے قبل کے ہیں تو پھر یہ ہمارے عقیدہ اور دعویٰ کے ہرگز خلاف نہیں۔ جیسا کہ پہلے وضاحت سے بیان ہو چکا ہے۔ مزید یہ کہ اگر ان کی سند صحیح بھی ہو تو بھی یہ اخبار احاد ہوں گی جو قرآنی آیات کی مخصص نہیں بن سکتیں نہ قرآنی آیات کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ جیسا کہ اس حقیقت کو سرفراز صاحب بھی مانتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ سرفراز صاحب آیات قرآنیہ کو چھوڑ کر محض اخبار احاد کا سہارا لے رہے ہیں۔ جن کا ظنی الثبوت ہونا اظہر من الشمس ہے اور خود سرفراز صاحب ثابت کر چکے ہیں۔ اپنی متعدد کتابوں میں کہ عقائد کے باب میں ظنی دلائل پیش کرنا غلط ہے۔ سرفراز صاحب آپ کا عقیدہ یہ ہے

کہ حضور علیہ السلام کو علوم خمسہ عطا نہیں ہوئے خصوصاً قیامت کے وقوع کا علم نہیں دیا گیا۔ مگر اس کو ثابت کرنے کے لیے ان اخبار احاد ظنی الثبوت کو پیش فرما رہے ہیں۔ کیا آپ کو بھول گیا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب راہِ ہدایت صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے کہ اعتقادی مسائل میں خبر واحد باوجود صحیح ہونے کے مفید نہیں ہے۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اس سے ظن کا فائدہ ہوتا ہے اور اعتقادیات میں ظن کا کیا اعتبار ہے صد ۱۲۱ پر شرح عقائد سے نقل کیا ہے:

ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادیات۔

صفحہ ۲۰۲ پر فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۴۱۳ کی عبارت لکھی ہے:

اما اذا کانت فی العقائد فلا یکفی فیھا الا ما یفید القطع۔

بلکہ اسی ازالۃ کے صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲ پر بحوالہ شرح مواقف، شرح فقہ اکبر، سامرہ، شرح عقائد اور فتح الباری وغیرہ میں بھی لکھا ہے کہ:

اما اذا کانت فی العقائد فلا یکفی الا ما یفید القطع۔

اس کے بعد مولوی سرفراز صاحب فرماتے ہیں اثبات عقیدہ کے لیے نص قطعی یا حدیث متواترہ درکار ہے۔ یہاں خبر واحد صحیح سے بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ کیوں مولوی سرفراز صاحب اب تبلائیے علوم خمسہ کے عدم حصول کے عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے جو روایات جناب نے اشعۃ اللمعات وغیرہ سے نقل کی ہیں۔ کیا وہ متواترہ ہیں قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہیں کیا یہ عبارات لکھ کر اپنے اپنے پاؤں پر کلہاڑا نہیں چلایا۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالۃ الریب (جو درحقیقت ازالۃ الایمان ہے) کے صفحہ ۲۲۷ پر مفتی احمد یار خاں صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر مذکورہ حوالہ جات پر یقین نہیں آتا تو لیجئے پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم کا حوالہ دہ رسالہ شمس الہدایہ حصہ ۱۱۹ پہ مرزا قادیانی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال پہلے نہیں آ سکتی۔ میں کہتا ہوں یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگائی ہے یہ منافی ہے لا یجلیھا لوقتھا الا ھو کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے لاعلمی ظاہر فرمائی ہے۔

حضرت گولڑوی کی عبارت کا جواب:

جواب

حضرت پیر نے سات ہزار سال والی روایت کو قرآن اور حدیث کے منافی و مخالف قرار دیا ہے کسی روایت کو قرآن یا حدیث کے خلاف قرار دینا اور بات ہے اور نفس علم قیامت کے حصول کا انکار اور چیز ہے پھر مرزا قادیانی کے عدم علم کی نفی اور چیز ہے جس کو حضور پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ پیر صاحب نے یہ ہرگز نہیں فرمایا اس عبارت میں کہ حضور کو قیامت کا علم عطا نہیں ہوا۔ بلکہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ حضور نے لاعلمی ظاہر فرمائی ہے لاعلمی کا اظہار نفس الامر میں واقعۃً لاعلمی کو مستلزم نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ مجھا لغت اظہار کے پیش نظر یا کسی اور حکمت کی خاطر لاعلمی ظاہر کی ہو۔ جب تک لاعلمی کے اظہار اور لاعلمی واقعیہ میں تلازم ثابت نہ ہو مدعی ثابت نہ ہوگا۔

رہا یہ کہ پیر صاحب حاضر و ناظر کے انکاری ہیں تو یہ بھی مولوی سرفراز صاحب کا خبط اور جہالت سے فتاوی مہریہ صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ پیر صاحب نے حاضر و ناظر کے سوال کے جواب میں فرمایا رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بجسدہ العنصری ہر مکان و ہر زمان میں حاضر و ناظر ہونا تو یہ امر مختلف فیہ ہے۔ قائل و منکر دلیل رکھتے ہیں میرے خیال میں ظہور و سریانِ حقیقت احمدیت ہر عالم و ہر مرتبہ اور ہر ذرہ ذرہ میں عند المحققین من الصوفیۃ ثابت ہے اس کو حقیقۃ الحقائق کہتے اور لکھتے ہیں۔ فھو نورہ صلی اللہ علیہ وسلم اولاً جو بصورت معنویہ قلب تقی نقی اور جسد شریف عنصری کے ظاہر ہوا۔ ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصورت مثالیہ شریفہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر مکان و ہر زمان میں احادیث صحیحہ میں ثابت ہے جس کا اقرار واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار اور اس کا انکار آپ کا انکار مانا گیا ہے۔ کما فی حدیث البخاری فی کتاب الایمان کو ظہور کذائی مثالی کا کثیراً تامراً تا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ البتہ ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا بجسدہ العنصری العینی کا پتہ بعض اہل مشاہدہ کے ہاں سے ملتا ہے اور بلحاظ واقعہ معراج شریف وخصائص ولوازم مختصہ جسد شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی نہیں ہٰذا ما عندی واللہ اعلم ۔ حضرت گولڑوی علیہ الرحمۃ کی یہ مفصل عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ آپ حضور کو حاضر و ناظر مانتے تھے یہ عبارت مولوی سرفراز صاحب کے استدلال کا پول کھولنے اور اس کے پرخچے اڑانے کے لیے کافی ووافی ہے ۔

اور حضرت پیر صاحب علم ماکان و مایکون کے کلی علم کے حصول وعطاء کے متعلق فتاوٰی مہریہ کے صفحہ ۶ پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بحسب نصوص قرآنیہ اور علم ماکان و مایکون از روئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام من جانب اللہ عطاء ہوا ہے ۔ علم غیب کلی (غیر متناہی) اور بالذات علی سبیل الاستمرار خاصۂ خداوندی ہے اور علم غیب علی قدر الاعلام والاعطاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء ہوا ہے اور آپ کو عالم الغیب بعلم عطائی وہبی کہا جا سکتا ہے ۔

قارئین کرام اس عبارت پر غور فرمائیں ۔ کیسی صاف اور صریح ہے اور اس میں ماکان و مایکون کے علم غیب کی صراحت موجود ہے اور یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ذات باری کا خاصہ ذاتی علم غیب اور کلی علی سبیل الاستمرار ہے (نہ عطائی غیر ذاتی)

اس عبارت میں ماکان و مایکون کی تصریح ہے اور ماکان و مایکون میں علم قیامت بھی داخل ہے اس لیے اگر سرفراز صاحب کی نقل کردہ عبارت کا وہ مطلب نہ لیں جو ہم نے بتایا ہے تو پھر دونوں عبارتوں میں منافات یا تناقض ہوگا اس کو اٹھانے کی یہی صورت ہے جو بندہ نے بتادی ہے ۔ الغرض سرفراز صاحب کو یہاں بھی منہ کی کھانی پڑی اور ذلت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا ہے ۔

نوٹ ضروری :

اس عنوان میں مولوی سرفراز صاحب صفحہ ۲۲۷ پر تفسیرات احمدیہ کی عبارت :

"اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن جائز ہے کہ خدا نے پاک اپنے ولیوں محبوبوں میں سے جس کو چاہے

سکھائے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔ خبیر بھی مخبر ہے۔

پہلا اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ملا جیون کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ان پانچ چیزوں کے کلیات کا علم حضرات اولیاء اللہ کو حاصل ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان میں سے بعض بعض جزئیات کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو دے دیتا ہے۔ اس کے بعد دو عدد عبارتیں تفسیرات احمدیہ اور ایک عبارت تفسیر مظہری اور ایک عبارت مرقات کی نقل کر کے اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے اور مفتی احمد یار صاحب مرحوم کو الزام دیتا ہے کہ ان واضح عبارات کے ہوتے ہوئے مفتی صاحب اگر تفسیر احمدی کے حوالے کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں تو پھر ان کے نزدیک انصاف اور دیانت کا مفہوم ہی کوئی اور اور الگ ہے۔ انتہیٰ۔

جواب:

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو جمیع جزئیات خمس کا علم عطا ہوا ہے باقی دیگر اولیاء امت کو یہ علوم حضور کی وساطت سے ملتے ہیں اور اسی قدر ملتے ہیں جو ان کی شان کے لائق ہوتے ہیں جو عبارات مولوی سرفراز صاحب نے بطور قرینہ پیش کی ہیں اُن میں لفظ اولیاء کی تصریح موجود ہے۔ یعنی ان میں بعض جزئیات خمس کا علم اولیاء کے لیے مانا ہے اگر ملا جیون نے جمیع جزئیات خمس کے علم کی نفی حضور علیہ السلام سے کی ہے تو اس کا حوالہ دینا ضروری ہے۔ یا ملا جیون نے حضور علیہ السلام سے کلیات کے علم کی نفی فرمائی ہے تو یا حوالہ تصریح دکھائیں ورنہ ایمان لائیں۔

بعض اولیاء کے لیے غیوب خمسہ کے بعض جزئیات کا علم ماننا اور حضور علیہ السلام کے لیے غیوب خمسہ کے جمیعہ جزئیات کے علم کا انکار یہ دو الگ الگ امر ہیں ان کے مابین ہرگز کوئی تلازم یا ملازمہ نہیں ہے۔ جب تک ان کے درمیان تلازم کو ثابت نہ کیا جائے گکھڑوی صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ گکھڑوی صاحب پر لازم ہے کہ ملا جیون کی تفسیرات احمدیہ سے ایک عبارت ہی ایسی دکھا دیں کہ جس میں یہ تصریح ہو کہ حضور علیہ السلام کو باری تعالیٰ نے غیوب خمسہ کے جمیع جزئیات کا علم عطا نہیں فرمایا اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہ

ہرگز قیامت تک بھی ایسی تصریح ملا جیون کی نہیں دکھا سکتے۔ یعنی آخر دم وصال تک۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

باقی وقید بعلم بعضہ لیخرج مثل علم الساعۃ کی عبارت کا تعلق بھی بعض اولیاء سے ہے اس کا تعلق حضور علیہ السلام سے نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلی عبارت میں بعض اولیاء کی صراحتہ موجود ہے۔

اور تفسیر مظہری اور مرقات کی عبارات بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اُن میں حصول علم کی نفی نہیں بلکہ حاصل شدہ علم کے قطعی ہونے کی نفی ہے اور علم یقینی ہونے کی نفی ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ قطعیت کی نفی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ عبارات منقولہ میں علم کا حصول مان کر اس کے حرف یقینی اور قطعی ہونے کا انکار فرمایا ہے۔ اور وہ زیر بحث نہیں۔ الغرض جو زیر بحث ہے اس کی نفی نہیں۔ بلکہ اقرار ہے (یعنی علم خواہ ظنی سہی) اور جس کا انکار ہے وہ موضوع بحث نہیں۔ بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ علم کی نفی ہے یا یہ کہ ظنی ہونے سے وہ علم نہیں رہا تو پھر یہ عبارات خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہوں گی۔ کیونکہ سرفراز صاحب غیوب خمسہ کے بعض جزئیات کا علم بعض اولیاء کے لیے تسلیم کر چکے ہیں اگر ان عبارات میں علم کی نفی ہو یا کہ ظنیت کی وجہ سے وہ علم نہیں رہا تو پھر جن بعض جزئیات کا علم آپ نے تسلیم کیا ہے۔ اس کی بھی نفی ہو جائے گی۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

قارئین محترم بالفرض اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ واقعی یہ عبارات منقولہ حضور علیہ السلام سے علم کلی کے حصول کی نفی کرتی ہیں تو بھی سرفراز صاحب کی شکست یقینی ہے۔ کیونکہ یہ عبارات ہیں علما کی اور کسی عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے ایسی عبارت کافی نہیں۔ بلکہ بقول سرفراز صاحب صحیح خبر واحد حدیث سے بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ چہ جائے کہ مجمل اقوال سے چل جائے۔ غیوب خمسہ کے جمیع جزئیات کے عدم علم کا عقیدہ بھی دلائل کا محتاج ہے اور شرح مواقف شرح عقائد وغیرہ کے حوالے سے ازالۃ اور راہ ہدایت میں سرفراز صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ باب عقائد میں دلیل ظنی کافی نہیں قطعی ضروری ہے۔ کیوں کہ سرفراز صاحب آپ کی طرف سے

نقل کردہ عبارات ملاجیون ملا علی قاری اور قاضی صاحب پانی پتی ادلہ قطعیہ میں ہر گز نہیں پھران کو استدلال میں پیش کر کے سوائے ذلت و رسوائی کے آپ کو کیا حاصل ہوا ہے۔

دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہ تھی سرفراز صاحب کے اعتراضات کی کل کائنات جس کا حشر آپ کے سامنے ہے۔

سرفراز صاحب اپنی توپ کی زد میں :

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۱۶ پر بحوالہ تفسیر خازن اور عمدۃ القاری لکھتے ہیں :

فمن ادعا انہٗ یعلم شیئاً من ھذہ الخمس فقد کفرہ بالقرآن لانہ خالفہٗ۔

یعنی جو شخص ان غیوب خمسہ میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ اپنے لیے یا کسی اور کے لیے کرے تو وہ قرآن کا منکر ہے۔

مگر خود ہی ازالہ کے صفحہ ۲۰۵ - ۶۰۶ اور صفحہ ۲۲۷ پر بحوالہ تفسیر احمدی وغیرہ بعض جزئیات کا علم بعض اولیاء کے لیے تسلیم کرتا ہے۔ یعنی جس چیز کو کفر بالقرآن قرار دیا تھا اسی کو مان لیا ہے۔ ایسی صورت میں ازالہ کے مصنف کا کفر بالقرآن لازم آتا ہے۔ سرفراز صاحب ذرا سوچ سمجھ کر لکھا کریں۔ آپ کو کس نے کہا ہے کہ بس کتابیں لکھتے چلو اور اپنے کافر ہو جانے کی بھی پرواہ نہ کرو۔ ایسا ہمدرد آپ کا کون ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ التزام کفر کفر ہے لزوم کفر کفر نہیں ہے اور آپ نے التزام نہیں کیا۔ مگر لزوم کفر سے بچنا یا اپنے آپ کو بچانا بھی ضروری ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ شیئا من ھذہ کا مطلب یہ ہے غیوب خمسہ میں سے کسی کا علم کلی یا کل بطور کلی ماننا کفر ہے اور بعض جزئیات کا علم ماننا کفر نہیں تو یہ تاویل انتہائی جاہلانہ ہے کیونکہ شیئا من ھذہ میں شیئاً نکرہ ہے اور مراد یہ ہے کہ ان علوم خمسہ میں سے کسی ایک جزئی یا کسی

ایک کی ایک جزی کے علم ذاتی یعنی از خود بغیر وحی الٰہی وغیرہ جانتے کا مدعی کافر بالقرآن ہے کیونکہ اس نے قرآن کی مخالفت کی ہے اور قرآن کی مخالفت اس صورت میں ہوتی ہے کہ ذاتی اور خود جاننے کا ادعا کرے معلوم ہوا کہ آپ کی کی ہوئی تاویل فاسد اور انتہائی غلط اور بادر ہوا ہے۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب صفحہ ۲۳۰ پر لکھتے ہیں کہ آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ فریق مخالف کی طرف سے ایک بھی نص قطعی یا خبر متواتر نہیں پیش کی گئی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا اور خاص طور پر قیامت کے وقت کا علم حاصل تھا بلکہ کوئی ایک صحیح حدیث بھی نہیں پیش کی جا سکی۔ بلکہ یہی کچھ عذر لنگ تلاش کیا گیا کہ فلاں بزرگ لکھتے ہیں کہ آپ کو امور خمسہ کا علم دیا گیا مگر ساتھ ہی چھپانے کا حکم دیا گیا۔ ان بزرگوں کی مجمل اور گول مول عبارتوں سے یہ ثبوت کشید کیا گیا حالانکہ اُن کی صریح عبارتیں اس کے خلاف ہیں۔ پھر لطف کی بات ہے یہ کہ اُن میں اکثر و بیشتر غیر معتبر اور مجہول اور محض صوفی ہیں۔ جن کو دائیں بائیں کی تمیز نہیں اور انہوں نے رطب و یابس اور کھرا اور کھوٹا باتیں جمع کر کے کتابیں لکھ ماری ہیں ان لوگوں کا دین کے بارے میں رتی برابر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے تین باتیں کہی ہیں :

اول یہ کہ علوم خمسہ کا علم ثابت کرنے والے (بریلوی) ایک نص قطعی پیش نہیں کر سکے نہ خبر متواتر نہ کوئی حدیث صحیح۔

دوم یہ کہ عذر لنگ یہ تلاش کیا گیا کہ فلاں بزرگ نے لکھا ہے کہ دیا گیا مگر چھپانے کا حکم تھا۔

سوم یہ کہ ان کی اکثریت غیر معتبر اور مجہول ہے کیونکہ انہوں نے رطب یابس جمع کر کے کتابیں لکھ ماری ہیں۔

علوم خمسہ کے حصول کا عقیدہ ظنی ہے :

جواب نمبر ۱ : قارئین کرام امر اول کے متعلق ہماری گذارش یہ ہے کہ علوم خمسہ کے

حصول کا عقیدہ ہرگز قطعی نہیں بلکہ یہ ایک ظنی عقیدہ ہے اسی لیے علماء کے درمیان مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ جیسا کہ امام قسطلانی شارح بخاری کی مواہب جلد اول صفحہ ۶۵ کی اور خصائص کبریٰ جلد ثانی صفحہ ۱۹۵ کی عبارات نقل کی جاچکی ہیں کہ یہ بعض علماء ان کے حصول کے قائل ہیں اور اس کے مختلف فیہ ہونے پر متعدد مزید حوالے بھی پیش کیے جا سکتے ہیں۔ مگر طوالت کے خوف سے صرف دو پر اکتفاء کرتا ہوں۔ جب یہ عقیدہ بھی ظنی ہے تو پھر اس پر قطعی دلائل کا مطالبہ جہالت نہیں تو اور کیا ہے ہم پہلے سرفراز صاحب کے رد میں لکھ آئے ہیں کہ عقائد دو قسم کے ہیں قطعی اور ظنی قطعی کے اثبات کے لیے دلیل قطعی ضروری ہے مگر ظنی کے اثبات کے لیے ظنی بھی کافی ہے۔ جیسا کہ نبراس کے حوالے سے اس کو مبرہن کر دیا گیا ہے۔

جواب نمبر۲:

ہمارے اکابرین نے صرف بزرگوں کے اقوال ہی پیش نہیں کیے۔ بلکہ آیات قرآنیہ احادیث و آثار بھی پیش فرمائی ہیں الدولتہ المکیہ الکلمتہ اولیاء جاء الحق وغیرہ میں ان کی تفصیل موجود ہے۔ اندھے کو اگر کچھ نظر نہیں آتا تو اُسے اپنی نظر کا علاج کرانا چاہیئے۔ ہمارے اکابر نے علم کلی ماکان و مایکون بشمول خمسہ کے اثبات کے لیے۔

ونزلنا علیك الكتاب تبیاناً لكل شئ اور لا رطب ولا یابس الا فی كتاب مبین اور ما فرطنا فی الكتاب من شئ اور تفصیل لكل شئ سے استدلال فرمایا ہے کیوں سرفراز صاحب یہ آیات مبارکہ قطعی الثبوت نہیں کیا ان کے قطعی الثبوت ہونے کا منکر کافر ہے یا نہیں یقیناً ہے۔ پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ کوئی قطعی دلیل

لہ چنانچہ مفتی صاحب جاء الحق کے صہ ۴۸ پر پہلے باب کے عنوان میں فرماتے ہیں کہ اس باب کی چھ فصلیں ہیں پہلی فصل میں مع آیات قرآنیہ سے ثبوت دوسری میں احادیث سے ثبوت تیسری میں حدیث کے شارحین کے اقوال چھ فصل میں علماء کے اقوال یہاں اول نمبر آیات نمبر احادیث پیش کی گئی ہیں۔

یا نص پیش نہیں کی گئی۔ اگر مراد آپ کی قطعی الدلالتہ ہے تو اس کا التزام کس نے کیا ہے۔ قطعی الدلالتہ کا پیش کرنا تو تب ضروری ہو جب یہ عقیدہ قطعی ہو۔ جب یہ عقیدہ ہی قطعی نہیں تو نص قطعی کا مطالبہ کہاں کا انصاف ہے۔ اگر آپ کسی عقیدہ کو ظنی ماننے کے لیے تیار نہیں تو پھر بند ھنے نبراس کی جو عبارات صریح بعض عقائد کے ظنی ہونے پر نقل کی ہیں ان کا جواب دینا۔

اور یہ بتانا بھی آپ کی ذمہ داری ہے کہ اکابرین میں سے کس نے اور کہاں کس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ کوئی عقیدہ ظنی نہیں ہو سکتا اور ہر عقیدہ کا قطعی ہونا ضروری ہے اس کا حوالہ بتانا ہو گا مگر عبارت صریح ہو مجمل یا مہمل نہ ہو۔

امر ثانی کے متعلق گذارش یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے بزرگوں کی عبارات سے استدلال نہیں فرمایا بلکہ ان کی عبارات کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ استدلال ادلہ اربعہ سے ہوتا ہے مگر تائید میں بزرگوں کے اقوال کو پیش کرنا کوئی جرم نہیں بلکہ خود سرفراز صاحب بھی اپنی کتابوں میں اپنے اکابر کی عبارات کو اپنی تائید میں پیش کرتے آئے ہیں۔ رہا یہ کہ بزرگوں نے فرمایا کہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو یہ بات کسی معمولی اور غیر معتبر شخصیت کی نہیں بلکہ ان حضرات نے لکھا ہے جن کو آپ معتبر مان چکے ہیں ملاحظہ ہو خصائص کبری جلال الدین سیوطی جلد دوم صفحہ ۱۹۵،

وذهب بعضهم الى انه صلى الله عليه وسلم اوتى علم الخمس ايضا وعلم وقت الساعته والروح وانه امر بكتم ذالك۔

اور لیجئے علامہ آلوسی صاحب روح المعانی تفسیر روح المعانی جلد ۲ جزء بیسواں صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:

ويجوز ان يكون الله تعالى قد اطلع حبيبه عليه الصلوٰة والسلام على وقت قيامها على وجه كامل لكن لا على وجه يحاكي علمه تعالى به الا ان الله سبحانه اوجب عليه صلى الله عليه وسلم كتمه لحكمه۔

ان دونوں عبارات میں قیامت کے قیام کے وقت کے علم کی تصریح کے ساتھ ساتھ چھپانے کی تصریح موجود ہے اور تسکین الصدور میں سرفراز صاحب نے تفسیر روح المعانی کو

بے نظیر تفسیر قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۵۷۔ بلکہ ازالہ کے صفحہ ۶۷۴ پر علامہ آلوسی کو اہلسنت کے مسلم مفسر اور معتبر و مستند تسلیم کیا ہے۔ رہے جلال الدین سیوطی تو ان کے متعلق ازالہ کے صفحہ ۲۲۳ پر لکھا ہے کہ:

ان میں جن پر اعتبار کیا جاسکتا ہے مثلاً علامہ قسطلانیؒ امام سیوطیؒ۔ شیخ عبدالحقؒ اور ملا جیونؒ وغیرہ۔

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے سیوطی کو معتبر قابل اعتبار امام تسلیم کیا ہے۔ سرفراز صاحب جن کو آپ نے معتبر اور مستند قرار دیا ہے بندہ نے انہی کی تصریحات سے علوم خمسہ کا حصول اور اس کے چھپانے کا حکم ثابت کر دیا ہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

احتمالات کے متعلق گذارش یہ ہے کہ اگر غیر معتبر اور مجہول ہونے کا معیار وہی ہے جو آپ نے بیان کیا ہے تو پھر جلال الدین سیوطی کو بھی غیر معتبر اور مجہول ماننا پڑے گا۔ کیونکہ وہ بھی اپنی بعض کتابوں مثلاً تاریخ الخلفاء وغیرہ میں رطب و یابس کو جمع فرما چکے ہیں۔ حالانکہ آپ ان کو معتبر مان چکے ہیں۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب صفحہ ۲۳۱ پر صاحب روح البیان شیخ اسماعیل حقی کے متعلق اکسیر فی اصول التفسیر صفحہ ۸۲ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان کی تفسیر قابل اعتبار نہیں بہت سی بے تکی باتیں اس میں شامل ہیں اور ضعیف فتاویٰ بھی ہیں۔ بلکہ بعض ایسی باتیں بھی ہیں جن کا تفسیر قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جواب نمبر ۱:

ہمارے اکابر نے ان کی عبارات کو بطور استدلال کہیں بھی پیش نہیں فرمایا استدلال تو آیات و احادیث و آثار سے فرمایا ہے البتہ جہاں ایسے حضرات کی عبارات نقل کی ہیں وہ بطور تائید نقل کی ہیں۔

جواب نمبر ۲:

تائید میں ایسے حضرات کی ایسی عبارات کو پیش کرنا جو کتاب و سنت و آثار صحابہ کے خلاف نہیں بلکہ موافق ہوں کوئی حرج نہیں اور در حقیقت صاحب روح البیان کی

عبارات قرآن و سنت و آثار صحابہ کے موافق ہیں مخالف نہیں یہ سرفراز صاحب کی غلط فہمی ہے کہ وہ ان کو مخالف قرآن و سنت سمجھتے ہیں۔

جواب نمبر ۳:

مؤلف اکسیر فی اصول التفسیر کا قول کیا حجۃ شرعیہ ہے کیا یہ قول پیغمبر کا ہے جس کے نہ ماننے سے کفر لازم آئے گا ہرگز نہیں کیا مؤلف اکسیر کے ہر قول کو ماننا ضروری ہے۔ اس کے بعد اسی صفحہ ۲۳۱ پر عرائس البیان شریف کے مصنف الشیخ ابو محمد روزبہان البقلی الشیرازی کے متعلق اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کو خود اقرار ہے کہ و بسیار است کہ تفسیر نے آیتے صمیم مشائخ تفسیر دے نکردہ اندیعنی بسا اوقات میں قرآنی آیتوں کی ایسی تفسیر کرتا ہوں جو مشائخ سے منقول نہیں اور نہ انہوں نے ایسی تفسیر کی ہے۔ بتایئے ایسی خود ساختہ تفسیروں کو کون مانتا ہے اور یہی حال صاوی کا ہے جس کے متعلق کچھ بعید نہیں کہ شیعہ ہی ہو الخ۔

دندان شکن جواب:

جواب:

اگر عرائس البیان کے مصنف مذکورہ وجہ سے ناقابل اعتبار ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے جو کسی آیت کی تفسیر کی وہ مشائخ اور معتبر علماء سے منقول نہیں تو پھر آپ کو چاہیئے کہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب کو بھی غیر معتبر ناقابل قبول قرار دے دیں اور ان کی کتابوں کو بھی ساقط الاعتبار فرما دیں کیونکہ وہ بھی تحذیر الناس میں فرماتے ہیں: ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کی تفسیر میں خاتم کا معنی آخری نبی نہیں بلکہ افضل نبی اور نبی بالذات کر کے خود تسلیم کرتے ہیں کہ میں نے جو تفسیر کی ہے وہ مجھ سے پہلے آج تک کسی نے نہیں کی (اور نہ وہ کسی تفسیر میں ملتی ہے) چنانچہ وہ شیخ سعدی شیرازیؒ کا شعر پیش کرتے ہیں کہ:

گاہ باشد کہ کودکے ناداں

بغلط بر ہدف زند تیرے

اس شعر کو لکھ کر نانوتوی صاحب نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر کرنے میں جن نے بحر تیر تان نے پر لگا یا ہے وہ آج تک میرے سوا کوئی نہیں لگا سکا۔ بلکہ نانوتوی صاحب نے آب حیات میں موت رسول کا معنی استتار روح زیر پردہ یا روح کا قلب میں سما جانا کیا ہے۔ اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ خاتم اور موت کے یہ معانی و مطالب اسلام کے اکابر کی کس تفسیر میں مل سکتے ہیں۔ کیا آپ ہمت کر کے نانوتوی صاحب کے بیان کردہ معانی و مطالب کسی معتبر و مستند کتاب اور تفسیر میں دکھا سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ بلکہ کوئی دیوبندی عالم مذکورہ معانی و مطالب قیامت تک ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ اگر ہمارے اس چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت ہے تو بنیئے مرد میدان اور آئیے پانچ ہزار روپے کا انعام حاصل کریں ورنہ بزرگان دین پر کیچڑ اچھالنے اور غلاظت ڈالنے کی جسارت سے توبہ کر کے صراط مستقیم پر آ جائیں۔

رہا صادی کے متعلق یہ کہنا کہ بعید نہیں کہ وہ شیعہ ہی ہو تو اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہ صادی پر الزام تراشی اور سوءظن ہے اور الزام تراشی اور سوءظن کسی مومن کے متعلق نصوص قرآنیہ سے حرام ہے آپ نے یہ الزام تراشی اور سوءظن کا اظہار کر کے ظنوا المومنین خیراً اور ان بعض الظن الخ کی خلاف ورزی کی ہے۔

بلا ثبوت کسی مسلمان کو بد مذہب یا شیعہ قرار دینا کہاں کی دیانت اور کہاں کا انصاف ہے آپ کی یہ جرح مبہم ہی نہیں بلکہ قطعاً بلا ثبوت ہے جو الزام تراشی اور بہتان تراشی ہے کی مد میں آتی ہے۔ ایسی گفتگو کسی عالم دین کی شایان شان نہیں ہے۔

ہمارا چیلنج :

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب صفحہ ۲۳۲ پر اعلیٰ حضرت اور مفتی احمد یار خاں صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فریق مخالف کے قائد مولوی احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں۔ ان النصوص لا تعارض بالاحاد (الفیوض الملکیۃ) اخبار احاد نصوص قرآن کے معارضہ میں پیش نہیں کی جا سکتیں نیز انباء المصطفیٰ صفحہ ۴ پر لکھا ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں

گے بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے گا۔ الخ

مزید لکھتے ہیں کہ:

عموم آیات قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض بیزرہ باقی ہے اور مفتی احمد یار خاں صاحب دوسروں سے مطالبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر جاء الحق صفحہ ۴۔

اب قارئین کرام پوچھئے خاں صاحب بریلوی اور مفتی احمد یار خاں سے کہ دوسروں سے تو مطالبہ قطعی الدلالۃ آیت کا اور حدیث متواتر کا ہو اور خود آپ لوگ بیجوری۔ عثمادی اور صادی وغیرہ جیسے حاطب لیل متفسرین و متصوفین کی عبارتوں سے قرآن کریم کی قطعی الدلالت اور صحیح حدیث کو رد کرتے پھریں تمہیں اس کا حق کس نے دیا ہے۔ عقیدہ اور نصوص کے مقابلہ میں تو تمہارے مسلمات کی رو سے بھی صحیح حدیث خبر واحد پیش نہیں کی جا سکتی تو پھر بیجوری اور صادی کو کون پوچھتا ہے۔

جواب:

قارئین محترم اصل میں علماء حق اہلسنت کے دلائل کی قوت دیکھ کر مولوی سرفراز صاحب حواس باختہ ہو چکے ہیں۔ اب سوچے سمجھے بغیر اعتراضات کی تعداد بڑھانے کے شوق میں اپنے بخت کی سیاہی کی طرح اوراق در اوراق سیاہ کرتے جاتے ہیں۔ کہیں ٹھہرنے کا نام ہی نہیں لیتے۔

اعلیٰ حضرت اور مفتی صاحب نے جو کچھ فرمایا اور لکھا ہے وہ حق ہے اور درست ہے۔ حواس باختگی کی وجہ سے سرفراز صاحب فہم دلائل سے قاصر رہے ہیں یا پھر ہٹ دھرمی اور عناد سے کام چلا رہے ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت اور مفتی صاحب تو درکنار کسی بھی عالم دین نے ہمارے اکابرین میں سے کہیں بھی نصوص قرآنیہ کے مقابلہ میں علامہ عثمادی یا صادی یا بیجوری وغیرہ تو درکنار صحیح خبر واحد کو بھی پیش نہیں کیا یہ سراسر الزام اور اتہام ہے۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مذکورہ بالا حضرات علماء کرام کی عبارات کو ہمارے اکابر نے بطور استدلال پیش نہیں کیا بلکہ بطور تائید پیش کیا ہے ہمارے اکابر کا اصل استدلال نصوص قرآنیہ وحدیثیہ

و آثار صحابہ سے ہے جیسا کہ مفصلاً بیان ہو چکا ہے یہ آپ کی حواس باختگی کا نتیجہ ہے کہ آپ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بریلوی حضرات نے نصوص قرآنیہ کے مقابلہ و معارضہ میں۔ عماوی۔ صاوی۔ بیجوری کے اقوال پیش کر دیئے ہیں۔ در حقیقت اس جرم کے مرتکب آپ خود ہیں آپ نے متعدد جگہ نصوص قرآنیہ کے مقابلہ میں اخبار احاد کو پیش کیا بلکہ متعدد جگہ نصوص قرآنیہ کے عموم و اطلاق کی تخصیص و تقیید بلا دلیل شرعی محض اپنی ذاتی رائے سے کر دی جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم اس الزام کو ثابت کر چکے ہیں، مثلاً آپ نے آیات نافیہ علم قیامت خصوصاً اور دیگر علوم خمسہ عموماً کو علم کلی یا کلی بطور کلی پر محمول کیا ہے اور علوم خمسہ کے بعض بعض جزئیات کا علم اولیاء کے لیے تسلیم کیا ہے یہاں آیات نافیہ کے عموم و اطلاق کو آپ نے کلی بطور کلی کو مقید و مخصوص کیا مگر اس تخصیص یا تقیید پر کسی مفسر کسی محدث کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اور نہ ہی اس پر کوئی آیتہ بلکہ کوئی خبر واحد بھی پیش نہیں کی۔ مگر آپ ان شاء اللہ تعالیٰ کلی بطور کلی کے الفاظ کسی مستند و معتبر تفسیر سے ہرگز دکھا بھی نہیں سکتے۔ جیسے ہم نے ذاتی استقلالی اور عطائی و بالواسطہ کے صریح حوالے اکابرین کی کتب معتبرہ سے وہ بھی ایک دو نہیں بلکہ پورے دس حوالے پیش کیے ہیں خصوصاً تفسیر روح المعانی سے جس کو آپ معتبر و مستند اور بے نظیر تفسیر تسلیم کر چکے ہیں۔ تسکین الصدور ص اور ازالہ کے صفحہ ۲۶۴ پر۔

ایسی صورت میں اعلیٰ حضرت اور مفتی صاحب پر یہ بہتان ہے کہ وہ یا کوئی اور عالم دین علماء حق میں سے قرآنی نصوص کو عماوی۔ صاوی۔ بیجوری کے اقوال سے رد کرتا ہے۔ آپ کا یہ اعتراض ایسا ہے جیسے وہابی غیر مقلدین امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خصوصاً اور دیگر ائمہ مجتہدین و فقہاء کرام پر عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ (نعوذ باللہ من ذالک) اپنے قیاس کے مقابلہ میں صحیح احادیث کو رد کر دیتے ہیں۔ تشابہت قلوبھم کے مطابق آپ کا سلسلہ اُن سے ملتا ہے اور ہمارے اکابر کا امام اعظم سے ان کے اعتراضات سے امام صاحب کا کچھ نہیں بگڑا بلکہ اُن کی اپنی عاقبت سیاہ ہوئی ہے اور آپ کے بے ہودہ اعتراضات سے اعلیٰ حضرت اور دیگر علماء حق کا کچھ نہیں بگڑا بلکہ آپ کی اپنی عاقبت سیاہ اور تباہ ہوئی ہے۔

خرد کا نام جنون رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

سرفراز صاحب کی جہالت :

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۳۲ پر مفتی احمد یار خاں صاحب مرحوم پر اعتراض کرتے ہوئے ان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ مفتی احمد یار خاں صاحب یہ بتائیں کہ آپ نے تو جاء الحق ص ۹ پہ فرمایا ہے کہ رہی تفسیر قرآن تابعین یا تبع تابعین کے قول سے یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر ماخوذ از اعلاء کلمۃ اللہ للعلامہ گولڑوی قدس سرہٗ فرمائیے کہ آپ کو کیا داعیہ پیش آیا کہ ایک طرف تو تابعین و تبع تابعین کی تفسیر بھی جب کہ روایت اور حدیث سے نہ کی گئی ہوں مردود اور غیر معتبر اور دوسری طرف اسماعیل حقی اور صاوی وغیرہ متفسرین کی تفسیریں بھی معتبر ہیں۔

بتائیے مفتی صاحب ایک طرف تو آپ حضرت عائشہ رضی کی حدیث کو موقوف قرار دے کر گلو خلاصی کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور دوسری طرف بیجوری اور صاوی کے غیر معتبر اور بلکہ سو فیصدی باطل اور مردود اقوال سے قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کو رد کرتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے۔ فرمائیے مفتی صاحب آپ کو اپنا یہ بیان یاد نہیں کہ قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے انتہیٰ۔

اس عبارت میں دو باتیں کہی گئی ہیں نمبر ۱ یہ کہ مفتی صاحب نے خود مانا ہے کہ جو تفسیر تابعین و تبع تابعین سے منقول ہو وہ اگر روایت سے تو معتبر ورنہ غیر معتبر ایسی صورت میں اُن کا غماوی، صاوی، حقی کے قول سے قرآن کے مقابلہ میں استدلال کرنا اور ان کو معتبر ماننا کیونکر جائز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ خود مانتے ہیں کہ نصوص قرآنیہ کے عموم کی تخصیص حدیث خبر واحد سے جائز نہیں تو پھر بیجوری اور صاوی کے سو فیصد باطل و مردود اقوال سے کیونکر یہ جائز ہے اب ذیل میں جواب ملاحظہ فرمائیے۔

جواب:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ہمارے اکابرین سے کسی نے بھی قرآنی آیات کی تفسیر میں اور اثبات مدعٰی میں بیجوری۔ عمادی۔ صادی اور حقی کے اقوال کو پیش نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کی عبارات کو بطور تائید پیش کیا ہے۔ اس لیے ان کے اقوال سے نصوص قرآنیہ کے عموم کی تخصیص یا اطلاق کی تقیید کا سوال جاہلانہ ہے جو پہلے کافی تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے رہا یہ کہ جب تابعین و تبع تابعین کی ایسی تفسیر جو روایت سے نہ ہو وہ معتبر نہیں تو پھر اسماعیل حقی یا صاوی وغیرہ کی تفسیریں کیونکر معتبر ہو سکتی ہیں تو اس کے جواب میں گذارش ہے کہ مولوی سرفراز صاحب نے یہ اعتراض کر کے اپنی جہالت کو چار چاند لگائے ہیں۔

کیونکہ جاء الحق میں ص ۱۱ پر مفتی صاحب نے تفسیر قرآن تاویل قرآن تحریف قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ قرآن کی تفسیر اپنے رائے سے حرام ہے بلکہ اس کے لیے نقل ضروری ہے البتہ جائز تاویل اپنے علم و معرفت سے بغیر نقلی ثبوت کے کرنا جائز اور باعث ثواب ہے اور قرآن کی تحریف کفر ہے قرآن کی تفسیر یہ ہے کہ قرآن کریم کے وہ احوال بیان کریں جو عقل سے معلوم نہ ہو سکیں بلکہ ان میں نقل ضروری ہو جیسے آیات کا شانِ نزول یا آیات کا ناسخ و منسوخ ہونا اگر کوئی بغیر نقل کے انکو بتائے تو وہ مجرم ہے یہی مراد ہے:

من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعدہٗ من النار۔

جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل دوم)

اسی میں ہے:

من قال فی القرآن برأیه فاصاب فقد اخطأ۔

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر چہ صحیح کہا پھر بھی غلطی کی ہے۔

یہ روایات تفسیر قرآن سے متعلق ہیں اور تفسیر قرآن کے مرتبے چند ہیں۔ تفسیر بالقرآن یہ سب سے مقدم ہے اس کے بعد تفسیر قرآن بالحدیث پھر تفسیر قرآن باقوال الصحابۃ خصوصاً فقہا صحابہ اور خلفاء راشدین اس کے بعد مرتبہ ہے تفسیر تابعین و تبع تابعین کا یہ اگر روایت

سے ہوگی تو معتبر ورنہ غیر معتبر یہ تفسیر کا آخری درجہ ہے۔

اس کے بعد مفتی صاحب نے جاء الحق میں تاویل قرآن کا ذکر فرمایا ہے کہ تاویل یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کے مضامین اور اس کی باریکیاں بیان کرے اور صرفی ونحوی قواعد سے اس میں طرح طرح سے نکات نکالے یہ اعلیٰ علم کے لیے جائز ہے ان میں نقل کی ضرورت نہیں اور یہ تاویل قرآن وحدیث اور اقوال فقہا سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ کتاب القصاص فصل اول میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول:

ما عندنا الا ما فی القرآن الا فہما یعطی رجل فی کتابہ

کے تحت ملا علی قاری مرقات جلد صفحہ میں فرماتے ہیں کہ: والمراد منہ ما یستنبط بہ المعانی ویدرک بہ الاشارات والعلوم الخفیۃ۔

اس فہم سے مراد وہ علم ہے جس سے قرآن کے معنی نکالے جائیں اور جس سے اشارات معلوم ہوں اور مخفی علوم کا پتہ چلے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآنی معنی میں غور کرنا اور علم وعقل سے کام لینا اس سے مسائل کا استنباط کرنا جائز ہے ہر جگہ اس کے لیے نقل یعنی روایت کی ضرورت نہیں ترمذی شریف جلد دوم کتاب التفسیر کی ابتداء میں حدیث کے جملہ شددا فی ان یفسر القرآن بغیر علم پر مجمع البحار سے حاشیہ میں نقل کیا ہے کہ:

لا یجوز ان یراد ان لا یتکلم احد فی القرآن الا بما سمعہ فان الصحابۃ قد فسروا واختلفوا فیہ علی وجوہ ولیس کل ما قالوہ سمعوہ منہ ولانہ لا یفید حینئذٍ دعاءۃ علیہ السلام اللّٰہم فقہہ فی الدین و علمہٗ التاویل۔

یعنی یہ تو جائز نہیں ہے کہ اس عبارت کی یہ مراد ہو کہ کوئی بھی قرآن میں بغیر سنے ہوئے کچھ کلام نہ کرے کیونکہ صحابہ کرام نے قرآن کی تفسیریں کیں اور آپس میں بہت طرح ان کے مابین اختلاف ہوا اور ان کی ہر بات تو سنی ہوئی نہ تھی۔ نیز پھر حضور علیہ السلام کا یہ دعا فرمانا بے کار ہو جائے گا کہ اے اللہ ان کو دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما دے۔

امام غزالی احیاء العلوم کے آٹھویں باب کی چوتھی فصل میں فرماتے ہیں کہ قرآن کا سمجھنا بغیر نقل کے بھی جائز ہے کیونکہ قرآن کا ایک معنیٰ ظاہر ہے اور ایک باطنی علماء ظاہری معنیٰ کی تحقیق کرتے ہیں اور صوفیاء کرام باطنی معنیٰ کی اسی لیے حضرت علی نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں۔ مفصل بحث احیاء العلوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

الغرض ان عبارات سے ثابت ہو گیا ہے کہ ایک تفسیر قرآن ہے اور ایک تاویل قرآن ہے۔ تفسیر کے لیے نقل ضروری ہے اور تاویل کے لیے ضروری نہیں کہ اُس پر نقل پیش کی جائے۔ صوفی قسم کے مفسرین جو کچھ فرماتے ہیں وہ تاویل ہے۔ اس کی وجہ سے اُن کو ملامت کرنا یا اُن پر اعتراض کرنا یا اُن پر کیچڑ اچھالنا جہالت ہی نہیں۔ بلکہ بد بختی بھی[1] ہے۔ جیسا کہ ازالہ میں جگہ جگہ سرفراز صاحب علامہ عثمادی۔ ہجوری۔ صاوی اور اسماعیل حقی اور صاحب عرائس البیان پر کیچڑ اچھالتے رہے ہیں اور ان حضرات کا تمسخر صادی۔ نیلی پیلی کہہ کر اڑاتے رہے ہیں۔ در حقیقت یہ سرفراز صاحب کی تاویل اور تفسیر کی حیلہ گانہ حیثیت اور ان کے احکام و احوال اور متعلقات سے بے خبری اور لاعلمی کا نتیجہ ہے وہ ان کے مابین فرق کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں نہ معلوم یہ دورۂ قرآن کے دوران طلباء کو کیا پڑھاتے ہوں گے۔ جن کو خود تفسیر اور تاویل کے فرق کا آج تک پتہ نہیں چل سکا اگر سرفراز صاحب مفتی صاحب کی جاء الحق کا ہی بغور مطالعہ کر لیتے تو ایسی جہالت کا شکار نہ ہوتے۔ سچ ہے ؎

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

سرفراز صاحب کی حماقت :

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۳۳ پر مناظر اہلسنت حضرت علامہ مولانا

---

[1] اگر سرفراز صاحب کو اپنی بات پر اصرار ہے تو پھر خاتم النبیین اور موتِ رسول کے جو معانی تحذیر اور آب حیات میں نانوتوی صاحب نے بیان کیے ہیں ان پر کوئی نقل کیا سرفراز صاحب پیش کر سکتے ہیں۔

محمد عمر صاحب اچھروی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ،

"مولوی محمد عمر صاحب سے جب حدیث انک لاتدری الخ کا اور کوئی جواب نہ بن سکا تو بخاری و مسلم کی اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے درپے ہو گئے اور لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے حجت نہیں ہو سکتی۔ شاباش مولوی محمد عمر صاحب الخ"

پھر سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۱۱۴ پر بھی مناظر اسلام پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مولوی محمد عمر صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بخاری کی روایت کو ضعیف کہہ دینا خالہ جی کا گھر نہیں۔ مولوی محمد عمر صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ روایت حضرت عباس سے نہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے مقیاس صفحہ ۴۲۴ میں جہالت کا ثبوت دیا ہے بلکہ یہ روایت عبداللہ بن عباس سے ہے اور یہ روایت بخاری میں تین دفعہ ہی مذکور نہیں بلکہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس سے آٹھ دفعہ مروی ہے الخ۔

یہ بات قابل غور ہے کہ محمد بن یوسف فریابیؒ ثقہ اور ثبت ہیں۔ ہاں سفیان ثوری وغیرہ سے اُن کی روایات میں خطا ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب جلد نمبر ۹ صفحہ ۵۳۷۔

بخاری جلد اول صفحہ ۴۱۰ پر اس حدیث کی سند میں نہ محمد بن یوسف فریابی ہیں اور نہ حدیث ضعیف ہے۔

اور مولوی محمد عمر صاحب کا کمال ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں محمد بن کثیر قرشی الکوفی سے روایت نہیں کی جو متکلم فیہ ہے بلکہ انہوں نے محمد بن کثیر العبدی ابو عبداللہ البصری سے روایت کی ہے جو ثقہ تھے مگر مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی غرض فاسد کے تحت جہالت یا خیانت سے محمد بن کثیر قرشی الکوفی پر جرح سے جرح نقل کرنی شروع کر دی۔

ازالہ کے صفحہ ۴۱۲ کی بحث کا مکمل جواب ان شاء اللہ سرفراز صاحب کی بحث کے جواب میں دیا جائے گا۔ یہاں ہم ان کے اعتراض جو انہوں نے مناظر اسلام پر کیا ہے اس کا جواب بالاختصار پر اکتفا کرتے ہیں۔ سرفراز صاحب کی منقولہ عبارت میں قابل ذکر امور

قابل جواب ایک بات یہ ہے کہ بخاری کی حدیث کو ضعیف قرار دینا خالہ جی کا گھر نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت حضرت عباس سے نہیں بلکہ ابن عباس سے ہے مولوی محمد عمر صاحب نے جہالت سے حضرت عباس کی بنا دی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ بخاری میں یہ تین جگہ نہیں بلکہ آٹھ جگہ صرف ابن عباس سے آتی ہے باقی حضرات سے بھی مروی ہے۔

چوتھی بات یہ کہ محمد بن یوسف فریابی ثقہ اور ثبت ہیں۔ ہاں سفیان ثوری سے روایت کرنے میں خطا کرتے رہے ہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ بخاری جلد اول صفحہ ۴۰ پر اس حدیث کی سند میں محمد بن یوسف فریابی نہیں ہیں۔

چھٹی بات یہ کہ امام بخاری نے بخاری میں محمد بن کثیر قرشی الکوفی سے روایت نہیں کی بلکہ محمد بن کثیر العبدی ابو عبداللہ البصری سے روایت کی ہے جو ثقہ تھے۔ مگر جہالت سے محمد عمر صاحب نے محمد بن کثیر قرشی الکوفی پہ جرح نقل کرنی شروع کر دی ہے۔

اب ان چھ عدد باتوں کے جوابات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں اور سرفراز صاحب کی جہالت کا اندازہ لگائیں۔

جواب امر اول:

قارئین کرام بخاری کی کسی حدیث کو یا روایت کو ضعیف قرار دینا یا مطعون و مجروح قرار دینا نہ کفر ہے نہ ارتداد۔ کیونکہ ان کی روایات قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے۔ جیسا کہ مرقات شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ ۱۷ پہ ملا علی قاری نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال الاکثرون والمحققون صحتهما ظنية لان اخبارهما آحاد وهي لا تفيد الا الظن وان تلقتهما الائمة بالقبول لانهم تلقوا بالقبول ما ظننت صحته من غيرهما ولان يصح الائمة للخبر المستجمع لشروط الصحته انما هو باعتبار الظاهر ولان فيهما نحو ثانى حديث مسند طعن فى صحتها فلم تتق الامته كلها ما فيها بالقبول۔

ترجمہ:۔ اور اکثر محققین فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی حدیثوں کی صحت ظنی ہے کیونکہ ان کی حدیثیں اخبار آحاد ہیں اور اخبار احاد ظن ہی کا فائدہ دیتی ہیں اور اگر یہ ان کی حدیث کو تلقی امت بالقبول حاصل ہے کیونکہ انھوں نے ان کی حدیثوں کو ان کے غیر کے مقابلہ میں جن کی صحت کا گمان کیا گیا ہے اُن کو قبول کیا ہے اور کیونکہ اماموں نے ایسی حدیثوں کو جو جامع شرط صحت ہیں کی تصحیح ظاہر کے اعتبار سے کی ہے اور کیونکہ ان دونوں بخاری و مسلم میں تقریباً دو صد حدیثوں کو مطعون قرار دیا ہے۔ لہٰذا امت نے ان کی تمام احادیث کو قبول نہیں کیا یعنی ساری امت نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے جرح کی ہے اس لیے سب امت کا اتفاق ثابت نہ ہوگا۔

نوٹ:

ہمارا مقصد یہ نہیں اس عبارت کو نقل کرنے سے کہ امام بخاری یا امام مسلم کی تحقیر کی جائے بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ جمہور محققین کے نزدیک ان کی صحت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے اور یہ بتانا ہے کہ ملا علی قاری بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی تقریباً دو صد حدیثوں کی صحت پر طعن اور جرح کی گئی ہے۔ چنانچہ اسید بن زید۔ اسباط ابوالیسع۔ عبدالکریم بن ابی المخارق اشعث بن سوار زمعہ بن صالح۔ محمد بن یزید الرفاعی۔ محمد بن عبدالرحمٰن مولیٰ بنی زہرہ احمد بن یزید الحرانی۔ ابی بن عباس وغیرہ ان میں سے پہلے پانچ کو تقریب میں ضعیف فرمایا اور چھٹے کو لیس بالقوی اور ساتویں کو مجہول اور آٹھویں کے بارے میں لکھا ضعفہ ابوحاتم نادیں کے متعلق فرمایا فیہ ضعف مستفاد از فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ۳۳۷۔

مزید یہ کہ نخبۃ الفکر مع شرح نزہۃ النظر صفحہ ۱۴۳ کے حواشی میں لکھا ہے:

ولان مسلماً اخرج عن بعض الضعفاء ذلك لانه يذكر الحديث اولاً باسانيد ضعيفة ويجعله اصلاً ثم نتبعه باسناد و اسانيد فيها بعض الضعفاء على وجه التأكيد و المبالغة الخ

یہ عبارت بھی صریح ہے کہ بعض ضعیف روا ۃ سے امام مسلم نے حدیث کی تخریج فرمائی ہے الغرض مناظر اسلام کا بخاری کی کسی روایت کو ضعیف قرار دینا کوئی ایسا جرم نہیں جس کی وجہ سے اُن کو ملامت کیا جائے یا کسی فتوے کی زد میں لایا جائے۔

مقدمہ بخاری میں صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ:

قال العینی قد اکثر البخاری من الاحادیث واقوال الصحابۃ وغیرھم بغیر اسناد فان کان بصیغۃ جزم کقال وروی ونحوھما فھو حکم منہ بصحتہ وما کان بصیغۃ التمریض کرُوِیَ ونحوہ فلیس فیہ حکم بصحتہ الخ۔

جواب امر ثانی:

اس کا جواب یہ ہے کہ مناظر اسلام نے مقیاس کے صفحہ ۴۲۳ اور ۴۲۴ پر جو عربی عبارت بخاری ج ۱ ص ۴۰۹ صفحہ ۴۳۷ جلد دوم صفحہ ۶۶۵ سے نقل کی ہے تینوں جگہ عن ابن عباس نقل کیا ہے۔ ایک جگہ بھی عن عباس نقل نہیں کیا البتہ اردو ترجمہ میں حضرت عباس لکھا گیا ہے جس کو بنیاد بنا کر سرفراز صاحب نے اعتراض کر دیا ہے۔ حالانکہ ایسے مواقع میں اہل علم عموماً اس کو کاتب کی کتابت کی غلطی قرار دیتے ہیں اور اعتراض برائے اعتراض سے اجتناب فرماتے ہیں اور قرین قیاس یہاں بھی یہی ہے کہ یہ غلطی مصنف کی نہیں کتابت کی ہے اگر ایسی چیز کو اعتراض کی بنیاد بنانا درست ہے تو پھر یہ اعتراض خود جناب سرفراز پر بھی وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے بھی ازالتہ کے صفحہ ۴۱۱ پر لکھا ہے کہ بخاری جلد ایک صفحہ فلاں وفلاں وغیرہ ملاحظہ کریں کہ نہ اُن میں (مذکورہ صفحات میں) محمد یوسف فریابی ہیں۔ نہ حدیث ضعیف ہے اور خود ہی چار سطر پہلے اسی صفحہ ۴۱۱ پر محمد بن یوسف لکھتے ہیں یعنی محمد بن یوسف کو محمد یوسف بنا دیا ہے۔ کیا اس کو سرفراز صاحب آپ کی جہالت قرار دیا جائے تو آپ کو اس پر اعتراض تو نہ ہوگا اپنی کتاب ازالہ کے صفحہ ۴۱۱ کی ان سطور کو بار بار غور سے پڑھیں اور ہماری گرفت کی داد دیں کیونکہ بفضلہ تعالیٰ ہم نے آپ سے ادھار نہیں کیا بلکہ سودا نقد و نقد کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے عقل کا ماتم بھی کیجئے پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ مقیاس کے ترجمہ میں جس طرح لفظ ابن کتابت کی غلطی سے رہ گیا تھا۔

بالکل اسی طرح ازالہ کے صفحہ ۱۸۱ پر بھی لفظ ابن ہی ترک ہوا ہے یعنی غلطی ایک ہی نوعیت کی ہے اس لیے ہم صرف اتنا کہیں گے کہ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا!

امر ثالث کا جواب:

یہ ہے کہ عدد معین و مخصوص کا ذکر عدد زائد کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ علامہ قسطلانی شارح بخاری ارشاد الساری شرح بخاری سورہ رعد کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ذکر خمساً وان کان الغیب لا یتناھی لان العدد ولا ینفی الزیادۃ الخ

یعنی پانچ کا ذکر آیت کریمہ میں کیا گیا ہے اگرچہ غیب کے علوم غیر متناہی ہیں اس لیے کہ عدد اپنے سے زائد کی نفی نہیں کرتا اس لیے تین جگہوں کا ذکر کرنا زائد جگہوں کے منافی نہیں ہے یا زائد کی نفی نہیں کرتا اس لیے سرفراز صاحب کو اعتراض برائے اعتراض سے کیا حاصل ہوا ہے یہ تو جہالت کا پتہ دیتا ہے۔

امر رابع کا جواب:

یہ ہے کہ سرفراز صاحب نے ازالہ کے صفحہ ۱۸۱ پر خود تسلیم کیا ہے کہ جب محمد بن یوسف فریابی سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں تو ان سے روایت کرنے میں خطا کرتے رہتے ہیں یا ہو جاتی رہی ہے اور مناظر اسلام مولانا محمد عمر صاحب مرحوم بھی مقیاس کے صفحہ ۴۴۲ پر یہی لکھتے ہیں بحوالہ میزان الاعتدال جلد سوم صفحہ ۱۵۱ اور تہذیب التہذیب جلد نہم صفحہ ۵۳۷ جو بات مناظر اسلام نے فرمائی ہے بعینہٖ وہی بات سرفراز صاحب نے خود تسلیم کر کے تحریر کر دی ہے۔ مزہ تو تب تھا کہ سرفراز صاحب ہمت کر کے مناظر اسلام کی بات کو جھوٹ اور غلط ثابت کرتے بجائے غلط ثابت کرنے کے وہ خود ہی تصدیق کر رہے ہیں۔ سچ ہے جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

سرفراز صاحب ازالہ صفحہ ۱۸۱ پر لکھتے ہیں کہ بخاری جلد اول صفحہ ۱۹۰ پر بھی (دیگر صفحات کی طرح) محمد یوسف فریابی (اصل میں محمد بن یوسف ہے) موجود نہیں ہیں۔

قارئین کرام بخاری شریف جلد اول کے صفحہ ۴۹۰ پر محمد بن یوسف بالکل موجود ہے نہ معلوم سرفراز صاحب کو کیوں نظر نہیں آیا سرفراز صاحب ذرا آنکھوں سے بغض رسول کی پٹی یا عینک اتار کر صفحہ مذکورہ کو پھر ایک بار پڑھیں تاکہ آپ کو محمد بن یوسف فریابی نظر آئیں۔

رہا یہ کہ محمد بن یوسف ثقہ اور ثبت ہے تو گذارش ہے کہ میزان الاعتدال جلد رابع صفحہ ۷۲ پر لکھا ہے:

وقال العجلی اخطأ الفریابی فی مائتہ وخمسین حدیثا۔

یعنی امام عجلی فرماتے ہیں کہ فریابی نے ایک سو پچاس حدیثوں میں خطا کی ہے بے شک بعض نے ان کی توثیق بھی فرمائی ہے۔ مگر اصول حدیث کی کتابوں میں بلکہ اصول فقہ کی کتابوں میں بھی یہ قاعدہ لکھا ہے کہ الجرح مقدم علی التعدیل ملاحظہ ہو نخبۃ الفکر[1] حسامی ص۸۱ توضیح تلویح ص نامی شرح حسامی ص ۱۶۱۔

بلکہ خود مولوی سرفراز صاحب اپنی کتاب سماع موتی صفحہ ۲۱۰ پر شرح نخبۃ الفکر ص۱۱۱ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

والجرح مقدم علی التعدیل الخ

امام عجلی کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اسباب جرح کے عارف نہیں ہیں یقیناً وہ اسباب جرح کے عارف ہیں اور بہت بڑے امام ہیں۔

پانچویں بات کا جواب بھی اسی میں آ چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قارئین کرام امر سادس کا جواب یہ ہے کہ اولاً مولوی سرفراز صاحب پر لازم تھا کہ وہ کسی کتاب کے حوالے سے ثابت کرتے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں محمد بن کثیر قرشی الکوفی سے (جو متکلم فیہ ہے) روایت نہیں کی بلکہ انہوں نے محمد بن کثیر عبدی ابو عبداللہ البصری سے روایت کی ہے جو ثقہ ہیں کیونکہ بخاری جلد اول صفحہ ۴۷۳ پر صرف محمد بن کثیر لکھا ہے اس کے ساتھ نہ تو ابو عبداللہ لکھا ہے اور نہ ہی قرشی الکوفی ہے اور نہ ہی عبدی بصری ہے

---

[1] تقریب التہذیب ص۳۲۴ پر لکھا ہے محمد بن یوسف خطأ فی شیٔ من حدیث سفیان

ہے مگر سرفراز صاحب کا دعویٰ ہے کہ یہ محمد بن کثیر (جو) ابو عبد اللہ بصری ہے تو پھر اس دعویٰ کو ثبوت کے لیے کسی مستند و معتبر کتاب کا حوالہ ضروری ہے بلا ثبوت یہ دعویٰ کیونکر مسموع و مقبول ہو سکتا ہے۔ سرفراز صاحب سمجھے تھے کہ کون اتنی تحقیق کرے گا۔ چلو دعویٰ ہی کرنا ہے کر دو یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں لوہے کے چنے چبائے جاتے ہیں۔

ثانیاً اگر بالفرض یہ ثابت بھی ہو جائے کہ امام بخاری نے محمد بن کثیر قرشی الکوفی سے روایت نہیں کی بلکہ محمد بن کثیر عبدی ابو عبد اللہ البصری سے کی ہے تو پھر بھی سرفراز صاحب کے مقدر میں شکست لکھی جا چکی ہے۔ کیونکہ میزان الاعتدال جلد رابع صفحہ نمبر ۱۸ پر لکھا ہے۔ محمد بن کثیر العبدی البصری کے متعلق کہ احمد بن ابی خیثمہ نے کہا کہ ہمیں امام ابن معین نے فرمایا ہے کہ محمد بن کثیر عبدی بصری سے حدیثیں نہ لکھو کیونکہ وہ ثقہ نہ تھے ملاحظہ ہو عبارت:

وروی احمد بن خیثمۃ، قال لنا ابن معین لا تکتبوا عنہ لم یکن ثقۃ۔

اگر بعض نے ان کی توثیق کی ہے تو پھر بھی بات نہیں بنتی کیونکہ الجرح مقدم علی التعدیل کے مطابق جارح کے قول کو ترجیح دینا ہو گی۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے باحوالہ اگر امام بخاری نے روایت محمد بن کثیر قرشی الکوفی سے کی ہے تو وہ بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے متعلق بخاری فرماتے ہیں

کوفی منکر الحدیث وضعفہ ابن معین۔

اور اگر روایت محمد بن کثیر عبدی البصری سے کی ہے تو وہ بھی ضعیف ہے جیسے باحوالہ مذکور ہو چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا سوال مبنی بر جہالت ہے۔

یہ کاوشیں ہے سبب کیسی گذرتی کی کچھ انتہا بھی۔

حضرت مجدد کی عبارات کا جواب :

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴ پر حضرت مجدد الف ثانی کی تین عبارات نقل کرتا ہے کہ۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں :

عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست ہمیں بس است کہ ما ایشاں را معذور داریم و ملامت نہ کنیم و امر ایشاں را بحق سبحانہ و تعالیٰ مفوض داریم ایں جا قول امام ابی حنیفہ، و امام ابی یوسف و امام محمد معتبر است نہ عمل ابو بکر شبلی و ابو حسن نوری مکتوبات مکتوب نمبر ۲۶۶ دفتر اول صفحہ ۳۵۴۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :

کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم درکار است نہ کلام محی الدین اکبر بن عربی و صدر الدین قونوی و عبد الرزاق کاشی ما را بنص کار است نہ بفص فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ اند۔ مکتوبات نمبر ۱۰۰

مزید فرماتے ہیں :

تبرہات صوفیہ مغترن نہ گردی

ازالہ کے صفحہ ۲۴۴ پر لکھتے ہیں سرفراز صاحب کے علامہ محمد طاہر الحنفی فرماتے ہیں :

النصوص علی ظواهرها والعدول عنها الی معاذ باطن الحاد۔

مجمع البحار جلد سوم صفحہ ۵۳۰

پھر فرماتے ہیں : واما کلام النصوص فلیس بتفسیر وتفسیر ابی عبد الرحمٰن السلمی ان کان قد اعتقد انه تفسیر فقد کفر۔

مجمع البحار جلد سوم صفحہ ۵۱۰

علامہ ذہبی تذکرہ جلد سوم صفحہ ۲۴۴ پر ابو عبد الرحمٰن السلمی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں :

الف حقائق التفسیر فاتی فیه بمصائب وتاویل الباطنیة نسأل الله العافیة۔

یعنی مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ:

کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے میں صوفیاء کرام کا عمل سند نہیں ہمارے لیے اتنا کافی ہے کہ ہم ان کو معذور جان کر ملامت نہ کریں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں یہاں (حلت وحرمت میں) تو امام ابوحنیفہ امام ابویوسف امام محمد کا قول معتبر ہے۔ ابوبکر شبلی اور ابوالحسن نوری کا عمل معتبر نہیں ہے الخ

اس عبارت فارسی میں جوازالہ کے صفحہ ۳۴۲ پر نقل کی گئی ہے۔ ہمیں بس تیست لکھا ہے معلوم نہیں یہ کاتب کی غلطی ہے یا سرفراز صاحب کی بد دیانتی ہے ہم اس کی نسبت کاتب کی طرف قطعاً کر دیتے مگر ان صفحات میں سرفراز صاحب نے تین عبارات مجدد صاحب کی نقل کی ہیں اور ترجمہ صرف دو کا کیا ہے اور اس پہلی عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔ ہمیں شک ہے کہ شاید انہوں نے عمداً ایسا کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

دوسری عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام درکار ہے نہ کہ ابن عربی قونوی کاشی کا ہمیں نص قرآنی درکار ہے۔ ابن عربی کی فصوص الحکم کی ضرورت نہیں اور حضور علیہ السلام کی روشن حدیثوں نے ابن عربی کی فتوحات مکیہ نامی کتاب سے بے نیاز کر دیا ہے۔

علامہ محمد طاہر حنفی کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ:

افسوس کو ظاہر پر حمل کیا جائے گا اور ظاہر کو چھوڑ کر باطنی معانی کی طرف جانا الحاد اور بے دینی ہے۔

مجمع کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

کہ بہر حال صوفی کا کلام تفسیر نہیں اور ابو عبدالرحمن السلمی کی تفسیر کو جس نے تفسیر اعتقاد کیا وہ کافر ہوگا۔

تذکرہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ:

انہوں نے تفسیر میں چند حقائق لکھے ہیں اور اس میں چند مصائب کو لائے ہیں

اور باطنی تاویل بیان کی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔"

ان عبارات اور ان کے تراجم کے بعد سرفراز صاحب صفحہ ۲۴۳ پر فرماتے ہیں کہ مُسَلّم اور مستند حضرات محدثین کرام کا صوفیوں کی تفسیر کے متعلق نظریہ تو یہ ہے مگر فریق مخالف ان کی بے سروپا تفسیروں کو قرآن کی نصوص قطعیہ و احادیث متواترہ کے مقابلہ میں لاکر ان کو رد کرتا ہے۔ اسی طرح شیخ محقق کی اخبار الاخیار سے بھی یہ ہی حوالہ نقل کرتا ہے۔ بلکہ چراغ دہلوی کا ایک حوالہ بھی نقل کیا ہے۔ اب ذیل میں ان کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

جواب:

بفضلہ تعالیٰ یہ عبارات علماء حق اہلسنت حنفی بریلوی کے ہرگز خلاف نہیں بلکہ خود سرفراز صاحب کے اور ان کے فرقہ ضالہ دلیہ بندیہ کے خلاف ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مجدد صاحب پہلی عبارت میں فرماتے ہیں کہ حلت و حرمت کے بارے میں صوفیوں کا عمل سند نہیں ہے ائمہ ثلاثہ کے اقوال معتبر ہیں۔

ہمارے اکابرین میں سے کسی نے آج تک اس حقیقت کا انکار نہیں فرمایا نہ ایسا ہو گا۔ اسی عبارت میں یہ بھی ہے کہ مجدد صاحب فرماتے ہیں ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ ہم انہیں معذور جانیں کہ ان کو ملامت نہ کریں یعنی ان پر طعنہ زنی اور اعتراض نہ کریں بلکہ ان کے معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔ مگر سرفراز صاحب کی تحریرات گواہ ہیں کہ وہ صوفیاء کرام پر ہر رنگ سے ہر وقت حملے کرنے سے کبھی باز نہیں آتے گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ علامہ شامی علامہ صاوی علامہ اسماعیل حقی وغیرہ کے ساتھ تمسخر اڑاتے ہوئے ان کو متعصوبین و متصوفین قرار دیتے رہے ہیں بلکہ علامہ صاوی پر شیعہ ہونے کا بہتان تک لگایا ہے اور بعض جگہ تیلی ہیلی ساوی کہہ کر مذاق اڑایا ہے۔ کیا یہ مجدد صاحب کے فرمان کے مطابق ہے اور کیا یہ عبارت سرفراز صاحب کے خلاف نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔

مجدد صاحب کی دوسری عبارت بھی حلت و حرمت سے متعلق ہے۔ سماع غیبت سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی غیر مقلد سرفراز صاحب کے مقابلہ میں یہی

عبارت نقل کر کے کہے کہ مجدد صاحب تو صرف قرآن و حدیث کو حجت مانتے ہیں۔ اماموں اور بزرگوں کے اقوال نہیں مانتے۔ فما هو ابکم فهو جوابنا۔

قارئین کرام علامہ محمد طاہر حنفی کی مجمع کی عبارت جو سرفراز صاحب نے نقل کی ہے وہ بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق احکام سے ہے اگر اس عبارت کو مطلق رکھا جائے تو پھر یہ خود سرفراز صاحب کے خلاف ہے بلکہ ان کے اپنے اکابر کی بیخ کنی کرتی ہے۔

کیونکہ ان کے اکابرین میں بعض سید الاکابرین ایسے ہیں جنہوں نے نصوص کے ظواہر سے عدول کیا ظاہری معانی کو چھوڑا بلکہ ظاہری معنی کو خیال عوام بتایا ہے۔ چنانچہ مولوی قاسم نانوتوی بانی دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کو عوام کا خیال بنا کر افضل نبی اور نبی بالذات کرتے ہیں۔ اب مولوی سرفراز صاحب بھی ذرا بتائیں کہ خاتم کا معنی اس آیت میں نبی بالذات یا افضل نبی ظاہری معنیٰ ہے یا باطنی اگر ظاہری معنی ہے تو پھر یہ معتبر و مستند مفسرین اہلسنت کی کسی تفسیر میں کیوں نہیں ہے کسی تفسیر بلکہ کسی کتاب میں نہ ہونے کی دلیل نانوتوی صاحب کا اپنا قول ہے کہ:

گاہ باشد کہ کودکے ناداں
بغلط بر ہدف زند تیرے

اگر یہ باطنی معنیٰ ہے تو پھر بتلائیے بقول علامہ محمد طاہر حنفی کے نانوتوی صاحب نے یہ باطنی معنی اختیار کر کے الحاد و بے دینی اپنائی ہے اور کیا بانی دیوبند کو وہ باطنی معنیٰ کی بنیاد پر ملحد اور بے دین اگر قرار دیا جائے تو آپ کو اعتراض تو نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ نے ازالہ کے صفحہ ۲۳۴ پر یہ عبارت خود نقل کی ہے:

النصوص علی ظواهرها والعدول عنها الی معان باطن الحاد

بالیوں سرفراز صاحب سے پوچھیئے کہ خاتم کا معنیٰ نبی بالذات یا افضل نبی جو نانوتوی صاحب نے بنایا ہے اور جس کو مرزائی بھی اپنے حق میں پیش کرتے رہتے ہیں اور اپنی اس کو دلیل بناتے ہیں اہل اسلام کے مقابلہ میں کیا یہ معنیٰ ظاہری ہے یا وہ جو جمہور مفسرین کرام

نے بیان فرمایا ہے اگر بانی دیوبند کا بیان کردہ معنیٰ ظاہری ہو تو پھر جمہور مفسرین بلکہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین بلکہ خود بانی دیوبند کے سوا جمیع دیوبندی اکابرین بلکہ خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ معنی خاتم النبیین (آخر النبیین) باطنی معنی قرار پائے گا بنا بریں علامہ طاہر کا فتویٰ مذکورہ ان سب حضرات پر عائد ہو گا اور یہ سب حضرات اس کی زد میں آئیں گے معاذ اللہ تعالیٰ۔

اگر بانی دیوبند کے بیان کردہ معنیٰ کو باطنی اور جمہور مفسرین صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور بانی دیوبند کے ماسوا دیوبندی اکابرین کے بتائے ہوئے معنیٰ کو (جو متواتر ہے) ظاہر معنی قرار دیں تو پھر بھی یہ نقل کردہ عبارت مجمع سرفراز صاحب کے حلق میں ہڈی بن کر پھنسی رہے گی۔

کیوں جناب اب بھی آپ کو اس بات کا یقین آیا کہ نہیں کہ علامہ طاہر کی عبارت جو آپ نے ازالہ کے صفحہ ۴۲۳ پر نقل کی ہے وہ آپ کے اور آپ کے اکابر کے خلاف ہے اور ان کی تردید کے لیے کافی ہے۔

نیز سرفراز صاحب ذرا یہ بھی بتاتے جائیے کہ قرآن کی بعض آیات کے ظواہر کو جن حضرات نے چھوڑ کر کوئی اور تاویل کی ہے مثلاً جنہوں نے ید اللہ اور وجہ اللہ وغیرہ کی تاویل قدرت اللہ سے کی ہے کیا وہ بے دین تھے اور کیا وہ حضرات آپ کی اس عبارت کی زد میں نہیں آتے یقیناً آتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس عبارت کو اطلاق پر نہ رکھا جائے ورنہ مذکورہ خرابیاں لازم آئیں گی۔ نعوذ باللہ۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

پھوکا فائر:

اب رہا علامہ محمد طاہر حنفی کا صوفی کی تفسیر کے متعلق کہ صوفی کی تفسیر تفسیر نہیں اور اس کو تفسیر اعتقاد کرنے سے کفر ہو گا تو اس کا مطلب سمجھنے میں سرفراز صاحب نے ٹھوکر کھائی

ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ تفسیر قرآن اور چیز ہے اور تاویل قرآن شئی آخر ہے تفسیر کے لیے نقل ضروری ہے یعنی حدیث یا قول صحابی بلکہ اگر تابعی تفسیر کرے تو اس پر بھی لازم ہے کہ وہ نقل پیش کرے مگر تاویل قرآن پر نقل لانا ضروری نہیں کیونکہ وہ چند محملات میں سے ایک معنیٰ کو ترجیح دینے کا نام ہے۔ جیسے اصول شاشی میں ہے:

ثم اذا ترجح بعض وجوہ المشترک بغالب الرائی یصیر مؤولاً ۔ اھ و نامی ع ۲

اور نامی شرح حسامی میں صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے:

ای الظن الغالب سواء فصل بخبر الواحد او القیاس او بغیرہ کالتامل فی نفس الصیغۃ او فی السیاق الخ

نامی کی عبارت سے واضح ہے کہ تاویل خبر واحد اور قیاس کے بغیر صرف صیغہ یا سباق میں تاویل اور غور کرنے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اس لیے اس پر نقل کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا لیکن تفسیر قرآن پر نقل کا لانا ضروری ہے۔ تفسیر محض رائے سے کرنا حرام ہے۔ تفسیر یہ ہے کہ آیت کا شان نزول اور ناسخ و منسوخ ہونا بیان کرے یا دیگر ایسے احوال جو محض عقل سے معلوم نہیں ہو سکتے اور علامہ محمد طاہر نے یہ نہیں فرمایا کہ صوفی جو تفسیر بیان کرے وہ تفسیر نہیں یا اس کو ماننا کفر ہے بلکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ صوفی کا کلام تفسیر قرآن نہیں ہو سکتا۔ یعنی صوفی جو کلام کرے بغیر نقل کے تو وہ تفسیر نہیں بلکہ اس کو تفسیر قرآن اعتقاد کرنا کفر ہے۔ عبارت میں ہمارے مدعا پر یہ کلمات جملہ دلالت کرتے ہیں کہ اما کلام الصوفی فلیس بتفسیر یعنی صوفی کا ایسا کلام جو نقل کے بغیر کرتا ہے وہ تفسیر نہیں ہے یعنی اس کو تاویل قرار دیا جا سکتا ہے مگر تفسیر نہیں۔

علامہ ذہبی کی عبارت بھی خود سرفراز صاحب کے خلاف ہے کیونکہ ایک تو وہ فرماتے ہیں الف حقائق التفسیر اور سرفراز صاحب خود ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے تفسیر میں چند حقائق لکھے ہیں۔ جب تفسیر میں چند حقائق کا بیان ہے معلوم ہوا کہ علامہ ذہبی تسلیم کرتے ہیں کہ صوفیوں کی تفاسیر میں حقائق ہوتے ہیں۔ اصلاً اور کلاً ان کو بھی کیوں کر رد کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا یہ کہ علامہ ذہبی فرماتے ہیں انہوں نے باطنی تاویلیں بیان کی ہیں۔ سرفراز صاحب اگر باطنی تاویلات بیان کرنے سے ساری کتاب ہی غیر معتبر اور نا قابل اعتماد ہو جاتی ہے تو پھر بانی دیوبند کی تحذیر الناس اور آب حیات کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ جن میں خاتم کا معنی نبی بالذات اور موت رسول کا معنی استتار روح زیر پردہ بتایا گیا ہے۔ کیا یہ تاویلات باطلیہ نہیں ہیں کیا ان معانی کے ثبوت من الرسول ومن الصحابہ پر کوئی نقل پیش کر سکتے ہیں

الغرض کسی کتاب میں تاویلات کا پایا جانا اس کو کلی طور پر غیر معتبر اور نا قابل قبول نہیں بناتا۔ خواجہ نصیر الدین دہلوی اور شیخ محقق کے حوالوں کا جواب بھی ان صفحات میں آچکا ہے غور سے پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات اُن کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات اُن کی

شیخ کی عبارت کا جواب:

قارئین کرام گکھڑوی سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۳۵ پر لکھتے ہیں کہ اخبار الاخیار صفحہ ۹۳ پر شیخ محقق فرماتے ہیں کہ:

مشرب پیر حجت نیست دلیل از کتاب وسنت می باید

اس کے بعد سرفراز صاحب ایک شعر نقل کرتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ کسی پیر کا قول فعل حجت نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کا قول وفعل حجت ہے۔ مگر سرفراز صاحب نے یہ نہیں سوچا کہ ان عبارات وغیرہ سے صرف صوفی اور پیر کے قول وفعل کے حجت ہونے کی ہی نفی نہیں ہوتی بلکہ ساتھ ساتھ اجماع اور قیاس کے حجت ہونے کی نفی بھی متصور ہوتی ہے۔ کیونکہ کتاب وسنت اور قول وفعل رسول میں مذکور ہے اجماع امت اور قیاس کا ذکر نہیں ہے اور سرفراز صاحب عدم ذکر کو نفی کی دلیل بنا چکے ہیں۔ جس کا جواب اسی کتاب میں دیا جا چکا ہے۔ حالانکہ اصول فقہ کی تقریباً ہر کتاب میں یہ موجود ہے کہ ادلہ شرعیہ دو

نہیں بلکہ چار ہیں۔ اگر سرفراز صاحب سے غیر مقلد یہی عبارات نقل کر کے سوال کرے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تو حجت اس عبارت میں صرف کتاب و سنت کو قرار دیتے ہیں، اجماع اور قیاس کو حجت نہیں مانتے تو آپ کیا جواب دیں گے جو جواب وہاں آپ دیں گے اسی نوعیت کا جواب ہماری طرف سے آپ خود تصور کر لیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

اس کے بعد سرفراز صاحب اسی صفحہ ۲۳۵ پر اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت کی احکام شریعت حصہ اوّل صفحہ ۲۶ کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں کہ:

خاں صاحب بریلوی عرسوں میں قوالوں کے ڈھول سارنگی باجے اور بانسری وغیرہ کے شرعاً ممنوع ہونے پر بحث کرتے ہوئے بخاری جلد دوم صفحہ ۸۳۷ کی ایک حدیث شریف نقل کر کے آگے لکھتے ہیں کہ بعض جہاں بدمست یا یعنی ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادہ مست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابلہ بعض ضعیف یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی صاحب العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے کاش الخ۔

س کے بعد سرفراز صاحب لکھتے ہیں اعتراض کرتے ہوئے کہ:

ہماری طرف سے خود خاں صاحب اور ان کی روحانی ذریت کو ہر ایسے مقام پر یہی جواب کافی ہے جہاں وہ نصوص قطعیہ احادیث صحیحہ و صریحہ اور محکمات کے مقابلہ میں قصے اور کہانیاں اور ضعیف حدیثیں اور بعض صوفیوں اور بزرگوں کی محتمل اور مجمل عبارات اور غیر مستند اور بے سروپا حوالے پیش کیا کرتے ہیں اور دلیل محرم کو چھوڑ کر مبیح کے چور دروازے سے دین کی مضبوط اور محفوظ عمارت میں داخل ہو کر اپنے باطل عقائد اور بدعات کو جواز اور حق ہونے پر اصل حق کے دلائل اور الزامات کے ٹالنے کی بے جا کوشش کیا کرتے ہیں۔

جواب:

قارئین کرام اعلیٰ حضرت نے مذکورہ عبارت میں جو اصول بیان فرمائے ہیں وہ بالکل حق اور درست ہیں مگر سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ وہ خود اپنے بیان کردہ اصولوں کے خلاف کرتے ہیں بالکل جھوٹ اور غلط ہے۔ اعلیٰ حضرت یا آپ کے ماننے والے کہیں بھی نصوص قطعیہ احادیث صحیح کے مقابلہ میں ضعیف یا ظنیات سے استدلال نہیں کرتے محکمات کے مقابلہ میں ہمارے اکابر نے کہیں بھی قصوں اور کہانیوں سے استدلال نہیں کیا۔ صوفیوں کی محتمل مجمل عبارات اور غیر مستند حوالے نہیں پیش کیے۔ یہ سرفراز صاحب کا جھوٹ اور معاندانہ پروپیگنڈہ ہے اور جھوٹے پروپیگنڈے کرنے میں ان کی جماعت یا فرقہ دیوبندیہ کو یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ جس کا مقابلہ مشکل ہے۔ علم غیب سے یہ عبارت متعلق نہیں یہ تو احکام سے متعلق تھی۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ہمارے اکابر کا استدلال کتاب و سنت سے ہے مسئلہ مذکورہ کے بارے میں مگر بعض بزرگوں کے اقوال بطور تائید پیش کیے گئے ہیں اور ایسا کرنا سرفراز صاحب کے ہاں مسلّم ہے بلکہ ان کا معمول ہے جیسا کہ ان کی کتابوں کے مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں۔ چنانچہ سماع موتیٰ نامی کتاب میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی صاحب۔ اشرف علی تھانوی صاحب۔ اسماعیل دہلوی صاحب۔ انور شاہ کشمیری صاحب۔ شاہ محمد اسحٰق صاحب۔ نانوتوی صاحب۔ شبیر احمد عثمانی صاحب وغیرہ کی عبارات اور ان کے اقوال ان کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک ان کی عبارات یا اقوال شرعیہ حجت ہیں۔ کتاب و سنت کی طرح یا صرف اپنی تائید میں نقل کرتے ہیں اگر ان کی عبارات تائید میں نقل کر سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اور کوئی اپنے اکابر کی عبارات و اقوال کو اپنی تائید میں پیش نہیں کر سکتا۔

سرفراز صاحب آپ کا یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے غیر مقلدین و وہابیہ ائمہ احناف پر عموماً اور امام اعظم رح پر خصوصاً اعتراض کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ امام صاحب فرماتے ہیں قول و فعل رسول ﷺ اور قول و فعل صحابہ کے مقابلہ میں میرا قول و فعل رد کر دو مگر خود اقوال و افعال صحابہ کے مقابلہ میں اپنے اجتہاد و قیاس کو ترجیح دیتے ہیں اور احادیث کو

قیاس سے رد کرتے جاتے ہیں اور اس کی وہ بزعم خویش متعدد مثالیں بھی دیتے ہیں جو اہل علم سے مخفی نہیں۔ جس طرح ان کا یہ اعتراض باطل و مردود ہے اسی طرح آپ کا مذکورہ اعتراض اعلیٰ حضرت پر اور دیگر اہل حق پہ باطل و مردود ہے اور شیطانی کارستانی ہے اور و تشابھت قلوبھم کا مصداق ہے۔

باقی سید برکات احمد صاحب ٹونکی کی جو عبارت صفحہ ۲۳۶ پر سرفراز صاحب نے نقل کی ہے فصل الخطاب سے تو وہ عبارت بھی ہمارے لیے کوئی حجت نہیں ہے وہ ہمارے مسلمہ اکابرین میں سے نہیں ہیں اگر ہوں بھی تو پھر نصوص قرآنیہ و احادیث نبویہ کے مقابلہ میں ان کا انکار کوئی اہمیت نہیں رکھتا جیسا کہ اُن کو خود یہ بات مسلم ہے جو عبارت سے ظاہر ہے۔

رہا اعلیٰ حضرت عبارت (انباء الوہابیین صفحہ ۳۲) سے پیش کر کے یہ کہنا کہ اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر کسی بزرگ یا صوفی اور مولوی کے کسی قول سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا علم حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ اور رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ ان امور کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کو حاصل نہیں تو فریق مخالف انصاف سے بتائے کہ کس کے قول و ارشاد کو تسلیم کرتا ہوگا۔ احمد بن صاوی یہ کہتے ہوں کہ ان پانچ اشیاء کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا مگر چھپانے کی تاکید تھی اور خود سرکار احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ مجھے ان پانچ کا علم عطا ہی نہیں ہوا اور یہ دونوں حکم حالت پر وارد ہیں جب تو تمہارا امتحان ہے کہ احمد بن صاوی کی بات جانیں اور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ کا ارشاد نہ مانیں۔ الخ۔

قارئین کرام سرفراز صاحب کو اپنے فرقہ حنابلہ کی طرح جھوٹ بولنے اور اتہام تراشی میں جو ید طولیٰ حاصل ہے اس کی نظیر نہیں ملتی وہ اپنی مثال آپ ہیں کون حضور علیہ السلام کے ارشاد پر احمد بن صاوی کے قول کو ترجیح دیتا ہے اور کس نے حضور علیہ السلام کے فرمان کو صاوی کے قول کے مقابلہ میں رد کیا ہے۔ یہ بہتان تراشی ایسی ہی ہے جیسی غیر مقلدین امام صاحب کے متعلق کرتے رہتے ہیں۔ ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ مجھے

ان امور خمسہ کا علم نہیں دیا گیا عطاء کی نفی آپ نے ہرگز نہیں فرمائی کسی حدیث میں عطاء ہونے یا عطاء کرنے کی نفی نہیں ہے۔ بالفرض اگر ہو تو اس کی تاریخ بتانا ہو گی کہ یہ فرمانا حضور کا نزول قرآن کی تکمیل سے قبل ہے یا بعد کا ہے اگر قبل کا ہو تو ہمارے خلاف نہیں اگر بعد کا ہو تو یہ خبر واحد قرآن کے مقابلہ میں ناقابل قبول ہو گی مزید یہ کی بعدیت کی تاریخ پر معتبر حوالہ دینا ہوگا۔ بغیر معتبر حوالہ کے بات قبول نہ کی جائے گی۔ ایسی روایات کے جوابات ماقبل میں دیے جا چکے ہیں۔

یہ سب سوچ کر دل لگایا ہو
نئی بات کیا آپ فرما رہے ہیں

قیامت کا علم اور فریق مخالف کے دلائل:

اس عنوان میں سرفراز صاحب صفحہ ۲۲۳ پر مولانا محمد عمر صاحب مرحوم کی پیش کردہ حدیث (مستدرک جلد ۴ صفحہ ۵۶۷) کے خلاف تنقید بناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب کا اس روایت سے استدلال باطل و مردود ہے۔ اس لیے کہ اس کی سند میں الحسن البصری المتوفی سنہ ۱۱۰ھ) عن عمران بن حصین ہے امام ابو حاتم، یحیٰی بن سعید القطان، علی بن مدینی، اور ابن معین وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حسن کی حضرت عمران سے سماعت ثابت نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ

کان یرسل کثیراً و یدلس۔ تقریب صفحہ ۷۴۔

اور علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ

وھو مدلس فلا یحتج بقولہ عن من لم یدرکہ

یعنی وہ بہت دفعہ ارسال اور تدلیس کرتے ہیں اس لیے ان کے قول کو حجت نہیں بنا سکتے جب ایسے شخص سے روایت کریں جس سے ملاقات نہیں ہوتی۔ جب اس کی سماعت ہی صحیح نہیں اور ارسال و تدلیس کا سنگین الزام بھی ان پر عائد کیا گیا ہے تو اصول حدیث کی رو سے یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ اور اس سے احتجاج کیونکر جائز ہو گا۔

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے دو باتیں کہی ہیں۔

۱۔ یہ کہ اس حدیث کی سند میں حسن بصری ہیں جو عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں لیکن چند ائمہ جرح و تعدیل نے صراحتہً کہا ہے کہ ان کی اُن سے سماعت ثابت نہیں۔

۲۔ یہ کہ یہ ارسال اور تدلیس کے سنگین جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ روایت قابل استدلال نہیں۔

جواب نمبر ۱:

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ شیخ محقق دہلوی مقدمہ مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۴ پر فرماتے ہیں:

وذهب الجمهور الى قبول تدليس من عرف انه لا يدلس الا عن ثقته كابن عيينة والى رد من كان يدلس عن الضعفاء وغيرهم حتى ينص على سماعه بقوله سمعت او حدثنا او اخبرنا الخ

یعنی جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مدلس کی روایت کو علی الاطلاق رد نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ وہ تدلیس ثقہ سے کرتا ہے یا ضعفاء اور ثقہ دونوں سے اگر وہ ثقہ سے تدلیس کرتا ہو جیسے ابن عیینہ کرتے تھے تو اس کی تدلیس قابل قبول ہوگی اور اگر وہ تدلیس کرتا ہے کبھی ثقہ سے اور کبھی ضعفاء سے تو پھر اگر وہ مدلس تحدیث سے روایت کرے یا سمعت سے یا اخبرنا سے تو بلاشبہ اس کی تدلیس معتبر و قابل قبول ہوگی ورنہ نہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مدلس کی روایت ہر حال میں رد نہیں کی جاتی بلکہ بعض صورتوں میں رد کی جاتی ہے اور بعض میں قبول اس لیے سرفراز صاحب پر لازم تھا کہ وہ یہ بھی ثابت کرتے کہ حضرت حسن بصری ہمیشہ ضعفاء سے ہی تدلیس کرتے تھے یا کبھی ثقہ سے اور کبھی ضعفاء سے کرتے تھے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے (کم از کم حضرت حسن بصری کے متعلق بغیر ثبوت کے یہ کہنا قرین قیاس نہیں ہے) سرفراز صاحب کی دلیل

تام نہیں ہوتی اور ان کا مدعا ثابت نہ ہوگا۔

چلیے اگر سرفراز صاحب حسن بصری کی ضعفاء یا مغلوط لوگوں سے تدلیس پیش نہیں کر سکے تو ہم یہ پیش کر دیتے ہیں کہ وہ حدثنا فرما کر روایت کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی تقریب صفحہ ۷۸ پر ہی لکھتے ہیں کہ :

ثقة فقيه فاضل مشهور وكان يرسل كثيرا و يدلس قال البزار كان يروى عن جماعة لم يسمع منهم فتجوز ويقول حدثنا وهو رأس اهل الطبقة الثالثة۔

یعنی حسن بصری تو ثقہ اور فقیہہ اور فاضل مشہور ہیں اور ارسال اور تدلیس کرتے تھے بزار فرماتے ہیں کہ وہ ایسی قوم یا جماعت سے روایت کرتے تھے جن سے انہوں نے سماع نہیں کیا۔ مگر وہ بر بنائے تجوز حدثنا کہہ کر روایت کرتے تھے

اس عبارت میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے ایک یہ فرمایا ہے کہ حسن بصری ثقہ اور فقیہہ و فاضل مشہور تھے۔ دوسرا یہ فرمایا کہ وہ ارسال اور تدلیس کرتے تھے، مگر حدثنا فرماتے تھے اور مقدمہ مشکوٰۃ کی عبارت میں موجود ہے کہ جب مدلس ضعفاء سے تدلیس کرتے ہوئے روایت حدثنا سے کرے تو اس کی تدلیس بلاشبہ قابل قبول ہوگی اور حجت ہوگی۔ معلوم ہوا کہ باوجود سماع ثابت نہ ہونے کے بھی یہ روایت قابل قبول ہے۔ کیونکہ جو جرح کی گئی ہے وہ ناتمام اور نامکمل ہے۔

قارئین کرام تقریب کی عبارت نقل کرنے میں سرفراز صاحب نے بڑی بددیانتی اور خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ تقریب کے اسی صفحہ ۷۸ سے انہوں نے ادھوری عبارت نقل کی ہے نقل کردہ عبارت کے بعد والی عبارت میں حسن بصری کو فقیہہ فاضل مشہور قرار دے کر یہ فرمایا تھا کہ وہ حدثنا فرما کر روایت کرتے ہیں۔ ان الفاظ میں سے ایک لفظ بھی سرفراز صاحب نے نقل نہیں کیا ان کو معلوم تھا کہ ان الفاظ کے نقل کرنے سے عبارت ان کے خلاف ہو جائے گی۔ اس لیے ان الفاظ کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ مگر ناظرین والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں یہ تو جواب تھا تہذیب التہذیب اور تذکرہ اور تقریب کی عبارات کا عدم سماع کے پیش نظر

جواب نمبر ۲

یہ ہے کہ احناف کے نزدیک ارسال اور تدلیس ہرگز سبب طعن اور سبب جرح نہیں ہے چنانچہ احناف کی درسی معتبر کتاب نور الانوار صفحہ ۱۹۲ پر لکھا ہے:

والطعن المبهم من ائمة الحديث لا يجرح الراوى عندنا

اور آگے ہے:

الا اذا كان وقع مفسرًا بما هو جرح متفق عليه الكل لا مختلف فيه بحيث يكون جرحًا عند بعض دون بعض۔

آگے فرماتے ہیں:

حتى لا يقبل الطعن بالتدليس والتلبيس والارسال۔

یعنی طعن مبہم راوی کو مجروح نہیں بناتا ہاں اگر وہ جرح مفسر ہو ایسی چیز سے جس کے جرح ہونے پر سب کا اتفاق ہو اختلاف نہ ہو کہ بعض جرح مانے اور بعض جرح ہی نہ مانیں یہاں تک کہ تدلیس اور تلبیس اور ارسال کا طعن قابل قبول نہیں ہے۔ اسی طرح حسامی صفحہ ۷۰ پر بھی جرح کا متفق علیہ ہونا ضروری قرار دیا ہے اور حاشیہ میں ہے:

ومن ذلك طعنهم بالتدليس اما اذا قال حدثنا فلم يبق الوهم الخ

نامی شرح حسامی میں صفحہ ۱۴۵ پر لکھا ہے: لا بما هو مختلف فيه ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ احناف کے نزدیک ارسال۔ تدلیس۔ تلبیس اصطلاحی سبب طعن نہیں ہیں دوسرا یہ کہ حسن بصری کا مدلس ہونا متفق علیہ بھی نہیں ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا اعتراض اپنی مذہبی کتابوں سے ناواقفی یا پھر بد دیانتی کا شاہکار ہے۔

اور جب قیامت کے مابعد کے حالات واقعات کا علم حاصل تو پھر قرین قیاس یہی ہے کہ قیامت کا علم بھی عطا ہوا ہے مگر اظہار سے ممانعت فرما دی گئی ہے جس پر خصائص کبریٰ جلد دوم صفحہ ۱۹۵ اور روح المعانی جلد سات جزء عشر ونہم صفحہ ۱۱۲ کی عبارات سے نقل کیا جا چکا ہے۔ خصائص میں ہے اُمِرَ بکتمہ اور روح المعانی کے مذکورہ صفحہ پر ہے اور

اوجب عليه صلى الله عليه وسلم كتمه لحكمته۔

یعنی حضور کو چھپانے کا حکم تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر واجب کر دیا تھا اس کو چھپانا۔
روح المعانی کو سرفراز صاحب تسکین الصدور میں بے نظیر اور نادر الزمن معتبر و مستند تفسیر تسلیم کر چکے ہیں۔ سرفراز صاحب جس تفسیر کو آپ نے بے نظیر تفسیر اور مستند و معتبر مانا ہے ہم نے اُسی سے چھپانے کے وجوب پر روح المعانی کی نص صریحہ پیش کر دی ہے آپ کو نظر نہیں آتا تو پھر اپنی نظر کا علاج کرائیں۔

مفتی احمد یار خاں صاحب کا مفتیانہ اجتہاد :

اس عنوان میں مفتی صاحب کی جاء الحق سے ایک طویل عبارت نقل کرتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ قیامت جمعہ کے دن ہو گی اور فرمایا میں اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں یعنی کلمہ کی اور درمیانی اور یہ کہ مفتی صاحب نے کہا میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی قیامت نہیں آئے گی کیونکہ ابھی دجال اور حضرت امام مہدی نہیں آئے نہ آفتاب مغرب سے نکلا ہے ان علامات نے قیامت کو بالکل ظاہر فرما دیا ہے۔ صرف سن نہیں بتائی کیونکہ اس وقت سنہ مقرر ہی نہ تھی اس کا تقرر عہد فاروقی میں ہوا ہے۔ دو ملی ہوئی چیزوں سے۔ ایک کی انتہا کا علم دوسری کی ابتداء کا علم ہوتا ہے۔ اس لیے آخری واقعہ جب بیان فرمایا وہی دنیا کی انتہا اور قیامت کی ابتداء ہے جاء الحق صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸۔

قارئین کرام بندہ کے خیال میں مولانا محمد عمر صاحب اچھروی اور قبلہ مفتی صاحب کی مقیاس اور جاء الحق کے بعض دلائل اگرچہ محققین کے نزدیک بھی کمزور ہیں۔ مگر بعض دلائل کے کمزور ہونے سے نہ تو تمام دلائل کا ضعف لازم آتا ہے اور نہ ہی مدعی و موقف کمزور ہوتا ہے مدعی و موقف کا بطلان تو اُسی صورت میں ہو گا کہ ایک دلیل قوی بھی باقی نہ رہے مگر انہی کتابوں مقیاس اور جاء الحق میں کثرت سے قوی ترین دلائل بھی پیش کیے گئے ہیں۔ سرفراز صاحب نے قوی دلائل کو ہاتھ لگانے کی کوشش نہیں کی بلکہ کہیں کہیں سے جہاں کچھ پہلو کمزور

نظر آیا وہاں اعتراض کر دیا ہے۔ اور بعض جگہ خواہ مخواہ اعتراض کر دیا اور بعض جگہ غلط فہمی کا شکار ہو کر بھی اعتراض کر دیا اور ان اعتراضات میں اپنے فرقہ دیوبندیہ کے شیوہ کے مطابق دجل و فریب کاری سے بھی گاڑی چلانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مفتی صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے صفحہ ۲۳۹ پر لکھتا ہے کہ:

"جمعہ کے دن قیامت کے قائم ہونے سے اس کے صحیح وقت کا اثبات مفتی صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے باقی انا والساعۃ کھاتین۔ کی روایت سے قیامت کی ٹھیک مقدار اور وقت پر استدلال کرنا نری جہالت ہے۔ اس کے بعد تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۴۳، ۱۹۱ اور سراج منیر جلد ۴ صفحہ ۸۴ کی عبارت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ قرب قیامت کی مقدار کا علم حضور کو حاصل نہ تھا اور یہ کہ علم بوقوع القیامۃ اور چیز ہے اور علم بوقت وقوع القیامت امر آخر ہے اس لیے وقوع قیامت کے علم اور قرب قیامت کے علم سے قیامت کے وقوع کے وقت کا علم لازم نہیں آتا۔

جواب نمبر ۱:

اولاً تو یہ عبارت چونکہ ہماری پیش کردہ آیات قرآنیہ کے عموم و اطلاق کے خلاف ہیں کیونکہ آیات قرآنیہ کے عموم و اطلاق سے ثابت ہے کہ وقوع قیامت کے وقت کا علم آپ کو عطا ہوا ہے اور سرفراز صاحب خود راہ سنت کے صفحہ ۱۲۳، ۱۳۴ پر تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرنا شریعت گھڑنا ہے اور عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔

کیوں جناب سرفراز صاحب آپ کو اپنی لکھی ہوئی یہ عبارت یاد نہیں رہتی۔ اتنی جلدی کیوں بھول گئے کیا وجہ ہے، غلبۂ نسیان کے لیے کسی سے گولیاں کھائیے تاکہ یادداشت کام دے سکے۔

جواب نمبر ۲:

روح المعانی اور خصائص کبریٰ قسطلانی شرح بخاری، مواہب الدنیہ جلد اول کی عبارات میں وقوع قیامت کے وقت کے علم کی تصریح موجود ہے جس کو پہلے لکھا جا چکا ہے۔

جواب نمبر ۳:

نفس وقوع قیامت کا علم تو کبھی بھی علماء میں متنازعہ نہیں رہا نہ ہو سکتا ہے کیونکہ نفس وقوع قیامت کا علم تو ہر مومن کو حاصل ہے۔ اس میں تو اختلاف کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

رہا یہ کہنا کہ سوال صرف یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور اور دجال کے خروج کا وقت بھی بتایا ہے جھگڑا تو وقت کے تعین کے علم کا ہے اس پر دلیل لائیے۔

جواب:

تو جواباً عرض ہے کہ قرآن کی کونسی آیت اور نص قطعی یا کون سی حدیث متواتر یا مشہور ہے جس سے آیات قرآنیہ کے عموم سے نزول و ظہور و خروج کے وقت کی تخصیص ہوتی ہے۔ ایسا مخصص کہاں ہے جب تک ایسا مخصص پیش نہ کیا جائے آیات کے عموم و اطلاق میں ان کے نزول و ظہور و خروج کے اوقات داخل رہیں گے اور اس طرح علم ماننا پڑے گا۔ اس لیے میزان الاعتدال اور لسان المیزان کی عبارات کا نقل کرنا بھی بے سود ہے کیونکہ علامہ ذہبی اور علامہ ابن حجر وغیرہ کے اقوال بھی نصوص قرآنیہ کے مخصص ہرگز نہیں بن سکتے۔ کیوں سرفراز صاحب مزاج ٹھیک ہوا یا نہیں ایک طرف تو آپ خود لکھتے ہیں کہ خبر واحد صحیح سے بھی نصوص قرآنیہ کی تخصیص و تقیید جائز نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ اور دوسری طرف امام رازی امام ذہبی امام ابن حجر وغیرہ کے اقوال کو نصوص قرآنیہ کے مقابلہ میں پیش کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہو اور اپنے باطل اور مردود عقائد کو ثابت کرنے کی ابلیسانہ مساعی کو بروئے کار لاتے ہو اور پھر سمجھتے ہو کہ ہم نے بڑا تیر مار لیا ہے۔

کون دیکھے یہ بے لبی دل کی

قارئین کرام سرفراز صاحب صفحہ ۲۴۱ پر فرماتے ہیں کہ،

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وقت کی تحدید اور تعیین کے لیے سنہ کی تعریجی ضروری نہیں ہے آپ سنہ ہجری سے صرف نظر کر کے بھی یہ فرما سکتے تھے کہ مثلاً آج سے پندرہ سو سال اور ایک سال دو ماہ اور چار یوم کے بعد آئے گی۔

جواب:

یہ عبارت بتاتی ہے کہ سرفراز صاحب کے نزدیک حضور علیہ السلام کا قیامت کے وقوع کے معین وقت کا نہ بتانا اور یہ نہ فرمانا کہ اتنے عرصے بعد آئے گی (یعنی معین وقت کا نہ بتانا اور نہ ظاہر کرنا) عدم علم کی دلیل ہے۔ یہاں عدم اظہار سے عدم علم پر استدلال کرتے ہیں مگر صرف ایک ہی صفحہ بعد صفحہ ۲۴۲ پر خود لکھتے ہیں کہ بلا شک عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہوا کرتا۔ جب ظاہر نہ کرنے کو لاعلمی کی دلیل نہیں بنا سکتے تو پھر سرفراز صاحب منقولہ بالا استدلال اور جواب کیونکہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد ۲۴۲ پہ ہی سرفراز صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

باقی جس روایت کا مفتی صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ آپ نے قیامت تک کے من وعن واقعات بتا دیئے تھے۔ لہٰذا قیامت کا علم لازم ہے۔

اس روایت کی بحث آگے آئے گی۔ تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہم بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس حدیث پہ بحث کے جواب ہی میں بحث کریں گے وہاں پتا چلے گا سرفراز صاحب کو کہ علم قیامت ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

اسی صفحہ پہ سرفراز صاحب مفتی صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ،

اسی طرح مفتی صاحب کا اپنے مایہ ناز استاد اور صدر الافاضل سے یہ نقل کرنا کہ دو ملی ہوئی چیزوں میں ایک کی ابتدا دوسری کی انتہا ہوتی ہے، روایت و درایت باطل اور مردود ہے اولاً تو اس لیے کہ اشراط ساعت اور علامات قیامت کی جملہ روایات کو پیش نظر رکھ کر بھی جمہور شراح حدیث بجز چند واقعات کے ان کی صحیح ترتیب بیان

نہیں کر سکے اور مجبور ہیں کہ یہ کہیں کہ یہ یہ واقعات قیامت سے قبل ضرور رونما ہوں گے مگر کونسا واقعہ پہلے اور کونسا بعد کو ہو گا۔ سوائے معدودے چند واقعات کے اور کسی میں ٹھیک ترتیب معلوم نہیں ہے صدر الافاضل اگر عبداللہؓ ابن عمروؓ کی یہی ایک روایت دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتیں کہ

میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا نشانیوں میں سے پہلی نشانی مغرب سے طلوع آفتاب اور خروج دابتہ ہے چاشت کے وقت یہ لوگوں پر ظاہر ہوں گی ان دونوں میں سے جو نہی نشانی پہلے ظاہر ہوئی تو دوسری اس کے بعد ظاہر ہو گی۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان دونوں میں بھی ٹھیک ترتیب کہ کون سی پہلے ہو گی اور کون سی بعد کو ہو گی الخ معلوم نہیں ہے۔

جواب نمبرا:

اول تو سرفراز صاحب کا یہ اعتراض جہالت کا پلندہ ہے اولاً اس لیے کہ دو ملی ہوئی چیزوں سے ایک کی انتہاء یقیناً دوسری کی ابتداء ہوتی ہے نہ یہ روایتہً باطل و مردود ہے اور نہ ہی درایتہً روایتہً تو اس لیے باطل نہیں بلکہ ثابت ہے کہ قرآن وسنت سے یہ ثابت ہے کہ ظہر اور عصر کے اوقات نماز یہ دونوں اوقات آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ اور ظہر کی انتہاء یقیناً عصر کی ابتداء ہے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کے اوقات بھی آپس میں ملے ہوئے ہیں اور یقینی بات ہے مغرب کی انتہاء عشاء کی ابتداء ہے اسی طرح دن رات باہم ملے ہوئے ہیں مگر ایک کی انتہا یقیناً دوسرے کی ابتداء ہے ایک دن کی انتہاء دوسرے دن کی ابتداء ہے ایک ہفتہ کی انتہاء یقیناً دوسرے ہفتہ کی ابتداء ہے ایک ماہ کی انتہاء دوسرے ماہ کی ابتداء ہے ایک سال کی انتہاء دوسرے سال کی ابتداء ہے۔ ایک صدی کی انتہاء یقیناً دوسری صدی کی ابتداء ہے یہ تو امر بدیہی ہے اس کا انکار تو بداہتہ کا انکار ہے۔ یہ سرفراز صاحب کی حماقت ہے کہ وہ اس کو روایتہً و درایتہً باطل و مردود قرار دے رہے ہیں۔

کیوں جناب امور مذکورہ بالا میں ایک کی انتہاء دوسرے کی ابتداء ہے کہ نہیں۔ نماز میں

ثنار شریف کی انتہاء فاتحہ کی ابتداء ہے کہ نہیں۔ فاتحہ کی انتہاء اخلاص کی ابتداء رکعتین اولین
میں ہے یا نہیں رکوع کی انتہاء قومہ کی ابتداء ہے یا نہیں قومہ کی انتہاء سجدہ کی ابتداء ہے
یا نہیں۔ یقیناً ہے ثابت ہوا کہ سرفراز صاحب کا اپنا قول کالبول روایتہً و درایتہً باطل و مردود
ہے۔ سرفراز صاحب نے اس کے باطل و مردود بزعم خویش ہونے پر جو وجہ بیان کی ہے وہ بھی
ان کی جہالت کا پتہ دیتی ہے کیونکہ مفتی صاحب نے تو یہ فرمایا تھا کہ دو ملی ہوئی چیزوں میں سے
ایک کی انتہاء دوسری کی ابتداء ہوتی ہے۔ ان دو ملی ہوئی چیزوں میں تقدم یا تاخر خواہ کسی کو بھی
حاصل ہو۔ بہرحال جب ایک کی انتہاء ہو گی تو دوسری کی ابتداء لازمی ہے۔ مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۲۰۴
سے عبداللہ بن عمرؓ کی جو روایت سرفراز صاحب نے نقل کی ہے اس سے بھی ہرگز مذکور کی
نفی نہیں ہوتی۔ ٹھیک ترتیب نہ ہونے پر اس روایت سے استدلال بھی زا خبط ہے۔ سرفراز
صاحب کا کیونکہ یہ روایت ہرگز ترتیب معلوم نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی زیادہ سے زیادہ
اس کی دلالت اس ترتیب کو ظاہر نہ کرنے پر ہے اور خود سرفراز صاحب صفحہ ۲۴۲ پر تسلیم کر
چکے ہیں کہ بلاشک عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہوتا۔ روایت سے جو ثابت ہے وہ ہمارے
خلاف نہیں اور جو ہمارے خلاف ہے وہ ثابت نہیں اسی بیان میں درایتہً بھی اس کا
درست اور حق ہونا ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ بغور پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ اگر بالفرض اس روایت سے ترتیب کا عدم علم ثابت بھی ہو جائے
تو بھی ہمارے خلاف نہیں ہو سکتی اور فریق مخالف کو مقید نہیں کیونکہ یہ روایت بھی خبر واحد
ہے نہ متواتر ہے نہ مشہور اور سرفراز صاحب خود اقرار کر چکے ہیں کہ خبر واحد اور عموم نصوص قرآنیہ
کی مخصص نہیں بن سکتی اور اس سے قرآن کے مطلق کو مقید بھی نہیں کر سکتے۔ اس لیے یہ
روایت ہماری پیش کردہ آیات مشتملہ عموم و اطلاق کے مقابلہ میں لانا سرفراز صاحب کی
طرف سے اپنے ہی اصولوں کی پامالی اور خلاف ورزی ہے نہ معلوم ان کو خود قرآن کی نصوص
کے مقابلہ میں اخبار احاد کو پیش کرتے وقت شرم کیوں نہیں آتی اور خوف خدا کیوں دامن گیر
نہیں ہوتا۔

ثالثاً یہ کہ روایت نزول قرآن کی تکمیل سے ماقبل کی ہے یا مابعد کی اگر ماقبل کی ہے

تو ہمارے خلاف نہیں جس کی وجہ ظاہر ہے اگر مابعد کا ادعاء ہے تو اس پر باحوالہ معتبر کتاب دلیل دی جائے اور اس کی تاریخ بتائی جائے ورنہ قابل استدلال نہیں ہے۔

اور سرفراز صاحب نے ثانیاً کہہ کر دوسری وجہ بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ جب واقعات کے اندر ترتیب ہی معلوم نہیں تو مفتی صاحب کا یہ دعویٰ کیسے درست ہوا کہ حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کون سا واقعہ کس کے بعد ہوگا۔ اگر بالفرض عام واقعات کی ترتیب بھی معلوم ہو اور من وعن تمام واقعات اور حوادث اس میں شامل بھی ہوں تو اس سے صرف یہی ثابت ہوگا کہ بڑے بڑے اور اہم واقعات کا علم مراد ہے غیر ضروری واقعات کا اس سے کیا لگاؤ ہے کہ فلاں مرغی انڈے دے گی اور فلاں مرغی درخت کے پتے کھائے گی وغیرہ وغیرہ۔

جواب:

ہم کہہ چکے ہیں کہ نقل کردہ دلائل سے ترتیب کے علم کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اظہار کی نفی ہوتی ہے اور اظہار کی نفی نہیں ہے اور یہ کہنا کہ صرف اہم واقعات ہی مراد ہوں گے غیر ضروری واقعات مراد نہ ہوں گے۔

تو اس کے متعلق گذارش ہے کہ آیات قرآنیہ کے عموم میں جب غیر ضروری واقعات و حوادث بھی شامل ہیں تو پھر ان کی تخصیص کے لیے کوئی متواتر یا مشہور حدیث لانی پڑے گی کیونکہ خبر واحد سے یہاں گاڑی نہیں چل سکتی۔ سرفراز صاحب قطعی دلیل کا مطالبہ اہلسنت سے کرتے ہیں حالانکہ علم مذکور کا دعویٰ اور عقیدہ قطعی نہیں ظنی ہے اور ظنی پر ظنی دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں۔ جیسے ہم پہلے باحوالہ ثابت کر چکے ہیں۔ سرفراز صاحب قطعی دلیل آپ کی ذمہ داری ہے اپنی ذمہ داری کو بڑی ہشیاری اور چالاکی سے دوسروں پر نہ ڈالیں۔

یہ کہنا کہ یہ کہاں سے معلوم ہوگا کہ آخری واقعہ کے فوراً بعد قیامت ہوگی درمیان میں سالوں مہینوں یا ہفتوں وغیرہ کا وقفہ نہ ہوگا۔

تو اس کے جواب میں گذارش ہے کہ آخری واقعہ اور قیامت کے درمیان کسی حائل اور فاصل سال یا مہینہ یا ہفتہ وغیرہ کا ذکر کسی حدیث میں موجود نہیں ہے اور یہ کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے۔

اگر آپ کے پاس اس پر کوئی دلیل تھی تو آپ نے پیش کیوں نہیں کی آپ کا پیش نہ کر سکنا ہی بتاتا ہے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور یہ نرا آپ کا قیاس ہے۔ مولوی صاحب اب یہاں نصوص قرآنیہ کے عموم کے مقابلہ میں اپنے قیاسات فاسدہ سے دیوبندیت کی گاڑی کو چلانا چاہتے ہیں ہرگز آپ کو ایسا کرنے نہیں دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

صفحہ ۲۴۲ پر سرفراز صاحب مولانا محمد عمر صاحب کے ایک استدلال پہ اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں الجواب کے عنوان میں کہ:

بلا شک عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہوا کرتا مگر جب سائل آپ سے پوچھے کہ قیامت کب ہوگی اور آپ فرمائیں کہ غیب وما یعلم الغیب الا اللہ یا سائل یہ پوچھے کہ کیا ایسے علوم بھی ہیں جو آپ کو معلوم ہیں تو اس کے جواب میں حضور علیہ السلام یہ فرمائیں کہ گو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے جلائی کے علوم عطا کیے ہیں مگر ان پانچ کا علم مجھے نہیں دیا گیا وغیرہ وغیرہ تو عدم علم کی اس تصریح کے بعد مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کہنا کہ یہاں عدم اظہار عدم علم پر دلالت نہیں کرتا یہ سراسر بہتان اور خالص افتراء ہے۔

جواب نمبرا:

اس قسم کی روایات قطعاً ہمارے عقیدہ و دعویٰ کے خلاف نہیں کیونکہ اول تو ان روایات میں ذاتی و استقلالی کی نفی ہے عطائی کی نہیں ہے یہ سب کی سب اخبار احاد ہیں جو نصوص قرآنیہ کے عموم و اطلاق کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور ان کے عموم و اطلاق کی تخصیص و تقیید ان اخبار احاد سے کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ خود گکھڑوی صاحب کو اس کا اقرار ہے۔ اگر بالفرض ان کو قابل قبول و منافی تسلیم کیا جائے تو پھر یہ روایات خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہیں کیونکہ سائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جمیع جزئیات خمسہ کا علم کا سوال نہیں کیا تھا بلکہ صرف ایک جزئی کا سوال کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب بقول سرفراز صاحب غیب ولا یعلم الغیب الا اللہ فرمایا تھا یا یہ فرمایا تھا کہ مجھے پانچ کا علم عطا نہیں ہوا بقول سرفراز صاحب تو ان سے ہر ہر جزئی کی نفی بھی ہوگی۔ ایسی صورت میں یہ روایات سرفراز صاحب

کے بھی خلاف ہوں گی کیونکہ وہ ازالہ میں غیوب خمسہ کے بعض بعض جزیات کا علم بعض بعض اولیاء کرام کے لیے بھی ازالہ کے صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶ پر تسلیم کر چکے ہیں ان روایات میں کلی بطور کلی کی قید اور ان روایات کہ جمیع جزیات خمسہ کے علم کی نفی کی قید لگانا بھی اصولاً غلط ہے سرفراز صاحب حدیث کے معتبر و مستند شارحین میں سے کسی ایک شارح کا قول پیش کریں جس نے لکھا ہو کہ ان مذکورہ روایات میں نفی کلی بطور کلی یا جمیع جزیات کی ہے۔ مگر وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد مولانا محمد عمر صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے صفحہ ۲۸۲ پر لکھتے ہیں،

کہ اسی طرح مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال کو مسلم جلد اول صفحہ ۲۹۷ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے ہر چیز پیش کی گئی جس میں تم داخل ہو گے اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کلی عطا کیا گیا قیامت کا بھی کیونکہ اس میں بھی ہمارا دخول ہے ماذا تکسب غداً بھی کیونکہ یہ بھی صیغہ مستقبل ہے اور ما فی الارحام کا بھی اور نزول غیث کا بھی (مقیاس ۳۷۲)۔

تو یہ اس پر مبنی ہے کہ لفظ کل عموم میں نص قطعی ہے اس کا مفصل جواب اپنے مقام پر عرض کیا جائے گا کہ لفظ کل استغراق کلی کو نہیں چاہتا۔ علاوہ بریں لفظ عرض بھی عرض تفصیلی کا مقتضی نہیں ہے وہ عرض اجمالی مراد ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں عرض اجمالی مراد ہے۔ مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۴۸۴ میں ہے،

انما ذالك العرض ولكن من نوقش فى الحساب ليهلك۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ لفظ عرض ہرگز عرض تفصیلی کا مقتضی نہیں ہے۔
امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

(مے تداخلونہ من جنۃ ونار وقبر وحشر وغیرها جلد ۱ ص ۲۹۷

مزید یہ کہ اگر عرض تفصیلی مانا جائے تو نصوص قطعیہ کی مخالفت لازم آئے گی۔ اس کے علاوہ یہ فریق مخالف کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آخر ان کا بھی تو یہی عقیدہ کہ ما کان و ما یکون کا اطلاق تا دخول جنت و نار ہی پر ہوتا ہے الخ۔

قارئین کرام اس عبارت میں سرفراز صاحب نے مندرجہ ذیل چند باتیں کہی ہیں جن کا جواب ہر ایک کو نقل کرنے کے بعد ساتھ ہی دیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ لفظ کل عموم میں نص قطعی نہیں ہے۔

اس کا جواب پہلے باب میں متعدد عبارات اصول فقہ کی کتابوں سے نقل کرکے دیا جا چکا ہے اور مزید تفصیلی جواب سرفراز صاحب کی کل بحث کے جواب میں ان شاء اللہ دیا جائے گا۔

۲۔ لفظ کل استغراق کلی کو نہیں چاہتا۔

اس پر بھی ہم سرفراز صاحب کی بحث کے جواب میں ہی پوری بحث کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں صرف اتنی بات پوچھتے ہیں کہ اگر لفظ کل استغراق کلی کو نہیں چاہتا تو پھر کیا استغراق جزی کو چاہتا ہے اگر استغراق جزی کو بھی نہیں چاہتا تو اس صورت میں ارتفاع نقیضین لازم آئے گا اور اگر دونوں کو چاہتا ہے تو اجتماع نقیضین لازم آتا ہے۔ اس سے قبل آپ متعدد جگہ ازالۃ الریب میں تسلیم کرچکے ہیں کہ لفظ کل استغراق عرفی کے لیے آتا ہے جیسا کہ صفحہ ۱۸۸ پر آپ نے لکھا ہے اور صفحہ ۲۲۵ پر آپ نے حضور کے لیے ما کان وما یکون کے علم کے حصول کی تصریح کردی ہے۔ مطلب یہ کہ آپ کے نزدیک کل کا استغراق عرفی کے لیے ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وارد شدہ آیات و احادیث میں حق ہے اور مسلم ہے اب آپ یہ بتائیں جب یہ استغراق عرفی کے لیے ہے تو کیا استغراق عرفی کا مفاد کلی ہے (خواہ اضافی ہی سہی) یا جزی ہے اگر جزی ہے تو اس کی دلیل دیں اگر کلی ہے تو پھر کیا اس کے مفاد کو کلی اضافی مانا جاسکتا ہے یا نہیں اگر مانا جاسکتا ہے تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ کل استغراق کلی کو نہیں چاہتا غلط اور باطل ومردود ہو گیا۔ گکھڑوی صاحب کل جب استغراق حقیقی کے لیے ہوگا تو اس کا مفاد بھی کلی ہوگا اور جب استغراق عرفی کے لیے ہوگا تب بھی اس کا مفاد کلی ہی ہوگا۔ فرق یہ ہوگا کہ ایک میں کلی غیر متناہی ہوگا اور ایک میں کلی متناہی کلی کا مفاد کسی بھی صورت میں جزی حقیقی ہرگز نہیں ہوسکتا البتہ جزی اضافی ہوسکتا ہے۔ مگر وہ جزی اضافی کلی متناہی

ہوتی ہے جیسے انسان بلنسبت حیوان وغیرہ۔

۳۔ لفظ عرض عرض تفصیلی کو نہیں جا ہتا۔

جواب:

اگر عرض عرض تفصیلی کو نہیں چاہتا تو پھر کیا ہوا لفظ کل تو کل ہی ثابت کرتا ہے جہاں عرض کے ساتھ لفظ کل آئے گا وہاں عرض تفصیلی ہی مراد ہوگا نہ اجمالی۔

سرفراز صاحب نے جو روایت پیش کی ہے اس میں صرف لفظ عرض ہے لفظ کل موجود نہیں اس لیے یہاں عرض سے اجمالی مراد ہوگا۔ مگر مولٰنا محمد عمر صاحب نے جو حدیث مسلم پیش کی ہے اس میں لفظ کل ہے۔ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اور جہالت ہے سرفراز صاحب کی۔

۴۔ اگر عرض تفصیلی مانا جائے تو نصوص قطعیہ کی مخالفت ہوگی۔

جواب:

اگر عرض اجمالی مانا جائے تو نصوص قطعیہ کے عموم کی تخصیص اور اطلاق کی تقیید لازم آئے گی جو ہرگز جائز نہیں ہے جن نصوص کی مخالفت کا ذکر سرفراز صاحب نے کیا ہے اُن میں چونکہ ذاتی اور بلاواسطہ کی نفی ہے اس لیے مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نصوص قطعیہ ذاتی اور بلاواسطہ کی نفی کرتی ہیں (جیسا کہ دس صریح حوالہ جات اس پہ پیش کر دیے گئے خصوصاً روح المعانی کا حوالہ جو ایک ہی سرفراز صاحب کے لیے بہت بھاری ہے کیونکہ یہ تفسیر اُن کی مسلمہ بے نظیر معتبر و مستند تفسیر ہے) اور عرض سے عرض تفصیلی لینا مطلق عرض تفصیلی مراد ہے جس کا مفاد متناہی ہے غیر متناہی نہیں ہے۔

۵۔ یہ کہ عرض تفصیلی فریق مخالف کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ آخر ماکان ومایکون سے تا دخول جنت اور تا دخول نار ہی مراد لیتے ہیں۔

جواب

عرض تفصیلی کا ماننا ہرگز ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس عرض تفصیلی سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کا مفاد مطلق علم تفصیلی ہے۔ علم مطلق تفصیلی اس کا ہرگز مفاد نہیں ہے۔ کیونکہ

وہ غیر متناہی ہے اور ہم حضور کے لیے جو علم مانتے ہیں وہ متناہی ہے اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ ان کے نزدیک ماکان و مایکون سے صرف دخول نار و دخول جنت تک کا ہی علم مراد ہے یہ غلط ہے ہمارے اکابر کے دخول جنت و نار سے کچھ زائد علم مانا ہے۔ جیسا کہ الدولۃ المکیۃ اور الکلمۃ العلیا وغیرہ میں مصرح ہے۔

بدنام اگر نہ ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

صفحہ ۴۴ پر مولوی سرفراز صاحب مولوی محمد عمر صاحب کا مبلغ علم کے عنوان میں سورج لوٹ آنے کے جملہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث کہ سورج لوٹ آیا بالکل جعلی اور من گھڑت ہے۔ دیکھئے راقم کی کتاب دل کا سرور۔ ناچیز نے سرفراز صاحب کی کتاب (جو کمالات نبوت و ولایت کے انکار پر مشتمل ہے اور شان رسالت و نبوت کی توہین سے لبریز ہے اور اپنے مؤلف کی آنکھوں بلکہ فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کی آنکھوں اور دل کا سرور ہے) مذکور دیکھی اور متعلقہ صفحات پڑھے تو مندرجہ ذیل سوالات نظر سے گزرے پہلے تو سوالات مع جوابات عرض کروں گا۔ پھر مشکل الآثار کی دو سندوں کے راویوں کی توثیق نقل ہوگی۔

سوال نمبر ا:

سورج لوٹائے جانے والی روایت کی کوئی سند بھی صحیح نہیں ہے جس کی پہلی سند کے رُوات یہ ہیں۔ (۱) ابو امیہ۔ (۲) عبد اللہ بن موسٰی العبسی جو شیعہ تھا۔ قانون الموضوعات صفحہ ۲۷۵، تقریب صفحہ ۲۵۳۔

جواب:

اولاً سرفراز صاحب نے نام غلط لکھا ہے عبد اللہ نہیں بلکہ تصغیر کے ساتھ عبید اللہ ہے (ممکن ہے کاتب کی غلطی ہو)۔

ثانیاً یہ کہ یہاں عبارت کو نقل کرنے میں بھی سرفراز صاحب نے خیانت کر کے اپنی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ تقریب کے صفحہ ۲۵۳ پر جہاں اس راوی کو شیعہ لکھا ہے اس سے متصل پہلے اس راوی کے متعلق لکھا ہے ثقہ مگر سرفراز صاحب نے ثقۃ کو شیر مادر

کی طرح ہضم کر لیا ہے۔ [1]

ثالثاً سرفراز صاحب یہاں یا تو آپ جہالت کا ثبوت دے رہے ہیں اور یا پھر بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ کسی راوی کا شیعہ ہونا ہرگز اس کے مجروح ہونے یا ضعیف ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ امام علامہ ذہبی میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں۔ عبارت یہ ہے،

قد صرح الذھبی فی المیزان البدعۃ علی ضربین صغری کالتشیع بلا غلو او بغلو کمن تکلم فی حق من حارب علیاً فھذا اکثیر فی التابعین وتابعیھم مع الدین والورع والصدق فلو رد ھؤلاء لذھب جملۃ من الآثار ثم بدعتہ کبریٰ کالرفض الکامل والغلو فیہ والحط علی ابی بکر وعمر والدعاء الیٰ ذٰلک فھذا النوع لا یحتج بھم۔

اس عبارت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ بدعت صغری جیسے بلا غلو شیعہ ہونا یا غالی شیعہ ہونا (جیسے علیؓ سے جنگ کرنے والوں کے متعلق اعتراض کرنے والے۔) یہ بدعت صغریٰ ہے ان سے روایت کرنا بالکل حق و درست ہے اور دوسری بدعت کبریٰ ہے۔ جیسے کامل رافضی اور غالی رافضی ہونا ہے تو ایسے روات سے روایت کرنا منع ہے اور ناجائز ہے یہی مضمون تدریب الراوی صفحہ ۲۱۸ میں بھی موجود ہے۔ بلکہ امام حاکم نے فرمایا ہے۔ مسلم شریف شیعہ راویوں سے بھری پڑی ہے۔ ملاحظہ ہو تقریب النواوی شرح تدریب الراوی بلکہ اسی بحث میں امام سیوطی

[1] میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۶ پر علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ عبید اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی کے ترجمہ میں

شیخ البخاری ثقۃ فی نفسہ لکنہ شیعی متحرقاً وثقہ ابوحاتم وابن معین وقال احمد بن عبد اللہ العجلی کان عالماً بالقرآن رأساً فیہ۔

یعنی یہ بخاری کا استاد ہے اور ثقہ ہے اس کی توثیق ابو حاتم ابن معین و عجلی نے کی ہے اور شیعہ تھا۔

نے ایک فہرست ایسے راویوں کی لکھی ہے۔ جن سے بخاری و مسلم دونوں یا ایک نے صحیحین میں روایت کی ہے ان میں خارجی و قدریہ اور شیعہ بھی ہیں بلکہ فرماتے ہیں،

فھولاء المبتدعتہ ممن اخرج لھم الشیخان او احدھما۔

یعنی امام سیوطی مبتدعین کی ایک فہرست درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں ان مبتدعین سے بخاری و مسلم سے یا ایک سے روایتیں کی ہیں۔

اور ملا علی قاری فرماتے ہیں،

ولا یخفی ان مجرد کون الراوی من الرواۃ رافضیا او خارجیا لا یوجب الجزم بوضع حدیثہ اذا کان ثقتہ من جھتہ دینہ الخ

یعنی یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کسی راوی کا صرف رافضی یا خارجی ہونا اس کی روایت کے موضوع ہونے کو واجب نہیں کرتا جب کہ وہ دین کے لحاظ سے ثقہ ہو۔

شرح شفاء للقاری جلد اوّل صفحہ ۵۹۰

ان چار حوالجات سے ثابت ہو گیا کہ شیعہ یا غالی شیعہ اور اسی طرح صرف رافضی یا خارجی ہونا یا قدری وغیرہ ہونے سے نہ راوی مجروح ہوتا ہے نہ روایت مجروح ہوتی ہے جبکہ دین کے لحاظ سے یہ لوگ ثقتہ ہوں۔ علاوہ ازیں یہ بھی ثابت ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ راوی شیعہ غالی شیعہ رافضی خارجی ہوتے ہوئے بھی ثقتہ ہو سکتا ہے۔

نوٹ:

آج کل کے شیعہ کی بات نہیں۔ تابعین و تبع تابعین کے زمانہ کے لوگوں کی بات ہے اس زمانہ کے شیعہ وغیرہ اور آج کے شیعہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا راوی مذکور کو شیعہ کہہ کر رد کرنا مبنی بر جہالت یا مبنی بر خیانت ہے۔

سرفراز صاحب اپنی کتاب دل کے سرور صغراء اپر حضرت اسماء بنت عمیس کی پہلی سند کے تیسرے راوی پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ،

امام نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور عثمان بن سعید نے بھی ضعیف قرار دیا ہے

امام حاکم نے بھی ضعیف قرار دیا ہے ابن حبان نے منکر الحدیث جدا کہا ہے اور معروف بالتشیع بھی من غیر سب تھا۔ امام یحییٰ بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

اسمار کی حدیث کی پہلی سند کی جرح کا جواب :

جواب:

میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۳۶۲ پر لکھا ہے فضیل بن مرزوق کے ترجمہ میں :

و ثقہ سفیان بن عیینۃ و ابن معین و قال ابن عدی ارجو انہ لا بأس بہ و قال الھیثم بن جمیل جاء فضیل بن مرزوق۔ و کان من ائمۃ الھدی زھداً و فضلاً۔

یعنی سفیان بن عیینۃ اور ابن معین نے اس کی توثیق فرمائی ہے اور امام ابن عدی فرماتے ہیں امید ہے کہ وہ ٹھیک ہے۔ ہیثم کہتے ہیں فضیل بن مرزوق ہدایت کے اماموں میں سے ایک تھے اور فضیلت میں ہیں۔ یہ پانچ جلیل القدر امام توثیق فرماتے ہیں۔

رہا امام نسائی اور عثمان بن سعید اور امام حاکم کی جرح تو وہ جرح مبہم ہے۔ مفسر نہیں ہے اس لیئے قابل قبول نہیں ہے۔ سوجہ ضعف نہیں بتائی انہوں نے اور امام ابن حبان کا منکر الحدیث کہنا بھی جرح مبہم ہے۔ امام یحییٰ کی جرح بھی مبہم ہے مفسر نہیں ہے اور جرح مبہم کا کوئی اعتبار نہیں جیسے نور الانوار۔ حسامی۔ نامی۔ توضیح تلویح۔ مقدمہ مشکوٰۃ۔ نخبۃ الفکر۔ الرفع والتکمیل وغیرہ بلکہ خیر الاصول فی حدیث الرسول مؤلفہ مولوی خیر محمد صاحب جالندھری میں صراحۃً لکھا ہے۔ کہ جرح مبہم قابل قبول نہیں بلکہ خود سرفراز صاحب اپنی کتاب سماع موتیٰ صفحہ ۲۰۹ پر ایک سوال کے جواب میں الرفع والتکمیل کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ تالثاً ابن رجب کی جرح اور تضعیف مبہم ہے اور اصول حدیث کی رو سے اس کا کوئی اعتبار نہیں جمہور کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ

فہذا الحدیث غیر ثابت او منکر او فلان متروک الحدیث او ذاھب الحدیث او مجروح او لیس بعدل من غیر ان یذکر سبب

الطعن وھو مذھب عامۃ الفقہاء والمحدثین۔

یعنی جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک غیر ثابت کہنا یا منکر الحدیث کہنا یا متروک الحدیث کہنا یا ذاہب الحدیث کہنا یا مجروح کہنا یا عادل نہیں کہنا۔ سبب طعن کو بیان کیے بغیر تو یہ جرح چونکہ مبہم ہے اس لیے قابل قبول اور قابل اعتبار نہ ہو گی۔ آگے لکھتے ہیں اور جرح صرف مفسر ہی قبول کی جا سکتی ہے۔ اور سوال میں بھی یہی تھا کہ ابن رجب نے کسی روایت کو ضعیف اور منکر کہا تھا تو سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ ضعیف یا منکر کہنا جرح مبہم ہے مفسر نہیں۔ سرفراز صاحب اپنا ہی فیصلہ مان لیں آپ کی اپنی کتاب سے آپ کے تحریر کردہ ضابطہ جمہور کو بندہ نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات اُن کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات اُن کی

اور امام ذہبی کا یہ کہنا کہ؛

کان معروفًا بالتشیع من غیر سبب۔

یعنی وہ شیعہ مشہور تھے مگر صحابہ کو گالیاں دینے والے نہ تھے۔ شیعہ ہونا سبب جرح نہیں جیسے پہلے مفصل طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

اس عبارت کو سرفراز صاحب نے من غیر سبب لکھا ہے یعنی لوگوں میں بغیر سبب کے شیعہ مشہور تھے یہ عبارت غلط لفظ سبب نہیں بلکہ اصل میں یہ سبٌ ہے یعنی گالی دینا بُرا کہنا یا نسخہ کا فرق ہو گا۔ بہر حال سرفراز صاحب کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

حضرت اسماء کی دوسری سند پر اعتراض کرتے ہوئے مولوی سرفراز صاحب دل کے سرور صفحہ ۲۰۷ پر لکھتے ہیں کہ: اس سند میں احمد بن صالح راوی ہے۔ قانون الموضوعات میں ہے کہ محدثین نے اس پر طعن کیا ہے اور اس سند کا دوسرا راوی محمد بن موسیٰ ہے۔ جو شیعہ تھا تقریب صفحہ ۳۲۰۔

جواب؛

احمد بن صالح پر جو جرح کی گئی ہے اور سرفراز صاحب نے نقل کی ہے وہ مبہم ہے مفسر نہیں

اوران کو خود اقرار ہے کہ ایسی جرح قابل اعتبار و قابل قبول نہیں ہے جیساکہ سماع موتیٰ نامی کتاب کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے باقی محمد بن موسیٰ پر شیعہ کہہ کر جو جرح کی ہے وہ بھی قابل التفات و قابل اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ راوی صدوق ہے۔ چنانچہ تقریب صفحہ ۳۲۹ میں لکھا ہے صدوق ادیبا بالتیشع صدوق ہے اور شیعہ ہونے کا اس پہ الزام ہے اول تو انہیں فرمایا کہ واقعی وہ شیعہ تھا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس پہ الزام ہے کہ وہ شیعہ تھا۔

ثانیاً اگر فی الواقع شیعہ بھی ہوتا تب بھی یہ جرح غلط تھی کیونکہ میزان اور تدریب الراوی شرح شفا و غیرہ سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ شیعہ و غالی شیعہ یا رافضی و خارجی ہونا محدثین کے نزدیک اسباب جرح سے نہیں ہے اور میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے،

محمد بن موسی المطری المدنی قال ابوحاتم صدوق یتشیع قال الترمذی ثقة

امام ابوحاتم اس کو صدوق اور امام ترمذی اس کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔

اور احمد بن صالح کے ترجمہ میں لکھا ہے:

احمد بن صالح ابوجعفر المصری الحافظ الثبت احد الاعلام آذی النسائی نفسہ بکلامہ فیہ قال ابن معین قال ابونعیم ما قدمنا احدا علم بحدیث اہل الحجاز من ھذا الفتی وقال ابوزرعة الدمشقی سألنی احمد بن حنبل من خلفت بمصر قلت احمد بن صالح فسر بذکرہ ودعا لہ وقال کتبت عن الف شیخ وکسر ما اخذ منهم اتخذہ عند اللہ حجةً الا احمد بن حنبل و احمد بن صالح وقال البخاری احمد بن صالح ثقة ما رأیت احدا یتکلم فیہ بحجة وقال ابن رواة احمد بن صالح بمصر و احمد بن حنبل ببغداد و محمد بن عبداللہ بن نمیر بالکوفة و النفیلی بحران ھؤلاء ارکان الدین وقال ابوحاتم و العجلی وجماعة ثقة قال ابوسعید ابن یونس لم یکن احمد عندنا بحمد اللہ کما قال النسائی لم یکن له آفة۔

یعنی احمد بن صالح جن کی نسبت ابو جعفر مصری ہے یہ حافظ اور مثبت ہیں بڑے علماء میں ایک ہیں ابن نمیر اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ اصل حجاز کی احادیث اس سے زیادہ جاننے والا ہمارے پاس نہیں آیا۔ امام ابو زرعتہ فرماتے کہ مجھے امام احمد بن حنبل نے سوال کیا کہ مصر میں اپنی جگہ کس کو چھوڑ آئے ہو تو میں نے جواب دیا کہ میں احمد بن صالح کو چھوڑ آیا ہوں تو وہ ان کا ذکر سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ امام محمد کہتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار سے کچھ زائد اساتذہ اور شیوخ سے حدیث لکھی ہے مگر ان میں سے محمد کے پاس بطور حجت میں صرف احمد بن حنبل اور احمد بن صالح ہی کو پیش کر سکتا ہوں۔

امام بخاری فرماتے ہیں احمد بن صالح ثقہ ہے ابن وارہ کہتے ہیں یہ دین کا مصر میں رکن رکین ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں اور اسی طرح امام عجلی اور محدثین کی ایک جماعت بھی اس کی توثیق کرتی ہے۔ اور ابو سعید ابن یونس کہتے ہیں کہ احمد بن صالح ایسا نہ تھا جیسا امام نسائی نے کہا ہے۔

قارئین کرام ان راویوں کے متعلق سرفراز صاحب کی جرح کا حال اور حشر آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے اب آگے چلیئے۔

سرفراز صاحب دل کے سرور صفحہ ۲۷ ایر ہی لکھتے ہیں کہ حضرت اسماء کی روایت کی تیسری سند میں عمار بن مطر واقع ہے۔ امام ابو حاتم رازی کہتے ہیں کان یکذب جھوٹ کہا کرتا تھا ابن عدی کہتے ہیں اس کی تمام حدیثیں باطل ہیں۔ دار قطنی نے کہا وہ ضعیف ہے۔

جواب:

میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۱۶۹ پر اس کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وثّقهٗ بعضهم۔ منهم من وصفهٗ بالحفظ۔ وكان حافظاً للحديث۔

یعنی بعض محدثین نے اس کی توثیق فرمائی ہے اور بعض اس کو موصوف بالحفظ قرار دیا ہے اور یہ حافظ الحدیث تھے۔

رہا ابو حاتم رازی اور احمد ابن عدی اور دار قطنی کا اس کی تضعیف کرنا تو اگر یہ مفسر بھی ہو تو بھی چونکہ یہ راوی حضرت اسماء کی تیسری سند میں ہے اور دو سندوں میں ہرگز یہ راوی موجود نہیں

اس لیے دو سندوں میں کوئی بھی ایسا راوی نہیں ہے جس پر جرح مفسر کی گئی ہو جن پر جرح کی گئی ہو جس کو سرفراز صاحب نے نقل کیا ہے وہ مبہم ہے جو نا مقبول ہے اس لیے حدیث کی صحت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہر سند صحیح ہو بلکہ اگر ایک سند بھی صحیح ثابت ہو جائے تو روایت کی صحت کے لیے یہ کافی ہے۔

سرفراز صاحب اپنے دل کے سرور میں لکھتے ہیں کہ رد شمس کی روایت کے متعلق امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں لا اصل لہ اور ابن جوزی کہتے ہیں یہ موضوع ہے ابن تیمیہ منہاج میں اس کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

جواب:

یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ امام احمد بن حنبل نے کیا اس حدیث کو ہر سند کے لحاظ سے بے اصل قرار دیا ہے یا صرف ایک خاص سند کے لحاظ سے اگر ہر سند کے لحاظ سے فرمایا ہے تو اس پر کوئی دلیل موجود نہیں اس شق کو دلیل سے ثابت کرنا ہوگا نیز امام احمد کے نزدیک کسی روایت یا سند کا بے اصل ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ تمام آئمہ و محدثین کے نزدیک اور فی الواقع بھی یہ روایت ہر لحاظ سے بے اصل ہو جائے۔ باقی ابن جوزی اور ابن تیمیہ وغیرہ کی جرح معتبر نہیں ہم آپ کے اکابر سے ان کی جرح کا غیر معتبر غیر مقبول ہونا ثابت کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مزید یہ کہ ملا علی قاری نے خود موضوعات کبیر میں ان کی جرح کو قبول نہیں کیا اسی لیے وہ لکھتے ہیں:

لکن قال السیوطی اخرجہ ابن مندہ و ابن شاهین و ابن مردویہ و صححہ الطحاوی والقاضی عیاض۔ اقول ولعل المنفی ردها بامر علی والمثبت بدعاء النبی علیہ السلام۔

اگر ملا علی قاری نے اس کو ضعیف یا موضوع و باطل مانا ہوتا تو تطبیق مذکور ہرگز نہ دیتے تطبیق صریح ہے تسلیم کا موضوعات کے صفحہ ۷۰ پر فرماتے ہیں:

ولکن قد صححہ الطحاوی وصاحب الشفاء واخرجہ ابن مندہ وابن شاهین وغیرهما کالطبرانی فی الاوسط الکبیر باسناد حسن الخ۔

اس عبارت میں ملا علی قاری نے اس کی ایک سند کو حسن تسلیم فرمایا ہے ہمارے نزدیک اس سلسلہ کی تمام روایات کی صحت کا دعویٰ نہیں کیا جاتا۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مشکل الآثار میں جو دو سندیں موجود ہیں وہ صحیح ہیں ہر سند کی صحت کا ادعاء ہم نے نہیں کیا جن کی صحت کا ادعاء ہم کرتے ہیں وہ مشکل الآثار کی دو سندیں ہیں ہم ذیل میں ان دونوں سندوں کے ایک ایک راوی کی توثیق نمبروار نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

۱۔ ابو اُمیّة الشیبانی الدمشقی اسمهٔ بحمد بقول من الثانیة تقریب ذکرهٔ ابن حبان فی الثقات۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۰)

۲۔ عبد الله بن موسیٰ العبسی الکوفی ثقة کشف الاستادصٹ ثقته صدوق حسن الحدیث۔

(کتاب الجرح والتعدیل صفحہ ۲۰۷، ۳۳۵)

اس کے متعلق بحث کے آغاز میں سرفراز صاحب کی جرح کے جواب میں مفصل طور پر کافی لکھا گیا ہے۔

۳۔ فضیل بن مرزوق وثقة ابن عیینة وابن معین قلت وکان معروفاً بالتشیع من غیر سبٍّ۔

(میزان جلد ۳ صفحہ ۳۶۲)

کتاب الجرح والتعدیل میں ہے امام احمد بن حنبل نے فرمایا لا اعلم الا خیراً ص۲۰۳ ج ۴ اس کے متعلق سوال کے جواب میں بحث گذر چکی ہے۔

۴۔ ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب۔ ان کے متعلق امام بخاری تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں:

ابراهیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب اخو عبد الله بن الحسن الهاشمی عن ابیه عن جدهٖ عن علی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال یکون قوم هم الرافضة یرفضون الدین۔

جلد ایک قسم ایک صفحہ ۲۷۹

حافظ نور الدین الہیثمی فرماتے ہیں، ھو ثقت در ثنار الوفار)

۵۔ فاطمۃ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب الہاشمیۃ المدینۃ و ذکرھا ابن حبان فی الثقاۃ و وقع ذکرھا فی البخاری فی الجنائز۔

(تہذیب التہذیب جلد ۲ اصفحہ ۲۳۴)

تقریب صفحہ ۲۹۲ میں فرماتے ہیں:

فاطمۃ بنت الحسین ثقتہ من الرابعۃ ماتت بعد المأتۃ وقد اسنت۔

۶ اسمار بنت عمیس مشہور معروف صحابیہ ہیں ملاحظہ ہو۔ تہذیب التہذیب۔ استیعاب۔ طبقات ابن سعید۔ تہذیب الاسمار وغیرہ۔

اور فرمان رسول ہے اصحابی کلھم عدول۔

حضرت اسمار کی دوسری سند:

جس کو مشکل الآثار میں لکھا گیا ہے:

۱۔ علی بن عبد الرحمٰن بن محمد بن مغیرۃ المخزومی ثقتہ من الحادیعۃ عشر مات سنۃ اثنتین وسبعین تقریب التہذیب صـ۲۴۳ و ذکرہ ابن حبان فی الثقاۃ تہذیب التہذیب جلد ۷ صـ۳۶۱ علی بن عبد الرحمٰن بن محمد بن مغیرۃ المخزومی صدوق کتاب الجرح والتعدیل جلد ۳ صـ۱۹۵ و کان ثقۃ حسن الحدیث توفی بمصر یوم الخمیس لعشر خلون من شعبان ۲۷۲ھ۔

۲۔ احمد بن صالح المصری ثقۃ حافظ من العاشرۃ تکلم فیہ النسائی بسبب اوھام قلیلۃ۔ و جزم ابن حبان بانہ انما تکلم فی احمد بن صالح الشمعونی فظن النسائی انہ عن ابن الطبری و مات

سنة ثمان و اربعین۔

اس عبارت میں احمد بن صالح پر امام نسائی کی جرح کا ابن حبان نے جواب بھی دیا ہے۔ کہ در حقیقت ابن معین نے احمد بن صالح مصری طبری میں کلام نہیں کیا۔ بلکہ احمد بن صالح الشمونی میں کلام کیا ہے۔ مگر امام نسائی نے گمان کیا کہ ابن معین کا متکلم فیہ احمد بن صالح مصری طبری ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ احمد بن صالح کے متعلق سرفراز صاحب کی جرح کے جواب نیں کافی لکھا جا چکا ہے گذشتہ صفحات میں۔

۳۔ محمد بن اسماعیل بن مسلم بن ابی فدیک صدوق تقریب ص۳۱۳

محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک المدنی صدوق مشہور یتحجّ به فی الکتب الستة و وثقه جماعته۔ و ذکرہ ابن حبان فی الثقات قال النسائی لیس به بأس قال ابن معین ثقة قال البخاری مات سنة مائتین هجری۔

۴۔ محمد بن موسیٰ عن عون بن محمد الفطری المدنی قال ابو حاتم صدوق یتشیع قال الترمذی ثقة میزان الاعتدال جلد۴ ص۵۰ صدوق من السابعة رمي بالتشیع تقریب ص۳۳۹ صدوق صالح الحدیث کتاب الجرح و التعدیل ۴-۱-۸۲ قال الترمذی ثقة و قال الطحاوی محمود فی روایته و ذکر ابن حبان فی الثقات مقبول الروایة و قال ابن شاهین فی الثقات قال احمد بن صالح محمد بن موسیٰ الفطری شیخ ثقه تهذیب ۹۔ ص۴۸۵

۵۔ عون بن محمد بن علی بن ابی طالب اور ان کا سماع ام عون سے ثابت ہے انہی کو ام جعفر بھی کہتے ہیں:

اُم عون بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب الهاشمیة و یقال ام جعفر زوجة محمد بن الحنفیة و اُم ابنه عون روت

عن حدیثها اسماء بنت عمیس وعنها ابنها عون تهذیب التہذیب جلد۱۲ ص ۲۷۴/۳۹۹ فی ذکر اسماء بنت عمیس ام جعفر مقبولۃ من الثالثۃ تقریب فی الکنی وکشف الاستار ص ۹۷۔

۶۔ ام جعفر عون بن محمد کے ترجمہ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

۷۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا صحابیہ معروفہ ہیں اور صحابیہ و صحابہ کے متعلق حدیث پاک ہے: اصحابی کلہم عدول۔

جلیل القدر علمائے اعلام کی تصریحات:

۱۔ مشکل الآثار کی روایتوں کے متعلق قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں:

قال الطحاوی وھذان الحدیثان ثابتان ای عندہ وکفیٰ بہ حجۃ و رواتهما ثقاۃ ای فلا عبرۃ عن طعن فی رجالہما۔

۲۔ ملا علی قاری شرح شفاء میں صفحہ ۵۸۹ میں فرماتے ہیں:

فھو فی الجملۃ ثابت باصلہ وقد یتقوی بتعاضد الاسانید الی ان یصل الی مرتبۃ حسنۃ فیصح الاحتجاج بہ۔

علامہ خفاجی شرح شفاء میں فرماتے ہیں:

وقد قال خاتمۃ الحفاظ السیوطی وکذا السخاوی ان ابن الجوزی فی موضوعاتہ تحامل تحاملاً کثیراً حتی ادرج فیہ کثیرا من الاحادیث الصحیحۃ و اشار الیہ ابن الصلاح وھذا الحدیث صححہ المصنف و اشار الی ان تعدد طرقہ شاھد صدق علی صحتہ وقد صححہ قبلہ کثیر من الائمۃ کالطحاوی۔

یعنی امام سیوطی اور سخاوی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے اپنی موضوعات بہت زیادتی کی ہے کہ اس میں کثرت سے صحیح حدیثوں کو موضوعات میں داخل کر دیا ہے اور ان کی اس زیادتی اور بے احتیاطی کی طرف امام ابن الصلاح نے بھی اشارہ فرمایا ہے اور یہ حدیث

صحیح ہے ان کی صحت اور تعدد طرق کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے کہ تعدد طرق اس کی صحت پر شاہد عدل ہے بہت سے اماموں نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ جیسے امام طحاوی وغیرہ۔

۳۔ انور شاہ کشمیری فیض الباری جلد رابع صفحہ ۷۶ پر لکھتے ہیں:

ثم ان ابن الجوزی ادخل ھذا الحدیث فی الموضوعات وکذا حدیثین من صحیح مسلم وقد صرح اصحاب الطبقات ان ابن الجوزی راکب علی مطایا العجلة فیکثر الاغلاط و رأیتُ فیہ مصیبةً اخری وھی انہ یرد الاحادیث الصحیحة کلما خالفت عقلہ و فکرہ۔

پھر بے شک ابن جوزی نے (رجم قردہ) کی حدیث کو اور اسی طرح مسلم کی دو حدیثوں کو موضوعات میں داخل کر دیا ہے اور بے شک اصحاب طبقات نے تصریح فرمائی ہے کہ ابن جوزی تیزی کی سواریوں پر سوار ہے اس لیے کثرت سے غلطیاں کرتا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ اس میں ایک یہ مصیبت بھی ہے کہ ایسی صحیح حدیثوں کو رد کر دیتا ہے۔ جو اس کے عقل و فکر کے خلاف ہوتی ہیں۔

۴۔ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری فرماتے ہیں:

قال الحافظ فی فتح الباری اخطأ ابن الجوزی بذکرہ فی الموضاعات وکذا ابن تیمیة فی کتاب الرد علی الروافض فی زعم وضعہ۔

(زرقانی صفحہ ۱۱۵)

امام ابن حجر عسقلانی بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے خطاء کی ہے اس کو موضوعات میں ذکر کر کے اسی طرح ابن تیمیہ نے بھی غلطی کی ہے اس کو موضوع گمان کر کے کتاب الرد علی الروافض میں۔

۵۔ علامہ امام بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۴۶ پر لکھتے ہیں۔

اخرجہ الحاکم عن اسماء و ذکرہ الطحاوی فی مشکل الآثار وھو حدیث متصل و رواتہ ثقاۃ و اعلال ابن الجوزی ھذا الحدیث لا یلتفت الیہ۔

امام عینی حنفی فرماتے ہیں شرح بخاری میں کہ اس حدیث کو امام حاکم نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں ذکر کیا ہے اور یہ حدیث متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی کا موضوع وغیرہ کہنا قابل توجہ نہیں ہے۔

۶۔ شیخ محقق مدارج النبوت جلد۲ صفحہ ۳۵۳ ، ۳۵۴ پر فرماتے ہیں:

اما کلام در حدیث رد شمس برائے علی رضی اللہ عنہ آنچہ علماء گفتہ اند نقل کنیم۔ بے ثبوت تعصب تعسف اس کے بعد امام طحاوی قاضی عیاض طبرانی ابن عراقی احمد بن صالح سے حدیث کی صحت اور حسن ہونے کا ذکر کیا اور احمد بن جوزی کے بارے میں فرمایا:

ابن جوزی مستعجل است در حکم وضع و ادعاء آں وثوق نیست۔

۷۔ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں کہ:

حافظ جلال الدین سیوطی اور امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ نے اس کی تصحیح فرمائی اور یہ کہ قاضی عیاض نے ابن جوزی پر انکار کیا ہے۔

۸۔ فتاویٰ شامی جلد اول صفحہ ۴۳۴ میں لکھا ہے:

والحدیث صححہ الطحاوی وعیاض و اخرجہ جماعۃ منھم الطبرانی بسند حسن و اخطأ من جعلہ موضوعًا کابن الجوزی۔

اور حدیث کی تصحیح فرمائی ہے امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اور اس کی روایت کی محدثین کی ایک جماعت نے ان میں سے ایک امام طبرانی ہیں جنہوں نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا اس کو اور علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جنہوں نے ابن جوزی کی طرح اس کو موضوع قرار دیا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔

قارئین کرام بندۂ ناچیز نے بحث کی ابتداء میں سورج لوٹائے جانے والی روایت کے راویوں پر سرفراز صاحب کی جرح کے جوابات پیش کیے اور ایک ایک راوی کی توثیق و تعدیل بحمدہٖ تعالیٰ اسماء الرجال کی معتبر و مستند کتابوں سے ثابت کی ہے اس کے بعد مشکل الآثار کی دو سندوں کے ہر ایک راوی کی توثیق و تعدیل معتبر و مستند کتب اسماء الرجال سے پیش کی ہے جو آپ پڑھ چکے ہیں اس کے بعد ان روایات کے متعلق علماء اعلام و اکابرین اسلام و شارحین احادیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معتبر و مستند کتابوں کے حوالوں سے اس کی صحت و حسن و تعدد طرق کے متعلق ان کے ارشادات نقل کر دیے اور ساتھ ہی یہ بھی نقل ہوا کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ وغیرہ کی جرح قابل التفات نہیں ہے خصوصاً انور شاہ صاحب کشمیری کا فیصلہ ابن جوزی کے خلاف باحوالہ پیش کر دیا گیا ہے اور یہ شاہ صاحب علماء دیوبند کے اکابرین میں سے ایک ہیں۔

۹۔ بلکہ علامہ عبدالحئی لکھنوی بھی تحفۃ الکملۃ علی حواشی تحفۃ الطلبۃ صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں:

ان من المحدثین من له افراط ومبالغة فی الحکم بوضع الاحادیث وبابطالها وضعفها منهم ابن الجوزی و ابن تیمیه الحنبلی والجوزقانی والصغانی وغیرہ۔

(منقول از حاشیہ الرفع والتکمیل صفحہ ۹۰)

یعنی محدثین میں بعض ایسے ہیں جو احادیث کی وضع و ابطال وضعف کا حکم لگاتے ہیں بہت افراط و مبالغہ کر جاتے ہیں جیسے ابن جوزی اور ابن تیمیہ جوزقانی اور صغانی وغیرہ۔

۱۰۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری لسان المیزان میں فرماتے ہیں:

طالعتُ رد ابن تیمیه علی الحلی فوجدته کثیر التحامل فی رد الاحادیث التی یوردها ابن المطهر الحلی و ردّ فی ردّه کثیراً من الاحادیث الجیاد۔

یعنی میں ابن تیمیہ نے جو رد کیا ابن مطہر حلی کا اس کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ

کثرت سے صحیح اور جید حدیثوں کو بھی رد کر گیا ہے۔

قارئین کرام یہ دس حضرات علماء اعلام و اکابرین کی عبارات تھیں جن سے واضح ہے کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ وغیرہ احادیث کی جرح کے جوش میں کثرت سے صحیح اور جید حدیثوں کو بھی رد کر دیتے ہیں اور حدیثوں پر وضع وضعف کا حکم لگانے میں جلدبازی اور بے احتیاطی کا شکار ہو جاتے تھے اس لیے ان کی جرح قابل قبول و معتبر نہیں ہے ان مذکورہ بالا علماء اعلام عشرہ کے نزدیک۔

قارئین کرام ان عبارات میں سے ایک عبارت علامہ شامی کی بھی لکھی گئی ہے جیساکہ آپ نے پڑھا وہ بھی فرماتے ہیں کہ:

اس کی تصحیح امام طحاوی قاضی عیاض نے فرمائی ہے اور اس کو طبرانی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے بعد اپنی طرف سے فرماتے ہیں کہ جنہوں نے اس کو موضوع قرار دیا ہے انہوں نے غلطی کی ہے جیسے ابن جوزی وغیرہ۔

اب تو سرفراز کو ماننا ہی پڑے گا کہ یہ حدیث قابل قبول و معتبر و قابل احتجاج ہے کیونکہ وہ خود تسکین الصدور صفحہ ۱۲۹ پر لکھتے ہیں کہ:

جس مسئلہ کی بنیاد امام علامہ شامی حدیث پر رکھیں اس حدیث کی صحت ان کے نزدیک مسلم ہوتی ہے (خواہ مشکاۃ میں ہو یا رسائل میں)

جبکہ آپ کو اس امر کا اقرار ہے تو پھر آپ کو تعصب چھوڑ کر اور عناد کی عینک اتار کر تسلیم کرنا چاہیے کہ مذکورہ متنازعہ روایت کی صحت علامہ شامی کو مسلم ہے اگر اتنی عظیم شخصیات اس کی صحت اور حسن ہونے کو مانتے ہیں تو پھر سرفراز صاحب کو ماننے سے انکار ہے تو ہوتا رہے ان کی وقعت اور اہمیت ہی کیا ہے ان اکابرین کی نسبت سے صحیح کہا گیا ہے۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔

سوال:

ابن کثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں اہل بیت کی ایک عورت ہے جو مجہولہ ہے۔

جواب:

شیخ محقق مدارج میں فرماتے ہیں کہ:

قول بجہالت و عدم معرفت حال اسماء بنت عمیس ممنوع است زیرا نکہ وے امرأت جمیلہ جلیلہ عاقلہ است کہ احوال وے معلوم و معروف است۔

یعنی اسماء کے مجہول اور غیر معروف ہونے کا قول منع ہے کیونکہ وہ ایک بزرگ عقلمند عورت ہے جس کے حالات معلوم اور مشہور ہیں۔

اصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۳۵ میں ہے:

اسماء بنت عمیس بن معد بوزن سعد ووقع فی الاستیعاب بفتح العین اُخت میمونۃ بنت الحارث زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور تہذیب الاسماء واللغات جلد ۲ صفحہ ۳۳۰ میں ہے:

اسلمت اسماء قدیما قال ابن سعد اسلمت قبل دخول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الارقم ابن ابی الارقم بمکۃ و بالبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۸۰ میں ہے کہ:

اولاً ان کا نکاح جعفر بن ابی طالب سے ہوا ان سے عبداللہ و محمد اور عون پیدا ہوئے۔ جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے پھر ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہوا تو محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ حضرت صدیقؓ کے بعد ان کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا تو عون اور یحییٰ پیدا ہوئے۔

ان کے متعلق یہ کہنا کہ یہ مجہولہ ہیں انتہائی جہالت کا ثبوت ہے۔

سوال:

حضرت اسماء کی وفات ۴۰ ہجری میں ہوئی تھی اور ان کے وفات پانے کے دس یا گیارہ سال بعد ۵۰ یا ۵۱ ہجری میں حضرت فاطمہ بنت حسین پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کی ملاقات ثابت نہیں۔ فلہٰذا سماع بھی ثابت نہیں۔

جواب: حضرت فاطمہ بنت حسین کے بارے میں کتب تواریخ سنہ وفات

سنہ ۱۱۰ھ لکھا ہے اور نور الابصار میں لکھا ہے: توفیت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سنۃ الرابعہ عشر ومائۃ۔

تقریب میں ہے:

فاطمۃ بنت الحسین ثقۃ من الرابعۃ ماتت بعد المائۃ وقد اسنت۔ الاکمال فی اسماء الرجال متعلقہ۔

مشکوٰۃ میں بھی ان کو ثقات تابعین میں لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ سو سال کی عمر پائی ان عبارات کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ جب حضرت فاطمہ بنت حسین کی عمر ۹۰ سال ہے کیونکہ تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۴۴۳ پر لکھا ہے کہ:

یعنی ۹۰ سال کی ہو کر وصال فرمایا۔ جب عمر ۹۰ سال ہے اور وفات سنہ ۱۱۰ھ میں ہے تو لامحالہ ان کی پیدائش سنہ ۲۰ھ کے قریب تسلیم کرنا پڑے گی۔ اس لیے یہ کہنا کہ ان کی ولادت ۵۰ یا ۵۱ ہجری میں ہوئی غلط اور باطل ہے۔ اور تقریب میں وقد اسنت کا جملہ بھی ادعا مذکور کو غلط ٹھہراتا ہے۔

قارئین کرام اس بحث میں ناچیز نے دیگر کتب معتبرہ کے علاوہ بعض جگہ استاذی واستاذ العلماء شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی دامت برکاتہم کے رسالہ معجزہ رد شمس سے بھی استفادہ کیا ہے اور یہ رسالہ قابل دید وقابل مطالعہ ہے۔ علماء کرام کے لیے اور نہایت مفید ہے۔ اور اس میں حضرت قبلہ استاذی المکرم نے رد شمس کی روایت کی جو عدد سندیں لکھی ہیں۔ ان کے بعض راویوں مثلاً عبید اللہ بن موسیٰ اور احمد بن صالح اور فضیل بن مرزوق اور محمد بن موسیٰ فطری عمار بن مطر وغیرہ پر جو جرح سرفراز صاحب نے دل کا سرور نامی کتاب میں کی تھی بحمدہ تعالیٰ ان کے دندان شکن اور نہایت مسکت جوابات دیے گئے ہیں وفیہ کفایۃ لمن لہ ھدایۃ۔

سرفراز صاحب اس حدیث کی ایک سند کے ایک راوی عبد الرحمٰن بن شریک پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ راوی فن حدیث میں نہایت کمزور ہے۔

جواب: اول تو یہ جرح مبہم ہے۔ ثانیاً یہ کہ تقریب صفحہ ۲۴۰ پر ان کے بارے

میں لکھا ہے صدوق من العاشرۃ۔ یعنی یہ صدوق ہے۔ میزان جلد ۲ صفحہ ۵۶۹ پر لکھا ہے کہ:

مُتحن مُوثقٌ روی عنہ البخاری فی ادابہ وقال ابن حبان فی ثقاتہ۔

یعنی اس کی توثیق کی گئی ہے اور آداب بخاری نے اس سے روایت کی ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقاۃ میں شمار کیا ہے۔

آگے ابن عقدہ پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ابن عقدہ رافضی ہے۔

جواب:

پہلے باحوالہ لکھا جاچکا ہے کہ اگر رفض کامل نہ ہو تو یہ سبب جرح نہیں ہے۔ رفض اُسی وقت سبب طعن ہوگا جب کامل ہو۔

آگے لکھتے ہیں کہ جو روایت اس سلسلہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اس کی سند میں یزید بن عبدالملک نوفلی ہے اس کو امام احمد امام یحییٰ امام احمد بن صالح امام ابوزرعہ امام ابن عدی۔ امام بخاری اور امام نسائی وغیرہ تمام ضعیف اور متروک الحدیث کہتے ہیں:

جواب:

میزان الاعتدال جلد ۴ صفحہ ۴۳۳ پر لکھا ہے کہ:

وقال عثمان سعید سألتُ یحییٰ عنہ فقال ماکان بہ باس۔

یعنی امام یحییٰ نے اس کی توثیق فرمائی ہے۔

رہا امام احمد کا ضعیف کہنا یا امام ابوزرعہ جتنے حضرات کی طرف سرفراز صاحب نے جرح کی نسبت کی ہے ان سب کی جرح مبہم ہے کسی نے جرح مفسر نہیں کی اور جرح جب تک مفسر نہ ہو قابل قبول نہیں ہے۔ جیسا کہ سرفراز صاحب نے سماع موتیٰ میں خود تسلیم کیا ہے۔

کیوں جناب سرفراز صاحب رواۃ پر جرح کر کے مخبوط الحواس تو نہیں ہوگئے۔ آپ خود دل کا سرور صفحہ ۲۰ پر احمد بن صالح کو مطعون و مجروح قرار دے کر پھر خود ہی صفحہ ۱۰۳ پر جرح کنندگان کی فہرست میں امام احمد بن صالح کو لکھتے ہیں جب بقول آپ کے یہ مطعون و مجروح ہیں تو پھر یہاں جرح میں ان کا قول کیسے نقل کر دیا اور یہاں ان کو امام احمد بن صالح بھی لکھ دیا

ہے جو شخص روایت کرنے میں بقول آپ کے ضعیف و مطعون ہے۔ اس کی جرح کیسے قابل قبول ہو گئی۔

ابو ہریرہؓ کی روایت کے ایک راوی یحیٰی بن یزید پر جرح کرتے ہوئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا۔

جواب:

میزان الاعتدال جلد چار صفحہ ۴۱۴ پر لکھا ہے:

یحیی بن یزید ابو شیبة الرهاوی وقال ابن عدی ارجو ان یکون صدوق وقال ابو حاتم لا بأس به۔

اس کے علاوہ یحیٰی بن یزید اس نام کے چار راوی لکھتے ہیں۔ سرفراز صاحب نے تعین نہیں کی بلکہ بلا تعیین جرح نقل کر دی ہے مزید یہ کہ ان کی منقول جرح مفسر نہیں بلکہ مبہم ہے جو خود اس کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں ہے۔

قارئین کرام دل کے سرور نامی کتاب میں سرفراز صاحب نے جتنی روایتوں کی جس جس سند کے جس راوی پر جرح نقل کر کے اعتراض کیا تھا اور اسی بنیاد پر ردشمس کی ہر روایت یا ہر سند کو مجروح و مطعون قرار دینے کی ناکام کوشش کی تھی۔ ناچیز نے ان سب کی تحقیق با حوالہ نقل کر کے ان کی جرح کا جواب بھی ساتھ ہی عرض کر دیا ہے۔ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے پھر جواب مسلمات سے دیا گیا ہے اس لیے تسلیم کرتے سے چارہ نہیں مگر انصاف پسند اصول پسند کو ہٹ دھرم ضدی معاند اور متعصب کے لیے تو دفتر کے دفتر اور دلائل کا انبار بھی ناکافی ہوتا۔

سرفراز صاحب تکبر و غرور میں آکر ازالہ اور اپنی دیگر کتابوں میں بعض جگہ یہ لکھتے آئے ہیں کہ

میں وہ بلا ہوں کہ پتھر کو شیشے سے توڑ دوں

جواب: ہمیں یہ بات اپنے متعلق لکھتے ہوئے شرم بھی آتی ہے اور خوف بھی اس لیے بجائے اس کے ہم صرف یہ کہتے ہیں:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سوال:

یہاں یہ سوال وارد ہو سکتا ہے کہ فریق مخالف نے معتبر کتابوں کے حوالے سے جرح نقل کی ہے اور تم نے مستند کتابوں کے حوالے سے توثیق و تعدیل نقل کی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں الجرح مقدم علی التعدیل پر عمل کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ تم خود سابقہ صفحات میں تسلیم کر چکے ہو۔

جواب:

بے شک سرفراز صاحب کی نقل کردہ جرح کے مقابلہ میں توثیق و تعدیل نقل کی ہے مگر یہ کہنا غلط ہے کہ علی الاطلاق جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے نہیں ہرگز ایسا نہیں بلکہ صرف وہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے جو مبین السبب اور جرح مفسر ہو اگر جرح مبین السبب اور مفسر نہ ہو تو پھر اس کو تعدیل پر مقدم نہیں کیا جاتا اور اس کو تعدیل پر ترجیح نہیں ہوتی۔

کتب اصول حدیث کے علاوہ خود سرفراز صاحب اپنی کتاب سماع موتی ص ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ ہاں اگر جارح ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہو۔ متشدد۔ متعنت اور متعصب نہ ہو اور جرح کے اسباب کو جانتا ہو تو پھر جرح تعدیل پر مقدم ہو گی۔ بشرطیکہ جمہور کے قول سے متصادم نہ ہو۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

والجرح مقدم علی التعدیل واطلق ذلك جماعة ولكن محله ان صدر مبيّناً من عارف باسبابه لانه ان كان غير مفسر لم يقدح فی من ثبت عدالته

شرح نخبة الفكر ص ۱۱۔

جرح تعدیل پر مقدم ہے اور ایک جماعت نے اس کو مطلق رکھا ہے لیکن اس تقدیم کا صحیح محل یہ ہے کہ جرح مفسر ہو اور ایسے شخص کی طرف سے ہو جو جرح کے اسباب کو جانتا ہو۔ کیونکہ اگر جرح مفسر نہ ہوئی تو ایسے شخص کے بارے میں اس سے کوئی عیب پیدا نہیں ہو گا جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو۔

اس عبارت میں فریق مخالف فرقہ دیوبندیہ کے مشہور و معروف شیخ الحدیث نے تسلیم کر لیا ہے کہ جرح غیر مفسر کو تعدیل پر تقدیم و ترجیح حاصل نہیں ہوتی اور سرفراز صاحب

کی جرح چونکہ مبہم وغیر مفسر ہے اس لیے ہماری پیش کردہ تعدیل پر سرفراز صاحب کی جرح کو تقدیم وترجیح ہرگز نہیں دی جا سکتی۔

علم ما فی الارحام اور فریق مخالف کے دلائل :

قارئین کرام اس عنوان میں مولوی سرفراز صاحب مولانا محمد عمر صاحب مرحوم کی ایک دلیل دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵ سے نقل کرتے ہیں جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے حضرت ام فضل کا گزر ہوا تو آپ نے فرمایا تیرا حمل لڑکے کا ہے جب تو اس کو جنے تو لڑکا میرے پاس لانا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے دائیں کان میں آذان فرمائی اور داہنے (بائیں) کان میں اقامت پھر آپ نے بچے کا نام عبداللہ رکھا جو عبداللہ بن عباس سے مشہور ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خلفاء کا باپ ہے جس کی نسل سے سفاح اور مہدی اور وہ شخص پیدا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھے گا الخ۔

اس عبارت پر سرفراز صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولوی محمد عمر صاحب کو دائیں اور بائیں کی تمیز سے تمیز نہیں ہے۔ یہ فریق مخالف کا مناظر اسلام ہے۔

جواب :

جواباً گذارش ہے کہ اہل علم ایسی گرفت نہیں فرمایا کرتے کیونکہ کتابت کی غلطی کا احتمال موجود ہے جیسے گذشتہ صفحات سے تین جگہ خود سرفراز صاحب کی کتاب میں بھی ایسا موجود ہے۔ دو جگہ الزاماً ہم نے نشاندہی کی ہے اور تیسری جگہ ص ۲۳۶ پر سرفراز صاحب نے لکھا ہے :

کہ ان امور کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے خدا کے لیے علوم خمسہ کے حصول کا قول کیا ہے کیوں جناب آپ کے نزدیک خداوند قدوس کا علم حصولی ہے کسی سے حاصل شدہ ہے۔ ہم نے

آپ کی اس غلطی کو درگزر کر دیا تھا۔ حالانکہ یہ کاتب کی غلطی نہیں ہو سکتی۔ کیا یہ کہہ دوں کہ یہ ہیں فرقہ دیوبندیہ کے مسلّم شیخ الحدیث جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خدا کا علم حصولی ہے یا نہیں۔

مولانا محمد عمر صاحب کی منقولہ بالا عبارت پر دوسرا اعتراض سرفراز صاحب نے یہ کیا ہے کہ:

اولاً یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں احمد بن راشد بن خثیم الہلالی ہے میزان میں ہے کہ اس نے یہ باطل حدیث بیان کی ہے لسان میں ہے اس نے حماقت سے یہ روایت گھڑی ہے۔

ثانیاً کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف حضرت ام فضل کے حمل کا علم تھا یا تمام روئے زمین کی عورتوں بلکہ جملہ حیوانات کی اناث کے ارحام کا بھی علم تھا اور کیا آپ نے صرف چند خلفاء کے متعلق یہ فرمایا یا قیامت تک تمام نسلوں کے لیے۔

جواب:

اولاً یہ کہ متعدد صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے اگر ایک آدھ روایت ضعیف بلکہ موضوع بھی ثابت ہو جائے تو اس سے مدعی کا لبطلان نہیں ہوتا۔ خصوصاً جب کہ مدعی کا اثبات نصوص قرآنیہ کے عموم و اطلاق سے ہو رہا ہے۔ سرفراز صاحب کو یہ نصوص اور صحیح احادیث کیوں نظر نہیں آتیں صرف ضعیف روایتوں پر ہی آپ کی نظر انتخاب کیوں پڑتی ہے۔ ڈسکہ کے چیمہ ہسپتال میں داخلہ لیجئے اور نظر کا علاج کر لیجئے۔ اگر پیسے نہیں تو نمازیوں سے چندہ کر لیجئے۔

ثانیاً یہ کہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ میں لفظ کل اور ما وغیرہ ہیں جن کی اصل وضع عموم کے لیے ہے اور یہ عموم و استغراق تمام روئے زمین کے ذوی الارحام (خواہ انسانی اناث ہوں یا حیوانات کی اناث) کے ارحام کو بھی شامل ہے اس لیے جن کی تخصیص آپ کرتے ہیں وہ تخصیص اخبار احاد سے جائز نہیں ہے اس تخصیص پر خبر متواتر یا خبر مشہور پیش کرنا ہو گی۔ جو قطعی الدلالۃ بھی ہو۔ جن آیات کو سرفراز صاحب بطور تخصیص پیش کرتے ہیں یا پیش کریں گے ان کو مخصص بنانا یا سمجھنا خام خیالی ہے۔ کیونکہ وہ آیات نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے کی ہیں اور ہمارا دعویٰ

یہ تھا کہ یہ ماکان و مایکون و جمیع جزئیات خمسہ کے علم کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے اس سے قبل ماکان و مایکون کے بعض جزئیات اور علوم خمسہ کے بعض جزئیات کا علم حاصل تھا اور بقیہ حاصل ہو رہا تھا۔ اس لیے ایسے اعتراضات محض ہمارے دعویٰ سے عدم واقفیت اور لاعلمی یا پھر تجاہل عارفانہ کا نتیجہ ہے۔ جس کی وجہ محض عناد و تعصب ہے۔

اور چند خلفاء کے متعلق حضور کا فرمان کم از کم ما فی الغد کا علم تو ہے ہی تم تو کہتے تھے ما فی غد کا علم ماننا کفر ہے اب آپ نے سرفراز صاحب غور یہ تسلیم کر لیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما فی غد کے بعض علوم حاصل تھے اور یہ حقیقت آپ پہلے بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ بلکہ بعض اولیاء کے لیے بھی مان چکے ہیں۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۶۴ پر مقیاس حقیقت کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:

مولوی محمد عمر صاحب مسلم جلد ۲ ص ۳۹۲ کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے قریب دس اسپ سوار نکلیں گے تو آپ نے فرمایا کہ میں ان کے ناموں کو بھی جانتا ہوں اور ان کے آباء کے ناموں کو بھی اور ان کے گھوڑوں کے رنگوں کو بھی وہ اس دن تمام روئے زمین کے اسپ سواروں سے بہتر ہوں گے اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ما فی غد اور ما فی الارحام کے علوم قیامت تک بیان فرما دئیے۔ (مقیاس صفحہ ۲۴۲)

اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس بندۂ خدا کو اس کی تمیز نہیں کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کو ملحوظ رکھ سکے دعویٰ تو ہے ما فی الارحام کے علم کا اثبات کے لیے دلیل یہ پیش ہو رہی ہے کہ آپ نے قیامت کے قریب دس سواروں کے نام اور ان کے آباء کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ بیان فرمائے کیا یہ لوگ ماں کے پیٹ میں ہی گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے۔ مولوی صاحب آپ کو دو تین چار کا نہیں بلکہ کلی طور پر ما فی الارحام کے علم کا ثبوت پیش

کرتا ہوگا وہ بھی نص قطعی اور خبر متواتر سے خبر واحد سے نہیں۔ علاوہ بریں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اُن دس آدمیوں کے اور اُن کے آباء اور گھوڑوں کے بارے میں اطلاع دی ہے یا تمام روئے زمین کے ارحام اور تمام کے مافی غد کے واقعات کی اطلاع دی ہے الخ۔

جواب:

اولاً تو قارئین کرام شکر کا کلمہ ادا کیجئے کہ سرفراز صاحب مسلم کی اس حدیث کے راویوں کی جرح بھول گئے ان کو جرح علی الراوی کا اتنا شوق ہے کہ وہ تو ابن جوزی اور ابن تیمیہ وغیرہ دین و متبعین سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے اگر بس چلے تو۔

سرفراز صاحب آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بعض مافی غد اور بعض مافی الارحام کی خبر دی ہے جو آپ کو بھی مسلم ہے۔ آپ پہلے بھی ازالہ کے ص ۲۰۵، ۲۰۶ پر بعض اولیاء کرام کے لیے غیوب خمسہ کے بعض جزیات کا علم تسلیم کر چکے ہیں۔ اس لیے بعض جزیات خمسہ کا علم تو متنازعہ نہ رہا۔ صرف جمیع جزیات کا علم ہے۔ مگر حدیث میں جہاں بعض ثابت ہے وہاں جمیع کے حصول کی نفی یا جمیع کے حصول کے امکان کی نفی نہیں ہے۔ بعض کے متعلق عدم اظہار ہے اور عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہوا کرتا۔ جیسے آپ خود ص ۲۴۲ پر تسلیم کر چکے ہیں۔ دلیل کی دعویٰ سے مطابقت کے لیے یہ کہاں ضروری ہے کہ ہر فرد کا الگ الگ ذکر ہو۔ سرفراز صاحب کہتے ہیں۔ کیا یہ لوگ ماں کے پیٹ میں ہی گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے۔

نہیں جناب دنیا میں آکر ایسا کریں گے۔ مگر اُن کے دنیا میں آنے سے پہلے وہ ماں کے رحم میں ٹھہریں گے پھر دنیا میں آکر قیامت کے قریب گھوڑوں پر سوار ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پیدا بلکہ ماؤں کے ارحام میں آنے سے پھر دنیا میں آنے سے بہت پہلے بتا دیا کہ میں اُن کے نام اُن کے آباؤ اجداد کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگوں کو بھی جانتا ہوں بلکہ ابھی وہ پیدا ہوئے نہیں بلکہ بہت سے آباء و اجداد بھی پیدا نہیں ہوئے مگر حضور علیہ السلام نے یہ بھی بتا دیا کہ وہ زمین پر تمام سواروں سے بہتر ہوں گے۔ کیا یہ حدیث آپ کی وسعت علمی کی دلیل نہیں کیا اس سے مافی غد اور مافی الارحام کا علم ثابت نہیں ہو رہا ہے

یقیناً ہو رہا ہے۔ لبعض کا ذکر مالبتی کی نفی کو مستلزم ہے تا کہ مالبتی کو منفی قرار دیا جائے تقیکم الحر یں گرمی سے بچانے کا ذکر ہے سردی سے بچانے کا نہیں۔ مگر جس طرح یہاں عدم ذکر نفی کو مستلزم نہیں اسی طرح اس مقام پر مالبتی کی نفی نہیں ہوتی۔

جواب نمبر ۲:

ثانیاً یہ کہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص پر اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیہ مع کونہ معجزۃ دلالۃ علیٰ ان علمہ صلی اللہ علیہ وسلم محیط بجمیع الکلیات والجزئیات۔

یعنی اس حدیث میں معجزہ ہونے کے باوجود دلالت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام کلیات و جزئیات کو محیط ہے۔

دیکھا سرفراز صاحب یہ کیسی تصریح ہے کیسی نص ہے اور تصریح بھی ملا علی قاری کی ہے جن کی مفصل عبارات کو آپ کے نزدیک حجت کا درجہ حاصل ہے۔ جیسے آپ نے اپنے رسالہ ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب اور حاضر و ناظر کے صہ پر تسلیم کیا ہے۔

یاد رکھیے پہلا جواب علی سبیل التنزل تھا اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی منقولہ بالا عبارت کو بندہ نے صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی بالکلمۃ العلیا ص سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ موجودہ مرقات مطبوعہ امدادیہ ملتان جلد دس کے ص پر اس عبارت کو بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باری تعالیٰ کے لیے بنا دیا گیا ہے اور انہ کی ضمیر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائے جانے کے بجائے اس کا مرجع ذات باری تعالیٰ کو بنا دیا گیا ہے۔ مگر درحقیقت حدیث کے الفاظ:

انی اعرف اسماءھم واسماء آبائھم والوان خیولھم۔

اس کے خلاف ہیں۔ شرح کی مطابقت حدیث سے تب ہو گی جب ضمیر کا مرجع ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا جائے۔ جیسے پہلے گذر چکا ہے۔

قارئین اکرام حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جاء الحق ص۱۱ پر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کے متعلق ایک روایت مؤطا امام مالک بیہقی شریف جلد ۶ ص ۱۷۰ طحاوی شریف جلد ۲ ص ۲۴۵ اصابہ جلد ۸ ص ۲۸۶ تاریخ الخلفاء ص ۱۶۱ سے نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے وفات کے وقت وراثت کی تقسیم کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا تیری والدہ کے پیٹ میں حمل لڑکی کا ہے جو پیدا ہونے والی ہے اس حمل کو میں لڑکی دیکھ رہا ہوں۔ اسی روایت کو نقل کرکے مولانا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کیوں جناب تم کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ کا علم نہیں۔ یہاں تو آپ کے نام لیوا پیٹ کا علم ظاہر فرما رہے ہیں۔ مقیاس ص ۳۴۴، ۳۴۵۔

اس پر سرفراز صاحب اعتراض کرتے ہوئے گوہر افشانی فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں الجواب کے عنوان میں اس روایت سے فریق مخالف کا احتجاج بچند وجوہ باطل ہے۔

اولاً اس لیے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صرف ایک رحم کی خبر دی ہے ما فی الارحام کی خبر نہیں دی اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو علم ما فی الارحام تھا ایک رحم کے علم سے جمیع ما فی الارحام کا علم کیسے حاصل ہوا۔ بندگان خدا کو دعویٰ اور دلیل کی مطابقت پیش نظر رکھنی چاہیئے۔

جواب:

مولوی سرفراز صاحب نے یہ اعتراض کرکے اپنی جہالت کا ٹھوس ثبوت پیش کیا ہے۔ کیونکہ کسی سُنی عالم دین کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ تمام انبیاء کرام اور جمیع صحابہ و اولیاء عظام میں سے ہر ایک ہر وقت جمیع جزیات خمسہ کو جانتا ہے۔ جمیع جزیات خمسہ کا علم صرف حضور کی ذات کے لیے ہے اور وہ بھی نزول قرآن کی تکمیل کے بعد قبل نہیں۔ پھر اس میں ذہول و نسیان بھی ہو سکتا ہے اور بنا بر مصلحت و حکمت عدم اظہار بھی۔

لہٰذا سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو جمیع ما فی الارحام کا علم تھا۔ یہ سرفراز صاحب کا الزام ہے اور بہتان تراشی ہے ما فی الارحام کو جمیع ما فی الارحام قرار دینا اور سمجھنا سرفراز خاں صاحب بہادر ہی کا کام ہے۔

سرفراز صاحب مافی الارحام کے ایک فرد کے اظہار کو ماں بقی کے علم کی نفی کیسے بنا لیا ہے یا ایک فرد کے اظہار اور ما بقی کے عدم اظہار کو عدم علم کی دلیل کیسے بنا لیا ہے۔ جبکہ خود تسلیم کرتے ہو کہ عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہے۔ دیکھئے ازالہ کا ص ۲۴۲۔

سرفراز صاحب استدلال مذکور پر اعتراض کی دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے ص ۲۴۸ پر لکھتے ہیں کہ وثانیاً اہمہا جاریۃ کا جو معنی مولوی محمد عمر صاحب نے کیا ہے کہ میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں یہ محض عربی سے ناواقفی کی روشن دلیل ہے۔ ارٰی بالضم (الہمزہ) ظن کے معنی میں آتا ہے نہ کہ علم کے معنی میں ج ا ص ۱۹۷ میں لکھا ہے:

وما اُراہ یفصل کذا ای ما اظنہٗ ومنہ ذو بطن بنت خارجۃ اُراھا جاریتہ ای اظن ان ما فی بطنھا انثٰی۔

اور یہ کہ روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ قد اُلقی فی روعی انہا جاریتہ اور انجاح الحاجۃ کی عبارت نقل کرنے میں یہ غلطی کی ہے کہ مخالف فقرہ چھوڑ دیا ہے کیونکہ انجاح الحاجۃ کی عبارت میں یہ بھی لکھا ہے:

ومع ھذا لا یخرج عن درجۃ الظن ولا یدخل فی حد العلم فافترقا۔

یعنی جو ثابت ہے وہ ظن ہے اور جو منفی ہے وہ علم یقینی ہے اور دونوں میں فرق ہے۔

لے فی الارحام میں جمع پر الف لام داخل ہے جو استغراق افراد کے لیے نہیں ہے یعنی استغراق افراد کے لیے نہیں ہے بلکہ جنس کے لیے ہے اور قاعدہ ہے کہ لام تعریف جب جمع پر داخل ہوتی ہے جمعیت کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے جیسے:

لا یحل لک النساء من بعد اور انما الصدقات للفقراء والمساکین اور لا یتزوج النساء

میں فقراء اور مساکین اور نساء میں جمیع فقراء و مساکین و جمیع نساء مراد نہیں ہیں اسی طرح حضرت صدیق رضہ کے متعلق عبارت میں مافی الارحام سے جمیع مافی الارحام سمجھنا سرفراز صاحب کی جہالت ہے متعلقہ عبارت میں مافی الارحام ہے جمیع مافی الارحام کا ذکر نہیں از خود جمیع مراد لینا تادیل بما لا یرضی بہ القائل ہے جیسے نورالانوار توضیح تلویح میں موجود ہے۔

جواب نمبرا:

اس اعتراض میں سرفراز صاحب نے چند عبارات سے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علم اور چیز ہے اور ظن اور چیز اور حضرت صدیق کو ظن حاصل تھا علم نہ تھا۔

جواباً گذارش ہے کہ خواہ علم ظنی ہی سہی ہے تو علم ہم نے علم کا دعویٰ کیا ہے۔ علم قطعی یقینی کا کب دعویٰ کیا ہے۔ آپ نے خود ازالہ کے صہ ۲۲۸ پر تفسیر مظہری کی عبارت نقل کی ہے کہ:

واعداد بالعلم العلم القطعی والعلم الحاصل للاولیاء بالایہام وغیرہ ظن لیس بقطعی۔

یعنی آیت میں قطعی علم کی نفی ہے ظنی علم کی نفی نہیں اور اولیاء کرام کو علوم خمسہ کے بعض جزیات کا جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ظنی علم ہے۔ قطعی نہیں آپ نے مرقات جلد اول صہ ۶۶ کی عبارت جو نقل کی ہے ازالہ کے صہ ۲۲۸ پر وہاں آپ نے خود لکھا ہے کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مکاشفہ یا الہام وغیرہ سے جو علوم ہوتے ہیں "ھی ظنیات لا تسمی علوما یقینیات" اس عبارت میں آپ نے خود ظنیات کو علوم تسلیم کیا ہے۔

بلکہ ازالہ صہ ۲۰۵، ۲۰۶ پر آپ نے لکھا ہے کہ ان میں سے جن بعض جزیات کا علم غیر اللہ کے لیے ثابت ہوگا تو وہ صرف علم جزئی ہے۔ پھر لکھا کہ ان میں سے بعض جزیات کا علم باعلام خداوندی بعض اولیاء کو بھی ہو جاتا ہے۔

ان عبارات میں ایک تو آپ نے غیوب خمسہ کے بعض جزیات کا علم تسلیم کیا ہے دوسرا یہ کہ اس کو علم اور علوم لکھا ہے۔ مگر یہاں صہ ۲۴۸ پر باحوالہ نقل کر کے آپ خود لکھتے ہیں کہ یہ ظن ہے علم نہیں یہ علم کی حد میں داخل نہیں اور ظن سے خارج نہیں اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ ظن بالکل علم ہے ہی نہیں نہ ظنی نہ قطعی تو پھر آپ نے اس کو صہ ۲۰۵، ۲۰۶ پر علم اور علوم کیوں لکھا اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ ہے تو علم ہی مگر قطعی نہیں ظنی ہے تو چشم ما روشن دلے ماشاد۔ جناب ہم آپ کو صرف یہی تو منوانا چاہتے ہیں کہ ما فی الارحام کا علم غیر اللہ کو

حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے علم ظنی مانا ہے علم ظنی مقید ہے اور مقید میں مطلق موجود ہوتا ہے۔ علم ظنی مان کر آپ نے علم مان لیا ہے پھر انجاح کی عبارت آپ کے خلاف ہے کیونکہ وہ ظن کو علم کا غیر بناتی ہے اور وہ یہ کہتی ہے کہ ظن علم کی حد میں داخل ہی نہیں اب اس گتھی کو آپ ہی سلجھائیں کہ ان میں سے آپ کی کون سی بات کو سچ اور کون سی بات کو جھوٹ قرار دیا جائے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ثانیاً یہ کہ سرفراز صاحب جب آپ ازالہ کے ص ۲۰۵، ۲۰۶ پر خود یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ بعض بعض جزیات خمسہ کا علم بعض اولیاء کرام کو ہوتا ہے تو پھر یہاں سیدنا صدیق اکبرؓ کے لیے بعض جزیات کے علم سے انکار کس بنیاد پر ہے۔ کیا صدیق اکبرؓ کا مقام آپ کے نزدیک اُمت کے ایک ولی جتنا بھی نہیں ہے۔ کیا فرماتے ہیں جناب۔

قارئین کرام دیکھا آپ نے کہ سرفراز صاحب کیسے اور کتنے مخبوط الحواس ہو چکے ہیں کہ اپنی تردید آپ کر رہے ہیں۔ کہیں لکھتے ہیں علم ہے کہیں لکھتے ہیں یہ علم نہیں ظن ہے۔ انبیاء و اولیاء کرام کی توہین و تنقیص اور ان کے کمالات کے انکار کا یہی انجام ہوتا ہے۔ یہ لوگ خود نہیں بدلتے۔ بلکہ قرآن و حدیث کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے عقائد بدل کر قرآن کے مطابق نہیں بناتے بلکہ قرآن و حدیث کو اپنے عقائد باطلہ خبیثہ کے سانچے میں ڈھالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ سچ ہے،

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

قارئین کرام اعتراض منقولہ بالا کی تیسری وجہ بیان کرتے ہوئے سرفراز صاحب ص۴۹۲ پر لکھتے ہیں کہ:

ثالثاً اگر فریق مخالف کا مقصد یہ ہو کہ حضرت صدیق اکبر کو علم غیب حاصل تھا جبھی تو آپ نے پیٹ کے حمل کا تذکرہ فرمایا کہ میرے خیال میں وہ لڑکی ہے تو ان کا یہ مزعوم تصور بھی یقیناً باطل ہے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی وفات سے چند لمحات پہلے حضرت عثمانؓ کو بلا کر جو وصیت تحریر کرائی تھی اس میں یہ بھی لکھوایا اور فرمایا تھا کہ لا اعلم الغیب اور میں غیب

نہیں جانتا تاریخ الخلفاء ص ۶۰ شرح عقائد جلالی ص ۰۰ اد الکامل للمبرد جلد ا ص ۹ و الامامۃ و السیاسۃ جلد ا ص ۱۹ ابن قتیبہ رضی اللہ عنہ ملاحظہ کیا آپ نے کہ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات سے چند لمحات پہلے کیا فرمایا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم غیب نہیں تو کسی اور کو یا کسی ولی اور بزرگ کو کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ما فی غد کا علم نہیں تو پھر کسی اور کو کیسے ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو ازالہ ص ۲۵۰۔

جواب نمبر ۱:

قارئین کرام اس قسم کی آیات و احادیث و آثار و اقوال کے متعلق پہلے واضح کر دیا گیا ہے کہ ان میں نفی ذاتی استقلالی بلاواسطہ جاننے کی ہے عطائی بالواسطہ باذن اللہ اور باعلام خداوندی جاننے کی نفی نہیں ہے۔ مگر سرفراز صاحب خواہ مخواہ کتاب کے حجم کو بڑھانے کی غرض سے بار بار ایسی عبارات کو نقل کرتے ہیں جن کے جوابات بارہا دیے جا چکے ہیں اور ہمارے اکابر کی کتابوں میں موجود ہیں اگر کسی حد تک کوئی قابل جواب بات کہی گئی ہے تو وہ ہے ذاتی و عطائی کی بحث یا کلی بطور کلی کی بحث جس کے دندان شکن اور نہایت مسکت جوابات بندہ نے عرض کر دیئے ہیں۔

جواب نمبر ۲:

اگر اس عبارت کو ذاتی کی نفی پر محمول نہ کریں تو پھر یہ عبارت خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ سرفراز صاحب بعض غیوب خمسہ کے بعض جزئیات کا علم بعض اولیاء کرام کے لیے ازالہ کے صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵ پر تسلیم کر چکے ہیں۔ سرفراز صاحب جب آپ کے نزدیک امت کے بعض اولیاء کو بعض جزئیات خمسہ کا علم حاصل ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس کی نفی کرتے ہیں۔ کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان آپ کے نزدیک ولی جتنی بھی نہیں ہے۔ پھر جب غیوب خمسہ امور غیب ہیں تو ان کا علم غیب کا علم ہوگا غیب کا جاننا علم غیب ہی کہلاتا ہے۔ سرفراز صاحب یہ کیا جہالت ہے کہ ولی کے لیے علم غیب کے بعض جزئیات کو مانیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے انکار کریں یہ کہاں کی دانشمندی ہے اور عقلمندی ہے۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب غیوب خمسہ کے بعض جزیات کے علم کو تسلیم کرتے ہو صہ ا۲۵ پہ دو جگہ لکھتے ہیں کہ:

جھگڑا امور خمسہ کے جزیات کا نہیں کلیات کا ہے۔ پھر لکھتے ہیں جھگڑا اس میں نہیں ہے کہ امور خمسہ میں سے بعض بعض جزیات کا علم بھی اللہ تعالی کے بغیر کسی کو ہے یا نہیں اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بعض جزیات کی اطلاع دی گئی ہے یا نہیں جزیات کا علم مفروغ عنہ ہے۔ اہل حق میں سے کوئی اس کا منکر نہیں ہے۔

سرفراز صاحب ان دو عبارتوں میں بھی دو باتیں تسلیم کر رہے ہیں۔

ایک یہ کہ غیوب خمسہ کے بعض جزیات کا علم خداوند قدوس نے بعض اولیاء کرام کو عموماً اور حضور علیہ السلام کو خصوصاً عطا فرمایا ہے۔ اہل حق میں سے کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے۔

دوسری یہ کہ سرفراز صاحب نے اس کو علم قرار دیا ہے اور مانا ہے یہاں ظن نہیں کہا بلکہ علم کہا اور مانا ہے۔ کیوں جناب ازالہ کے صہ ۲۴۳ پر تو آپ نے مُغرب علی بر محوطا۔ النجاح الحاجتہ کی عبارات پیش کر کے یہ ثابت کیا تھا بزعم خویش کے اولیاء کرام کو الہام وغیرہ سے جو حاصل ہوتا ہے وہ صرف ظن ہے علم نہیں ہے بلکہ ظن اور علم کا فرق بتایا تھا مگر یہاں صہ ا۲۵ پہ سراسر اس کے خلاف لکھ رہے ہیں کہ یہ علم ہے اور اس کے علم کا حصول حق ہے اور اہل حق اس کے منکر نہیں ہیں۔ یہ کیا کر دیا اپنے ہی اقوال کی تردید اپنے قلم سے کر دی ہے۔ سچ ہے کہ:

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

مزید یہ کہ جب بعض اولیاء کے لیے بعض جزیات خمسہ کے علم کا اہل حق میں سے کوئی منکر نہیں تو پھر آپ یہاں بیہقی۔ موطا۔ اصابہ وغیرہ کی روایت مشتبہ کی بے جا تاویلات فاسدہ میں کیوں پڑ گئے ہیں اور اہلسنت کے استدلال کے بطلان کی وجوہ ثلاثہ کے چکر میں کیوں پھنس گئے ہیں کہ کہیں مافی الارحام سے جمیع مافی الارحام از خود لیتے ہیں حالانکہ جمع پر جب الف لام آئے تو جمعیت ساقط ہو جاتی ہے اجیسے نور الانوار توضیح تلویح وغیرہ

کتب معتبرہ میں لکھا ہے اور کہیں علم غیب کی نفی و انکار حضرت صدیق سے کرتے ہوئے واللہ اعلم الغیب کی عبارت نقل کرتے ہیں اور کہیں علم اور ظن کا فرق ثابت کر کے جہالت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ سرفراز صاحب جب اہل حق انکار نہیں کرتے تو آپ کا رویہ کیا ہے۔ آپ اپنے مزعومہ دلائل دے کر کیا ثابت کرتے ہیں یا انکار کرتے ہیں۔ جب آپ نے اہل حق کے انکار کی نفی کی ہے تو پھر آپ ہی بتائیں کہ آپ انکار کر کے اہل حق کا ساتھ دے رہے ہیں تو پھر آپ ہی بتائیں کہ آپ انکار کر کے اہل حق کا ساتھ دے رہے ہیں۔ یا کیا کیا ہے سرفراز صاحب جزئیات کا علم آپ کو مسلم ہے تو پھر حضرت صدیق سے اس کی نفی کیوں کرتے ہو۔ جبکہ واقعہ مذکورہ بھی ایک جزئی سے متعلق ہے آپ کی عبارات متضاد ہیں سوچ سمجھ کر لکھا کریں۔ آپ کی کون سی بات سچی ہے اور کون سی جھوٹی ہے۔ سچ ہے اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔

جناب آیات خاندہ قرآنیہ جو آپ پیش کرتے رہے ہیں اور جن کو قطعی الدلالت بھی قرار دے چکے ہیں ان کے عموم و اطلاق کی کونسی نص قطعی سے تخصیص یا تقیید کر کے بعض جزئیات خمسہ کا علم بعض اولیاء کرام کے لیے تسلیم کر رہے ہیں۔ وہ نص قطعی کون سی ہے۔ جس کو آپ نے مخصص بنایا ہے۔ کیا اس پر صریح خبر متواتر ہے اگر ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ متعدد جگہ علم ہی کا انکار بھی کر جاتے ہیں۔ مولوی صاحب ازالۃ الریب صفحہ ۲۵ پر بعض جزئیات خمسہ کے علم کو آپ غیر متنازعہ بتلاتے ہیں اور اس کو اہل حق کا نظریہ لکھتے ہیں۔

اسی طرح صہ ۲۰۵، ۲۰۶ پر بھی بعض اولیاء کرام کے لیے بعض جزئیات کا علم آپ تسلیم کر چکے ہیں مگر آپ نے خود غیر اللہ کے لیے علم غیب ماننے کو کفر و شرک اور ماننے والے کو مشرک و کافر قرار دیا ہے دیکھئے ازالہ کا صفحہ ۳۸ آپ نے صہ ۲۰۵، ۲۰۶ اور صلہ ۲۵ پر غیوب خمسہ کے بعض جزئیات کا علم تسلیم کیا ہے اور اس کے علم کا اقرار کیا ہے (یعنی پانچ علوم کے بعض جزئیات کا علم غیب تسلیم کیا ہے۔ لیکن یہاں صہ ۳۸ پر علم غیب (خواہ جزئی ہو یا کلی) غیر اللہ کے ماننے کو کافر و مشرک قرار دیا ہے اور ماننے والے کو کافر و مشرک لکھا ہے۔ اب آپ خود بتائیے کہ بعض جزئیات خمسہ غیبیہ کا علم غیب تسلیم کر کے آپ کافر و مشرک ہوئے یا نہیں کم از کم لزوم کفر سے تو

آپ کا بچنا مشکل ہے یہاں ہم نے آپ کے مسلمات پیش کیے ہیں۔ اس لیے جواب سوچ کر دینا ہو گا۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

ایک بہتان کا جواب:

قارئین کرام لطیفہ کے عنوان میں صفحہ ۲۵۰ پر سرفراز صاحب گوہرافشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بریلوی حضرات نے علم مافی الارحام کا عقیدہ شیعہ امامیہ سے لیا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

لان الامامیة یعتقدون ان الامام المعصوم یعلم ما فی بطن الحامل وما وراء الجدار (تاریخ الخلفاء ص ۲۱۲)

جواب نمبرا:

یہ اعتراض بھی سرفراز صاحب کی جہالت کا شاہکار ہے۔

اولاً اس لیے کہ اول تو اہلسنت کا وہ عقیدہ ہرگز نہیں جو شیعہ شنیعہ کا ہے کیونکہ وہ اماموں کے لیے صرف علم ما فی الارحام بجمیع الجزئیات ہی نہیں مانتے بلکہ وہ جمیع ما کان وما یکون کا علم مانتے ہیں اور اہلسنت یہ وسیع علم صرف نبی و رسول کے لیے مانتے ہیں۔ صحابہ یا اہل بیت میں سے کسی کے لیے یہ وسیع علم نہیں مانتے اور نہ ہی یہ علم مذکور کسی ولی کے لیے مانتے ہیں بصورت احاطہ اس لیے یہ سرفراز صاحب کا بہتان ہے اہلسنت پر۔

ثانیاً یہ کہ بالفرض اگر ایسا ہوتا تو بھی یہ اعتراض جہالت تھا کیونکہ کسی ایک آدھ عقیدہ میں دو فریقوں کا متفق ہونا من کل الوجوہ متفق ہونے کو مستلزم نہیں ہے اور نہ یہ قابل اعتراض ہے کیونکہ اس کو اگر قابل اعتراض قرار دیا جائے تو پھر مومن کا مشرک سے مسلمان کا کافر سے سنی کا کسی گمراہ فرقے سے بلکہ خود دیوبندیوں کا مرزائیوں سے اور شیعوں اور معتزلہ وغیرہ گمراہوں سے

امتیاز نہ رہے گا کیونکہ من وجہہ دیوبندیوں کا مرزائیوں سے اور شیعوں و معتزلہ وغیرہ سے اشتراک موجود ہے مرزائی اور شیعہ و معتزلہ آخر خدا کو مانتے ہیں تو خدا کو مانتے ہیں بلکہ خدا کی واحدانیت کو مانتے ہیں ان کا اشتراک موجود ہے۔ بلکہ مشرکین کہ ہر شئی کا خالق خدا کو مانتے ہیں اور دیوبندی بھی مانتے ہیں کیا اس من وجہہ اشتراک کو دلیل بنا کر اگر یہ کہا جائے کہ دیوبندیوں نے وجود باری یا وحدانیت خداوندی یا خالقیت باری تعالیٰ کے عقائد مشرکین اور مرزائیوں معتزلہ اور شیعہ وغیرہ گمراہوں سے لیے ہیں تو یہ درست اور قابل قبول ہے۔ جس طرح یہ کہنا غلط ہے اسی طرح سرفراز صاحب کا وہ مذکورہ بالا اعتراض بھی غلط اور باطل و مردود ہے۔

قابل اعتراض تو اشتراک من کل الوجوہ یا پھر اکثر و بیشتر وجوہ میں اشتراک ہے کسی ایک وجہ سے اشتراک کو قابل اعتراض قرار دینا حماقت ہے کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ دیوبندی علماء نے داڑھی کا طریقہ سکھوں سے لیا ہے۔ اگر یہ کہنا غلط ہے اور یقیناً غلط ہے تو آپ کا قول البول کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ سرفراز صاحب لکھتے ہیں بریلوی حضرات نے یہ عقیدہ شیعہ امامیہ سے لیا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے جو بعض غیوب خمسہ کا علم تسلیم کیا ہے اولیاء کرام کے لیے وہ کہاں سے لیا ہے۔ اگر کوئی امام سیوطیؒ کے قول منقول کو دلیل بنا کر آپ سے پوچھتا ہے کہ ما فی لبطن الحامل کے علم کا عقیدہ یا لبعض جزیات خمسہ کے علم کا عقیدہ یا ماتی لبطن لبعض الحوامل کا عقیدہ آپ نے کہاں سے لیا ہے۔ امام سیوطی کی عبارت تو بتاتی ہے کہ یہ عقیدہ شیعہ کا ہے۔ عبارت میں بعض جزیات کی تخصیص یا استثناء نہیں ہے۔ بنا بریں جزئی ہو یا کلی دونوں کو شامل ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ سرفراز صاحب مفتی صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب کی عبارات میں آپ نے مافی الارحام۔ سے از خود جمیع ما فی الارحام مراد لیا ہے اور یہاں ما فی الارحام لکھنے کے بعد تاریخ الخلفاء کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں مافی لبطن لحامل ہے اور الحامل مفرد ہے یہاں ایک حاملہ کے حمل کا ذکر ہے اگر آپ کے نزدیک مافی الارحام سے مراد جمیع مافی الارحام ہیں تو پھر اس کو ثابت کرنے کے لیے مافی لبطن الحامل کی عبارت کیسے کافی ہو سکتی ہے۔ یہ

عبارت تو آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ مافی الارحام کے بعض جزئیات کا علم تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں سچ ہے ، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ سے استدلال کا جواب:

قارئین کرام مولوی گکھڑوی صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۵ پر علم مافی غدا در بایّ ارض تموت اور فریق مخالف کے دلائل کے عنوان میں مولنٰنا محمد عمر صاحب مرحوم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال قل یاایھا الکافرون کی سورت میں ولا انا عابد (کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کل کی خبر دی ہے الخ) یہ کمزور ہے اولاً اس لیے کہ اسم فاعل اور مضارع اگرچہ حال اور استقبال دونوں کا احتمال رکھتے ہیں مگر علی التعیین اس سے استقبال ہی مراد لینا اور اس پر بضد ہونا صحیح نہیں ہے۔

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب نے حسب معمول یہاں بھی جہالت کا ثبوت پیش کیا ہے کیونکہ اگر علی التعیین استقبال کا معنیٰ مراد لینا درست نہیں ہے تو پھر کیا فرق پڑے گا اگر علی سبیل الاالتیعین استدلال کیا جائے تو پھر دونوں زمانے مذکور ہوں گے اور دونوں میں استقبال ضرور موجود ہے۔ جب استقبال ضرور موجود ہے۔ جب استقبال والا معنیٰ حال والے کے ساتھ کیا جائے گا تو بحرف التردید تو استقبال سے خبر دینا متحقق ہو گا۔ کیونکہ حال کی تعیین کا کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ موجود نہیں ہے بلکہ اس آیت میں بعض مفسرین کی تفسیر کے مطابق استقبال کا معنیٰ متعین ہے جس کو اگلے صفحہ پر سرفراز صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔

وثانیاً اگر اس آیت کا یہ معنیٰ تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ بعض مفسرین کرام نے لکھا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے لفظ قل سے اطلاع دے کر اعلان کرایا ہے کہ تم کہہ دو کہ جیسے میں اب غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتا۔ آئندہ بھی نہیں کروں گا۔ یہ بات تو محل نزاع سے بالکل خارج ہے۔

جواب: اس وجہ ثانی میں سرفراز صاحب نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو مولنٰنا محمد عمر صاحب

کے موقف سے ٹکراتی ہو بلکہ ان کے موقف کو باحوالہ مفسرین تسلیم کر لیا ہے۔ سرفراز صاحب خود ترجمہ کرتے ہیں آئندہ بھی نہیں کروں گا۔ کیوں کہ سرفراز صاحب بمعنیٰ جو آپ نے خود بیان کیا ہے۔ وہی نہیں جو مولانا محمد عمر صاحب نے بتایا تھا اس میں اور اس میں آخر کیا فرق ہے۔ عاید کو آپ نے بھی مستقبل کے معنیٰ میں لیا ہے اور یہی مطلوب تھا بلکہ آپ نے تو خود اقرار بھی کر لیا ہے یہ استقبال والا معنیٰ بعض مفسرین نے مراد لیا ہے۔ شاید آپ جیسوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ:

فر من المطر وقام تحت المیزاب

وما تدری کیا آپ نے کل کے متعلق صرف عبادت ہی کی خبر دی ہے یا ہر ہر چیز کی جو کل واقع ہونے والی ہے۔ جھگڑا امور خمسہ کے جزئیات میں نہیں کلیات میں ہے اس وجہ ثالث میں بھی حسب معمول سرفراز صاحب نے شرم ناک جہالت کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ کیونکہ سرفراز صاحب کے نزدیک مافی الغد کے علم کا ثبوت موقوف ہے جمیع مافی الغد کی خبر دینے اور جمیع مافی الغد کے اظہار پر حالانکہ خود مولوی صاحب ص ۲۴۴ پر تسلیم کر چکے ہیں کہ عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہے سرفراز صاحب جن جزئیات مافی الغد کی خبر دی ہے وہ تو یقیناً علم مافی غد کا ثبوت ہیں لیکن جن کی اطلاع نہیں دی ان کے متعلق عدم اطلاع یا عدم اظہار کو عدم علم کی دلیل بنانا آپ کے اپنے قول کے خلاف ہے۔

قارئین کرام اندازہ لگائیے کہ سرفراز صاحب کا دماغ کس قدر ماؤف ہو چکا ہے کہ خود مانتے ہیں کہ جھگڑا امور خمسہ کے جزئیات کا نہیں کلیات کا ہے مگر خود مولانا محمد عمر صاحب کی پیش کردہ دلیل میں بحث کو طول دے کر عملاً یہ ثابت کرتے ہیں کہ جزئیات کا علم بھی نہیں ہے سرفراز صاحب آپ تو ص ۳۸ پر علی الاطلاق علم غیب ماننے والے کو کافر و مشرک قرار دے چکے ہیں اور انبیاء غیب و اخبار غیب پر مطلع ہونے کو تو ضروری مانا ہے۔ اب یہاں اور چند اور مقامات پر امور خمسہ (جو غیوب خمسہ ہیں) کے بعض جزئیات کا علم انبیاء و اولیاء کے لیے تسلیم کر رہے ہیں۔ غیوب خمسہ کے جزئیات کا علم بھی علم غیب ہی ہے۔ کیونکہ وہ جزئیات امور غیبیہ ہیں۔ ان امور غیبیہ کا علم علم غیب ہی ہوگا تم بتائیے نا ان کا علم غیب مان کر آپ اپنے قول سے کفر و شرک کے مرتکب ہوئے یا نہیں ذرا سوچ کر جواب دینا ہوگا۔

قارئین کرام یہ بتدعین دیوبند کے شیخ الحدیث صاحب ازالہ کے ص۲۵۱، ۲۵۲ پر لہٰذا مصرع فلاں لہٰذا مصرع فلاں۔ یہ ہے فلاں کافر کے گرنے کی جگہ۔ یہ ہے فلاں کافر کے گرنے کی جگہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی صاحب جھگڑا اس میں نہیں کہ امور خمسہ میں سے بعض امور کی بعض بعض جزیات کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو ہے یا نہیں جزیات کا علم مفروغ عنہ ہے۔ اہل حق میں سے کوئی اس کا منکر نہیں ہے جھگڑا تو کلیات میں ہے اور مولوی محمد عمر صاحب کا از راہ جہالت یا خیانت یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خمسہ سے امرین کی اطلاع قبل از وقت بتائی ہے۔ سراسر باطل ہے کیونکہ آپ نے امور خمسہ میں سے امرین کی اطلاع نہیں دی بلکہ ان امرین میں سے صرف دو جزیات بتائی ہیں اور ان دو باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی طرح مفتی صاحب کا یہ لکھنا خالص خود فریبی ہے کہ کون کس جگہ مرے گا یہ علوم خمسہ میں سے ہے مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ علوم خمسہ میں سے نہیں بلکہ علوم خمسہ کے جزئیات میں سے ہے۔

قارئین کرام اس عبارت میں سرفراز صاحب نے تین باتیں کہی ہیں۔

۱۔ یہ کہ جھگڑا امور خمسہ میں سے بعض امور کی بعض بعض جزئیات کے علم کے متعلق نہیں ہے یہ مفروغ عنہ ہے۔ اور اہل حق اس کو مانتے ہیں۔

۲۔ یہ کہ لہٰذا مصرع فلاں میں حضور نے امور خمسہ میں سے امرین کی اطلاع قبل از وقت نہیں دی بلکہ امور خمسہ کے امرین سے دو جزیات بتائی ہیں۔

۳۔ یہ کہ کون کس جگہ مرے گا یا علوم خمسہ میں سے نہیں ہے بلکہ علوم خمسہ کے جزیات میں سے ہے۔

جواب:

پہلی بات سرفراز صاحب کی مبنی بر جہالت ہے کیونکہ وہ علم غیب کو (خواہ جزیات کا ہو یا کلیات کا پھر وہ بعض جزیات کا ہو یا کل کا ہر حال میں) ازالہ کے ص۸۰ پر کفر و شرک قرار دے چکے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک علم غیب ماننا انبیاء و اولیاء کے لیے کفر و شرک ہے اور یہ ماننے والا کافر و مشرک ہے چونکہ ص۳۸ پر خبر غیب و انبیاء غیب پر مطلع ہونے کے انکار کو

الحاد و زندقہ بتایا ہے اور اس کے مقابلہ میں علم غیب ماننے کو کفر و شرک کہا ہے یہ تقابل بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک علم غیب جزئی ماننا بھی کفر و شرک ہے کلی کی طرح اس لیے یہاں بعض مغیبات کے علم غیب کا اقرار کرنا اپنے ہی قول سے کافر و مشرک ہونا ہے۔

کیوں جناب آپ اپنے ہی فتویٰ کی زد میں آئے کہ نہیں مزید یہ کہ جب آپ بعض جزئیات کو مانتے ہیں تو پھر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ایک جزئی منقولہ کا انکار کیوں کیا ہے وہ ایک جزئی واقعہ نہیں ہے یقیناً وہ ایک جزئی واقعہ تھا۔

جواب نمبر ۲:

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ دوسری بات سرفراز صاحب کی جہالت کے علاوہ حماقت پر بھی مبنی ہے سرفراز صاحب کہتے ہیں لہذا مصرع فلاں میں امور خمسہ سے امر بن کی اطلاع نہیں دی بلکہ امور خمسہ کے امر بن سے دو جزئیات کی خبر دی ہے۔ سرفراز صاحب یہ کہاں اور کس کتاب اور کس امام یا محدث یا مفسر کی اصطلاح ہے کہ علم ما فی غد یا علم ما فی الارحام وغیرہ ہی کو امر کہہ سکتے ہیں۔ ما فی غد کی کسی جزئی یا ما فی الارحام کی کسی جزئی پر امر کا اطلاق جائز نہیں ہے یہ آپ کی خانہ ساز اور خانہ زاد اختراع ہے۔

سرفراز صاحب ما فی غد کی کسی جزئی کو کیا شرعاً امر سے تعبیر کرنا منع ہے کیا اس پر کوئی دلیل پیش کرنے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ جناب والا جس طرح پانچ علوم کو امور کہہ سکتے ہیں اسی طرح پانچ میں سے ہر ایک کے جزئیات میں سے ہر جزئی کو بھی امر اور ایک سے زائد کو امور کہہ سکتے ہیں۔ اس کی مخالفت پر آپ نہ کوئی عقلی دلیل پیش کر سکتے ہیں اور نہ نقلی۔ کیونکہ یہ آپ کے گھر کی افتراع ہے۔

مزید یہ کہ آپ نے خود ازالہ کے صفحہ ۲۰۶ پر لکھا ہے کہ اس حوالہ سے یہ بات بالکل روشن ہو گئی کہ ان امور خمسہ کا احاطہ اور شمول کے طور پر علم صرف باری تعالیٰ سے مخصوص ہے ان میں سے بعض جزئیات کا علم باعلام خداوندی بعض بعض اولیاء کو بھی ہو جاتا ہے۔

اس عبارت میں آپ نے خود امور خمسہ کے بعض جزئیات کا علم تسلیم کیا ہے کیونکہ امور خمسہ کے ذکر کے بعد ان کہہ کر اشارہ انہی کی طرف کیا ہے معلوم ہوا کہ بقول آپ کے آپ کی

عبارات میں تضاد ہے جو اعتراض آپ نے مفتی صاحب پر کیا ہے وہ آپ پر بھی وارد ہوتا ہے

فالمہ جوابکم فھوجوابنا۔

جواب:

تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ یہاں جہالت وحماقت کے علاوہ سرفراز صاحب نے غیر شعوری طور پر صحیح احادیث کے الفاظ کا بھی انکار کیا ہے جن احادیث میں وارد ہے کہ خمس لایعلمھن الا اللہ ۔ تو ان احادیث میں ان پانچ کو گناتے ہوئے آیت کریمہ لکھی گئی ہے کہ:

ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدًا وما تدری نفس بای ارض تموت الخ۔

اسی قسم کی کئی روایات سرفراز صاحب اپنی کتاب کے چھیٹے باب میں مختلف صفحات پر لکھتے ہیں۔ جن میں کون کس جگہ مرے گا۔ علوم خمسہ سے شمار کیا گیا ہے نہ کہ علوم خمسہ کے جزیات سے سرفراز صاحب قرآنی آیت میں جہاں ان پانچ کا ذکر کیا وہاں بای ارض تموت کو علوم خمسہ سے ایک فرمایا ہے یا ان کی ایک جزی فرمایا ہے ذرا اپنے سر پہ ہاتھ رکھ کر بتائیے کہ قرآن نے بلکہ خود خداوند قدوس نے ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ الآیہ میں وما تدری نفس بای ارض تموت کو علوم وامور خمسہ سے شمار فرمایا ہے کہ نہیں۔ کیوں جناب ضد اور عناد اس حد تک کے قرآن وحدیث کی صریح مخالفت تو آپ کریں اور مخالفت کا الزام دوسروں کو دیں مگر سرفراز صاحب کو اس کی کیا پرواہ ہے وہ تو یہ بھی کہہ دیں گے کہ:

بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

قارئین کرام ص ۲۵۳ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ جو خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی سے ایک دن قبل دی ہے وہ بالکل حق تھی مگر وہ صرف یہ خبر تھی کہ فلاں کافر کل اس جگہ قتل کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ اس کو کون قتل کرے گا۔ کل کی جملہ گھڑیوں اور گھنٹوں کے اندر وہ کس گھڑی یا گھنٹے یا گھنٹے کے کون سے منٹ یا سیکنڈ میں وہ قتل ہوگا یہ اور اس قسم کی دیگر تفصیلات وقوع سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھیں۔ جب

ان مقتولوں کے بارے میں پوری تفصیلات کا علم آپ کو حاصل نہ تھا تو جمیع ما فی غد کی تفصیل کا علم کس طرح حاصل ہوگا الخ۔

جواب نمبر ۱:

الحمد للہ کہ اعلیٰ حدیث مذکورہ کی صحت پر اعتراض نہ کر کے صحت کو بھی تسلیم کر لیا اور ساتھ ہی کل کی بات کا علم بھی تسلیم کر کے اس کا حق ہونا بھی مان لیا۔ البتہ حسب عادت ضیحہ قدیمہ دیگر متعلقہ تفصیلات کے علم کا انکار کر کے اپنی حماقت و جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

سرفراز صاحب ذرا یہ بتائیے کہ جنگ بدر تک نزول قرآن کی تکمیل ہو چکی تھی ہرگز نہیں تو پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ اس وقت دیگر تفصیلات مذکورہ بالا کا علم نہ تھا تو بھی یہ اہلسنت کے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔

ان تفصیلات کا عدم علم ہمارے خلاف تب ہوتا جبکہ یہ واقعہ نزول قرآن کی تکمیل کے بعد کا ہوتا مگر یہ تو ظاہر البطلان ہے۔

جواب نمبر ۲:

سرفراز صاحب نے دیگر تفصیلات کے علم کی نفی پر نہ آیت قرآنی پیش کی ہے نہ کوئی حدیث صرف دیگر تفصیلات کے متعلق عدم اظہار کو بنیاد بنا لیا ہے عدم علم کی حالانکہ خود صفحہ ۲۴۲ پر تسلیم کر چکے ہیں کہ عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہے۔ سچ ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

اس بحث کے ضمن میں سرفراز صاحب بخاری جلد ۲ ص ۵۶۵ اور مسلم جلد ۲ ص ۱۰۱ پھر بخاری جلد اول ص ۴۴۴ مسلم جلد ۲ ص ۸۸ مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۵۲۔ ابوداؤد طیالسی ص ۲۴ نووی جلد ۲ ص ۸۸ و حاشیہ مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۵۲ سے جو روایات نقل کرتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جنگ بدر میں مقتول کفار خصوصاً ابوجہل کے اور اس کے قاتلوں کے حالات جن میں معاذ بن عمر بن جموح اور معاذ بن عفراء یا معاذ اور معوذ یا ابن مسعود تھے حضور علیہ السلام مفصل طور پر جانتے نہ تھے اگر جانتے ہوتے تو حالات معلوم کرنے کے لیے کسی کو کیوں بھیجتے اور جا کر خود کیوں دیکھتے کہ یہ کس کی تلوار سے قتل ہوا وغیرہ تفصیلات کا علم نہ تھا اور یہ کہ ابن مسعود

کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ جنگ بدر سے ایک دن پہلے ھذا مصرع فلان غدًا ان شاء اللہ کہنے کی وجہ سے عالم الغیب اور جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہو گئے ہیں ورنہ ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ خاص اہتمام سے بتانا کوئی معنی نہیں رکھتا الخ صفحہ ۲۵۲ سے ۲۵۵ تک۔

جواب:

ان روایات کا جواب بھی اوپر گزر چکا ہے اور وہ یہ کہ تمام روایات جن واقعات کی تفصیل کی نفی کرتی ہیں وہ واقعات نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کے ہیں بعد از تکمیل کے نہیں اس لیے یہ ہمارے دعویٰ کے ہرگز خلاف نہیں ہیں۔ سرفراز صاحب کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کرو جو تکمیل نزول قرآن کے بعد کسی واقعہ کے علم کی نفی کرے اور وہ مبنی بر عدم توجہ یا مبنی بر نسیان و سہو بھی نہ ہو اور اس میں عدم علم کی صراحتہ ہو کیونکہ محض سوال کرنا بھی کبھی مبنی بر حکمت بھی ہوتا ہے ہمیشہ سوال کرنا لاعلمی کی دلیل نہیں ہوتا۔ یہ تمام روایات یقیناً نزول کی تکمیل سے قبل کی ہیں اس لیے ان سے سرفراز صاحب کا استدلال سراسر باطل و مردود اور مبنی بر جہالت ہے مگر سرفراز صاحب اور متبعین دیوبند کی بلا جانے ان کو تو بغض رسول نے اندھا کر دیا ہے صرف کمالات و فضائل کی نفی ہی نظر آتی ہے۔ کمال تو ان کو دکھائی ہی نہیں دیتا۔ سچ ہے کہ

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
چو خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اسی بحث پر سرفراز صاحب ص ۲۵۵ پر لکھتے ہیں کہ:

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور شادی کرنے اولاد ہونے کم و بیش بیتالیس سال حکومت کرنے پھر وفات پانے پھر اپنی قبر کے پاس مدفون ہوتے اور باب لد کے پاس دجال لعین کے قتل کرنے کے متعلق حضور علیہ السلام کے فرامین گرامیہ سے استدلال ما فی غد کے علم پر باطل ہے کیونکہ یہ اشراط ساعت و علامات قیامت ہیں جن کے بارے میں کسی مسلمان کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہو سکتا ان سے علم جمیع

مافی غد ثابت کرنا دور از کار بات ہے اور ٹیڑھی کھیر ہے۔ الخ

جواب:

الحمد للہ اس عبارت میں سرفراز صاحب کو روایات پر جرح کرنے کی جرأت نہیں ہوئی صحت کو تسلیم کر لیا ہے اور مافی غد کے متعلق چند تفصیلات کے بیان کو مان لیا ہے۔ البتہ ماؤف الدماغ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے یہ گپ مارتے ہیں کہ ان سے مافی غد کا علم ثابت نہیں ہوتا یا جمیع مافی غد کا علم ثابت نہیں ہوتا۔

گکھڑوی صاحب اشراط ساعت وعلامات قیامت ہونا کیا علم کے منافی ہے اگر علم کے منافی ہوتا تو ان کی خبریں کیسے دی جا سکتی ہیں ان اشراط ساعت وعلامات قیامت کے بارے حضور علیہ السلام کا کئی صدیوں پہلے بتانا کہ یوں ہوگا اور یوں ہوگا یہ علم کے بغیر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے ثابت ہوا کہ علم مافی غد حاصل تھا رہا یہ کہ جمیع مافی غد یا جمیع ماکان وما یکون ثابت نہیں ہوتا تو اولاً تو ہمارے خلاف نہیں کیونکہ یہ تمام روایات نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہیں۔ جو بعدیت کا مدعی ہے۔ فعلیہ البیان۔

ثانیاً یہ کہ مافی غد کے متعلقہ دیگر واقعات کے علم کی نفی کس دلیل سے ہوتی ہے مثلاً نزول عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی ہے اب جس دن نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا اس دن کی دیگر تفصیلات کے عدم علم پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ صرف یہی کہ ان دیگر تفصیلات کا اظہار نہیں فرمایا اور ان کے متعلق بتایا نہیں تو سرفراز صاحب خود مان چکے ہیں کہ عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہے۔ ٹیڑھی کھیر تو عدم علم ثابت کرنا ہے جو آپ کے بس کی بات نہیں ہے خواہ مخواہ تنقیص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتکاب کر کے اپنی عاقبت سیاہ اور برباد نہ کیجئے اور آخرت کو تباہ کیجئے۔

اسی بحث میں سرفراز صاحب مفتی صاحب مرحوم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں ہم کل جھنڈا اس کو دیں گے جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح فرمائے گا۔ الخ

اگر اس سے مراد یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل کے واقعات میں سے صرف ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ قلعہ فتح ہوگا تو بالکل صحیح ہے اس میں کسی کو کلام نہیں اور اگر مراد یہ ہو کہ کل کے اندر رونما ہونے والا ہر ہر واقعہ آپ کو معلوم تھا اور یہ حدیث اس کی دلیل

ہے تو یہ قطعاً غلط ہے۔کیونکہ اس کے بعد ہی خیبر میں زینب نامی ایک یہودیہ عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر آپ کو اور آپ کے چند ساتھیوں کو کھلایا جس کی وجہ سے حضرت بشر بن براء بن معرور کی شہادت ہو گئی بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد صحابہ کرام شہید ہو گئے تھے اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کی ہر بات معلوم ہوتی جس کے اثبات کے فریق مخالف درپے ہے۔تو بتائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمداً اور دیدہ دانستہ ان حضرات صحابہ کو زہر کھلا کر مروا ڈالا تھا۔بینوا و توجروا ص ۲۵۵۔

جواب نمبر۱:

قارئین کرام سرفراز صاحب یہاں بھی اپنے آپ کو مجسمۂ جہالت ثابت کرنے سے باز نہیں آئے کہتے ہیں کہ اگر مراد صرف کل ایک واقعہ کا علم ہے تو صحیح ہے اس میں کسی کو کلام نہیں۔یعنی سرفراز صاحب تسلیم کر رہے ہیں کہ ما فی غد یعنی کل کا علم حضور علیہ السلام کو حاصل تھا اس حدیث سے مفتی صاحب کا مقصد بھی یہی تھا جس کو سرفراز صاحب نے تسلیم کر لیا ہے۔اب سرفراز صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضور علیہ السلام کو کل کا مطلقاً علم نہیں ہے۔درحقیقت یہاں جناب اہلسنت کے دلائل کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور شکست کا اعتراف کر لیا ہے۔صرف اپنے دیوبندی جہلاء کے سامنے اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے کہتے ہیں کہ یہ ایک واقعہ کی خبر ہے۔ کی تمام اخبار واقعات کی نہیں ہے حالانکہ بتایا جا چکا ہے کہ عدم اظہار عدم علم نہیں اور یہ آپ کو بھی مسلم ہے سرفراز صاحب یہ کس نے لکھا ہے کہ حدیث مذکورہ سے جمیع ما فی غد یا جمیع ما کان وما یکون ثابت ہوتا ہے۔اس حدیث سے صرف کل کی بات کا علم ثابت کیا جاتا ہے اور اس سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے اور دیگر تفصیلات ما فی غد کا علم تو آیات قرآنیہ سے ثابت کیا جاتا جن کے عموم و اطلاق سے ما فی غد کی دیگر تفصیلات و دیگر واقعات کی تخصیص چونکہ کسی قطعی الدلالت آیت سے یا حدیث متواتر و مشہور نہیں ہوتی اس لیے نزول قرآن کی تکمیل کے بعد یہ علم آپ کے لیے ثابت ہے۔

جواب نمبر۲:

چونکہ واقعہ مذکورہ اور واقعہ زہر خورانی یقیناً نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے اور نزول

سے قبل ہم بھی جمیع ما کان و ما یکون اور جمیع جزیات خمسہ کے علوم کے قائل نہیں۔ اس لیے یہ روایات ہمارے خلاف نہیں ہیں۔

جواب نمبر ۳:

عدم توجہ کا امکان بھی رد نہیں کیا جا سکتا اور عدم توجہ کو عدم علم کی دلیل بنانا بھی حماقت ہے۔

جواب نمبر ۴:

زہر خورانی کے موقعہ پر ذہول کا امکان بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ باری تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر بربنائے حکمت ذہول طاری کر دیا ہو تاکہ جن کی شہادت عند اللہ مقدر ہو چکی ہے وہ وقوع پذیر ہو سکے۔

جواب نمبر ۵:

زہر خورانی کے وقت بربنائے حکمت باری تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان طاری کر دینے کا امکان بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ اگر علم مانا جائے تو پھر لازم آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمداً قصداً دیدہ و دانستہ ان حضرات صحابہ کرام کو زہر کھلا کر مروا ڈالا مبنی بر جہالت ہے۔ کیوں جناب سرفراز صاحب ان امکانات مذکورہ بالا کو رد کرنے کی ہمت ہے اگر رد کرنا ہے تو ٹھوس دلائل دے کر رد کریں۔ ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود کا مصداق بننے کی کوشش نہ کریں۔ مولوی صاحب آپ نے جہالت حماقت بددیانتی اور خیانت وغیرہ کا ابلیس لعین سے ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ ہر جگہ کمالات نبوت کی نفی اور تنقیص شان رسالت کو اپنا فرض منصبی بنا لیا ہے۔ سچ ہے کہ:

اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

ص ۲۵۶ پر سرفراز صاحب اسی بحث میں لکھتے ہیں کہ رہا یہ بہانہ کہ شہادت بھی ایک بلند مقام ہے۔ لہٰذا آپ نے عمداً ایسا کروایا تھا۔ یہ کہہ کر فریق مخالف ہرگز گلو خلاصی نہیں کر سکتا اور نہ اس سے کوئی سمجھدار مطمئن ہو سکتا ہے۔ حضرت اسامہ کے واقعہ میں آپ ایسی شہادت سے کیوں ناراض ہوئے تھے۔ بہو تو جیہہ سراسر مردود و باطل ہے۔

جواب:

"قارئین کرام کم از کم بندہ کی نظر میں ایسا جواب واقعہ مذکورہ کا نہیں گذرا ہمارے اکابر نے جو کچھ فرمایا ہے وہ گذشتہ سوال کے جواب میں عرض کر دیا گیا ہے بالفرض اگر کسی" نے ایسا جواب دیا ہے تو وہ عجیب ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ نہیں کہ ہم اس کے مقلد ہیں اور یہ اس کے ایسے جواب کو غلط ماننے سے کوئی گناہ لازم آتا ہے۔ سرفراز صاحب تمہارا ایمان اپنے علماء کے متعلق یہ ہے کہ وہ لفظ قرآن کے معنی منقول و متواتر کا انکار بھی کر دیں تو آپ تاویلات فاسدہ کے چکر میں پڑ کر عبارات اکابر کے نام سے کتاب لکھ ماریں وہ ابلیس لعین کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد مانے۔ باری تعالیٰ کے لیے امکان کذب مانے۔ اسی طرح کئی کفریات صریحہ کے مرتکب ہو جائیں تب بھی آپ لکیر کے فقیر بن کر مکھی پہ مکھی مارتے جائیں اور اخبار ورہبا ان کی بات سے اختلاف کی اخلاقی جرأت بھی نہ کریں۔ بندہ کے خیال میں یہ جواب آپ نے از خود بنا لیا ہے۔ یہ تاثر دینے کے لیے کہ فریق مخالف کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہے مگر سرفراز صاحب کوئی جاہل ہی آپ کی بات سے متاثر ہو گا جو معمولی عقل رکھتا ہے وہ بھی تاثر نہیں لے سکتا۔ جناب ذرا آپ بھی سوچ سمجھ کر لکھا کریں خواہ مخواہ اوراق سیاہ کرتے جانا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔

قارئین کرام صہ ۲۵۶ پر ہی اپنے قارئین کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ کوئی معقول اور صحیح دلیل فریق مخالف کی طرف سے اس پر پیش نہیں کی جا سکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی طور پر علم قیامت۔ نزول باران۔ ما فی الارحام اور بای ارض تموت وغیرہ امور خمسہ کا علم حاصل تھا اور آپ نے ان کے دلائل کی کائنات بھی دیکھ لی ہے۔ الخ

جواب:

جواباً گذارش ہے کہ نصف النہار کے وقت اگر اندھا ضد کر بیٹھے اور اصرار کر کے کہے کہ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تو یہ اس کی اپنی حماقت ہو گی۔ سورج کا اس میں کیا قصور ہے یہی حال کچھ سرفراز صاحب میاں کا ہے کہ اہلسنت کے دلائل کے انبار کے نیچے دبے جا رہے ہیں مگر ماننے کو تیار نہیں یہ ہوس پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔

خوابِ غفلت میں رہیں گے تا بہ کے اہلِ چمن
برق کے شعلے حدودِ گلستان تک آ گئے

دوسری آیت:

قارئین کرام اس عنوان میں سرفراز صاحب ص ۲۵۶ سے ص ۲۶۰ تک (پ ۲۲۔ احزاب رکوع ۸) کی آیت:

یسئلک الناس عن الساعۃ قل انما علمها عند اللہ وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریبًا۔

اور اس کے تحت تفسیر خازن اور معالم التنزیل کبیر۔ بیضاوی۔ جامع البیان بر جلالین۔ تفسیر ابو السعود۔ ابن کثیر۔ مظہری سے بزعم خویش اپنے مفید مطلب عبارات نقل کر کے ثابت کرتے ہیں کہ یہ آیت اور مفسرین کرام کی یہ صریح عبارات واضح کرتی ہیں کہ وقت قیام قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور نہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع کیا تھا اور مفسرین نے بھی یہی سمجھا ہے۔ الخ

جواب نمبر ۱:

چونکہ یہ آیت کریمہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے اس لیے یہ آیت اور اس کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال ہرگز ہمارے خلاف نہیں ہیں کوئی ایسی دلیل پیش کرتے جو نزول قرآن کی تکمیل کے بعد عدم علم کو ثابت کرتی بلکہ جس قدر آیات سرفراز صاحب اس باب میں یا دیگر ابواب میں پیش کرتے ہیں یا کریں گے اُن سب کا یہی ایک جواب کافی ہے۔ بشرطیکہ تعصب عناد چھوڑ کر سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

جواب نمبر ۲:

منقولہ تفسیری عبارات میں ایک لفظ بھی ہمارے مدعیٰ کے خلاف نہیں ہے۔ خازن کی عبارت میں لم یطلع علیہ نبیاً ولا ملکاً ہے۔

اسی طرح بیضاوی کی عبارت میں بھی لم یطلع علیها ملکاً ولا نبیاً ہے۔ جامع البیان

میں بھی لم یطلع علیہ احدا ہے ابوالسعود میں بھی یہی لفظ ہے۔ مظہری میں بھی یہی ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ لم سے بنورہ مضارع کو ماضی منفی بناتا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں علم کے حصول کی نفی ہے اور ماضی میں منتفی ہونا حال میں منتفی ہونے کے مستلزم نہیں چہ جائیکہ مستقبل میں منتفی ہونے کو مستلزم ہو جائے یہ سرفراز صاحب کی جہالت کا چمکتا ہوا ثبوت ہے کہ وہ ایسے الفاظ سے استدلال کر کے خوشی سے بغلیں بجا رہے ہیں۔ رہی کبیر اور معالم ابن کثیر وغیرہ کی عبارات تو وہ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ان میں اختصاص ذاتی کا بیان کیا گیا ہے عطائی کا نہیں کیونکہ عطائی کا اختصاص ذات باری سے محال اور ممتنع ہے۔

جواب نمبر ۳:

اگر آیت کریمہ منقولہ اور عبارات منقولہ کا مفہوم وہی ہوتا جو سرفراز صاحب نے سمجھا ہے تو پھر ملا علی قاری۔ علامہ قسطلانی۔ امام بدرالدین عینی۔ امام قرطبی۔ شیخ محقق۔ ملا جیون۔ خصوصاً علامہ آلوسی بغدادی صاحب روح المعانی ہرگز غیوب خمسہ کے عطائی طور پر حاصل ہونے کے قائل نہ ہوتے ان کا قائل ہونا دلیل ہے کہ ان عبارات میں نفی ذاتی کی ہے عطائی کی نہیں ہے۔ مذکورہ بالا اکابرین امت کے اقوال اور ان کی عبارات اس باب کے آغاز میں دس حوالوں کی صورت میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔

اسی بحث میں سرفراز صاحب فائدہ کے عنوان میں ص ۲۵۹ پر علامہ خازن کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں علم قیامت کو مخفی رکھا ہے اور علامہ ابوالسعود اور علامہ نسفیؒ نے اس موقعہ پر اس کی تصریح کی ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم سے پہلی تمام آسمانی کتابوں میں بھی علم قیامت کو پوشیدہ رکھا ہے اور اسی طرح انجیل میں بھی نفی کی گئی ہے۔

جواب:

سرفراز صاحب علم قیامت کو کس سے مخفی رکھا گیا ہے انبیاء سے نہیں بلکہ سائلین سے جیسے آپ کی نقل کردہ تفسیر کبیر کی عبارت میں ہے:

لا یتبین لکم فان اللہ اخفاھا لحکمۃ۔

ترجمہ:- آپ کا ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ قیامت کا علم بس خدا کو ہے تمہیں اس کا علم نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خاص حکمت کی وجہ سے مخفی رکھا ہے۔

جناب والا اس عبارت میں لکم ضمیر جمع کے مخاطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ وہ مشرکین ہیں جو سائل تھے تو اخفاء بھی اُن کی نسبت سے ہوگا نہ کہ حضور سے جن کے متعلق اخفاء کا ذکر ہے۔ ہم اُن کے لیے لعب مانتے ہیں۔ اس لیے یہ عبارات ہرگز ہمارے خلاف نہیں ہے یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ ان کو ہمارے خلاف پیش کرتے ہیں۔

تیسری آیت :

اس عنوان میں سرفراز صاحب (پ ۲۰۔ نمل ع ۵) آیت کریمہ :

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔

سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ نص بھی قطعی طور پر واضح کر رہی ہیں کہ آسمان اور زمین میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو غیب کا علم حاصل ہو غیب کا علم تو صرف ذات خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے اور بس ہلائے غیب اور اخبار غیب کا معاملہ ہی جدا ہے پہلے تفصیل سے باحوالہ عرض کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے اور ان کا استدلال سو فیصدی حق اور صحیح ہے۔

جواب نمبر ا :

ہم نے بفضلہ تعالیٰ پہلے دس حوالے معتبر و مستند کتابوں کے خصوصاً سرفراز صاحب کی مسلمہ معتبر و مستند و بے نظیر تفسیر روح المعانی کی باحوالہ صفحات دو عدد عبارتیں نقل کر دی ہیں جن میں تصریح ہے کہ جس علم غیب کی نفی کر دی گئی ہے وہ ذاتی بلا واسطہ ہے اور جو ثابت ہے وہ عطائی بالواسطہ ہے۔

چنانچہ روح المعانی جلد ۷ ص ۱۲ جزء عشرون میں علامہ آلوسی تصریح فرماتے ہیں :

و بالجملة علم الغیب بلا واسطة کلاً او بعضًا مخصوص باللہ جل وعلا لا یعلمه من الخلق اصلاً۔

اور صفحہ ۱۱ پر فرماتے ہیں :

ولعل التحق ان يقال ان علم الغيب المنفى عن غيره جل وعلى صوما كان للشخص لذاته ای بلا واسطةٍ فی ثبوته له وهذا مما لا يعقل لاحد من اهل السٰموات والارض پھر فرمایا وما وقع للخواص ليس من هذا لعلم المنفى فى شئ ضرورة انه من الواجب عزو جل افاضة عليهم بوجه من وجوه الافاضة ـ

خلاصہ یہ کہ علم غیب بلا واسطہ خواہ کلی ہو یا جزوی ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہے اس کو مخلوق کا کوئی فرد بالکل نہیں جانتا اور حق یہ ہے کہ جو علم غیب غیر خدا سے منفی ہے وہ وہی ہے جو کسی کو اس کی ذات کے لحاظ سے یعنی بغیر واسطہ کے حاصل ہو اور اس طرح غیب جاننے کا حصول عقل آسمانوں و زمینوں میں کسی کے لیے نہیں مانتی البتہ جو علم غیب خواص کو حاصل ہے وہ ہرگز وہ نہیں جس کی نفی کی گئی ہے۔ کیونکہ خواص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے افاضہ کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے یہ علم عطا فرمایا ہے۔

علامہ آلوسی کی روح المعانی کی یہ عبارت کیسی صریح نص ہے کہ نفی کی آیات میں مراد ذاتی بلا واسطہ کی نفی ہے اور اثبات کی آیات میں مراد عطائی بالواسطہ ہے اور یہ کہ خدا نے خواص کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

سرفراز صاحب یہ عبارات اس تفسیر سے نقل کی گئی ہیں جس کو آپ نے اپنی کتاب تسکین الصدور اور اسی ازالہ میں بے نظیر تفسیر اور اہلسنت کی معتبر و مستند تفسیر تسلیم کیا ہے پھر اس میں ذاتی بلا واسطہ اور عطائی بالواسطہ کی تقسیم کو حق قرار دیا ہے جس کو آپ ازالہ میں بار ہا چور دروازہ قرار دے چکے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے کہ بریلویوں (اصلی سنیوں) کی طرح علامہ آلوسی بھی چور دروازہ سے داخل ہوئے ہیں اور کیا انہوں نے چور دروازہ نکالا ہے کیا یہ بھی بریلوی ہی تھے۔

رہا یہ کہنا کہ انباء غیب اور اخبار غیب کا معاملہ ہی جدا ہے تو یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سرفراز کی جہالت ہے کیونکہ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ انباء غیب و اخبار غیب پر حضور علیہ السلام کو مطلع کیا گیا ہے تو آپ مطلع علی اخبار الغیب و انباء الغیب ہوئے اور جو مطلع علی انباء الغیب و انباء الغیب ہوگا وہ ضرور مطلع علی الغیب ہوگا اور جو مطلع علی الغیب ہوگا

اس کے لیے علم الغیب ضرور ماننا ہوگا۔ کیونکہ مطلع علی الغیب ملزوم ہے اور علم بالغیب اس کو لازم ہے اور لازم بھی غیر منفک ہے اور قاعدہ ہے اذا ثبت الشئی ثبت بلوازمہ۔

مزید یہ کہ علوم خمسہ کے بعض جزئیات کا علم غیب تو آپ خود متعدد جگہ اسی ازالہ میں تسلیم کر چکے ہیں۔ بلکہ اسی ازالہ میں کئی جگہ آپ نے علم غیب جزئی و بعض کو تسلیم کیا ہے اب یہاں انباء غیب اور اخبار غیب کا ذکر کر کے آپ یہ بتا رہے ہیں کہ علم غیب نہیں بلکہ اخبار غیب و انباء غیب پر اطلاع ہے اس کے علاوہ یہ کہ جب اس آیت میں علم غیب کی نفی ہے اور مراد ذاتی کی نفی نہیں تو پھر یہ آیۂ کریمہ آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ الغیب مطلق ہے۔ مقید بقید کلی نہیں تو اس میں نفی کلی و جزئی دونوں کو شامل ہو گی حالانکہ جزئی علم غیب آپ بھی مان چکے ہیں بلکہ علوم غیبیہ کے بعض جزئیات کے علم کو آپ نے اہل حق کا عقیدہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ بعض جزئیات کا علم مفروغ عنہ ہے اہل حق میں سے اس کا کوئی منکر نہیں ملاحظہ ہو ازالہ ص ۱۲۵ اور یہی کچھ تقریباً ص ۲۰۵-۲۰۶ پہ بھی تسلیم کیا ہے اب اگر آپ بعض جزئیات کی تخصیص کرتے ہیں آیت کے عموم و اطلاق سے تو بتانا ہوگا کہ وہ مخصص آیت قطعی الدلالت ہے یا حدیث متواتر یا مشہور قطعی الدلالت ہے اور وہ کون سی آیت یا حدیث ہے یا مخصص اپنے ذاتی قیاس سے یہ تخصیص کر رہے ہو۔

آپ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ اخبار احاد سے تخصیص یا تقیید جائز نہیں ہے اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ عطائی کی تخصیص تم نے بھی ترک کی ہے۔ کیونکہ ہم نے آیات نفی و اثبات میں تطبیق دینے کے لیے ایسا کیا ہے جو ضروری تھا اور یہ جلیل القدر مفسرین وغیرہ اکابر نے کیا ہے۔ یعنی یہ تطبیق اکابر نے دی ہے جس کو آپ نے مانا ہے۔ مگر کلی اور جزئی والی تطبیق کسی قابل ذکر مفسر نے نہیں دی یہی وجہ ہے کہ آپ نے گول مول حوالہ دیا ہے۔ مگر کسی تفسیر کا حوالہ نام لکھ کر نہیں دیا۔

علاوہ ازیں یہ کہ اگر کلی جزئی کی تطبیق مان بھی لی جائے تو بھی ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ کلی سے مراد کلی غیر متناہی ہو گی کیونکہ وہی ذات باری تعالیٰ کا خاصہ ہو سکتی ہے کلی

متناہی کو خاصہ ذات باری قرار دینا تو جہالت ہے اور جزی سے مراد جزی اضافی ہو گی جزی حقیقی تو مراد ہو نہیں سکتی اور جزی اضافی بھی کلی ہی ہوتی ہے جیسے پہلے مفصل بحث گزر چکی ہے۔

رہا یہ کہنا سرفراز صاحب کا کہ اس آیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی پر استدلال کیا ہے جیسے پہلے باحوالہ گزر چکا ہے تو یہ سرفراز صاحب کا استدلال مردود و باطل ہے۔

اولاً اس لیے کہ اس میں بھی نفی ذاتی بلا واسطہ کی ہے عطائی کی نہیں۔

ثانیاً اس لیے کہ جناب عائشہ صدیقہ کا یہ فرمان نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کا ہے یا بعد کا۔ شق اول کی صورت میں ہمارے خلاف نہیں اور شق ثانی کی صورت میں بعدیت کا ثبوت دینا ہو گا۔ من ادعی فعلیہ البیان۔

ثالثاً اس لیے کہ یہ روایت ام المومنین آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ انہوں نے علم ما فی غد کی نفی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے جیسے ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۲۳ پر موجود ہے مگر یاد رہے جناب ام المومنین نے ما فی غد کی کلیات کی نفی پر استدلال نہیں فرمایا۔ بلکہ علی علم ما فی غد کی نفی پر استدلال کیا ہے۔ ایسی صورت میں یہ حدیث اور آیت آپ کے بھی خلاف ہو گی کیونکہ نفی جزی کی بھی ہوتی ہے مگر آپ بعض جزیات کا علم تسلیم کر چکے ہیں اگر آپ اس کو کلیات کی نفی سے مقید کرتے ہیں تو پھر یہ تقیید مطلق ہو گا جو اخبار احاد سے جائز نہیں چہ جائیکہ ذاتی آراء سے ہو جائے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اس کے بعد معالم التنزیل جلالین مدارک جامع البیان خازن ابن کثیر مظہری سے جو عبارات سرفراز صاحب نے نقل کی ہیں ص ۲۶۰ اور ص ۲۶۱ پر ان میں سے کوئی ایک عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ سب میں مراد ذاتی بلا واسطہ کی نفی ہے یا نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی نفی ہے بعد کی نہیں۔ کیونکہ ان عبارات میں اللہ تعالیٰ کے منفرد ہونے کی تصریح ہے۔

اور ذات باری تعالیٰ جس کو جانتے ہیں متفرد ہے وہ ذاتی بلا واسطہ علم غیب ہے عطائی کے ساتھ تفرد محال ہے عقلاً بھی اور شرعاً بھی ذات باری تعالیٰ کے تفرد کا ذکر قرینہ مقالیہ ہے ذاتی بلا واسطہ کے مراد ہونے پر۔

۱۔ علاوہ ازیں یہ کہ اس آیت کو سلب عموم پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے بجائے عموم سلب کے اور سلب عموم میں نفی جملہ افراد سے ہوتی ہے ہر ہر فرد سے نہیں ہوتی بخلاف عموم سلب کے کہ اس میں نفی ہر ہر فرد سے ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں انبیاء کرام سے اور خصوصاً حضور علیہ السلام سے نفی نہ ہو گی اور اگر عموم السلب ہی مراد لیا جائے تو بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ایسی صورت میں علامہ آلوسی کے نزدیک نفی بلا واسطہ کی ہو گی جو ذاتی ہے نہ کہ عطائی بالواسطہ کی۔

۲۔ اس آیت کریمہ میں نہی نہیں بلکہ نفی ہے۔ نفی و نہی دونوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ نہی میں منہی عنہ مقدور ہوتا ہے اور نفی میں منفی عنہ مقدور نہیں ہوتا نور الانوار میں ملا جیون نے اس کی یہ مثال دی ہے کہ اگر کوزے میں پانی موجود ہو تو اور زید کو پانی پینے سے منع کیا جائے تو یہ نہی ہے اور اگر پانی ہی موجود نہ ہو تو پھر اگر روکا جائے تو یہ نفی ہے اور نفی تب بن سکتی ہے کہ یہاں سے غیب مراد ذاتی استقلالی بلا واسطہ اور غیر متناہی ہو اور یہ غیر خدا کے لیے مقدور نہیں ہے رہا یہ اعتراض کرنا کہ جس طرح کلمہ طیبہ میں نفی و اثبات سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ کوئی ذاتی الٰہ ہے اور نہ عطائی۔ ذات باری کے سوا تو یہ بھی مبنی بر جہالت ہے کیونکہ تعدد الٰہ عقلاً نقلاً باطل ہے اور اسی طرح عطائی الٰہ بھی عقلاً نقلاً و شرعاً ہر طرح باطل ہے۔ مگر علم غیب عطائی آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ و اقوال صریحہ سے ثابت ہے اس لیے علم غیب عطائی کو عطائی الوہیت پر قیاس کرنا سراسر باطل و مردود ہے۔ کیونکہ علم غیب عطاء کرنا امر ممکن بلکہ امر واقعہ ہے خود سرفراز صاحب بعض علوم جزئیہ غیبیہ کا حصول بعض اولیاء کرام تک کے لیے مان چکے ہیں۔ مگر الوہیت کا عطاء کرنا قطعاً ناممکن اور ممتنع بالذات ہے اور یہ عقلاً عادتاً شرعاً ہر طرح محال ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے۔

مفتی احمد یار خاں پر اعتراض کا جواب :

قارئین کرام مولوی گکھڑوی صاحب ص۲۶۲ پر حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں صاحب مرحوم پر ایک اعتراض یہ کرتے ہیں کہ مفتی صاحب نے قل لا یعلم الآیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لفظ خود اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے دوسرا یہ کہ تفسیر النموذج جلیل کی عبارت سے غیر اللہ کے لیے کل غیب ثابت ہوتا ہے یا بعض تیسرا یہ کہ مدارک نے یہ کب کہا ہے کہ تمام ماکان و مایکون کا غیب غیر اللہ کے لیے ثابت ہے جو تصادیہ کہ کیا جمیع ماکان و مایکون پر بقول علامہ نسفی کوئی دلیل قطعی ہوگا ہم ہے اور صاحب مدارک نے قیامت کے علم کو کیا غیب نہیں کہا۔

جواب :

چونکہ آیات نفی کو بیشتر مفسرین کرام نے ذاتی و استقلالی پر محمول کیا ہے اسی بنیاد پر قبلہ مفتی صاحب نے ترجمہ میں لفظ خود لکھا ہے۔ پھر مفتی صاحب نے کب یہ التزام کیا ہے کہ ہر آیت کا لفظی ترجمہ ہی کیا جائے گا۔ مزید یہ کہ ممکن ہے لفظ خود بریکٹ میں لکھا ہو۔ مگر کاتب سے بریکٹ ڈالنا رہ گیا ہو اس احتمال کے ہوتے ہوئے یہ اعتراض مبنی پر تعصب ہے۔

رہا تفسیر النموذج جلیل کی عبارت تو سرفراز صاحب اس تفسیر کی عبارت یہ ہے :

معناہ لا یعلم الغیب بلا دلیل الا اللہ او بلا تعلیم او جمیع الغیب۔

یعنی قل لا یعلم والی آیت کی مراد یہ ہے کہ جو غیب بلا دلیل ہے (یعنی ذاتی غیر متناہی) اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا یا یہ کہ اللہ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا یا مراد یہ ہے کہ تمام غیب یعنی غیر متناہی غیب کو کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے بغیر۔ اس عبارت میں بتایا گیا ہے کہ ذاتی غیر متناہی غیب صرف ذات باری کا خاصہ ہے اور بغیر تعلیم ربانی از خود کوئی غیب کو نہیں جانتا اس میں بلا تعلیم کے لفظ کے پیش نظر ہی ترجمہ میں لفظ خود کو لایا گیا ہے جو مفسرین کی تفسیر کے عین مطابق ہے اور جمیع الغیب سے مراد غیر متناہی غیوب ہیں جو ذات باری کا خاصہ ہیں سرفراز صاحب تفسیر کی عبارت پیش کرنے کا مقصد تو یہ تھا کہ اس آیت میں غیر اللہ سے غیر متناہی یا خود بخود غیب جاننے کی نفی ہے مفتی صاحب کا یہ مقصد کب ہے کہ غیر اللہ کے لیے غیر متناہی

علم ثابت کیا جائے جیسا کہ آپ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ تفسیر مدارک کی عبارت سے مفتی صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جس غیب پر غیر اللہ کے لیے دلیل قائم نہ ہو وہ ذات باری سے خاص ہے اور ایسا غیب وہی ہے جو ذاتی و استقلالی ہے عطائی نہیں ہے اگر مدارک نے لقول آپ کے حضور کے لیے ماکان و مایکون کو ثابت نہیں کیا تو انہوں نے حضور سے اس کی نفی کب کی ہے۔ صاحب مدارک نے ماکان و مایکون کی نفی ہرگز نہیں فرمائی یہ بھی آپ کی خوش فہمی ہے جمیع غیب اور چیز ہے اور جمیع ماکان و مایکون اور شئی ہے دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ جمیع غیب کل غیر متناہی ہے اور جمیع ماکان و مایکون کل متناہی ہے۔

اول ذات باری کا خاصہ ہے اور ثانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ساتھ حصول تدریجی کے بندہ نے جمیع ماکان و مایکون کے حصول پر نصوص قطعیہ باب اول کے جواب میں پیش کر دی ہیں سرفراز صاحب ذرا عناد چھوڑ کر بغور دیکھئے تاکہ حق نظر آسکے۔ اگر علم قیامت کو علامہ نسفی نے غیب کہا ہے تو کیا ہوا وہ علم قیامت جمیع ماکان و مایکون کا ایک فرد ہے اور اس میں داخل ہے اس لیے اُن نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جن کو عموم و اطلاق کو ہم نے مستدل بنایا ہے آپ کسی دلیل قطعی الدلالۃ کو بطور مخصص پیش کریں تو یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب پر اعتراض کا جواب :

سرفراز صاحب ص ۲۶۳ پر بھی مفتی صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے سراسر باطل اور مردود ہے کیونکہ مفصل طور پر گزر چکا ہے کہ کلیات کا عطائی طور پر بھی علم کسی کو نہیں بعض بعض جزئیات کا معاملہ ہی الگ ہے مفتی صاحب پر تو فرمائیے کہ آپ نے جو خود اور ذاتی علم غیب کی تفسیر کی ہے کیا یہ روایت اور حدیث سے ثابت ہے اگر ہے تو لائیے ورنہ ایسی تفسیر تو آپ کے نزدیک بھی غیر معتبر ہے۔ دیکھئے جاء الحق ص ۹۔ پھر اس سے استدلال کیسا۔

جواب:

سرفراز صاحب آیات نفی کو ذاتی طور پر صرف مفتی صاحب نے ہی محمول نہیں کیا۔ بلکہ اکابرین مفسرین نے ایسا لکھا ہے جیسا کہ پہلے روح المعانی سمیت دس حوالے پیش کیے گئے ہیں خصوصاً روح المعانی کا حوالہ جو متعدد بار لکھا جا چکا ہے ایک بار پڑھ لیجئے۔ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔

روح المعانی جلد ۷ جزعشرون صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے:

ولعل الحق ان یقال ان علم الغیب المنفی عن غیرہ جل وعلا ھو ما کان للشخص لذاتہ ای بلا واسطۃ فی ثبوتہ لہٗ وھذا مما لا یعقل لاحد من اھل السمٰوات والارض لمکان الامکان فیھم ذاتاً وصفۃً وھو یابی ثبوتہ بشئی لھم بلا واسطۃ وما وقع للخواص لیس من ھذا العلم المنفی فی شئ الخ

یعنی حق یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ جو علم غیب منفی ہے غیر اللہ سے وہ بھی وہی ہے جو کسی کا ذاتی یعنی بلا واسطہ ہو اس کے لیے ثبوت میں اور ایسا علم زمین و آسمان میں کسی کے لیے ممکن نہیں کیونکہ یہ سب ممکن ہیں ذات و صفات دونوں کے لحاظ سے اس لیے ذاتی بلا واسطہ ان کے حق میں ممکن ہی نہیں ہے۔

سرفراز صاحب اس عبارت میں تمام آیات نفی کو ذاتی پر ہی محمول کیا گیا ہے اور خواص کے علم کو مثبت قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ عطائی اور بالواسطہ ہوتا ہے۔ اس عبارت سے ذاتی استقلالی کی مراد بھی واضح کر دی گئی ہے کہ ذاتی سے مراد وہی ہے جو کسی کو بلا واسطہ معلوم ہو یا اس کے لیے بلا واسطہ ثابت ہو اس بحث میں ذاتی استقلالی سے وہ مراد نہیں جو سرفراز صاحب نے اپنی کتاب کے آغاز میں گنگوہی و تھانوی صاحبان سے نقل کیا ہے۔

یہ عبارت اس مراد کی نفی کرتی ہے۔ کیوں جناب آپ کہتے تھے یہ مراد لینا باطل و مردود ہے اور علامہ آلوسی مفسر قرآن اسی کو حق قرار دے رہے ہیں۔ بتائیے اس عبارت کے ہوتے ہوئے آپ کے اس قول کا قبول کون مان سکتا ہے۔

رہا یہ کہنا کہ کلیات کا عطائی علم کسی کو نہیں بعض جزئیات کا معاملہ الگ ہے تو یہ بھی

غلط ہے کیونکہ کلیات کا علم ذاتی ہی ذات باری کا خاصہ ہے یعنی ذات باری کا خاصہ صرف ذاتی ہے وہ خواہ کلی ہو یا جزی۔

جیسا کہ علامہ آلوسی اسی جلد ۷ جز عشرون ص۱۲ پر فرماتے ہیں کہ:

وبالجملة علم الغيب بلا واسطة كلًا او بعضًا مخصوص بالله جل و علا لا يعلمه احد من الخلق اصلًا۔

یعنی علم غیب بلا واسطہ خواہ کلی ہو یا جزی کلی ہو یا البعض یہ ذات باری سے مخصوص ہے مخلوق کا کوئی فرد اس کو ہرگز نہیں جانتا۔

سرفراز صاحب خود بھی ص۱۲ کی عبارت مذکورہ بالا کو ازالہ کے صفحہ ۵۶ پر نقل کرتے ہیں اپنے مردود مدعٰی کے اثبات کے لیے مگر وہاں یہ بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ متصلاً اگلی عبارت

ومتى اعتبر فيه نفي الواسطة بالكلية تعين ان يكون من تقضيات الذات الخ

کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

اس عبارت سے پہلے اور مابعد کی عبارت کو نقل کرنا اور اس درمیانی عبارت کو چھوڑنا۔ کہاں کی انصاف پسندی منیٰ اور دیانت ہے۔ اگر وہ عبارت سرفراز صاحب کے خلاف نہیں تھی تو اس کو چھوڑا کیوں ہے۔ ہاں اگر کلیات سے مراد غیر متناہی علوم ہیں تو پھر یہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے غیر متناہی علوم کا دعویٰ کبھی نہیں کیا۔

رہا یہ کہنا کہ مفتی صاحب تم نے جو خود اور ذاتی علوم غیب کی تفسیر کی ہے کیا یہ روایت یا حدیث سے ثابت ہے الخ

تو جواباً گذارش ہے کہ سرفراز صاحب کی یہ جہالت بلکہ حماقت بھی ہے کیونکہ سرفراز صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مفتی صاحب نے کہیں یہ بات نہیں فرمائی کہ میں یہ تفسیر کر رہا ہوں یا تفسیر نقل کر رہا ہوں۔ بلکہ انہوں نے جاء الحق کے ص۹ پر تفسیر و تاویل کی بحث مفصل طور پر بیان فرمائی ہے اور تفسیر کے لیے نقل روایت کو ضروری فرمایا ہے۔ مگر سرفراز صاحب یہ آپ کی جہالت ہے کہ آپ نے اس کو تفسیر سمجھ کر روایت یا حدیث کا مطالبہ کیا ہے یہ تفسیر نہیں بلکہ تاویل ہے اور تاویل کے لیے نقل ضروری نہیں ہوتی۔ تاویل فاسد ناقابل قبول ہوتی ہے اور تاویل

مذکورہ تاویل صحیح اور تاویل حق ہے۔ جس کی دلیل وہ سابقہ دس حوالے ہیں خصوصاً روح المعانی کا حوالہ ہے جو لکھے جا چکے ہیں اگر یہ تاویل صحیح اور حق نہ ہوتی بلکہ باطل اور فاسد ہوتی تو جلیل القدر مفسرین کرام و محدثین عظام ہرگز اس کو نہ لکھتے۔ ان اکابرین کرام کا اپنی کتابوں میں اس کو لکھنا ہی اس کی صحت و حقانیت کی کافی دلیل ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ تاویل وہ جو بلا نقل روایت جائز و درست ہے تفسیر نہیں تاکہ اس پر نقل روایت ضروری ہو اس لیے سرفراز صاحب کا مطالبہ نقل خود مردود ہے۔

قارئین کرام گکھڑوی صاحب ص ۲۶۳، ۲۶۴ پر مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کی کتاب الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ ص ۲۰۸ کی ایک طویل عبارت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی بے ہودہ کوشش کرتے ہیں کہ جن روایات میں ہے کہ اولین و آخرین کے علوم اور علم کلی و جزی عطا ہوا ہے یہ جعلی اور موضوع ہیں۔

جواب:

اولاً اس عبارت کو ہمارے مقابلہ میں پیش کرنا سرفراز صاحب کی حماقت ہے کیونکہ مولوی عبدالحی صاحب کا قول ہمارے لیے حجت و قابل قبول نہیں ہے۔

ثانیاً یہ کہ عبارت مذکورہ ہمارے ہرگز خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ عبارت اُن شیعہ شنیعہ کے متعلق ہے جو علم باری اور علم رسول میں صرف کیفیت کے لحاظ سے فرق مانتے ہیں اور کمیت و مقدار کے لحاظ سے مساوات کے قائل ہیں۔

چنانچہ عبارت کا یہ جملہ اس پر شاہد عدل ہے:

وانہ لافرق بین علمہ وعلم ربہ من حیث الاحاطۃ والشمول وانما الفرق بینھما ان علم اللہ تعالٰی ازلی ابدی بنفس ذاتہ بدون تعلیم غیرہ بخلاف علم الرسول فانہ حصل بتعلیم ربہ الخ

یعنی یہ کہ بے شک علم رسول اور علم خدا میں احاطہ اور شمول کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں اگر فرق ہے تو صرف یہ کہ خدا کا علم ازلی ابدی ہے کسی غیر سے حاصل شدہ نہیں بخلاف علم رسول کے کہ وہ خدا کی تعلیم سے ہے۔

یہ جملے واضح طور پر بتاتے ہیں کہ اس عبارت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو مقدار و کمیت میں مساوات علم کے قائل ہیں اور ہم پہلے بتا چکے ہیں اپنے اکابرین کے حوالے سے کہ ہم نہ کمیت کے لحاظ سے مساوات کے قائل ہیں نہ کیفیت کے لحاظ سے جو ہر طرح کی مساوات کا قائل ہے وہ کافر ہے اور جو صرف مقدار و کمیت کا قائل ہے وہ بھی غلط ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا اس عبارت کو اہلسنت کے خلاف نقل کرنا خوش فہمی یا مبنی بر جہالت ہے۔

جواب نمبر ۲:

اولاً ہمارا استدلال ماکان و مایکون کے علم کے حصول پر اُن آیات قرآنیہ سے ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جمیع ماکان و مایکون کے علوم اور اولین و آخرین کے علوم پر قرآن مشتمل ہے اور محیط ہے اور ہر شے کا علم قرآن کریم میں ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

ثانیاً جن احادیث کے عموم و اطلاق سے ہم نے اپنے دعویٰ پر استدلال کیا ہے اُن میں بحمدہٖ تعالیٰ نہ کوئی موضوع ہے نہ منگھڑت ہے بلکہ بعض صحیح ہیں بعض حسن ہیں۔ اگر بعض ضعاف ہوں تو وہ تعدد طرق وغیرہ سے درجہ حسن کو پا جاتی ہیں۔ مگر پھر بھی ان روایات کو ہم تائید میں پیش کرتے ہیں۔ ہمارا اصل استدلال آیات قرآنیہ سے ہے۔

سرفراز صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے اس میں کسی ایک روایت کی نشاندہی نہیں کی گئی بلکہ مبہم طور پر بات کہہ دی ہے۔ پھر جرح مفسر نقل نہیں کی گئی جرح بھی مبہم ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ العزیز احادیث پر بحث کے جواب میں ہی تفصیل جوابات عرض کریں گے۔

سرِدست اتنی بات عرض ہے کہ اگر علم الاولین والآخرین کی مثبت تمام تر روایات موضوع ہیں تو پھر یہ تو بتائیے کہ آپ کے بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب تحذیر الناس کے صفحہ ۳۹ (مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند) پر علمت علم الاولین والآخرین کو نقل کرتے ہیں کیا ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ روایت موضوع و منگھڑت ہے۔ کیا مولوی عبدالحی صاحب اور سرفراز صاحب کا علم نانوتوی صاحب سے زیادہ ہے کیا یہ بے خبر تھے اور آپ زیادہ باخبر

ہیں۔ سرفراز صاحب نے خود بھی ازالہ کے بعض مقامات پر اس کو نقل کیا ہے۔

چوتھی آیت کا جواب:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا ط فیم انت من ذکرٰھا ط الی ربک منتھٰھا

انما انت منذر من یخشٰھا۔ (پ ۳۰: نٰزعٰت ب رکوع ۲)

ترجمہ: آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب قیامت ہوگی۔ آپ کو اس کے ذکر سے کیا! تیرے رب ہی کی طرف سے اس کی انتہا ہے۔ تُو تو صرف ڈرسنانے والا ہے اس کو جو اُس سے ڈرتا ہے

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب نے یہ آیت صفحہ ۲۶۶ پر لکھی ہے اور اس کے بعد ایک روایت حضرت علیؓ کی اور ایک حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بحوالہ درمنثور و مستدرک وغیرہ کی نقل کی ہے اور روایت مستدرک کے متعلق یہ بھی لکھا کہ:

قال الحاکم صحیح وسکت عنہ الذھبی۔

اس کے بعد نسائی وغیرہ سے قیامت کے کثرت ذکر کے متعلق حدیث نقل کی پھر حضرت امام شافعیؒ کے رسالہ اصول الفقہ کی ایک عبارت نقل کی ہے پھر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۴۶۹ سے ایک عبارت نقل کی ہے اس کے بعد خازن جلد ۷ صفحہ ۲۰۳ سے بھی عبارت نقل کی ہے۔ اسی طرح معالم التنزیل کی ایک عبارت پھر السراج المنیر مدارک۔ بیضاوی۔ ابوالسعود۔ جلالین۔ جامع البیان کی عبارات نقل کر کے سرفراز صاحب گوہرافشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ نص قطعی الدلالت اور اس کی تفسیر میں اقوال حضرات مفسرین کرام اس کو واضح کرتے ہیں کہ قیامت کا وقت خاص اور اس کی جملہ تفاصیل کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور نہ یہ علم آپ کو عطا ہوا اور یہی نظریہ تھا عائشہ صدیقہ و دیگر صحابہ کرام کا اور امام اہل سنتہ کا امام شافعی کا۔

جواب:

آیت کریمہ منقولہ بالا چونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے اس لیے اس کو ہمارے

خلاف پیش کرنا مبنی بر جہالت ہے باقی جو روایات نقل کی گئی ہیں وہ بھی اسی آیت کے شان نزول سے متعلق ہونے کی بنا پر نزول قرآن کی تکمیل سے مقدم ہیں مؤخر نہیں من ادعی فعلیہ البیان یہی حال تمام منقولہ عبارات مفسرین کا ہے۔ البتہ جن عبارتوں میں لیس علمہا الیک یا لست فی شئی من علمہا یا لم یؤت احدًا من خلقہ اور انی لک ذلک اور لا یعلمہا غیرہ اور علمہا الی اللہ وحدہٗ کے الفاظ ہیں ان میں سے بعض میں ذاتی استقلالی کی نفی ہے عطائی کی نہیں اور بعض کا تعلق یہاں بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کے ساتھ ہے اگر اس توجیہ کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر آیات مثبتہ و نافیہ میں تعارض ہوگا یا مغافات اور یہ دونوں اختلاف فی القرآن کو مستلزم ہیں اور وہ منتفی ہے لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا سے لازم باطل تا ملزوم مثلہ مزید یہ کہ اگر توجیہ مذکورہ کو نہ مانا جائے تو پھر یہ روایات اور منقولہ عباراتِ تفاسیر چونکہ ہماری پیش کردہ آیات قرآنیہ کے عموم و اطلاق کے معارض ہیں اس لیے قابل استدلال نہیں ہو سکتیں نہ مخصص بن سکتی ہیں کیونکہ روایات اخبار احاد ہیں اور عبارات کا درجہ اتنا بھی نہیں اس لیے ان کو مقابلہ میں پیش کرنا باطل و مردود ہے۔ اور آیت قرآنیہ منقولہ بالا کو یا ایسی دوسری روایات کو ہماری پیش کردہ آیات کا مخصص نہیں بتا سکتے ایک تو اس لیے کہ مخصص کا متاخر ہونا ضروری ہے اور یہ آیات تو نزول قرآن کی تکمیل سے قطعًا و یقینًا مقدم ہیں مؤخر ہرگز نہیں ہیں دوسرا اس لیے کہ علوم خمسہ کی نفی کی آیات قطعی الثبوت بھی ہیں اور قطعی الدلالت بھی مگر باوجود اس کے ان کی دلالت اس بات پر ہرگز نہیں ہے کہ نزول قرآن کی تکمیل تک بھی حضور علیہ السلام کو جمیع ماکان و ما یکون اور جمیع جزئیات خمسہ کا علم عطاء نہیں ہوا۔ الغرض جو مدعا ہے ہمارا اس کی نفی پر آیات کی سرے سے دلالت ہی نہیں چہ جائیکہ قطعی ہو اور جس پر دلالت ہے اور قطعی ہے وہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا استدلال آیت کریمہ اور عبارات منقولہ سے باطل و مردود ہے اگر سرفراز صاحب میں ہمت و جرأت ہے تو ہماری پیش کردہ آیات کا ایسا مخصص پیش کریں جو قطعی الثبوت بھی ہو۔ مذکورہ بالا امر یا اس کی دلالت بھی قطعی ہو یعنی نزول قرآن کی تکمیل کے بعد جمیع ماکان و ما یکون اور جمیع جزئیات خمسہ کے علوم آخر عمر شریف تک

بھی عطا نہ ہوئے تھے مگر ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

ص ۲۶۶ پر ہی سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم مخصوصات باری تعالیٰ سے ہے اس لیے مشرکین و منافقین کے سوال سے متاثر ہو کر بار بار آپ اس کے متعلق دریافت فرماتے تھے جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ نے دریافت کرنا چھوڑ دیا۔ لیکن کفار و منافقین کی طرف سے ازراہ شرارت اور بعض مومنین مخلصین کی طرف سے محض تشفی کے لیے پھر بھی آپ سے آپ کی زندگی کے آخری لمحات تک یہ سوال ہوتا رہا جس کا جواب بار بار قرآن کریم میں دیا گیا اور یہ واضح کر دیا گیا کہ مکی اور مدنی زندگی کے مکمل دور میں قیامت کا علم آپ کو عطا نہیں کیا گیا تھا جیسے کہ نصوص قطعیہ اس پر بوضاحت دلالت کرتی ہیں اور احادیث کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا الخ۔

جواب:

اس عبارت میں مخالف غیب نے دو باتیں کہی ہیں۔

۱۔ یہ کہ قیامت کے متعلق آپ سے آپ کی زندگی کے آخری لمحات تک سوال ہوتا رہا جس کا جواب بار بار قرآن کریم میں دیا گیا اور واضح کر دیا گیا کہ مکی اور مدنی زندگی کے مکمل دور میں علم قیامت نہیں ہوا۔

۲۔ یہ مدعٰی نصوص قطعیہ سے واضح طور پر ثابت ہے۔

پہلی بات کے متعلق ہماری گذارش یہ ہے کہ یہ کہنا آخری لمحات تک سوال ہوتا رہا سراسر باطل و مردود ہے کسی صحیح روایت یا آیت قرآنی سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہے کہ زندگی کے آخری لمحات تک سوال ہوتا رہا ہے۔ نزول قرآن کی تکمیل کے بعد حضور علیہ السلام کتنی مدت اور کتنا عرصہ بقیہ حیات دنیاوی دنیا میں رہے اس کے متعلق تین قول لکھتے ہیں۔ ایک یہ کہ سات دن دوسرا یہ کہ اکیس دن تیسرا یہ کہ اسّی دن اگر سات دن والے قول کو ہی لیا جائے تو بھی آخری لمحات تک کا ثبوت مہیا نہیں کیا جا سکتا لمحات کا اطلاق ساعات اور گھنٹوں پر نہیں

ہوتا چہ جائیکہ ایام یہ ہو یہاں آخری دن تک بھی سوال ثابت نہیں چہ جائیکہ آخری لمحات تک ثابت ہو پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ خود مولوی سرفراز صاحب نے ازالۃ کے صفحہ ۴۳ پر موضوعات کبیر ص ۱۱۹ کی ایک طویل عبارت اپنے مذموم و مردود مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے جس میں یہ جملہ نقل کیا ہے کہ :

وانما علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ جبرائیل بعد مدۃ الخ
یعنی ایک مدت کے بعد حضور کو معلوم ہوا کہ وہ جبرائیل تھے اور یہ واقعہ بھی آخری دور کا تھا۔

چنانچہ سرفراز صاحب ص ۱۴۳ پر ہی امر سوم کے عنوان میں فتح الباری اور عمدۃ القاری وغیرہ کے حوالے سے خود لکھتے ہیں کہ ابن عمر فرماتے ہیں :

ان رجلاً فی آخر عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ عبارت بتاتی ہے کہ یہ واقعہ آپ کی عمر شریف کے آخری دور کا تھا اور موضوعات کبیر کی عبارت بتاتی ہے کہ اس واقعہ کے رونما ہونے کے ایک مدت بعد حضور علیہ السلام نے جبرئیل کو جانا تھا کہ وہ سائل جبرئیل تھے اگر اس واقعہ کے بعد حضور ایک مدت تک بقید حیات ہی نہیں رہے تو پھر بعد مدت کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ واقعہ مذکورہ کے بعد ایک مدت تک آپ کو بقید حیات مانا جائے۔ اس صورت میں پھر آخری لمحات تک سوال ہوتے رہنا کے قول کا البول کی صحت بالکل مشکوک ہو جاتی ہے۔

مزید یہ کہ سرفراز صاحب ایک طرف تو فرماتے ہیں کہ آخری لمحات تک سوال ہوتا رہا اور دوسری طرف فرماتے ہیں کہ اس سوال کا جواب بار بار قرآن کریم میں دیا گیا۔ کیوں جناب نزول قرآن زندگی کے آخری لمحات تک ہوتا رہا ہے پھر کیا زندگی کے آخری لمحات تک نازل ہونے والی صرف یہی آیات نفی علم قیامت ہیں کیا ان آیات نفی کے درمیان اور وقت وصال کے درمیان اور کوئی آیات نازل نہیں ہوئیں اور کیا اختتام نزول قرآن کے فوراً بعد وصال یا ناوقوع پذیر ہو گیا تھا کیا ان امور کو ثابت کر سکتے ہو۔

مزید برآں یہ کہ مولوی سرفراز صاحب خود تبرید النواظر ص ۴۸ اور ازالہ کے صفحہ ۱۰۴ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی آخری سورت جو نازل ہوئی تھی وہ سورت توبہ تھی کیا سرفراز صاحب آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ اس آخری سورت میں علم قیامت کی نفی کی گئی ہے اور یہ کہ یہ سورت توبہ کتنے عرصہ میں نزول پذیر ہوئی ہے اور یہ کہ مذکورہ بالا "وقت" سورت توبہ کے نزول سے قبل کا ہے یا بعد کا دوسری بات بھی سرفراز صاحب کی باطل در دود ہے چونکہ مکی و مدنی زندگی کے مکمل دور میں علم قیامت کے عطا نہ ہونے پر ہرگز کوئی قطعی نص موجود نہیں ہے جو یہ دلالت کرتی ہو کہ نزول قرآن کی تکمیل کے باوجود بھی علم قیامت عطا نہیں ہوا۔ ایسی کوئی آیت سورت توبہ کی ہرگز نہیں بتائی جا سکتی چہ جائیکہ کسی اور سورت کی ہو باقی اس سورۃ کی آیت لا تعلمھم نحن نعلمھم الآیۃ کا جواب آئندہ صفحات میں سرفراز صاحب کی بحث کے جواب میں ان شاء اللہ تعالیٰ عرض کیا جائے گا۔

باقی جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ اخبار احاد ہیں جن کو نصوص قرآنیہ کے عموم کا مخصص ہرگز نہیں بنایا جا سکتا۔

قارئین کرام ص ۲۶۰ پر گکھڑوی صاحب یوں گوہر افشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ فریق مخالف کی طرف سے اس آیت کے جواب میں جو بے ہودہ اور فرسودہ باتیں پیش کی گئی ہیں (مثلاً اس میں علم ذاتی کی نفی ہے وغیرہ) ان کا مفصل جواب پہلے عرض کر دیا گیا ہے الخ۔

جواب:

سرفراز صاحب آپ کس قدر بے ہودہ اور جاہل ہیں کہ جلیل القدر مفسرین کرام و محدثین عظام نے ذاتی و عطائی کی تقسیم کو اپنی معتبر و مستند کتابوں میں تحریر فرمایا ہے جیسا کہ دس حوالے پہلے لکھے جا چکے ہیں خصوصاً علامہ آلوسی کا حوالہ روح المعانی جلد ۲ جز عشرون ص ۱۱، ۱۲ سے بلکہ آپ نے خود ازالہ ہی میں ص ۱۱۶ پر اور ص ۲۶۰ پر تسلیم کیا ہے کہ بعض اکابر نے آیات نفی و اثبات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آیات نفی کو ذاتی طور پر اور آیات اثبات کو عطائی پر محمول کیا ہے۔ جب اس تطبیق و تقسیم کو بقول آپ کے بھی بعض اکابر نے تسلیم کیا ہے تو اب یہ بتائیے کیا آپ کے بقول وہ بے ہودہ تھے کہ بے ہودہ باتیں کرتے تھے سرفراز

صاحب ذرا ہوش میں آئیے اور سوچ سمجھ کر بتائیے کیا آپ نے بیہودوں کو اکابر قرار دیا ہے یا اکابر کو بے ہودہ فرمایا ہے۔ بتائیے نا ذرا آپ کی کون سی بات سچی ہے۔ شاباش بچے جمورے والی کرتب دکھا گئے نا کہ اکابر بھی مانا اور بیہودے بھی بنایا۔

ایں کار از تو می آید
و مرداں چنیں کنند

رہا ذاتی کے مفصل جواب کا معاملہ تو جناب اس کے بھی پرخچے اڑ چکے ہیں اور بیان مفصلاً ہو چکا ہے پہلے باب کے جواب میں ملاحظہ کر لیں۔

پانچویں آیت کا جواب:

قارئین کرام ص ۲۶۹ پر سرفراز صاحب (پ ۹ ۔ اعراف رکوع) کی آیت:

قل لا املك لنفسی نفعًا ولا ضرًّا الا ما شاء الله ۵ ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير و ما مسنی السوء الآية۔

سے استدلال کرتے ہوئے اپنی جہالت کا یوں مظاہرہ فرماتے ہیں کہ:

قرآن کریم کی یہ نص قطعی اس امر کو بالکل عیاں کر رہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خداوندی صفات کے حامل نہ تھے نہ تو آپ مختار کل تھے اور نہ آپ کو علم غیب حاصل تھا۔ یہ اعلان خدا نے خود کرایا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ نہ آپ متصرف فی الامور تھے اور نہ غیب دان

جواب:

سرفراز صاحب خداوندی صفات کے حامل ہونے کے متعلق یہ بات کون کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام خدا کی صفات کے حامل ہیں خداوندی صفات قدیم ازلی ابدی دائمی باقی اور غیر متناہی ہوتی ہیں۔ حادث فانی غیر دائمی متناہی نہیں ہوتیں۔ اس لیے سرفراز صاحب کا یہ الزام اور بہتان ہے اور سفید جھوٹ ہے اگر اس آیت کریمہ میں مختار کل اور علم غیب کی نفی ہے تو یہ باعتبار ذاتی و استقلالی وغیرہ کے ہے عطائی اور بالواسطہ مختار کل و علم غیب

کی ہرگز یہ آیت نفی نہیں کرتی الا ما شاء اللہ کی استثناء واضح کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت آپ نفع و نقصان کے مالک ہیں۔ چنانچہ روح المعانی جلد ۳ جز ۹ صہ ۳۷ا میں ہے:

ای الا وقت مشیتہ سبحانہ بان یمکننی من ذٰلك فانی حینئذٍ ملکه بمشیئة، فالاستثناء متصل الخ

یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہے بایں طور کہ مجھے اس پر قادر بنا دے تو میں بے شک اس وقت اس کا مالک ہو جاؤں گا۔ پس یہ استثناء متصل ہے۔

اس عبارت میں اپنے لیے نفع و نقصان کے باذن اللہ مالک ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ خود سرفراز صاحب نے ازالہ کے صہ ۱۵۱ پر مقدمہ ابن خلدون سے نقل کیا ہے کہ:

واما الکلام فی کرامات القوم واخبارھم بالمغیبات وتصرفھم فی الکائنات فامر صحیح غیر منکر وان مال بعض العلماء الی انکارھا فلیس ذالك من الحق۔

مقدمہ ابن خلدون صہ ۴۸ یعنی حضرات اولیاء کرام کی کرامات ان کے مغیبات کی اطلاع دینے اور اسی طرح کائنات میں تصرف کرنے کی بابت اگرچہ بعض علماء انکار کی طرف مائل ہوتے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ صحیح ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نیز لکھا ہے کہ:

التصرفات فی العوالم والاکوان بالنواع الکرامات عالم۔

اور اکوان میں ان کے تصرفات مختلف قسم کی کرامات کے تحت ہوتے ہیں۔ یہ دونوں عبارات ازالہ کے صہ ۱۵۱ - ۱۵۲ پر نقل کر کے دونوں کا ترجمہ جو کیا ہے سرفراز صاحب نے وہی ہم نے نقل کر دیا ہے۔

روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۵ سے سرفراز صاحب نے تسکین الصدور کے صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱ پر ایک عبارت نقل کی ہے جس میں یہ عبارت بھی موجود ہے کہ:

ان الانبیاء علیھم السلام یخرجون من قبورھم ای باجسامھم وارواحھم

کما ھو الظاھر ویتصرفون والملکوت فی الملکوت العلوی والسفلی۔

یعنی انبیاء کرام اپنے اجسام وارواح سے اپنی قبروں سے نکل کر عالم علوی وسفلی میں تصرف کرتے ہیں جیسا کہ یہی ظاہر ہے یہ عبارات واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام علیہم السلام عالم علوی وسفلی میں اور عوالم واکوان اور کائنات میں زندگی کے علاوہ قبروں میں جا کر بھی تصرف فرماتے ہیں ان منقولہ عبارات میں وتصرفھم فی الکائنات اور التصرف فی العوالم والاکوان اور خامر صحیح غیر منکر اور تصرف کے انکار کے متعلق فلیس ذالک من الحق کے الفاظ اہلسنت کے ادعاء ونظریہ کی مکمل تائید کر رہے ہیں اور سرفراز کی نقل کردہ مندرجہ بالا تینوں عبارات سرفراز صاحب کے عقائد ونظریات باطلہ عاطلہ کی تردید کے لیے کافی ووافی ہیں سچ ہے: الفضل ماشھدت بہ الاعداء۔

بلکہ سرفراز صاحب کے خان دان دیوبندیا فرقہ دیوبندیہ کے سرخیل علامہ انور شاہ صاحب کشمیری سابق صدر دیوبند بخاری کی شرح فیض الباری جلد دوم ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں کہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مکہ غضب میں اتنی طاقت ہے کہ:

لا طاقت السموات السبع من لطمۃ غضبہ۔

یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام ایک مکہ غضب سے ماریں تو ساتوں آسمان چورا چورا ہو جائیں۔

نانوتوی صاحب تحذیر الناس ص۴ پر لکھتے ہیں:

کہ آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے۔ پر آپ کی نبوت کسی کا فیض نہیں۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

اور انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے کر امتیوں کو پہنچاتے ہیں ص۲۹

پھر لکھتے ہیں:

اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی ذاتی کمال نہیں ص۲۹

شبیر احمد عثمانی حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں:

محققین کے نزدیک تو انبیاء سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفیض ہوتے تھے۔

مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی عطر الوردہ فی شرح البردہ صہ ۲۹ میں لکھتے ہیں:

آپ خلائق کو فیض اور نفع پہنچاتے ہیں مثل سمندر کے ہیں پس مستفیض کو اس کے کمالات ظاہر و باطن میں بدرجہ کمال پہنچا دیتے ہیں اور بشر کو ملائکہ سے افضل بنا دیتے ہیں

ان عبارات میں حضور علیہ السلام کو فیض رسان مثل سمندر اور یہ کہ حضور کے انسان کو نفع دے کر فرشتوں سے افضل بنا دینے کو تسلیم کیا گیا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

فقیر مرتا نہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا۔ (کیونکہ) میں نے (اپنے) حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔ امداد المشتاق صہ ۱۲۳۔

پھر اسی صفحہ پہ لکھتے ہیں:

میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کا محتاج ہوں۔ کچھ دستگیری فرمائیے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روزانہ ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا تو وہ شخص بھی حاضر خدمت تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقررہ پائین قبر سے ملا کرتا ہے

ان عبارات میں اکابرین دیوبند نے حضور علیہ السلام کو فیض اور نفع رساں مثل سمندر اور کمال کو پہنچاتے والے انسان کو ملائکہ سے افضل بنانے والے بھی تسلیم کیا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ پیر و مرشد کی قبر مقدس ہوتی ہے اور مرشد کی قبر سے وہی فیض اور فائدہ حاصل ہوتا ہے جو زندگی میں حاصل ہوتا تھا پھر جولاہے مرید کا واقعہ تو یہ بھی بتاتا ہے کہ مرشد کی قبر کو مزار شریف بھی دیوبندی اکابر ہی کہتے تھے بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مزار شریف پر

جا کر صاحب مزار سے اپنی پریشانی بیان کر کے مدد طلب کرنا بھی اکابرین دیوبند کے نزدیک بالکل جائز و درست ہے یعنی ان عبارات سے صرف دنیاوی زندگی میں ہی نفع اور فیض دینا ثابت نہیں بلکہ وصال کے بعد مزارات مقدسہ سے بھی وہ حضرات اولیاء اللہ فیض اور نفع دیتے ہیں۔ پھر نفع صرف روحانی نہیں بلکہ دنیاوی جسمانی پیسے بھی ملتے ہیں اور دے سکتے ہیں۔ مگر یہ تمام امور آج کل کے دیوبندیوں کے نزدیک شرک اور بدعت و ضلالت ہیں۔

کیوں سرفراز صاحب آپ نبی کو اپنی ذات کے لیے نافع ماننے پر تیار نہیں مگر آپ کے اکابر حضور کو تمام انبیاء کے لیے نافع و فیض رساں دنیا میں آنے سے پہلے بھی اور بعد بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آپ بزرگوں کے مزاروں کو گرانے کے حق میں ہیں مسمار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں مگر آپ کے اکابر مزار کو مزار شریف قبر کو قبر مقدس فرماتے ہیں اور بزرگوں کی قبروں پر جانے کو حاضر خدمت سے تعبیر فرماتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔ کہ صاحب مزار کو مخاطب کر کے یہ کہنا کہ میری دستگیری (مدد) فرمائیے۔ سرفراز صاحب اب بتائیں کہ آپ کے یہ سب اکابر مشرک بدعتی و گمراہ تھے یا آپ بدعتی و گمراہ ہیں۔ بتائیے نا آپ کو سچا اور حق پر مانا جائے یا آپ کے اکابر کو۔ جب کہ آپ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ اولیاء کرام کا تصرف اکوان و عوالم اور کائنات میں حق ہے اور اس کا انکار حق نہیں ہے۔ سچ ہے:

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

شیخ محقق اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۷۱۵، ۷۱۶ پر فرماتے ہیں کہ امام غزالی سے نقل کرتے ہوئے کہ:

ہر کہ استمداد کردہ شود در حیات استمداد کردہ میشود بوے در حیات استمداد کردہ میشود بوے بعد از وفات و یکے از مشائخ گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرف ہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر۔ و شیخ عبد القادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ و مقصود حصر نیست و تحقیق

ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی است واورا علم وشعور بزائران واحوال ایشان ثابت است وادلیا را کرامات وتصرف دراکوان حاصل است الخ

یہ عبارت صرف تو ثابت کر رہی ہے۔

سرفراز کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام متصرف فی الامور نہ تھے مگر خود ہی اولیاء کرام کے تصرفات فی الکائنات وفی العوالم والاکوان کے متعلق مقدمہ ابن خلدون کی عبارات ازالہ کے ص ۱۵۱، ۱۵۲ پر نقل کی ہیں وہ ان کے خلاف ہیں۔ کمال ہے سرفراز صاحب انبیاء کو تو متصرف فی الامور ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں اس کو شرک قرار دیتے ہیں مگر اولیاء کرام کو متصرف فی الکائنات فی العوالم والاکوان مان کر حق قرار دیتے ہیں۔ سچ ہے کہ۔ گزر عمر گئی ساری نہیں اب تک عقل آئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں علم غیب ذاتی استقلالی کی نفی ہے عطائی کی نہیں ہے یا کل غیب غیر متناہی کی نفی ہے کل متناہی کی نہیں۔ قدیم ازلی ابدی دائمی کی نفی ہے۔ حادث غیر ازلی غیر ابدی غیر دائمی کی نفی ہرگز نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی جلد ہفتم پاره بیست صـ ۱۲۷ پر فرماتے ہیں:

وقیل الا فی الغیب للاستغراق وھو صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلم کل غیب فان من الغیب ما تفرد اللہ تعالیٰ بہ الخ

اس عبارت میں استغراق سے مراد استغراق حقیقی ہے عرفی نہیں ہے اور لفظ کل بھی یہاں استغراق حقیقی کے لیے ہے عرفی کے لیے نہیں ہے:

ل؎ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ومعروف الکرخی بن فیروز، من المشائخ الکبار مجاب الدعوۃ یستسقی بقبرہ۔

یعنی حضرت معروف کرخی کی قبر پہ جا کر لوگ بارش مانگا کرتے تھے یعنی قبر کے وسیلہ سے۔

اور سیدی محمد شاذی البکری حنفی کے متعلق فرماتے ہیں: احد من صرفہ اللہ تعالیٰ فی الکون ومکنہ من الاحوال ونطق بالمغیبات الخ

جلد اول شامی صـ ۵۸/۵۹

وقیل المراد نفی استمرار علمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الغیب ویحی کان بالاستمرار شائع

اس عبارت میں یہ بتایا ہے کہ آیت کریمہ میں اس امر کی نفی ہے کہ حضور علیہ السلام ہمیشہ سے ہمیشہ کے لیے غیب جانتے ہیں یعنی بالدوام جاننے کی نفی ہے اور کان کا استمرار کے لیے آنا مشہور ہے۔

وفی لباب التنزیل للخازن فی الجواب عن ذالک انہ یحتمل ان یکون ھذا القول منہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ تعالی علیہ ویقدرہ لی ویحتمل ان یکون قال ذالک قبل ان یطلعہ اللہ تعالی علی الغیب فلما اطلعہ اخبر بہ۔

یعنی علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ خازن کی لباب التنزیل نامی تفسیر میں ہے کہ اس آیت کا ایک جواب یہ ہے کہ یہاں بطور تواضع اور بطور ادب ایسا فرمایا ہے اور مقصد یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے غیب نہ بتائے اور غیب پر مطلع نہ کرے اور اس کو میرا مقدور نہ بنائے تو میں غیب نہیں جانتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان غیب پر مطلع ہونے (علم غیب ملنے سے) سے قبل سے متعلق ہے جب خدا نے آپ کو بتا دیا تو پھر آپ نے اس کی خبر دے دی۔

ان عبارات میں اس آیت کے چند جواب بتائے گئے ہیں ایک یہ کہ نفی غیر متناہی علم کی ہے متناہی کی نہیں دوسرا یہ کہ نفی بالدوام اور بالاستمرار جاننے کی ہے کہ ہمیشہ نہیں جانتے تھے تیسرا یہ کہ نفی مبنی بر تواضع وادب ہے نہ مبنی بر حقیقت چوتھا یہ کہ نفی ذاتی اور خدا کے بتائے بغیر جاننے کی ہے عطائی کی نہیں۔ پانچواں یہ کہ نفی اس غیب کی ہے جو ذات باری کا خاصہ ہے اور ظاہر ہے کہ خاصہ وہی ہے جو ذاتی غیر متناہی ازلی ابدی دائمی ہے نہ کہ عطائی متناہی حادث غیر دائمی کیونکہ روح المعانی کے اسی مذکورہ صـ ۱۳ پہ لکھا ہے:

وما یعلمہ صلی اللہ علیہ وسلم من الغیوب لیس من ذلک النوع۔

حضور جانتے ہیں وہ اس قسم کا نہیں جس کی نفی کی گئی ہے یعنی ذاتی دائمی قدیم وغیرہ۔

اس آخری عبارت میں حضور کے لیے علم غیب عطائی تسلیم کیا گیا ہے صرف اخبار غیب اور انباء غیب کا ذکر نہیں بلکہ علم غیب مذکور ہے اس لیے سرفراز صاحب کا اس آیت کو مستدل

بتانا مبنی بر جہالت ہے۔

قارئین کرام یہ جتنے جوابات نقل کیے گئے ہیں۔ تفسیر روح المعانی سے نقل کیے ہیں جو سرفراز صاحب کی معتبر و مستند اور بے نظیر تسلیم شدہ تفسیر ہے جیسا کہ پہلے باحوالہ نقل کیا جا چکا ہے۔

اعتراض:

لو کنت اعلم الغیب الآیۃ منطقی طور پر قیاس استثنائی ہے۔ لو کنت اعلم الغیب مقدم ہے لاستکثرت الخ تالی ہے اور قاعدہ ہے کہ رفع تالی منتج ہوتی ہے رفع مقدم پر اور قیاس استثنائی یوں ہوگا کہ:

لو کنت اعلم الغیب مقدم لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء تالی ہے استثنا یوں ہوگی۔

ولکنی ماستکثرت الخیر فلا اعلم الغیب۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام غیب نہیں جانتے۔

جواب نمبرا:

اگر استدلال مذکور کو درست ہی تسلیم کر لیا جائے تو بھی ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ نفی ذاتی استقلالی بلا واسطہ کی ہے یا نفی غیر متناہی اور دائمی طور پر جاننے کی ہے۔ جیسا کہ باحوالہ نقل ہو چکا ہے۔

جواب نمبر۲:

یا بقول علامہ آلوسی روح المعانی جلد ۳ جز تاسع صہ ۱۳۷ پہ فرماتے ہیں

او خرج ھذا الکلام مخرج الجواب عن سوالھم الخ

یعنی یہ کلام سائلین کفار کے جواب میں صادر ہوا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ

لو کنتُ اعلم الغیب ای فی زعمکم لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ای فی زعمکم ولکنی ما استکثرت من الخیر ومسنی السوء انے فی زعمکم فلا اعلم الغیب۔

یعنی اسے کافرو مشرکو چونکہ میں تمہارے گمان میں اعتکشار خیر نہیں کر سکا اور برائی نے مجھے چھوا ہے اس لیے تمہارے گمان میں میں غیب نہیں جانتا۔
یہ کافروں کو کہا گیا ہے نہ اہل ایمان کو۔

جواب نمبر۳:

آیت کریمہ میں رفع تالی کرنا غلط ہے کیونکہ:

من یؤتی الحکمۃ فقد اُوتی خیرًا کثیرًا۔

سے حضور کے لیے خیر کثیر ثابت ہے حضور معلم حکمت ہیں قرآن میں ہے یعلمہ الکتاب والحکمۃ اور جو معلم حکمت ہے وہ موتی خیر کثیر ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام موتی خیر کثیر ہیں۔ اس لیے رفع تالی باطل ہے اور جب رفع تالی ان آیات کے پیش نظر باطل ہے تو وضع مقدم کرکے نتیجہ وضع تالی نکالا جائے گا۔ ولکنی اعلم الغیب فاستکثرت الخیر الخ

بہرحال نفی ذاتی علم غیب اور ذاتی قدرت کی ہے عطائی کی نہیں ہے۔

چنانچہ امام رازی آیت مذکورہ کے تحت فرماتے ہیں:

والقدرۃ الکاملۃ والعلم المحیط لیس الا للہ تعالیٰ۔

قدرت کاملہ اور علم محیط صرف ذات باری تعالیٰ کے لیے ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ صہ ۳۱۲)

اور اہل علم پر واضح ہے کہ قدرت کاملہ وہی ہوتی ہے جس میں کسی بھی جہت اور کسی بھی لحاظ سے کمی اور نقص نہ پایا جا سکے یعنی ایسی قدرت جو قدیم بھی ہو۔ ممتنع الزوال بھی ہو اور مستقل بھی ہو اور قدرت ذاتیہ بھی اسی کو کہا جاتا ہے اور علم محیط وہ ہے جو غیر متناہی معلومات کو شامل ہو۔ قدیم ہو اور مستقل ہو اسی کو علم ذاتی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ سرفراز صاحب اپنی کتاب سماع موتی صہ ۹۵ پر لکھتے ہیں کہ کسی کو متصرف فی الامور سمجھنا صریح ضلالت ہے (ملخص)

یہ تھانوی صاحب کی عبارت کا خلاصہ ہے جو سرفراز صاحب نے صہ ۹۵ پر نقل کیا ہے۔ ان حوالجات سے ثابت ہوگیا کہ غیر اللہ کے لیے ذاتی اور مستقل قدرت ماننا شرک وضلالت ہے عطائی قدرت ماننا عین حق وصواب ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ھل نفعت

ہے عطائی نہیں ثابت ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں علم غیب ذاتی کی نفی ہے عطائی کی نہیں ہے۔

جواب نمبر ۵:

کنتُ ماضی ہے جو ماضی میں نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اور ماضی میں منفی ہونا حال و مستقبل میں منفی ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔

سوال:

کیا لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا میں بھی نفی ماننا ہے متعلق ہے حال اور استقبال سے متعلق نہیں ہے کیونکہ یہاں بھی تو کان ماضی کا صیغہ ہے اور حرف شرط لو بھی موجود ہے۔

جواب:

تو جواباً گذارش یہ ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کان ماضی پر دلالت کرتا ہے اور لو کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جزا منتفی ہو ماضی میں بسبب شرط کے انتفاء کے مگر کان کا مذکورہ تقاضا اور اسی طرح لو کا مذکورہ تقاضا باعتبار لغت کے ہے اور ضروری نہیں کہ ہر جگہ لغت کا ہی اعتبار ہو۔ کبھی کبھی کان دوام و استمرار کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے روح المعانی جلد سوم جز تاسع ص ۱۳۷ پر لکھا ہے **ومجیئہ** کان للاستمرار شائع

اور شرح عقائد ص ۴۵ پر لو کان فیھما آلھۃ۔ کی بحث میں لو کے متعلق لکھا ہے کہ کبھی کبھی لو کو تعیین زمانہ کے اوپر دلالت کے بغیر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور یہ آیت اسی قبیلہ سے ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

فان قیل مقتضی کلمۃ لو انتفاء الثانی فی الماضی بسبب انتفاء الاول فلا تفید الا الدلالۃ علی انتفاء الفساد فی الزمان الماضی بسبب انتفاء التعدد قلنا نعم ھذا بحسب اصل اللغۃ لکن قد یستعمل للاستدلال بانتفاء الجزاء علی انتفاء الشرط من غیر دلالۃ علی تعیین زمانٍ کما فی قولنا لو کان العالم قدیما لکان غیر متغیر والآیۃ من ھذا القبیل وقد یشتبہ علی بعض الاذھان احد الاستعمالین بالآخر فیقع الخبط۔

معترض کا یہ خبط ہے کہ ایک آیت کو دوسری پر قیاس کر لیا ہے اور ہر جگہ صرف ایک لغوی معنی ہی معتبر مان لیا ہے۔

قارئین اس آیت کی تفسیر میں مولوی سرفراز صاحب نے تفسیر معالم۔ خازن۔ بیضاوی مدارک۔ تنویر المقیاس۔ جامع البیان۔ ابوالسعود۔ ابن جریر۔ ابن کثیر۔ مظہری اور روح المعانی سے جو جو حوالجات یا عبارات نقل کی ہیں ان میں سے ایک عبارت بھی ہرگز ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ ان سب عبارات کا مقصد صرف ایک ہے کہ ذاتی استقلالی بلاواسطہ علم غیب صرف ذات خداوندی کا خاصہ ہے اور حضور علیہ السلام بغیر اعلام خداوندی اور اعطاء خداوندی کے ہرگز نہیں جانتے۔

الغرض جس کی ان عبارات میں نفی ہے وہ ہمارا مدعا نہیں اور جو ہمارا مدعا ہے اس کی نفی نہیں اگر ان عبارات کو عطائی کی نفی پر محمول کیا جائے تو پھر یہ آیت اور منقولہ عبارات سرفراز صاحب اور ان کے اکابر کے بھی خلاف ہوں گی کیونکہ بعض علم غیب اور جزی علم غیب تو خود سرفراز بھی ازالہ کے متعدد صفحات میں تسلیم کر چکے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بارہا نقل کر دیا گیا ہے۔ چونکہ سرفراز صاحب کو عطائی اور بلاواسطہ کے انکار پر اصرار ہے اور وہ عطائی بلاواسطہ کو چور دروازہ قرار دیتے ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اکابرین دیوبند کی صریح عبارات اس کے متعلق نقل کی جائیں ملاحظہ ہو۔

۱۔ تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

فلا یظهر علی غیبہٖ احداً پس مطلع نمیکند بر غیب خاص خود ہیچکس را مگر کسے کہ پسند می کند و آں کس رسول باشد خواہ از جنس ملک و خواہ از جنس بشر مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم او را اظہار بعضے از غیوب خاصہ خود می فرماید۔

اس قسم کے جو خاص غیب ہیں ذات باری کے خدا تعالیٰ اپنے ان خاص غیبوں پر کسی کو خبردار نہیں کرتا سوا اس کے جس کو پسند کرے اور وہ رسول ہوتا ہے۔ خواہ جنس ملائکہ سے ہو یا جنس بشر سے۔ جیسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور کو باری تعالیٰ اپنے خاص غیبوں سے بعض غیوب پر خبردار

کرنا ہے۔

۲۔ شبیر احمد عثمانی حاشیہ قرآن ترجمہ محمود الحسن صاحب وما ھو علی الغیب بضنین کے تحت لکھتے ہیں :

یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت اور ان چیزوں کے بتلاتے ہیں ذرا بخل نہیں کرتا۔

۳۔ مولوی قاسم نانوتوی صاحب بانی دیوبند لکھتے ہیں علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں۔ (تحذیر الناس صفحہ ۴)

۴۔ اور فیوضات قاسمیہ ص ۲۱۴ پر لکھتے ہیں :

آپ کا علم وہ خدا ہی کا علم ہوا اور آپ کا کہا وہ خدا ہی کا کہا ہوا۔

۵۔ اور تھانوی صاحب بسط البنان صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں۔

علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے۔

۶۔ مولوی ذوالفقار علی صاحب عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ صفحہ ۱۰۳ میں لکھتے ہیں کہ :

منجملہ آپ کے علوم و معلومات کے علم لوح و قلم ہے۔

ان تمام عبارات میں حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب تسلیم کیا گیا ہے اور بلا واسطہ اور بالواسطہ کی تقسیم کر کے تھانوی صاحب نے تو کمال کر دیا ہے اور سرفراز صاحب کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ کیونکہ وہ ذاتی و عطائی کی تقسیم کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اب اگر ان آیات و عبارات کو ذاتی بلا واسطہ پر محمول نہ کریں تو اکابرین دیوبند کو بھی باطل پرست اور چور دروازے سے داخل ہوتے والے ماننا پڑے گا اور منفرلہ آیات و عبارات کی مخالفت کا الزام ان پر بھی عائد ہوگا۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۷۲-۲۷۳ پر چند تفاسیر کی غیر متعلقہ عبارات کا نتیجہ یہ نکال لیتے ہیں کہ آیت میں الخیر سے ایمان عمل اور ایسی دینی و اُخروی خیر جس کا تعلق منصب نبوت سے ہرگز مراد نہیں ہے۔ بلکہ الخیر سے مراد اس آیت میں، مال، فتح تجارت میں نفع اور سرسبز و شاداب زمین اور علاقہ کا علم ہونا وغیرہ اشیاء مراد ہیں اور ان امور کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخیر زمانہ حیات تک حاصل نہیں ہوا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کو غیب کا علم حاصل نہ تھا۔ الخ

جواب نمبرا:

الخیر چونکہ مطلق ہے اور قاعدہ ہے المطلق اذا أُطلق یُراد بہ الفرد الکامل۔
یعنی مطلق کو جب مطلق رکھا گیا ہو تو مراد فرد کامل ہوتا ہے۔ اس لیے آیت کریمہ میں مطلق سے الخیر کا فرد کامل مراد ہوگا اور وہ مال فتح تجارت وغیرہ نہیں بلکہ نبوت و رسالت ہے۔ اسی طرح السوء کا فرد کامل جنون ہے مال وغیرہ مراد لینے کی صورت میں اس قاعدہ کی خلاف ورزی ہوگی۔

جواب نمبر۲:

مولوی سرفراز صاحب نے الخیر کو مال فتح تجارت میں نفع سے مقید کر دیا ہے حالانکہ الخیر قرآن میں مطلق ہے اور اصول فقہ میں قاعدہ مشہور ہے کہ:

المطلق یجری علیٰ اطلاقہ والمقید علیٰ تقییدہٖ۔

اور یہ کہ مطلق کو خبر واحد سے مقید کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ خود سرفراز صاحب ایک بھی خبر واحد پیش نہیں کر سکے۔ صرف مفسرین کے چند اقوال پیش کیے ہیں جو صرف تاویل کا درجہ رکھتے ہیں تفسیر کا نہیں کیونکہ تفسیر کے لیے نقل روایت ضروری ہے اور اگر کوئی ایک آدھ روایت نقل بھی ہو جاتی تو وہ بھی خبر واحد ہے۔ اس لیے اُس سے بھی مقید کرنا جائز نہیں ہے۔
اور یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخیر زمانہ حیات تک اشیاء مذکورہ کا علم حاصل نہیں ہوا تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے سرفراز صاحب ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک بھی اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔ یہ صرف گپ ہی گپ ہے۔ حقیقت سے اس کا دور کا بھی

واسطہ نہیں ہے سرفراز صاحب نزول قرآن کی تکمیل کے بعد آخر زمانہ حیات تک امور مذکورہ کے علم کی نفی کے لیے آیت قرآنی تو آپ ہرگز پیش نہیں کر سکتے رہی حدیث تو حدیث پیش کریں جو قطعی الثبوت ہونے کے علاوہ قطعی الدلالت بھی ہو۔ خبر واحد سے گاڑی نہ چلے گی پھر اس خبر واحد کے متعلق یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہوگا کہ یہ نزول کی تکمیل کے بعد فرمائی گئی ہے۔ یا یہ کہ اس میں جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ نزول کی تکمیل کے بعد کا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ نسیان سہو و ذلت اور عدم توجہ پر بھی محمول نہیں ہے اور مبنی بر حکمت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ نسیان سہو و زلت اور عدم توجہ یا مبنی حکمت ہونا ہمارے دعویٰ کے ہرگز خلاف نہیں جیسا کہ پہلے بھی مفصل طور پر بیان ہو چکا ہے۔

ص ۳۷۲ پر سرفراز صاحب اصرار کرتے ہیں کہ السوء سے مراد فقر۔ ضرر۔ بھوک۔ قحط گرانی اور تجارت وغیرہ میں خسارہ مراد ہے اور اس قسم کے السوء سے تا دم زیست آپ محفوظ نہیں رہے۔ آپ کا دانت شہید کرنا۔ چہرہ مبارک کا زخمی ہونا۔ یہودیہ کی طرف سے زہر دیا جانا۔ جادو کیا جانا بعد از وصال آپ کی زرہ کا یہودی سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا چھڑانا ایک مہمان کے لیے جملہ ازواج کے گھروں سے کھانا نہ ملنا مرض الموت میں بار بار غشی کھا کر مسجد نبوی میں گرنا وغیرہ واقعات جو بخاری۔ مسلم وغیرہ میں مروی ہیں اس السوء کی بین دلیل ہیں الخ۔

جواب نمبر ۱:

زرہ کے واقعہ کے سوا باقی واقعات جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کے ہیں۔ بعد کے نہیں جو قبلیت کا ادعی ہے دلائل سے ثابت کرنا اس کا ذمہ ہے اور جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے ہمارے دعویٰ کے ہرگز خلاف نہیں رہا زرہ کا واقعہ تو وہ مبنی بر حکمت تھا۔ اس کو عدم علم کی دلیل بنانا جہالت ہے۔

جواب نمبر ۲:

بلکہ تمام واقعات مذکورہ بالا مبنی بر حکمت تھے ان کو مستدل بنانا حماقت ہے۔

جواب نمبر ۳:

یہ روایات مذکورہ بالا اخبار آحاد ہیں۔ جن کو نصوص قرآنیہ کا مخصص ہرگز نہیں بنایا جا

سکتا کہ ان سے مطلق کو مقید ہی کر سکتے ہیں۔جیسا مفصل طور پر گزر چکا ہے۔

جواب نمبر ۴:

آیات قرآنیہ قطعیہ کے مقابلہ میں اخبار آحاد کو پیش کرنا (خصوصاً ایسی احاد کو جن کی تاویل کرکے صحیح مفہوم پر محمول کیا جاسکتا ہے) باطل ہے۔

جواب نمبر ۵:

ایسی اخبار آحاد جو نصوص قرآنیہ کے مقابلہ میں آکر معارض قرآن بن جائیں وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہوتیں قرآن سے معارض ہونا بھی عدم صحت و عدم قبولیت کی دلیل ہے۔جیساکہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے موضوعات کبیر ص ۱۶۳ میں لکھا ہے کہ:

ومنها مخالفة الحديث [illegible] القرآن۔

یعنی جو حدیث قرآنی صراحت کے خلاف ہو وہ بھی غیر صحیح ہوگی۔

یہ سرفراز صاحب کی جہالت ہے کہ وہ ان واقعات کو اپنا مستدل بناتے ہیں اور ان سے عدم علم ثابت کرتے ہیں البتہ ان واقعات کو ذاتی علم کی نفی پر پیش کرنا درست ہے کیونکہ ذاتی علم ذاتی قدرت کو مستلزم ہے اور دانت کا شہید ہونا وغیرہ واقعات علم ذاتی و قدرت ذاتیہ کے منافی ہیں عطائی کے ہرگز منافی نہیں ہیں۔سرفراز صاحب اس کو بے دینی قرار دینا بجائے خود بے دینی اور زندقہ ہے کہ وہ بجائے اچھی تاویل کرتے کے ان واقعات کو لاعلمی اور نبی کی بے خبری اور بے بسی پر محمول کرتے ہیں۔سچ ہے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قارئین کرام مؤلف ازالہ ص ۲۰۷ پر لکھتے ہیں کہ فریق مخالف کے مجدد اور اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب اور صدر الافاضل مولوی نعیم الدین صاحب نے جو شگوفے کھلائے ہیں وہ تو قابل دید ہیں ہی مگر مفتی احمد یار خاں صاحب کی بھی سن لیجئے وہ لکھتے ہیں کہ ہم یہ ترجمہ بھی کر سکتے ہیں کہ غور کر لو اگر میرے پاس خبر ہو اور میں مصیبت سے بچوں تو سمجھ لو کہ مجھے علم غیب بھی ہے میرے پاس بہت خیر تو ہے۔

من يؤتى الحكمة فقد اوتى خيرًا كثيرًا۔

نیز انا اعطیناک الکوثر نیز یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

اور نہ ہی مصیبت سے بھی محفوظ کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ واللہ یعصمک من الناس لہٰذا مجھے علم غیب بھی ہے۔ الخ

مفتی صاحب کی اس بات پر اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

کہ جس خیر کا ذکر آیت میں ہے وہ وہ نہیں جو مفتی صاحب نے مراد لی ہے وہ تو محل نزاع ہی نہیں اسی طرح عصمت سے جو مراد مفتی صاحب نے لی ہے وہ تو محل نزاع نہیں اور نہ اس کا ذکر قرآن کی آیت مذکورہ میں ہے بلکہ اس آیت میں تو خیر سے مراد مال تجارت میں نفع ہے قحط فقر بھوک وغیرہ نہیں اور الخیر کے ان دونوں مفہوموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

جواب نمبر ۱:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ آیت کریمہ میں الخیر مطلق ہے اسی طرح السوء بھی مطلق ہے اور اخبار احاد سے مطلق کو مقید یا عام کو خاص کرنا جائز نہیں ہے جب اخبار احاد سے تخصیص وتقیید جائز نہیں تو پھر بعض مفسرین کرام کی ذاتی آراء یا ذاتی اقوال اور پھر سرفراز صاحب کی اپنی ذاتی خرافات کو نصوص قرآنیہ کا مخصص کیونکر بنایا جا سکتا ہے کیا مولوی سرفراز صاحب کسی حدیث متواترہ یا کم از کم حدیث مشہور سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہاں الخیر سے مراد مال۔ تجارت میں نفع ہے اور السوء سے مراد قحط، فقر، بھوک وغیرہ ہے ہرگز وہ ایسا نہیں کر سکتے اگر ایسا کر دکھائیں تو منہ مانگا انعام حاصل کریں۔

جواب نمبر ۲:

حضرت مفتی صاحب کا مطلب یہ تھا کہ اس آیت میں تالی کا رفع مستلزم ہے من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وغیرہ آیات کی تکذیب کو یا ان کے کذب اور ان کا کذب محال ہے اس لیے رفع تالی محال ہے اور جب رفع تالی محال ہے تو اب ضروری ہے کہ وضع مقدم سے وضع تالی کر کے نتیجہ نکالا جائے کیونکہ یہ قضیہ شرطیہ ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ نہ رفع تالی سے رفع مقدم ہو اور نہ وضع مقدم سے وضع تالی ہو کیونکہ رفع تالی سے وضع مقدم اور وضع مقدم سے رفع تالی۔

کتب معقول میں یہ دونوں قاعدے مذکور ہیں اور یہ ضروری نہیں بلکہ جائز ہی نہیں کہ ہر جگہ ایک ہی قاعدہ جاری کیا جائے جہاں جو قاعدہ منطبق ہوگا اُسی کو منطبق کیا جائے گا رفع تالی کرکے اگر نتیجہ رفع مقدم کا نکالا جائے تو چونکہ آیات کا کذب لازم آتا ہے اس لیے وضع مقدم کرکے نتیجہ وضع تالی نکالا جائے گا یہی مراد مفتی صاحب کی ہے۔ سرفراز صاحب نے اس کو غلط ثابت کرنے کی جرأت نہیں کی اور قرآن کے مطلق کو مقید کر ڈالا ہے وہ بھی بعض مفسرین کے اقوال سے حالانکہ خود مانتے ہیں کہ اقوال سے نہ تقیید ہو سکتی ہے نہ تخصیص سرفراز صاحب نے اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے مفتی صاحب کو کوسنا شروع کر دیا ہے اور اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل کے استدلال کو نقل ہی نہیں کیا صرف نام لکھ دیا ہے تاکہ یہ تاثر دیا جا سکے کہ ان کا بھی رد کر دیا ہے۔ جناب والا اسی کو عیاری کہتے ہیں۔

اس کے بعد صـ۲۷۰ سے صـ۲۷۲ تک مولانا محمد عمر صاحب اچھروی علیہ الرحمۃ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مجاہد تحریف مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کہنا کہ:

اگر بقول کسے آپ کو نقصان ہو سکتا ہے اور آپ اس کے دور کرنے کے اہل نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کے رحمۃ اللعالمین ہونے کا قائل نہیں کیونکہ رحمت اور زحمت کا اجتماع ایک ذات میں محال ہے اس واسطے کہ اجتماع نقیضین محال ہے الخ اور یہ کہ آپ کو انتشار حاصل ہوا ہے اور آپ اجتناب سوء سے موصوف رہے لہٰذا آپ کو علم غیب حاصل ہوا اور نہ قضیہ شرطیہ باطل ہو جائے گا۔

باطل و مردود ہے اولاً اس لیے کہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا دانت کا ایک حصہ شہید ہوا زہر خورانی کا واقعہ پیش آیا گھوڑے سے گر پڑے ٹانگ مبارک زخمی ہو گئی نماز بیٹھ کر پڑھی بلکہ پڑھائی بھی، یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ دنیوی امور میں آپ کو کبھی نقصان نہ ہوا۔ ایسے واقعات سے مولوی محمد عمر صاحب کا انکار ایک کھلی جہالت یا خیانت ہے۔

جواب: ان واقعات کی صداقت میں کوئی شک نہیں ایسے واقعات کا

وقوع پذیر ہونا متنازعہ فیہ نہیں نہ ان کا کبھی کسی نے انکار کیا ہے ہاں جو بات متنازعہ ہے وہ ان سے ثابت کرنا سرفراز صاحب کی جہالت ہے ہم بتا چکے ہیں کہ اولاً تو یہ واقعات نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کے ہیں (سوائے زرہ کے واقعہ کے) بعد کے نہیں جو قبلیت کا مدعی ہے فعلیہ البیان۔

ثانیاً یہ واقعات حکمت ربانی پر مبنی ہیں لاعلمی پر نہیں اور ان کے وقوع پذیر ہونے سے وقت نسیان و عدم توجہ کا بھی قوی احتمال موجود ہے ان احتمالات کے ہوتے ہوئے سرفراز صاحب کا ان سے نفی علم کو کشید کرنا کیا عداوت و بغض رسول پر مبنی نہیں ہے کیا یہ محبت رسول کا ثبوت دے رہے ہیں یا بغض رسول کا۔

اس کے بعد ازالہ کے ص ۲۷۶ پر دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کو نقصان بھی ہوا اور آپ کو اس کے ٹلنے کی قدرت بھی نہ تھی متعدد نصوص قطعیہ اس پر دال ہیں اور خود یہ آیت قل لا املك لنفسی الآیۃ اس کا بین ثبوت ہے۔

خود مفتی احمد یار خاں بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضور کا علم حقیقی نہ تھا اور نہ آپ خیر کے جمع کرنے اور اپنی مراد کو واقع کرنے پر قادر تھے تو مفتی صاحب نے مان لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان کے ٹالنے پر قدرت نہ تھی۔ وہو المطلوب۔

جواب:

ہماری گذارش یہ ہے آیت قل لا املك سے جس قدرت کی نفی ہے وہ ذاتی قدرت ہے جو علم ذاتی کا ملزوم ہے قدرت عطائی کا انکار یا نفی اس آیت سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ الا استثنائیہ ہے اور استثناء متصل ہے جیسے کہ روح المعانی نے لکھا ہے: الا ان یکفنی ویقدرلی سے واضح ہے اور قبلہ مفتی صاحب نے بھی قدرت حقیقی اور علم حقیقی قدرت ذاتی اور علم ذاتی ہی کی نفی مانی ہے یعنی مفتی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ نقصان کو از خود قدرت ذاتی سے نہیں ٹال سکتے تھے تو نفی قدرت ذاتی کی ہے عطائی کی نہیں۔ خود سرفراز صاحب نے مفتی صاحب کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت لازم ہے کے الفاظ قرینہ

قرینہ ہیں کہ نفی ذاتی قدرت کی مراد ہے عطائی کی نہیں۔ جب عطائی کی نفی مفتی صاحب نے نہیں کی تو نہ معلوم سرفراز صاحب ان کی عبارت کو نقل کر کے خوشی سے کیوں بغلیں بجانے لگے ہیں۔ کیا حماقت کسی اور چیز کا نام ہے۔

اس کے بعد مذکور صفحہ پر ہی ثالثاً سے تیسری وجہ بیان کرتے ہیں کہ باوجود دیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان ہوا اور آپ کو اس کے ٹالنے پر قدرت بھی نہ تھی حالانکہ آپ رحمۃ اللعالمین بھی تھے اور اس میں نہ تو رحمت و زحمت کا اجتماع ہے اور نہ اجتماع نقیضین ہے۔ وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمین مفعول لہ ہے اور اس کا اور اس کے فعل کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے دیکھیے تقن متین، اس لحاظ سے معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ ہم اس ارسال کی وجہ سے تمام جہانوں پر رحمت کریں تو یہ رحمت صفت خداوندی ہے۔ رحمت خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور نقصان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا۔ جب محل ایک نہ رہا تو اجتماع نقیضین کہاں سے اور کیسے لازم آیا۔

علاوہ ازیں اگر یہ رحمت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہو تو یہ رحمت دینی ہے اور جو نقصان ہوا وہ دنیاوی اعتبار سے ہے اور منطق کا مسئلہ ہے کہ او بتفاوت الاعتبار یتفاوت الاحکام سلم ص ۲۴ اور ولو لا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ کہ اعتبارات کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اور اگر مختلف اعتبارات نہ ہوں تو حکمتیں باطل ہو جائیں۔

جواب:

سرفراز صاحب ذرا ہوش و حواس کو قائم رکھ کر لکھا کریں۔ یہ کیا لکھ دیا کہ: وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمین مفعول لہ ہے۔ کیا یہ ساری آیت لہ ہے۔ لکھتے لکھتے جناب کو چکر آ گیا ہے کہ ساری آیت کو مفعول لہ بنا دیا ہے۔

جناب ساری آیت مفعول لہ نہیں صرف لفظ رحمۃ مفعول لہ ہے۔ چاہے سرفراز صاحب آپ رحمت کو خدا کی صفت بتائیں یا حضور کی دونوں صورتوں میں حضور علیہ السلام کا

وجود مسعود رحمت ہے کیونکہ ارسال کی وجہ سے رحمت تب ہو گی جب مرسل آئے گا۔
اور مرسل آپ ہیں اس لحاظ سے آپ رحمت ہوئے۔ کیونکہ روح المعانی میں ہے۔
بالاد صلتك کاف خطاب کا مفعول جو ہے۔ حضور کا رحمت ہونا خدا کے رحمت ہونے کے منافی نہیں
ہے یا مرسل کا رحمت ہونا مرسل کے رحمت ہونے کے منافی نہیں۔ حضور یقیناً رحمت ہیں۔
روح المعانی میں ہے:

وما ارسلنك فی حال الاحوال الاحال كونك رحمة اذا رحمة
او راحمًا لهم الخ

ابن کثیر صـ ۲۰۱ جلد ۳ میں ہے:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما انا رحمة
مهداة عن ابن عمر ان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله بعثنی
رحمة مهداة الخ

ان احادیث میں بھی حضور علیہ السلام کا رحمت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ رحمت حضور کی صفت نہیں۔ خدا کی صفت ہے۔ مبنی بر جہالت ہے۔ ان احادیث وعبارات کے پیش نظر جب حضور علیہ السلام رحمت ہوئے تو اب تو رحمت نہیں ہو سکتے یہ کہنا تھا مولانا محمد عمر صاحب کا تو رحمت اور زحمت کا محل ایک ہی رہا نہ کہ جدا جدا

اور یہ کہنا کہ اگر رحمت کو حضور کی صفت مانا جائے تو پھر بھی اجتماع نقیضین نہیں ہے۔ کیونکہ رحمت دینی لحاظ سے ہے اور نقصانات دنیوی لحاظ سے تو جواباً عرض ہے کہ یہ تفریق غلط ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام ہر لحاظ سے رحمت ہی رحمت ہیں آپ دینی لحاظ سے بھی رحمت ہیں اور دنیاوی لحاظ سے بھی رحمت ہیں۔ اسی لیے آپ کافروں کے لیے بھی رحمت ہیں اور دنیاوی لحاظ بھی رحمت ہیں اسی لیے۔ روح المعانی میں لکھا ہے کہ:

انما بعثت رحمة لكل لكل فردٍ فردٍ من العالمين ملائكتهم وانسهم
وجنهم ولا فرق بين المؤمن والكافر من الانس والجن فی ذالك والرحمة
متفاوتة۔

جلد ۶ مطابع عشر صـ ۱۰۵-۱۰۶

اگر آپ کا رحمت ہونا صرف دینی لحاظ سے ہوتا تو آپ کا فرعون وغیرہ کے لیے رحمت نہ ہوتے اس لیے سرفراز صاحب کی پیش کردہ تفریق باطل ہے اور مردود ہے۔

ساتویں ایساً سے چوتھی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولوی محمد عمر صاحب کے کلام سے یوں ترشح ہوتا ہے کہ یونانی منطق کا یہ جزئیہ کہ اجتماع نقیضین محال ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کئی ہزار سال پہلے بنا ہی اسی لیے تھا کہ آپ چونکہ رحمۃ العالمین ہیں لہٰذا رحمت و زحمت دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا اور بقول محمد عمر صاحب کے اسی واسطے اجتماع نقیضین محال ہے الخ

جواب:

سرفراز صاحب یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ نے پوری آیت کریمہ: وما ارسلنٰک الا رحمۃ اللعالمین کو مفعول لہ لکھ دیا ہے جیسے یہ عدم توجہ کا شکار ہے۔

اسی طرح ان کا (یہ جملہ کہ اسی واسطے اجتماع نقیضین محال ہے) بھی عدم توجہ سے لکھا گیا ہے۔ آخر آپ بھی تو پوری آیت کو مفعول لہ لکھ چکے ہیں۔

قارئین کرام ص ۲۰۲ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ رہا فریق مخالف کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے تو سراسر باطل اور مردود ہے۔

اولاً اس لیے کہ جن اہل مکہ نے سوال کیا تھا اُن کا سوال علم ذاتی سے ہرگز نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے یہ دریافت کیا تھا کہ: الا یخبرک ربک بالسعر الرخیص

اے محمد کیا تیرا رب تجھے گرانی سے پہلے ارزانی کی خبر نہیں دیتا اور کیا قحط سے پہلے تیرا رب تجھے اس کی اطلاع نہیں دیتا الخ

معلوم ہوا کہ ان مشرکین کا سوال بھی علم عطائی ہی کے متعلق تھا۔ ذاتی کا نہ تھا۔

جواب نمبرا:

کیا جس وقت اہل مکہ نے یہ سوال کیا تھا اُس وقت نزول قرآن کی تکمیل ہو چکی تھی۔ یقیناً نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ آیت اور الا یخبرک ربک الخ کی عبارت میں اگر کلی عطائی کی نفی تسلیم بھی کر لی جائے تو پھر بھی ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس وقت تک تمام ما کان

وما یکون کے علم کے حصول کا کوئی مدعی نہیں ہے اہلسنت میں سے اس کا دعویٰ کسی نے نہیں کیا۔ مگر ماضی میں اس عطائی کی نفی مستقبل میں اس کی نفی کو کب لازم ہے اور اس سے مستقبل میں عدم حصول کیونکر ثابت ہوتا ہے۔

جواب نمبر۲:

سرفراز صاحب ہٹ دھرمی سے توبہ کریں یہ بُری بلا ہے یہ حق کو قبول کرنے نہیں دیتی جناب ہم پہلے دس حوالے تحریر کر چکے ہیں اکابرین اُمت کے کہ نفی کی آیات میں ذاتی بلا واسطہ اور استقلالی کی نفی ہے عطائی کی نہیں ہے۔ جیسا کہ روح المعانی کی عبارت کئی بار نقل ہو چکی ہے جیسے نسیم الریاض میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے:

قوله ولو كنت اعلم الغيب فان المنفى علمهٗ من غير واسطةٍ الخ

علامہ سلیمان جمل نے فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں فرمایا ہے: اى قل لا اعلم الغيب فيكون فيه دلالة على ان الغيب بالاستقلال لا يعلمه الا الله۔

روح المعانی میں ہے۔ اى بلا واسطةٍ

اور براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۷ پر لکھا ہے کہ خاصہ حق تعالیٰ کے علم کا یہ ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے جس کو لازم احاطہ کل شئی کا ہے (کل استغراقی) اور مخلوق کا علم مجازی ظلی کہ قدر عطاء کی حق تعالیٰ کی طرف سے مستفاد ہے۔

اب لیجئے سرفراز صاحب کی اپنی عبارت تنقید متین صـ ۱۶۳ پر لکھتے ہیں کہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے بعض علوم غیبیہ کا عطاء ہونا مسلم حقیقت ہے کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں۔ ان عبارات میں اکابرین دیوبند کی قدآور شخصیت خلیل انبیٹھوی صاحب کے قول اور خود سرفراز صاحب نے علم ذاتی وعطائی کی تقسیم اور یہ کہ ذات باری کا خاصہ ذاتی حقیقی علم ہے تسلیم کر لیا ہے۔

ان تینوں عبارات میں بتایا گیا ہے کہ بلا واسطہ مستقلاً کوئی نہیں جانتا۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب بسط البنان میں صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ:

علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق

کے لیے ہو سکتا ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے ان عبارات پر کیا ذاتی کی نفی ہے یا عطائی کی سرفراز صاحب ذرا تھانوی صاحب پر بھی چور دروازے سے داخل ہونے والے چور کا اطلاق فرمائیے نا کیا اشرف علی صاحب جاہل ہیں بے خبر ہیں کہ علم کی تقسیم کر رہے ہیں۔ ہم آپ کی مانیں یا آپ کے اکابر کی ذرا بتائیے آپ سچے ہیں یا آپ کے اکابر اس گتھی کو آپ ہی سلجھائیے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

کیا ان حضرات کو یہ بات سمجھ نہ آئی کہ سوال عطائی کا تھا لہٰذا نفی بھی عطائی کی ہی ہو گی۔

ثانیاً کہہ کر دوسری وجہ بطلان ص ۲۷۷ پر یہ لکھتے ہیں کہ۔ اس عالم اسباب میں صرف اسباب جلب منفعت اور دفع مضرت کا معلوم ہونا کافی ہے یہ لازم اور ضروری نہیں کہ علم ذاتی ہو ایک سلیم الطبع اور صاحب عقل کو زہر کی مضرت سے بچنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ زہر ہے اور اس کے کھانے کا نتیجہ ہلاکت ہے علم ذاتی کی ضرورت نہیں ہے۔

جواب:

بعض اوقات مضرات سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے بے شک علم کافی ہے خواہ عطائی ہی ہو مگر ہمیشہ ہر حال میں مضرات سے بچانے کے لیے علم ذاتی جو قدرت ذاتی کو مستلزم ہے ضروری و لازمی ہے۔ مثلاً ایک شخص کو عدالت عالیہ نے پھانسی کا حکم دیا ہے اب وہ جانتا تو ہے کہ مجھے پھانسی فلاں دن اور فلاں وقت دی جائے گی۔ مگر باوجود جاننے کے وہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا جتنے لوگ پھانسی پا چکے ہیں۔ کیوں جناب ان کو لاعلمی میں پھانسی دی گئی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ان کو بھی معلوم تھا اور ان کے عزیز و اقارب کو بھی معلوم تھا مگر باوجود معلوم ہونے کے نہ وہ خود اپنے آپ کو بچا سکے ہیں اور نہ ہی کوئی عزیز و اقارب۔ اگر قدرت ذاتی کا ملزوم علم ذاتی ہوتا تو ضرور اپنے آپ کو بچا لیتے معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا علم ذاتی کی نفی پر اعتراض کرنا مبنی بر جہالت ہے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

چھٹی آیت کا جواب:

قارئین کرام صہ ۲۷۸ پہ گکھڑوی صاحب:

قُل ما کنتُ بدعًا من الرُّسل وما ادری ما یُفعل بی ولا بکم الآیۃ۔

سے اپنے باطل و مردود مدعیٰ پر استدلال کرتے ہوئے یوں جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جو جو واقعات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قوم سے پیش آنے تھے آپ کو ان کا علم اور درایت نہ تھی اگر آپ کو علم غیب ہوتا اور آپ جمیع ماکان ومایکون کے عالم ہوتے تو آپ کو ضرور ان واقعات کی تفصیل معلوم ہوتی الخ

جواب نمبر ۱:

ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی ہمارے مدعیٰ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم نے جمیع ماکان ومایکون بمع جمیع جزئیات خمسہ کے علم کے حصول تدریجی کا دعویٰ کیا ہے اور اس کی تکمیل کو نزول قرآن کی تکمیل پہ موقوف قرار دیا ہے اور تمام آیات یقیناً تکمیلِ نزول سے قبل کی ہیں بعد کی نہیں اس لیے یہ آیت بھی ہمارے خلاف ہرگز نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲:

اسی طرح مشکوٰۃ اور بخاری کی جو ام العلاء الانصاریہؓ کی روایت میں:

واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم۔

بھی آپ نے نزول قرآن کی تکمیل سے یقیناً وقطعاً پہلے بلکہ بہت پہلے فرمایا تھا اس لیے یہ بھی ہمارے خلاف نہیں ہے اور اس سے ماکان ومایکون کے علم کی نفی کشید کرنا سرفراز صاحب کی ہرزہ باقی اور جہالت ہے۔

اعتراض:

سرفراز صاحب صہ ۲۷۹ میں اعلیٰ حضرت اور مفتی صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان حضرات کا اس آیت کو منسوخ قرار دینا یا بعض مفسرین کرام (مثل جناب

ابن عباسؓ حضرت عکرمہؒ حضرت حسنؓ اور حضرت قتادہ وغیرہ بھی شامل ہیں) کا اس کو منسوخ قرار دینا اور اس کے نسخ کا دعویٰ چند وجوہ اس میں کلام ہے اول یہ کہ آیت کریمہ وما ادری الآیہ خبر ہے اور خبر کا نسخ جائز نہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے:

فاما الاخبار فلا یکون فیھا ناسخ ولا منسوخ۔ (ابن کثیر جلد اول ص ۱۴۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ھذا الخبر لا یجوز نسخہٗ۔ (ص ۵۳۷)

اور تفسیرات احمدیہ ص ۱۰ میں ہے:

وبعضھم علی ان النسخ لا یکون الا فی الامر والنھی دون الخبر۔

اسی طرح مرقات حاشیہ مشکوٰۃ جلد دوم ص ۲۵۶ اور انباد المصطفیٰ میں ہے۔

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ خبر میں نسخ کا وقوع جائز نہیں ہے۔

جواب:

سرفراز صاحب آپ اتنے حواس باختہ کیوں ہو گئے ہیں کہ اپنی قلم سے لکھا ہوا بھی بھول جاتے ہیں ابھی ص ۲۷۸ پر آپ نے خود لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ حضرت عکرمہؒ۔ حضرت حسنؓ حضرت قتادہؓ نے اس آیت کو سورہ فتح کی آیت لیغفر لک اللہ الآیہ سے منسوخ قرار دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ حضرات مفسرین کرام مطلقاً خبر کے اندر نسخ کے جواز کے قائل ہیں یا ایسی خبر کے نسخ کے جواز کے جو متضمن حکم یا وعید ہو تو سرفراز صاحب نے خود ص ۲۷۸ پر جو کچھ لکھا ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا مفسرین کرام مطلقاً نسخ خبر کے قائل ہیں۔ سرفراز صاحب اگر یہ مفسرین کرام مطلقاً نسخ خبر کے قائل ہیں تو پھر آپ نے ص ۲۷۹ پر یہ کیوں لکھا ہے کہ اگرچہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے متعلق بعض مفسرین کرام نے دعویٰ کیا ہے مگر اس میں چند وجوہ سے کلام ہے۔ آپ کی یہ عبارات بتاتی ہیں کہ ان مذکورہ بالا مفسرین کرام کے نزدیک مطلقاً خبر میں نسخ جائز ہے۔ ان کے ہاں تفصیل کے بغیر ہی خبر کا نسخ جائز ہے۔

اسی لیے ثابت ہو گیا کہ جلیل القدر مفسرین کرام نے حضرت ابن عباسؓ حضرت قتادہؓ حضرت عکرمہؒ حضرت حسنؓ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعض دیگر حضرات مفسرین مطلقاً

خبر کے نسخ کے اور خصوصاً اس آیت وما ادری ما یفعل بی الآیہ کے نسخ کے قائل ہیں جیسے تفسیر کبیر۔ در منثور۔ تفسیر ابوالسعود اور تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۵۵ وغیرہ میں مذکور ہے۔ بلکہ تفسیرات احمدیہ ص ۲۵ پر ملا جیون حنفی فرماتے ہیں:

ومن سورۃ الاحقاف قولہ تعالیٰ قل ماکنت بدعًا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ای من المغفرۃ والعذاب قال صاحب الاتقان انہٗ مکث سنۃ عشر سنۃً ثم نسخ یوم الفتح عام الحدیبیۃ یعنی بقولہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر علی ما نص بہ فی الکشاف۔

تفسیرات احمدیہ کی یہ عبارت صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ ملا جیون کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے اس کو خبر قرار دے کر ملا جیون نے یہ نہیں کہا کہ یہ منسوخ نہیں ہے۔ سرفراز صاحب اگر ان مفسرین کے نزدیک مطلقاً خبر کا نسخ جائز نہیں ہے تو یہ حضرات اس آیت کو کیا سمجھ کر اس کے نسخ کا قول کرتے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے اس کو وعید یا وعدہ یا حکم کا متضمن سمجھ کر منسوخ قرار دیا ہے یا مطلقاً خبر مان کر اگر مطلقاً خبر مان کر منسوخ قرار دیا ہے تو بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہو گیا۔ اور اگر متضمن حکم یا وعدہ یا وعید سمجھ کر منسوخ قرار دیا ہے تو بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہو گا۔

الغرض اختلاف مطلقاً خبر کے نسخ میں تفسیرات احمدیہ کی جو عبارت سرفراز صاحب نے ص ۱۰ سے ازالہ کے صفحہ ۲۷۹ پر نقل کی ہے اس میں ہے وبعضھم علی ان الخ۔ یعنی بعض کا قول یہ ہے کہ نسخ امر و نہی میں ہوتا ہے خبر میں نہیں ہوتا۔ اگر خود ملا جیون کا قول یہی ہوتا تو ص ۲۵ پر وما ادری الآیہ کو منسوخ کیوں قرار دیتے۔ ان کے ہاں تو قول بعض کا ہے۔ ان کا اپنا نہیں ہے یا پھر یہ کہنا ہو گا کہ ان کے نزدیک یہ آیت یا تو متضمن حکم ہے یا وعدہ وعید ہے اس لیے اس کو انہوں نے منسوخ قرار دیا ہے۔ بہر حال ہمارے اکابرین کی تائید ان اکابر مفسرین کرام کے اقوال و تفاسیر سے ہو رہی ہے جس کا انکار کوئی اندھا ہی کر سکتا ہے کسی بینا سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اگر ان بعض مفسرین کے نزدیک مطلقاً خبر میں نسخ جائز نہیں تو پھر جناب نے ان کے دعویٰ پر چند وجوہ سے کلام کیوں کیا ہے ایک طرف آپ یہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً خبر کے نسخ کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں اور دوسری طرف آپ ان کے دعویٰ پر کلام ہے کہہ کر اعتراض بھی کرتے ہیں۔ حواس باختگی کا کچھ تو ٹھکانا ہونا چاہیئے نا۔ تفسیرات احمدیہ کی عبارت میں لفظ بعضهم وانسخ قرینہ ہے کہ اکثریت یا کم از کم بعض دیگر مطلقاً نسخ خبر کے قائل ہیں یہ بات تو آپ کی نقل کردہ عبارت سے مفہوم ہو رہی ہے یاد رہے آیۃ مذکورہ کو منسوخ قرار دینے میں ہمارے اکابر اعلیٰ حضرت مجدد ملت طاہرہ اور صدر الا فاضل مفتی صاحب مولانا محمد عمر صاحب و دیگر حضرات تنہا و اکیلے نہیں بلکہ مفسرین عظام کا جم غفیر ہے (حضرت ابن عباسؓ حضرت عکرمہؓ حضرت انس بن مالکؓ حضرت حسن حضرت قتادہ امام رازی ابن کثیر امام قرطبی امام سیوطی علامہ ابو السعود ملا جیون وغیرہ) جو ان کے ساتھ ہے۔ جو کچھ ان حضرات نے تفاسیر میں نقل کیا ہے وہی کچھ انھوں نے فرمایا ہے۔

صفحہ ۲۸۰ پر سرفراز صاحب مفتی صاحب کا جواب نقل کر کے اعتراض کرتے ہیں کہ مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں جیسے وان تبدوا الآیۃ لا یکلف اللہ نفسا سے منسوخ ہے اور یہ کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنی میں حکم ہیں۔ جیسے کتب علیکم الصیام اور للہ علی الناس حج البیت الآیتین وغیرہ ان جیسی خبروں کا نسخ جائز ہے اور یہ کہ یہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ ان تفاسیر و احادیث پر ہے جن سے نسخ ثابت ہے اور یہ جوابات دینا بچند وجوہ باطل ہے۔

اولاً تو اس لیے کہ علماء کے ذمہ یہ الزام ہے کہ وہ مطلقاً خبر کے نسخ کو جائز کہتے ہیں کیونکہ علماء نے اس کی تفصیل کی ہے کہ اگر وعید یا حکم وغیرہ کی صورت میں خبر ہو تو اس کا نسخ جائز ہے اور خبر بحیثیت خبر کا نسخ جائز نہیں ہے اور لا اوری خالص خبر ہے اس کا نسخ کسی صورت میں جائز نہیں ہے اور ان تبدوا الآیہ سے استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ مفسرین کا ایک جم غفیر اس کو منسوخ تسلیم نہیں کرتا جیسے معالم التنزیل و خازن میں لکھا ہے:

وقال بعضهم الآیة (وان تبدوا) غیر منسوخۃ۔

اور مدارک میں ہے: والمحققون علی ان النسخ یکون فی الاحکام لا فی الاخبار۔

جواب:

ابھی ایک صفحہ پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ جو مفسرین نسخ خبر کے قائل ہیں وہ مطلقاً خبر کے نسخ کے قائل ہیں۔ یہاں سرفراز صاحب تضاد کا یا غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں خود لکھتے ہیں صـ۲۰۹ پر کہ اگرچہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے متعلق بعض مفسرین کرام نے دعویٰ کیا ہے۔ مگر اس میں چند وجوہ سے کلام ہے۔ سرفراز صاحب جب ان مفسرین نے مطلقاً نسخ خبر کا قول ہی کبھی نہیں کیا تو پھر آپ نے مذکورہ عبارت میں اس کی نسبت ان کی طرف کر کے کیا جھوٹ بولا ہے اور پھر آپ کو اس پر چند وجوہ سے کلام کرنے کی ضرورت کیوں پڑھی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں بارہ صفحات کو سیاہ کر کے اپنی عاقبت کو بھی سیاہ بنانے کی کوشش کیوں فرمائی ہے۔

سرفراز صاحب حقیقت یہ ہے کہ مفسرین کرام کی ایک جماعت مطلقاً خبر کے نسخ کی قائل ہے اور دوسری جماعت نسخ خبر کو اس صورت میں مانتی ہے جب یہ خبر حکم یا وعید کو متضمن ہو جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے رہا آپ کا یہ کہنا کہ اور لا ادری خالص خبر ہے اس کا نسخ کسی صورت میں جائز نہیں تو گذارش یہ ہے کہ ابن عباس عکرمہ اور انس بن مالک۔ حضرت حسن۔ حضرت قتادہ۔ ابن کثیر۔ امام رازی ابوالسعود امام قرطبی امام سیوطی۔ ملا جیون جیسے حضرات کا اس کو منسوخ قرار دینا بلا وجہ نہیں ہو سکتا۔ یا تو وہ مطلقاً نسخ خبر کے قائل ہیں یہ بات آپ کو تسلیم کرنا ہو گی ورنہ پھر یہ ماننا ہو گا کہ وہ اس آیت کو حکم یا وعید یا وعدہ کو متضمن مانتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں جس کا بھی آپ اقرار کریں ہمارا مطلب ثابت ہو جائے گا۔ اور آپ یہ کہیں کہ ان حضرات سے غلطی ہوئی ہے اور میں ٹھیک کہتا ہوں تو پھر آپ نے اپنے آپ کو راہ حق سے ہٹا لیا ہے۔ کیونکہ آپ نے خود اپنی کتاب تسکین الصدور صفحہ ۳۰۴ پر الصارم المنکی صـ ۲۴۷ طبع مصر سے علامہ عبدالہادی کی ایک عبارت نقل کی ہے کہ:

ولا یجوز احداث تاویل فی ایۃ او سُنۃ لم یکن علی عھد السلف ولا عرفوہ

ولا بیّنوہ للاُمّۃ الخ

اس کے بعد آپ نے خود لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جس آیت کریمہ یا حدیث شریف کا مطلب اور معنی سلف صالحین نے سمجھا ہو اور نہ کیا ہو اور متاخرین میں سے کسی نے سمجھا اور نہ کیا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ معنی یقیناً مردود ہے۔ معنی کے مقابلہ میں نسخ کا معاملہ زیادہ اہم ہے اس لیے آپ صحابہ کے راستہ سے اور پھر رئیس المفسرین حضرت ابن عباس جن کے حق میں تفسیر و تاویل قرآن کے سمجھنے کی دعاء خود رحمت عالم نے فرمائی ہے۔ ان کی بات کو رد کرتے ہیں اور بلا دلیل اپنی رائے ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اعتراض آپ کی عبارت تسکین کے پیش نظر ہے اور صرف آپ پر ہے جو بعض مفسرین اس کو منسوخ نہیں مانتے ان پر نہیں کیونکہ ان کی ایسی عبارت نہیں ملتی۔

یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ ابن عباس عکرمہ وغیرہ کے پائے کا کوئی مفسر بتائیں جس نے یہ فرمایا ہو کہ ما ادری الآیہ منسوخ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خبر خالص ہے۔ ہرگز آپ ایسی تصریح نہیں دکھا سکتے۔

قارئین کرام مفتی صاحب نے لکھا تھا کہ وَاِنْ تُبْدُوْا جس طرح منسوخ ہے اسی طرح وَمَا اَدْرِیْ الآیۃ بھی منسوخ ہے اس پر سرفراز صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مفسرین کا ایک جم غفیر اس کو منسوخ تسلیم نہیں کرتا اور خازن وغیرہ سے عبارت نقل کر دی۔ کہ: وقال بعضھم الآیۃ غیر منسوخۃ لان النسخ لایرد علی الاخبار انما یرد علی الامر والنھی الخ

مگر اس سے ایک صفحہ پہلے نمبر ۲ احادیث کی روشنی میں اس آیت کو منسوخ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

فقال قوم ھی منسوخۃ بالآیۃ التی بعدھا ویدل علیہ ماروی عن ابی ھریرۃ الخ

یعنی مفسرین کرام کی ایک جماعت نے اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے اور اس کے نسخ پر حدیث پیش کی ہے اور حدیث سے نسخ کی تائید کی ہے۔ مگر جہاں عدم نسخ کے قائلین کا ذکر فرمایا وہاں ہرگز اس کی تائید میں کوئی روایت پیش نہیں فرمائی۔ ثابت ہوا کہ علامہ

خازن کے نزدیک بھی یہ آیت منسوخ ہے اور نسخ کا قول معتبر ہے۔ کیونکہ اس کی تائید یں حدیث کو لائے ہیں۔ کیوں سرفراز صاحب یہ کہاں کی دیانت اور کہاں کا انصاف ہے کہ پہلے قول کو چھوڑ کر کہ مؤید بحدیث ہے اس قول کو نقل کیا ہے جو درجہ ثانی پر بغیر تائید بالحدیث کے لکھا گیا تھا۔ اس لیئے ثابت ہوا کہ علامہ خازن کے نزدیک بھی یہ آیت منسوخ ہے اور سرفراز صاحب کا جم غفیر کہنا اور علامہ خازن کی طرف عدم نسخ کی نسبت کرنا باطل و مردود اور سفید جھوٹ ہے۔

ص ۲۸۰ پر سرفراز صاحب کا کہنا کہ جن مفسرین نے اس آیت کے منسوخ ہونے کا دعا کیا ہے تو وہ اور قاعدہ پر مبنی ہے۔ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ جب خبر کسی حکم یا وعید یا تکلیف پر مشتمل ہو تو اس کا نسخ جائز ہے۔

ابو علی اور ابو ہاشم وغیرہ اس کے بھی منکر ہیں اور چونکہ یحاسبکم بہ اللہ اگرچہ خبر ہے مگر از قسم وعید اور تکلیف ہے اس لیے اس میں اس اعتبار سے نسخ جائز ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خبر کو من حیث الخبر وہ مورد نسخ قرار دیتے ہیں الخ۔

قارئین کرام مفتی صاحب نے بھی یہی کچھ فرمایا تھا کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنیٰ میں حکم ہیں جیسے، کتب علیکم الصیام اور للہ علی الناس الایۃ وغیرہ ان جیسی خبروں کا نسخ جائز ہے۔ اب آپ خود غور کریں کہ مفتی صاحب اور سرفراز صاحب کے اقوال و عبارات میں سواد تعبیر اور الفاظ کے ہیر پھیر کے کوئی اور فرق ہرگز نہیں۔ پھر سرفراز صاحب گویا اپنی تکذیب آپ کر گئے ہیں۔ کیونکہ مفتی صاحب کے جوابات نقل کر کے ان کو بچند وجوہ باطل قرار دیا تھا جن میں ان کا اپنا جواب بھی شامل ہے گویا اپنی تردید آپ فرما رہے ہیں۔ مگر ان متدعین دیوبند کو اپنے سوا ہر کوئی اہل بدعت نظر آتا ہے اور بربنائے تعصب حق بات کا اقرار کرنے سے اجتناب ان کی فطرت ثانیہ بن چکا ہے۔

باقی رہا یہ کہ قاضی ثناء اللہ صاحب کو قول نسخ پسند نہیں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر سرفراز صاحب خوشی سے بغلیں بجاتے ہیں۔ مفسرین کا باہم اختلاف ہونا ہی انتہا ہے جناب اگر قول نسخ قاضی صاحب کو پسند نہیں تو پھر کیا ہوا حضرت ابن عباس حضرت انس رض۔ ابن

حضرت حسن حضرت عکرمہ حضرت قتادہ۔ امام رازی۔ امام قرطبی۔ خازن۔ امام سیوطی۔ علامہ ابو السعود۔ ملا جیون وغیرہ کو پسند آیا تو اس کو منسوخ قرار دیا ہے۔ ان کے مقابلہ میں کسی کی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔ ہم نے نسخ کا قول صحابہ کرام سے نقل کر دیا ہے۔ آپ کسی صحابی سے عدم نسخ کا قول اب تک نقل نہیں کر سکے جو اقوال عدم نسخ کے نقل کیے ہیں۔ وہ بھی آپ کی قطع و برید کا شکار ہو گئے ہیں۔ تفسیر خازن کا پہلا قول چھوڑ کر دوسرا نقل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے قول نسخ کو مؤید بالحدیث کیا تھا جس قول کی تائید حدیث سے ہوتی ہے وہ آپ کو پسند نہیں ہے ہوئے جو شیخ الحدیث۔

حالانکہ قاضی صاحب نے تفسیر مظہری جلد ۸ ص ۳۹۶ پر اس کے نسخ کا قول لکھا ہے بلکہ قائلین نسخ کے نام بھی لکھے ہیں یہ ازالہ میں نقل نہ کر کے سرفراز صاحب نے بد دیانتی کی ہے۔

قارئین کرام ص ۱۸۲ پر سرفراز صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں تنقیص شان کا پہلو بھی نکلتا ہے (معاذ اللہ) کہ سالہا سال تک آپ کو اپنی نجات کا علم بھی نہ تھا تو پھر آپ لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے تھے مگر فریق مخالف کو اپنے باطل عقیدہ کے اثبات کے لیے اسی میں توقیر نظر آتی ہے۔

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے (۱) بات یہ کہی ہے کہ اگر اس آیت ما ادری الآیہ کو منسوخ قرار دیا جائے تو پھر شان رسالت کی تنقیص کا پہلو بھی نکلتا ہے۔

جواب:

سرفراز صاحب آپ پر یہ مثال فٹ آتی ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ جناب شیطان کے مقابلہ میں رسول کے علم کو کم آپ بتائیں اور بچوں۔ پاگلوں۔ حیوانوں اور چوپائیوں کے علم سے حضور علیہ السلام کو تشبیہ دیں آپ اور آپ کے اکابر ہیں۔ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی خیال عوام آپ اور آپ کے اکابر بتائیں وغیرہ وغیرہ اور تنقیص شان رسالت کا الزام ان کو دیں۔ جن کی ساری زندگی آپ کے اکابر سے جنگ میں محض اس لیے گزر جائے کہ انہوں نے شان رسالت میں گستاخیوں سے توبہ کیوں نہیں کی۔

سرفراز صاحب ذرا آپ اپنے گھر میں بھی جھانک کر دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔ اپنی چارپائی کے نیچے بھی لاٹھی پھیر کر ملاحظہ کریں تاکہ حقیقت معلوم ہو سکے۔ سرفراز صاحب اگر اس آیت کو منسوخ ماننے کی صورت میں تنقیص شان رسالت لازم آتی ہے تو پھر ابن عباسؓ۔ عکرمہؓ انس بن مالک۔ حسن قتادہ۔ رازی ابن کثیر۔ ابوالسعود۔ خازن۔ ملا جیون وغیرہ مفسرین کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا یہ سارے تنقیص شان رسالت کے مرتکب ہیں۔ وجہ فرق بیان ہونی چاہیئے۔

سرفراز صاحب دراصل ہمارے نزدیک اس آیت کے متعلق اول درجہ کا جواب یہی ہے کہ یہ آیت علم کی نفی نہیں کرتی بلکہ درایت کی نفی کرتی ہے۔

علم و درایت کا فرق :

اور ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ علم اور درایت میں فرق ہے۔ علم کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ درایت کی نسبت خدا کی طرف نہیں کرتے۔ جیسے علم کا استعمال ذات باری کے لیے ہوتا ہے مگر درایت کا استعمال کبھی بھی نہیں ہوا۔ درایت ایسے علم کو کہتے ہیں جو کسی حیلہ سے حاصل کیا جائے۔ ملا علی قاری مرقات جلد اول صفحہ ۹۶ پر فرماتے ہیں:

لان الدراية اكتساب علم الشئ بحيلة -

تفسیر مظہری سورہ لقمان میں ہے :

وانما جعل العلم لله والدراية للعبد لان فيها معنى الحيلة فَيُشْعِرُ بالفرق -

مفردات راغب میں ہے: الدراية المعرفة بضرب من الختل -

اور تاج العروس میں ہے:

دريتهٗ ودريت به علمتهٗ اوعلمتهٗ بضرب من الحيلة ولذا لا يطلق على الله تعالى -

تفسیر مدارک میں ہے:

وجعل العلم لله والدراية للعبد لما في الدراية من معنى الختل والحياة -

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ درایت اور علم میں فرق ہے درایت وہ علم ہے جو کسی حیلہ سے حاصل ہو اسی لیے اس کا اطلاق ذات باری پر نہیں ہوتا۔ اس لیے ثابت ہوا کہ اس آیت میں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے۔ جو ہمارا مدعیٰ نہیں ہے۔

اور نسخ آیت والا جواب علی سبیل التنزل دیتے ہیں کہ بالغرض اگر آیت میں علم کی نفی ہو درایت کی نہ ہو تو پھر یہ آیت منسوخ ہے اور منسوخ آیت سے مخالف کا استدلال جہالت ہے۔

رہا یہ کہنا کہ جب سالہا سال تک آپ کو اپنی نجات کا علم نہ تھا تو پھر لوگوں کو کس چیز کی طرف دعوت دیتے تھے۔ تو یہ انتہائی جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ حضور نے لوگوں کو اپنی نجات کی طرف تو دعوت نہ دینا تھی بلکہ لوگوں کو توحید اور دین اسلام کی طرف دعوت دینا تھی۔ اور توحید ربانی اور دین اسلام کی طرف دعوت دینا کیا اپنی نجات کے علم پر موقوف و منحصر ہے کیا اپنی نجات کے عدم علم کی صورت میں لوگوں کو دعوت الی التوحید اور دعوت الی الاسلام ناممکن ہے اگر ایسا ہے تو سرفراز صاحب العلماء ورثۃ الانبیاء کا کیا مفہوم ہے اور کیا آپ کو اپنی نجات کا علم یقینی حاصل ہے۔ اس لیے دعوت الی التوحید دیتے ہیں بزعم خویش یا ہم یوں عرض کر دیں کہ سرفراز صاحب آپ دعوت توحید دعوت اسلام دینا اور تبلیغ اسلام چھوڑ دیں۔ کیونکہ آپ کو اپنی نجات اُخروی کا قطعی علم حاصل نہیں ہے کیا اسی بل بوتے پر شیخ الحدیث کہلواتے ہیں۔ کیا دیوبندی شیخ الحدیث ایسے ہی ہوتے ہیں۔

سچ ہے:۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اور آپ کو خود اقرار ہے کہ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست اور اس کی صداقت بھی آپ کو مسلم ہے اور حقیقت میں یہ آپ پر خوب فٹ بیٹھتا ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ جملہ لاادری صورت میں بھی خبر ہے اور معنیً بھی خبر ہے اور یہ خالص خبر ہے تو ہماری گذارش یہ ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو خبر خالص ہو یا تضمن حکم یا وعید وغیرہ جلیل القدر مفسرین کرام متقدمین و متاخرین نے اس کو منسوخ قرار دیا ہے آپ نے خود

ص ۲۷۸ پر تسلیم بھی کیا ہے ایسی صورت میں اس کا صورۃً ومعنًی خبر ہونا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ مفسرین کا اختلاف خبر خالص میں ہے مفسرین کرام کا ایک جم غفیر خبر میں نسخ کے جواز کا قائل ہے اور محققین حضرات خالص خبر میں نسخ کے جواز کو نہیں مانتے۔

علاوہ ازیں یہ کہ آپ کا اس کو خالص اور صورۃً ومعنًی خبر قرار دینا بھی محل نظر ہے وجہ یہ ہے کہ تفسیر خازن مظہری وغیرہ میں اس کا شان نزول جو بیان ہوا ہے۔ بلکہ آپ نے بخاری ومشکوٰۃ سے ام العلاء کی جو روایت نقل کی ہے مظہری وخازن وغیرہ نے اس کی تفصیل میں یہ بتایا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ام العلاء کو جب انہوں نے حضرت عثمان بن مظعون کی وفات کے بعد یہ کہا:

رحمة الله عليك ابا السائب شهادتي ان قد كرمك الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما يدريك ان الله قد اكرمه۔

یعنی اے ابو سائب تجھ پر اللہ کی رحمت ہو میں شہادت دیتی ہوں کہ تجھے اللہ نے صاحب کرامت وبزرگی بنا دیا ہے۔

حضور نے یہ سن کر فرمایا۔ اے ام العلاء تجھے کیونکر معلوم ہوا کہ خدا نے اس کو صاحب کرامت بنا دیا ہے حالانکہ میں اپنے متعلق (فی الحال) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے متعلق بھی نہیں جانتا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ام العلاء کو وعید فرمائی تھی۔ اس بنا پر یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ آیت کریمہ متضمن وعید ہے اور اس وعید ہی کے پیش نظر اس کو منسوخ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ کا اس کو خالص خبر کہنا بے جا اور غیر صواب ہے۔ جن مفسرین کرام نے اس کو منسوخ قرار دیا ہے ان کا ایسا کرنا دو حال سے خالی نہیں یا خالص خبر سمجھ کر منسوخ کہا ہے یا متضمن وعید وغیرہ سمجھ کر شق اولیٰ کی صورت میں آپ کا یہ کہنا کہ خبر من حیث الخبر کوئی منسوخ نہیں مانتا غلط ہو جائے گا اور صورت اولیٰ ثانی میں آپ کا یہ کہنا غلط ہو جائے گا کہ یہ آیت خالص خبر ہے اور صورۃً ومعنًی بھی خبر ہے

وہوالمطلوب۔

قارئین کرام اگر اس آیت کو غیر منسوخ قرار دیا جائے اور درایت مفصلہ کی نفی پر محمول کیا جائے تو بھی یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس میں بوقت نزول آیت درایت مفصلہ کی نفی ہے اور بوقت نزول آیت درایت مفصلہ کی نفی نزول قرآن کی تکمیل کے بعد اس کے انتفاء کو ہرگز مستلزم نہیں ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ کو اس کے بعد اپنی اور مومنین کی نجات اُخروی کا علم حاصل ہونا قطعاً و یقیناً ثابت ہے۔ بلکہ بعض مفسرین کرام نے اس آیت کے نسخ کا انکار اس وجہ سے بھی کیا ہے کہ قبول نسخ کو قبول کرنے کی صورت میں کافی عرصہ تک حضور علیہ السلام کا اپنی اور اہل ایمان کی نجات کو نہ جاننا لازم آتا ہے جو شان رسالت سے بعید ہے چند وجوہ سے اولاً اس لیے کہ نبی کا اپنے نبی ہونے کو جاننا ضروری ہے اور جب یہ ضروری ہے تو یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مجھ سے کبائر کا صدور نہ ہوگا اور یہ کہ میں مغفور ہوں اور ایسی صورت میں اس کا اپنے مغفور ہونے میں شک کرنا ناممکن و محال ہے ثانیاً اس لیے کہ بلاشبہ یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ انبیاء کرام اولیاء کرام سے از روئے حال و شان ارفع ہیں۔ تو جب اولیاء کرام کی شان میں یہ وارد ہے کہ:

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیۃ۔ اور الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ الآیۃ

تو یہ کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے کہ جو رئیس الاتقیاء اور قدوۃ الانبیاء والاولیاء ہوں اس کو اپنے مغفور ہونے میں شک ہو۔

ثالثاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ الآیۃ اللہ تعالیٰ جہاں رسالت رکھتا ہے اس کو خوب جانتا ہے۔ اس سے مراد نبی بننے والے کا کمال حال اور ذات باری سے قرب مقام ہے تو جس کا مقام اور حال یہ ہو وہ کیونکر اپنے مغفور ہونے کے متعلق متردد اور شاکی ہو سکتا ہے۔ ھکذا قال الرازی فی الکبیر۔

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی تفسیر مظہری میں نسخ کے قول کو اسی وجہ سے ناپسند قرار دیا ہے۔ جیسے خود سرفراز صاحب نے ازالہ کے صفحہ ۲۸۱ پر ان کی عبارت نقل کر کے

لکھا ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ کی یہ عبارت اس امر کو بالکل واضح کرتی ہے کہ کئی سال گزر چکنے پر بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اور مومنین کی نجات اُخروی کا علم نہ ہونا یقیناً محال ہے۔ سرفراز صاحب نے قاضی صاحب کی عبارت سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے یہ ہمارے حق میں یعنی اس سے اُخروی نجات خواہ اپنی ہو یا مومنین کی سب کا علم تسلیم کیا گیا ہے اور عدم علم کو یقیناً محال قرار دیا گیا ہے۔ اب سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ کیا یہ آیت قائلین کے علم کے خلاف ہے یا منکرین علم کے اور کیا قاضی صاحب نے اس آیت سے اُخروی نجات کے علم کا انکار کیا ہے جیسے آپ نے علم ما فی غد کا انکار کر کے کیا ہے۔ کیوں جناب جب سینکڑوں سال پہلے آپ کو اپنے اور مومنین کی نجات کا علم ہے تو کل در کل کا علم ہوا یا نہیں یقیناً ہوا۔

رہا یہ کہنا کہ دنیا میں پیش آنے والے واقعات کا علم نہ تھا۔ تو یہ نرا خبط ہے۔ جب نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ علم کل ما کان وما یکون کی تکمیل ہو گئی تو اب جو واقعات وحوادث ما ادری الآیۃ کے نزول کے وقت معلوم نہ تھے وہ بھی معلوم ہو گئے۔ البتہ یہ آپ کا علم جائز الزوال ہے ممتنع الزوال نہیں ہے۔ پھر نسیان کا امکان بھی ہے۔ پھر عدم توجہ کا احتمال بھی ہے اس لیے بعض واقعات ایسے ہو سکتے ہیں جو نسیان پر مبنی ہوں گے۔ بعض عدم توجہ پر مگر ہم عرض کر چکے ہیں کہ نسیان اور عدم توجہ عدم علم کی ہرگز دلیل نہیں ہے۔

موقوف صحابی حدیث ہے:

رابعاً کہ سرفراز صاحب صد ۲۸۲ پر لکھتے ہیں کہ مفتی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ تفاسیر اور احادیث پر اعتراض ہے جن سے نسخ ثابت ہے۔ یہ بھی مفتی صاحب کی نری خوش فہمی ہے حدیث تو ایک بھی موجود نہیں جہ۔ بلکہ احادیث باقی موقوفات حضرات صحابہ و تابعین کا نام اگر ان کے نزدیک عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لیے حدیث تو لا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

قارئین کرام اس عبارت میں سرفراز صاحب کا زور اس بات پر ہے کہ موقوف صحابہ کو حدیث کہنا عوام کو دھوکہ دینا ہے۔ یہاں سرفراز صاحب نے انتہائی جہالت کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ شیخ محقق مقدمہ مشکوٰۃ ص ۳ پر فرماتے ہیں:

اعلم ان الحدیث فی اصطلاح جمهور المحدثین یطلق علی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فعلہ و تقریرہ (الی ان قال) وکذالک یطلق علی قول الصحابی و فعلہ و تقریرہ وعلی قول التابعی و فعلہ و تقریرہ الی ان قال و ما انتہی الی الصحابی یقال لہ الموقوف۔

یعنی جمہور کی اصطلاح میں حدیث قول رسول فعل رسول تقریر رسول۔ قول صحابی فعل صحابی تقریر صحابی اور قول و فعل و تقریر تابعی پر بولا جاتا ہے۔ اور جس کی انتہاء صحابی پہ ہو اس کو موقوف کہا جاتا ہے۔

اس عبارت میں یہ واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں موقوفات صحابہ کو حدیث ہی کہا جاتا ہے۔ جس طرح کلمہ کے تین اقسام ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف اور ان کا مقسم کلمہ ہے اسی طرح حدیث کی چند اقسام ہیں۔ ایک مرفوع ایک موقوف ایک مقطوع جیسے کلمہ کی ہر قسم پر خواہ وہ اسم ہو یا فعل یا حرف کلمہ کا اطلاق درست و صحیح ہے اسی طرح حدیث کی ہر قسم پر خواہ مرفوع ہو یا موقوف یا مقطوع حدیث کا اطلاق صحیح و درست ہے۔

جیسا کہ منقولہ بالا عبارت سے ثابت ہے مزید یہ کہ نخبۃ الفکر ص ۲ پر خبر کی تعریف کے بیان میں لکھا ہے الخبر عند علماء ھذا الفن مرادف للحدیث یعنی اس فن اصول حدیث کے علماء کے نزدیک خبر حدیث کے مترادف یعنی ہم معنیٰ ہے۔ اس عبارت میں دونوں کے درمیان ترادف کو تسلیم کیا گیا ہے اور موقوفات صحابہ کو خبر سے خارج کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا اس پہ حدیث کا اطلاق حقیقت پر مبنی ہے دھوکہ پر نہیں جیسے سرفراز صاحب نے سمجھا ہے۔

لیجئے سرفراز صاحب کے گھر کی شہادت بھی سن لیجئے۔ مولوی خیر محمد صاحب جالندھری سابق شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان اپنے رسالہ خیر الاصول فی حدیث الرسول

ص ۴۴ پہ لکھتے ہیں۔ خبر واحد رسند سے۔ اپنے منتہا کے اعتبار سے تین قسم پہ ہے۔ ۱۔ مرفوع ۲۔ موقوف۔ ۳۔ مقطوع۔

اس عبارت میں اکابرین دیوبند کی ایک قدآور شخصیت نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ موقوف حدیث خبر واحد کی ایک قسم ہے تو اب ثابت ہو گیا کہ موقوفات صحابہ کو حدیث کہنا مبنی بر حقیقت ہے دھوکہ نہیں ہے جیسے سرفراز صاحب کو نظر آتا ہے چونکہ سرفراز صاحب کی اپنی فطرت ثانیہ یہی ہو چکی ہے کہ وہ تقریباً ہر بات میں دھوکہ دہی سے کام چلانے کی کوشش کرتے ہیں تو المرء یقیس علی نفسہ کے مطابق ان کو ہر کوئی دھوکہ کرتا نظر آتا ہے۔

جناب مکرمت کیجئے آپ کے ورثہ کو ہم ہرگز ہاتھ لگانے کو تیار نہیں ہیں۔ یہ ورثہ جناب کو اپنے آباؤ اجداد سے ملا ہے آپ ہی کو نصیب ہو۔ سرفراز صاحب کیا شیخ حقی اور علامہ ابن حجر اور مولوی خیر محمد صاحب بھی عوام کو دھوکہ دینے کے لیے موقوف صحابی کو حدیث کہہ گئے ہیں یا پھر آپ کو دھوکہ ہوا ہے اور آپ خود غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ خدا کے خوف کو ذرا سینہ میں جگہ دیجئے ہر بات میں تعصب اور عناد کو دخیل نہ بنائیے آخر مرنا ہے۔

قارئین کرام اسی صفحہ ۲۸۲ پہ لکھتے ہیں کہ علاوہ ازیں حضرت ابن عباس وغیرہ کی روایت اس کے خلاف بھی آرہی ہے۔

جواباً عرض ہے کہ بالکل جھوٹ ہے اور سفید جھوٹ ہے حضرت ابن عباس سے کسی ضعیف روایت میں بھی منسوخ نہ ہونے کا قول مروی نہیں ہے یہ سرفراز صاحب جس روایت کا سہارا لینا چاہتے ہیں وہ شان نزول سے متعلق ہے ہرگز نسخ سے متعلق نہیں ہے سرفراز صاحب جس طرح ابن عباس کا صریح قول تفاسیر سے ہم نے نقل کیا ہے بلکہ آپ نے خود بھی ازالہ سے نقل کر کے تسلیم کیا ہے ص ۲۷۸ پہ ایسا صریح قول آپ بھی عدم نسخ کے بارے میں بکمال کر دکھائیں ورنہ خواہ مخواہ گپ مار کر طفل تسلیوں سے اپنے دیوبند کی فرقہ کے لوگوں کو مغالطہ اور دھوکہ نہ دیں۔

رہا سرفراز صاحب کا اسی صفحہ پہ یہ کہنا کہ ہمارا اعتراض آپ پہ ہو یا حضرات مفسرین کرام کے ایک غیر معصوم نظریہ پہ ہمارا مدعیٰ ثابت ہے اور تمہارا استدلال باطل ہے۔

اس کے جواب میں صرف اتنی گذارش ہے کہ اگر مفسرین کرام کا (جن میں ابن عباس انس بن مالک حسن قتادہ عکرمہ وغیرہ ہیں جن کے اقوال کو آپ جگہ جگہ اپنی کتابوں میں پیش کر کے اپنی تائید بزعم خویش ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔) نظریہ غیر معصوم ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ آپ کی رائے غیر معصوم نہیں ہو سکتی۔ سرفراز صاحب اپنے اکابرین دیوبند کی کفری اور گستاخانہ صریح عبارات کی باری جب آتی ہے تو آپ کو پادر ہوا تاویلات (جو بجائے خود کفری ہوتی ہیں) کرتے وقت کبھی یہ بات یاد نہ آئی کہ یہ حضرات آخر غیر معصوم تھے اور ان کا نظریہ یا ان کی تحریر بھی غیر معصوم ہو سکتی ہے۔ مگر جب فضائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی کا موقعہ آتا ہے تو آپ کمال علمی کی نفی کے شوق میں مفسرین کرام کے نظریہ کو غیر معصوم کہہ کر چور دروازہ تلاش کرنے کی کوشش میں بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ خدا ہی آپ کو ہدایت کا راستہ دکھائے۔ آمین۔

یہاں تک تو سرفراز صاحب کے نسخ آیت سے متعلق وجہ اول پھر مفتی صاحب کے جوابات پر چند اعتراضات کے جوابات عرض کیے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ مفتی صاحب کے جوابات بے غبار ہیں اور سرفراز صاحب جہالت کا شکار ہیں۔

اب سرفراز صاحب مفسرین کرام کے دعویٰ نسخ پہ دوسرا اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں ص ۲۸۲ پر دوم اس لیے کہ نسخ کا قول اس بات پر مبنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اپنی نجات اُخروی کا علم نہ تھا جب سورۂ فتح نازل ہوئی تو پھر یہ علم ہوا۔ اور مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ اور حدیبیہ کا معاملہ ۶ھ میں پیش آیا تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے بعد انیس سال تک (تیرہ سال بعد از نبوت مکی زندگی میں اور چھ سال مدنی زندگی میں۔ کیونکہ معاہدہ حدیبیہ ذی قعدہ ۶ھ میں ہوا) اپنی اُخروی نجات کا علم نہیں تھا (معاذ اللہ تعالیٰ) اگر آپ کو اپنی نجات اُخروی کا علم نہ تھا اور اپنی اُخروی فلاح

کا یقین نہ تھا تو آپ لوگوں کو کس فلاح کی دعوت دیتے تھے۔ الخ

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب نے قول نسخ کو اُخروی نجات سے عدم علم پر مبنی قرار دے کر اعتراض کیا ہے اور یہ اعتراض مردود ہے۔

اولاً اس لیے کہ نسخ کا تعلق قل سے ہے یعنی امرِ قل منسوخ ہے چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی جلد ۵ جزء سادس وعشرون صـ ۹ پہ نسخ کو تسلیم کرنے کے بعد لکھتے ہیں: واستشکل علی تقدیر صحۃ بان النسخ لا یجری فی الخبر فاحل المنسوخ الامر بقولہ تعالیٰ ۔ قل یعنی اگر نسخ کی صحت کو مان لیا جائے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نسخ تو خبر میں جاری نہیں ہوتا۔ تو جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قل سے امر منسوخ ہوا ہو۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ علامہ آلوسی کے نزدیک امر قل کے اعتبار سے نسخ کا قول کر سکتے ہیں۔ یہی بات مفتی صاحب نے کی تھی مگر سرفراز صاحب نے انکار کر دیا تھا کہ بحث قل میں نہیں قل کے مقولہ میں ہے تو گذارش ہے کہ قل کا مقولہ درایت پر مشتمل ہے یعنی مقولہ میں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت کی ہے جو ہمارے خلاف نہیں ہے۔

دوسری بات سوال مذکورہ کے جواب میں یہ فرماتے ہیں کہ او المراد بالنسخ مطلق التغییر یعنی اس آیت کے متعلق نسخ سے مراد نسخ شرعی یا اصطلاحی مراد نہیں۔ بلکہ صرف مطلق تغییر مراد ہے۔ لیجئے سرفراز صاحب یہ وہی روح المعانی ہے جس کو آپ نے تسکین الصدور صـ میں بے نظیر تفسیر مانا ہے اور ازالہ کے صفحہ میں اس کو اہلسنت کے معتبر و مستند تفسیر تسلیم کیا ہے اس لیے اب آپ کو ضد نہیں کرنی چاہیئے اور کرنا مناسب نہیں۔ اب ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر حق کو قبول کرتے ہوئے اقرار کر لیجئے کہ مفتی صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ نسخ کا تعلق قل کے امر سے ہے اور یہ بھی مان لیں کہ قول نسخ کی بنیاد عدم علم نجات اُخروی نہیں بلکہ اعلیٰ بنیاد عدم درایت ہے اور نسخ سے نسخ شرعی یا اصطلاحی مراد نہیں بلکہ صرف مطلق تغییر مراد ہے۔

قارئین کرام ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس آیت سے متعلق اولین جواب ہمارا یہی ہے۔

کہ اس آیت میں نفی علم کی نہیں بلکہ درایت کی ہے۔ اب اس پر علامہ آلوسی ہی کی تفسیر روح المعانی کا حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں اس آیت کا جواب دیتے ہوئے کہ:

والذی اختارہ ان المعنی علی نفی الدرایۃ من غیر جھۃ الوحی سواء کانت الدرایۃ تفصیلیۃ او اجمالیۃ وسواء کان فی الامور الدنیویۃ او الاخرویۃ واعتقد انہ علیہ الصلاۃ والسلام لم ینتقل من الدنیا حتی اوتی من العلم باللہ تعالٰی وخصالتہ وشانہ والعلم باشیاء یعد العلم بھا کمالاً ما لم یؤتہ احد غیرہ من العالمین ولا اعتقد فوات کمال بعدم العلم بحوادث دنیویۃ جزئیۃ کعدم العلم بما یصنع زید مثلاً فی بیتہ وما یجری علیہ فی یومہ وغدہ۔

(روح المعانی جلد ۹ جز سادس وعشرون ص۱۰)

یعنی مجھے جو بات پسند ہے یا جو قول میرے نزدیک مختار ہے وہ یہ ہے کہ اس آیت میں نفی درایت کی ہے (بغیر وحی کے جاننے کی ہے) خواہ وہ درایت تفصیلی ہو یا اجمالی اور خواہ وہ امور دنیاوی میں ہو یا امور اُخروی میں اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اُس وقت تک دنیا سے انتقال نہیں فرمایا جب تک آپ کو اللہ کی طرف سے اللہ کی ذات وصفات وافعال کا اور تمام اُن چیزوں کا جن کا علم کمال ہے نہیں دے دیا گیا اتنا کہ کسی غیر کو اتنا بالکل نہیں دیا گیا جہاں والوں سے اور میں عقیدہ نہیں رکھتا کہ دنیاوی حوادثات جزئیہ کے عدم علم سے کوئی کمال فوت ہو جائے گا۔ جیسے نہ جاننا کہ زید گھر میں کیا کرتا ہے اور کیا پیش آئے گا اس کو آج اور کل۔

اس عبارت میں علامہ آلوسی صاحب روح المعانی نے ایک تو یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہاں درایت کی نفی ہے یعنی از خود لفظانیہ سے اور عقل کے حساب سے جاننے کی نفی ہے اور یہ نفی امور دنیویہ کی بھی ہو سکتی ہے اور امور اخرویہ کی بھی اور امور تفصیلیہ کی بھی اور امور اجمالیہ کی بھی۔ مگر یہ نفی بواسطہ وحی ربانی کے جاننے کی ہرگز نہیں ہے۔ یعنی علم خداداد جو حضور علیہ السلام کو قرآن کی وساطت سے عطا ہوا ہے اس کی نفی ہرگز نہیں

ہے الغرض جس کے ہم مدعی ہیں اس کی نفی اس آیت میں بقول علامہ آلوسی ثابت نہیں اور جو ثابت ہے اس کے ہم مدعی نہیں فاین الثریٰ من الثرھا۔

دوسری یہ تصریح بھی علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ذات باری اور صفات باری اور افعال باری وغیرہ کا علم اور ہر وہ علم جو کمال شمار ہوتا ہے نہیں دیا گیا۔ آپ کا دنیا سے انتقال نہیں ہوا یعنی دنیا سے پردہ پوش ہونے سے پہلے باری تعالیٰ نے آپ کو ہر کمال علمی عطاء فرما دیا تھا جو آپ کے سوا کسی اور کو ہرگز حاصل نہیں ہوا۔ اور چونکہ اس علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نسیان اور ذہول و عدم توجہ کا احتمال بھی ہے اس لیے بظاہر ایسی صورتوں میں عدم علم کا پتہ چلتا ہے یا یہ کہ یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جائز الزوال بھی ہے اس لیے حوادث دنیویہ جزئیہ کو نہ جاننا فوات کمال کی دلیل نہیں ہو سکتا یہ تب ہوتا جبکہ حضور علیہ السلام کے علم پاک کو ممتنع الزوال قرار دیا جائے اور اس پر نسیان و ذہول اور عدم توجہ کے طریان کا امکان بھی نہ ہو۔ مگر ایسا ہرگز نہیں۔ یہ شان تو صرف باری تعالیٰ کے علم کی ہے کہ وہ ممتنع الزوال بھی ہے اور نسیان و ذہول وہاں عقلاً نقلاً شرعاً محال بھی ہے اور توجہ کا محتاج بھی نہیں ہے۔ اور علامہ آلوسی ص ۱۰۱ پہ فرماتے ہیں کہ: وقد یقال المراد ایضا انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ما یدری ذالک علی التفصیل، وما ذکر لا تتعین فیہ حصول العلم التفصیلی لجواز ان یکون علیہ الصلوٰۃ والسلام قد أعلم بذالک فی مبدأ الامر اجمالاً ثم اعلامہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد بحال کل شخص شخص علی سبیل التفصیل بان یکون قد اعلم علیہ الصلوٰۃ والسلام باحوال زید مثلاً فی الآخرۃ علی التفصیل وباحوال عمر وکذالک۔

یعنی یوں بھی کہا جاتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ آپ تفصیلاً نہیں جانتے اور جو چیز بیان ہوئی ہے اس سے علم تفصیلی کا حصول متعین نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جائز ہے کہ حضور علیہ السلام کو ابتداءً اس کا اجمالی علم دیا گیا ہو بلکہ حضور کے بعد میں ہر ہر شخص کے حال کی تفصیلی خبر دی گئی ہو بایں طور کہ آپ کو مثلاً زید کے احوال اخروی

کی تفصیل اور اسی طرح عمر کے احوال کی خبر بھی دی گئی ہو۔

معلوم ہوا کہ آپ کو تفصیلی علم بھی عطا ہو گیا تھا اور ہر شخص کے تفصیلی اُخروی حالات سے بھی آپ کو آگاہ اور خبردار کر دیا گیا تھا۔

اور نفی درایت کی تائید آیت کریمہ کے یہ الفاظ بھی کرتے ہیں کہ ان اتبع الا ما یوحی الی الایۃ کہ میں صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں یعنی بغیر وحی کے میں کچھ نہیں کرتا۔ مطلب یہ کہ درایت اور عقل کے اندازے میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا میرا علم وحی الٰہی سے ہوتا ہے نہ عقلی اندازوں یا تخمینوں سے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سرفراز صاحب کا آیت کریمہ اور منقولہ روایت ام العلاء سے استدلال باطل و مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ یہ آیت اور ایسی روایات سے علم کی نفی نہیں ہوتی درایت کی ہوتی ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ مفسرین کرام کا جم غفیر اس کو منسوخ قرار دیتا ہے اور مجھڑ کہہ کر نسخ پر اعتراض غلط ہے کیونکہ بمطابق تصریح علامہ آلوسی نسخ کا تعلق (قل) امر سے۔ ہے یا نسخ سے مراد شرعی اصطلاحی نسخ مراد نہیں۔ بلکہ مطلق تغیر مراد ہے۔

ثالثاً اس لیے کہ بوقت نزول آیت جمیع ماکان وما یکون کے علم کے حصول کا دعوی ہمارا نہیں اور بوقت نزول آیت جمیع ماکان وما یکون کا عدم علم نزول قرآن کی تکمیل تک عدم حصول کو مستلزم نہیں ہے وہو المدعیٰ۔ ومن یدعی الا الاستلزام۔ فعلیہ البیان۔

قارئین کرام سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس دن نبوت عطا ہوئی تھی اُسی دن آپ کو اپنی اُخروی نجات کا علم تھا۔

حضور علیہ السلام سابقہ انبیاء کے زمانے میں موجود تھے :

جواباً عرض ہے کہ سرفراز صاحب نے بات مہمل رکھی ہے وضاحت نہیں کی کہ نبوت کب ملی تھی۔ ولادت کے چالیس سال بعد یا ولادت سے بھی پہلے۔ کیونکہ عموماً دیوبندی فرقہ کے علماء یہی کہا کرتے ہیں کہ نبوت آپ کو چالیس سال بعد از ولادت ملی تھی اور علماء اہلسنت

کا نظریہ یہ ہے کہ نبوت تو آپ کو جناب آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی قبل ملی تھی۔ البتہ اس کا ظہور ولادت کے چالیس سال بعد ہوا اور اکابرین دیوبند کی اپنی عبارات بھی اہلسنت کے نظریہ کی تائید کرتی ہے۔

چنانچہ نانوتوی صاحب بانی دیوبند تحذیر الناس میں کنت نبیا والی حدیث نقل کرتے ہیں اور آپ کو موصوف بوصف نبوت بالذات قرار دیتے ہیں اور دیگر انبیاء کو موقوف بوصف نبوت بالعرض کہتے ہیں اور دیگر انبیاء کی نبوت کو آپ کا فیض مانتے ہیں اور لکھتے ہیں اور انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے کر امتیوں کو پہنچاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں تحذیر الناس کے یہ صفحات صہ ۴، ۲۹۔

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔ محققین کے نزدیک تو انبیاء سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفیض ہوتے تھے۔

مولوی ذو الفقار علی دیوبندی عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ صہ ۲۹ پر لکھتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء استفادہ فیوض ظاہری وباطنی روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر کے قبل ظہور وجود یاد جود خلق کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ آپ خلائق کو فیض اور نفع پہنچانے میں مثل سمندر ہیں الخ

ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ قبل از ولادت بھی وصف نبوت سے موصوف تھے اور دیگر انبیاء کو فیض دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ دیگر انبیاء صدیوں پہلے گزرے ہیں۔ اگر آپ کی روحانیت کو ان انبیاء کے زمانے میں موجود تسلیم نہ کریں تو فیض دینا اور لینا کیسے متحقق ہوگا۔ اس لیے یہ بھی ماننا ہوگا کہ آپ سابقہ انبیاء کے زمانوں میں بھی وصف نبوت سے موصوف ہو کر موجود تھے۔ ورنہ فیض دینا اور لینا غلط ہوگا۔ فیض دینا اور لینا اکابر دیوبند نے مان لیا ہے تو اب آپ کو باعتبار روحانیت کے موجود وحاضر و ناظر بھی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ فیض دینا اور لینا فیض رسان کے وجود کا فرع ہے۔ اور فرع کو ماننا اور اصل کو نہ ماننا کہاں کی دانشمندی ہے اور یہ کہ لازم کا وجود ملزوم کے وجود کو مستلزم ہے۔ مفسرین و محدثین کے حوالجات ہمارے پاس کثرت سے ہیں مگر طوالت

کتاب کا خوف دامن گیر ہے۔ اس لیے صرف سرفراز صاحب کے اکابر کی چند عبارات پر اکتفاء کیا ہے۔

باقی سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ صحیح دلائل کی موجودگی میں غیر معصوم ہستیوں کی لغزشوں اور خطاؤں کو چن چن کر اپنا سہارا بنانا فریق مخالف ہی کو زیب دیتا ہے) بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی اندھا بیٹا کو کہے کہ او اندھے یا کانا اور احول دوسرے کو کہے او کانے سرفراز صاحب کو متاخرین و متقدمین مفسرین کی لغزشیں اور خطائیں تو نظر آتی ہیں مگر اپنے اکابرین کی لغزشوں بلکہ صریح کفریات سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ کیوں جناب یہ اکابرین دیوبند آپ کے خیال میں معصوم ہیں کہ ان کی کسی کفری عبارت کو بھی آپ کم از کم لغزش اور خطا تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار نہیں۔ آخر یہ کیا وجہ ہے۔ انہوں کا کفر بھی کافور نظر آتا ہے۔ سرفراز صاحب کو اور ہمارے کافور کو بھی کفر قرار دیتے ہیں۔ سچ ہے

کہ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایک اعتراض کا جواب :

سرفراز صاحب ص ۳۸۳ پر لکھتے ہیں سوم یہ کہ اس آیت کا صحیح مفہوم ہی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی امور کے متعلق یہ فرما رہے ہیں۔

لا ادری ما یفعل بی ولا بکم کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا واقعات پیش آئیں گے۔ اور تمہارے ساتھ کیا کیا پیش آئے گا۔ چنانچہ ہم صرف چند حوالہ جات ہی اس پر عرض کرتے ہیں۔ جن میں ایک حوالہ تفسیر ابن کثیر کا ہو گا اور یہ وہی تفسیر ہے جس سے نسخ کا ذکر تو مفید مطلب سمجھ کر مولوی محمد صاحب وغیرہ نے نقل کر دیا ہے۔ مگر اس عبارت کو ولائتی کھانڈ سمجھ کر پھانک گئے ہیں الخ

جواب :

اس کے متعلق کافی گفتگو ہو چکی ہے کہ مراد امور دنیاوی ہیں یا کیا ہے روح المعانی کی صریح عبارت نقل کر دی گئی ہے کہ خواہ نفی امور دنیویہ کا ہو یا اخرویہ کی پھر تفصیلی کی ہو

یا اجمالی کی بہر حال علامہ آلوسی کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ نفی علم کی نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے ان کے الفاظ دوبارہ پڑھیئے فرماتے ہیں:

والذی اختارہ ان المعنی علی نفی الدرایۃ من غیر جھتہ الوحی سواء کانت الدرایۃ تفصیلۃ اوراجمالیۃ وسواء کان ذلک فی الامور الدنیویۃ اولا خرویۃ اھ

یعنی میرے نزدیک مختار اور پسندیدہ یہ ہے کہ نفی درایت کی ہے بغیر وحی کے خواہ یہ درایت تفصیلی ہو یا اجمالی اور خواہ امور دنیویہ کی ہو یا اخرویہ کی۔

اور یہ تفسیر روح المعانی سرفراز صاحب کے نزدیک اہلسنت کی معتبر و مستند اور بے نظیر تفسیر ہے۔ سرفراز نے تسکین الصدور ص ۷۰ پر اور ازالہ کے ص ۲۷۶ پر اس کا اقرار فرمایا ہے۔

رہا یہ کہ مولوی محمد عمر صاحب نے ابن کثیر کی عبارت کو دلائل کھانڈ سمجھ کر پھانک لیا ہے تو اس کے متعلق ہماری گذارش یہ ہے کہ ابن کثیر کی یہ عبارت اور اسی طرح مرقات ہامش مشکوٰۃ کی اور معالم التنزیل کی عبارات جو آپ نے ص ۲۸۴ سے ۲۸۶ تک نقل کی ہیں ان میں سے ایک عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ان میں ما یفعل بی ولا بکم کی مراد امور دنیویہ بتائے ہیں اور ہم نے کبھی اس کا انکار نہیں کیا ہم نے تو عدم علم کا انکار کیا ہے اور یہاں درایت کی نفی ہے علم کی نہیں آخر ما یفعل بی ولا بکم کی درایت ہی کی نفی ہے۔

ان عبارات میں ما ادری عیاذا الخ ، مرویھا ذا انتھی اور لا ادری ایخسف بکم اور قلم بیلہ کے الفاظ میں درایت ہی کا ذکر ہے علم کا ذکر نہیں ہے اور مرقات ہامش مشکوٰۃ کی عبارت کے جملہ والحاصل انہ یرید نفی علم الغیب عن نفسہ وانہ لیس یطلع علیہ الخ سے سرفراز صاحب کا خوش فہمی میں مبتلا ہونا بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہ عبارت بھی اولاً ذاتی پر محمول ہوگی نہ عطائی پر۔ ورنہ تمہارے بھی خلاف ہو گی۔ کیونکہ اس میں بعض کی قید کے بغیر نفی کی ہے اور بعض علوم غیبیہ کا عطائی علم تو سرفراز صاحب نے بھی تنقید متین کے صفحہ ۱۶۲ پر تسلیم کر لیا ہے۔

ثانیاً یہ کہ اس میں مطلع علی الغیب کی بھی نفی ہے اور مطلع علی الغیب کا انکار سرفراز صاحب کے نزدیک الحاد اور زندقہ ہے اور مطلع علی الغیب کا بھی انکار کرنے والا بقول سرفراز صاحب ملحد و زندیق ہے۔ ملاحظہ ہو ازالہ کا صفحہ ۳۸ لکھتے ہیں اور دوسری بات (اخبار غیب وانباء غیب پر مطلع ہونا) کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منکر و ملحد و زندیق ہے۔

اب اگر اس عبارت کو پیش کرتے ہیں تو پھر آپ کو مطلع الغیب کا انکار کرنا ہوگا اور ایسی صورت میں اپنے قول اور فتویٰ کی زد میں آکر خود ہی ملحد و زندیق قرار پائیں گے کیا یہ سودا آپ کو منظور ہے یقیناً یہ سودا مہنگا ہے۔ مگر آپ کو کیا پرواہ ہے آپ تو پہلے ہی کو رہے ہیں خطرہ سمائے کا۔

ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ سرفراز صاحب ملا علی قاری کی یہ عبارت جو بظاہر علم غیب کی نفی کرتی ہے۔ بتائیے یہ نفی کلی کی ہے یا جزی کی اور بعض کی اگر کلی کی کہیں جو محتاج دلیل ہے تو پھر بعض علم غیب آپ نے مان لیا اور علم غیب حضور کے حق میں ماننے کو آپ نے کفر و شرک اور ماننے والے کو مشرک و کافر قرار دیا ہے ایسی صورت میں آپ اپنے ہی قول سے مشرک و کافر ٹھہریں گے اور اگر آپ اس عبارت کو درست و صحیح سمجھتے ہیں تو پھر آپ کو حضور کے مطلع علی الغیب ہونے کا انکار بھی کرنا ہوگا۔ حالانکہ آپ نے مطلع علی الغیب کے منکر کو ملحد اور زندیق قرار دیا ہے۔ ازالہ کے ص ۳۸ پہ اب سرفراز صاحب آپ ہی اس گتھی کو سلجھائیں اور اس معمہ کو حل کر کے دکھائیں۔ سچ ہے کہ؛

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ثالثاً الغیب میں الف لام استغراقی حقیقی کے لیے ہو تو مراد علم غیب غیر متناہی ہوگا جو ہمارا مدعی نہیں ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں اور سرفراز صاحب کے حق میں مفید نہیں۔ بلکہ اُن کے لیے انتہائی مضر ہے۔ جیسا کہ وضاحت کر دی گئی ہے۔

رہا سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ ولائتی کھانڈ سمجھ کر پھانک لیا ہے تو عرض ہے کہ کیا ہوا اگر ولائتی کھانڈ سمجھ کر پھانکے یا سعوف بلیتن آخر یہ حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں۔ طیبات ہیں آپ

کی طرح کوا خور تو نہیں کہ کوے یعنی زاغ معروف کو کھانا کارِ ثواب سمجھ کر ہضم کر جاتے ہیں۔ سرفراز صاحب آپ نے روح المعانی کی عبارت سے اپنے مفید مطلب جملہ نقل کیا اور ساتھ ہی روح المعانی کی عبارت جس میں علامہ آلوسی نے یہ فرمایا تھا کہ حق یہ ہے کہ نفی کی آیات میں مراد ذاتی بلا واسطہ کی نفی ہے اسی طرح خازن سے ان تبدوا کی آیت کے متعلق قول اول نسخ کا چھوڑ کر صرف غیر نسخ کا قول نقل کیا ہے اور ایسی کثیر تعداد میں مثالیں آپ کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ بتائیے آپ نے ان عبارات کو زاغ معروف یا ہولی دیوالی کی پڑیاں سمجھ کر ہڑپ فرمانے کی کوشش کی ہے یا کیا سمجھ کر۔ سرفراز صاحب آپ تحریف کے بادشاہ ہیں۔ آپ کے چاچے غیر مقلدین بھی آپ کو تحریف کا بادشاہ تسلیم کرنے پہ مجبور ہو گئے ہیں اور رئیس المحرفین کے لقب سے آپ کو نواز چکے ہیں۔ چھوڑ و ضد کو اور حق کو قبول کر کے آجائیے صراطِ مستقیم پہ ورنہ قیامت کو ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا حق کو قبول کرنے میں تاخیر مناسب نہیں ہے۔

سرفراز صاحب صد ۳۸۶ پہ لکھتے ہیں کہ:

اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ حضرت ابن عباس سے نسخ کی روایت کے علاوہ یہ بھی مروی ہے کہ اس آیت کا نزول ہجرت کے مقام کے متعلق حضرات صحابہ کرام کا سوال تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ہجرت اسی دنیا میں مدینہ طیبہ میں ہوئی کوئی وجہ معقول پیش نہیں کی جاسکتی کہ حضرت ابن عباس کی اس روایت کو جو نقلی و عقلی دلائل سے مؤید ہے ترک کر کے ان کی ایسی روایت کو ترجیح دی جائے جو عقلی نقلی دلائل سے مؤید نہیں اور کیا حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت (نسخ) کی نسبت اُن کی طرف کسی سند سے ثابت بھی ہے یا یہ محض دل مضطرب کو دلاسہ دیا جا رہا ہے۔

جواب:

حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت صرف شانِ نزول سے متعلق ہے اور اس میں صرف سببِ نزول بیان کیا گیا ہے۔ سرفراز صاحب کا اس روایت کو روایت نسخ کے خلاف سمجھنا بھی جہالت کی دلیل ہے۔

قارئین محترم غور فرمائیے کہ اس روایت میں ابن عباس کے نسخ کی روایت کے خلاف ہرگز ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ یہ روایت منسوخ نہیں ہے مگر ایسی بات پر مشتمل حضرت ابن عباس کی ایک روایت بھی قیامت تک سرفراز صاحب کا شرزمہ قلیلہ پیش نہیں کر سکتا۔ اس روایت میں صحابہ کے سوال کا ذکر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماوردی فرما کر جواب کا ذکر ہے اس کو اور روایت نسخ کو باہم مخالف یا منافی سمجھنا سرفراز صاحب آپ جیسے رئیس المحرفین یا آپ جیسے شیخ الحدیث ہی کا کام ہے۔ آپ تو شاباش کے لائق ہیں۔ دیوبند کے بہادر سپوت جو ہوئے۔

معلوم ہوا کہ اس حدیث کی روایت نسخ کے خلاف سمجھنا باطل و مردود ہے اور پھر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ فرماتے ہیں یہ روایت عقلی نقلی دلائل سے مؤید ہے اور نسخ کی روایت کی تائید میں عقلی نقلی دلائل مفقود ہیں اس لیے قابل ترجیح عدم نسخ کی روایت ہے۔ کمال کی ٹانگ توڑ کر رکھ دی ہے۔ خود بنائیے فاسد علی الفاسد کے طور پر پہلی فاسد اینٹ یہ رکھی کہ یہ روایت نسخ کی روایت کے خلاف ہے دوسری فاسد اینٹ یہ رکھ دی کہ اس کی تائید عقلی نقلی دلائل سے ہوتی ہے اور تیسری فاسد اینٹ یہ رکھی کہ یہ راجح اور وہ مرجوح ہے اور اپنا جھوٹا دعویٰ ثابت کر لیا سچ ہے :

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا !

رہا یہ کہنا کہ روایت نسخ کی نسبت حضرت ابن عباس کی طرف صحیح سند سے ثابت نہیں تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے جو اہل علم کے ہاں ہرگز مسموع نہیں ہو سکتا۔ سرفراز صاحب اس پر قطعاً کوئی ایک دلیل بھی قائم نہیں کر سکے بلکہ برائے نام بھی کوئی دلیل پیش نہیں کی اور دراصل اپنے دل مضطرب کو دلاسا دینے کی ناکام کوشش کی ہے اور کہتے یہ ہیں کہ فریق مخالف دل مضطرب کو دلاسا دیتا ہے۔ اوّل تو آپ کی ذمہ داری تھی کہ اس کی نسبت کی عدم صحت کو ٹھوس دلیل سے ثابت کرتے مگر آپ ایسا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ جو آپ کے عجز کی دلیل ہے۔

روایت نسخ کی نسبت ابن عباس کی طرف صحیح ہے:

تا ایں امام رازی ۔ امام قرطبی ۔ امام ابن کثیر ۔ امام سیوطی ۔ علامہ ابو السعود ۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ۔ ملاجیون ۔ خازن ۔ روح المعانی وغیرہ نے اپنی تفاسیر میں روایت نسخ کو بلا تردید لکھا ہے اور سب نے اس قول کی نسبت ابن عباس کی طرف کی ہے ۔ ایک دیانت دار اور منصف مزاج انسان کے لیے ایسے جلیل القدر مفسرین کرام کا نسبت کرنا کافی اور وزنی دلیل صحت ہے ۔ ہم دور نہیں جانا چاہتے آپ کو اپنے قلم سے لکھا ہوا اور وہ بھی اسی ازالہ میں دکھا دیتے ہیں ۔ آپ نے خود ازالہ کے صہ ۲۰۸ پر روایت نسخ کو بیان کر کے اس کی نسبت حضرت ابن عباس کی طرف کی ہے اور تسلیم کیا ہے کہ یہ روایت ابن عباس سے مروی ہے ۔ آپ کی عبارت یہ ہے ۔

بعض مفسرین کرام سے (جن میں حضرت ابن عباسؓ حضرت عکرمہ حضرت حسن اور حضرت قتادہ وغیرہ کا نام بھی آیا ہے یہ مروی ہے الخ ۔

آگے روایت نسخ لکھی ہے اب آپ خود ہی انصاف سے بتائیں کیا آپ نے اس کی نسبت ابن عباس کی طرف کی ہے یا نہیں اگر کی ہے اور یقیناً کی ہے تو پھر کیا بلا دلیل اور بلا سوچے سمجھے یہ نسبت کر دی تھی آپ کی کون سی بات کو سچا اور کون سی بات کو جھوٹا مانیں یہ آپ خود ہی بتا دیں ہم نے از خود فیصلہ کیا تو شاید آپ کے حلق میں نہ اٹک جائے کم از کم تلقی بالقبول عند العلماء کو ہی پیش نظر رکھتے تو یہ ذلت نہ اٹھانی پڑتی ۔

سرفراز صاحب ایک اور حوالہ بھی ذرا پڑھ لیجئے ۔ متن بخاری جلد اول صہ ۲۵۸ حاشیہ السندی میں ہے :

ثم قال هذا كان قبل نزول قوله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم الاٰيه وكان اولاً لا يدرى لان الله ثم يعلمه ثم درى بعد ان اعلمه الله تعالى وهذا معنى ما قيل انهٗ منسوخ و حاصله انهٗ خبر عن شئ قد زال فما قيل عليه ان الخبر لا يدخله النسخ ليس بشئ على ان هذا الخبر مما تعلق به

الامر فی قولہ تعالیٰ قل ما کنت بدعًا من الرسل وما ادری مایفعل بی ولا بکم فیجوز تعلق النسخ بہ بالنظر الی ذلک الامر فافہم۔

یعنی مفسرین کرام نے کہا کہ یہ قول لیغفر لک اللہ کے نزول سے پہلے کا ہے جب تک باری تعالیٰ نے علم نہیں دیا تھا تو نہیں جانتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے علم دے دیا تو جان گئے اور منسوخ ہونے کا مطلب بھی یہی ہے (مطلق تغیر)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایسی چیز کی خبر ہے جو زائل ہو گئی تھی اور یہ کہنا کہ خبر منسوخ نہیں ہوتی تو یہ کوئی چیز نہیں یعنی معتبر نہیں۔ اس کے علاوہ یہ خبر ایسی ہے جس کا تعلق امر سے ہے۔ قل ما کنت الخ میں لہٰذا یہ جائز ہے کہ اس کے ساتھ نسخ متعلق ہو بلحاظ امر کے معلوم ہوا کہ اس کے نسخ کا ایک مطلب یہ ہے کہ مطلق تغیر دوسرا نسخ کا تعلق امر سے ہے۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۸۰ پر لکھتے ہیں الحاصل قرآن کریم کی یہ آیت اور اسی طرح حضرت اُم العلاء رضی اللہ عنہا الانصاریہ کی صحیح حدیث نہ تو منسوخ ہے اور نہ اس کی مراد یہ ہے کہ آپ کو اپنی اُخروی نجات کا علم نہ تھا حاشا و کلا حاشا و کلا بلکہ اس سے علم غیب کی نفی اور امور دنیوی کے بارے میں لاعلمی مراد ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ امور دنیوی سے نہ تو آپ کا لگاؤ تھا اور نہ ان کا علم تھا الخ۔

جواب:

قارئین کرام متعدد مفسرین کرام جن میں متقدمین و متاخرین حضرات شامل ہیں ان کی تصریحات نسخ کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں۔ سرفراز کی ضد اور ہٹ دھرمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ آسان سی بات ہے کہ سید آلوسی کے قول کے مطابق نسخ بھی مانا جا سکتا ہے اور امور اُخروی یعنی اپنی اور قوم کی نجات فی الآخرت سے عدم علم بھی لازم نہیں آتا اور وہ یوں کہ نسخ کو یا تو قل کے امر سے متعلق کر دیا ہے نسخ سے مراد مطلق تغیر اور آیت کو علم کی نفی پہ نہیں بلکہ درایت کی نفی پہ محمول کرو جیسے روح المعانی میں لکھا ہے اور حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔ اسی کو سید آلوسی نے قول مختار فرمایا ہے۔ دیکھئے روح المعانی جلد ۹ جزء سادس وعشرون۔

رہا یہ کہنا کہ اس آیت میں علم غیب کی نفی ہوتی ہے اور امورِ دنیوی سے لاعلمی مراد ہے تو یہ ہمارے ہرگز خلاف نہیں اولاً اس لیے کہ ہم بتا چکے ہیں کہ یہ آیت اور ام العلاء کی حدیث نزولِ قرآن کی تکمیل سے یقیناً قبل کی ہیں۔ اس وقت تک جمیع ماکان و مایکون کے ہم قائل نہیں اور بعد کی نفی نہیں ہے وھو المطلوب۔

ثانیاً یہ کہ سرفراز صاحب اگر یہ آیت اور حدیثِ مذکورہ علم غیب کی نفی کرتی ہیں تو پھر یہ آپ کے بھی خلاف ہیں کیونکہ آپ بھی بعض علوم غیبیہ کے عطاء ہونے کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ نے تنقیدِ متین کے صفحہ ۱۶۳ پر تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے لیے بعض علومِ غیبیہ کا عطاء ہونا مسلّم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے حالانکہ آیت اور حدیث مطلق ہیں نہ کل کی قید ہے نہ بعض کی۔

اور یہ کہنا کہ امورِ دنیوی کا آپ کو علم نہ تھا۔ اگر مراد یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت جمیع امورِ دنیوی کا نہ علم تھا تو یہ مسلّم لیکن یہ ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہمارا دعویٰ نزولِ قرآن کی تکمیل کے بعد کا ہے۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ آخر وقت تک بھی آپ کو دنیوی امور کا علم عطاء نہ ہوا تھا تو یہ بالکل مردود ہے۔ کیونکہ ملا علی قاری شرح شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

ای ماخصه به من الاطلاع علی جمیع مصالح الدُّنیا والدین ای ما یتم به اصلاح الاُمور والدنیویة والاُخرویة۔

یعنی حضور علیہ السلام کو باری تعالیٰ نے دینی و دنیاوی امور کی مصلحتوں پر مطلع فرمایا ہے۔

اور شرح شفاء جلد ۲ صـ ۲۱۰ میں فرماتے ہیں:

ولکنهٗ ای الشان لایقال ای مع هٰذا انهم ای انبیاء لایعلمون شیئا من امر الدنیا ای علی وجهه الاطلاق فان ذلك یؤدی الی الغفلة والبلهه وهم المنزهون عنه بل قلدوا بصیغة المجهول ای د قلدوا سیاستهم ای محافظتهم عمایضرهم

وهدایتهم ای دلالتهم الی ما ینفعهم والنظر فی مصالح دینهم ودنیاهم۔

خلاصہ یہ کہ کوئی نبی اور رسول امور دنیویہ کے علم سے کلیۃً محروم نہیں ہوتا بلکہ ہر نبی اپنی شان کے لائق دنیوی امور کے علم سے بھی نوازا جاتا ہے ورنہ ان کا غافل وبلہ ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ وہ اس سے پاک اور منزہ ہیں بلکہ دنیا کی طرف ان کے مبعوث ہونے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ان کی غفلت دور کریں حماقتوں سے روکیں اور ان کو مضرات سے بچائیں اور مفید ونافع چیزوں کی طرف ان کی راہنمائی کریں اور یہ ان کے دینی اور دنیوی امور میں غور کے ذمہ دار ہوتے ہیں ومعرفتهم بذالك كله مشہور اور ان تمام امور کو ان کا جاننا مشہور ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

وقد تواتر بالنقل من جمع یمتنع من تکذیبهم العقل عنه صلی الله علیه وسلم من المعرفته بامور الدنیا واحوالها ودقائق مصالحها وسیاسة فرق اهلها ما هو معجز فی البشر حیث لم یقدر احدا ان یاتی بنظام امور هذا الباب۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ آپ امور دنیا اور ان کے احوال اور ان کی مصلحتوں کے دقائق (باریکیاں) کو اور دنیا میں رہنے والی جماعتوں کی سیاست کو جانتے ہیں اور اس قدر جانتے ہیں۔ کہ دوسرا کوئی اس پر قادر ہی نہیں رہے۔

ان عبارات ثلاثہ سے بالکل اور صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ انبیاء کو اپنی اپنی شان کے لائق امور دنیویہ کا علوم بھی دیئے گئے تھے اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ دنیوی امور کا علم بھی عطاء ہوا خدا کی طرف سے بلکہ آخری عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دنیا کی رہنے والی جماعتوں سے زیادہ سیاسی معاملات کا علم آپ کو حاصل تھا۔

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ کہنا باطل ومردود ہے کہ حضور کو امور دنیوی سے نہ لگاؤ تھا اور نہ ان کا علم تھا سرفراز صاحب یہ عبارات ملا علی قاری کی ہیں جن کو آپ نے اپنے رسالہ ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب وحاضر وناظر صـ پر دسویں صدی کے مجدد اور

ان کی مفصل عبارات کو حجت مانا ہے ۔اب کیا فرماتے ہیں جناب ان کے متعلق کیا یہ بھی مشرک وکافر ہیں۔ سچ ہے کہ :

بریں عقل و دانش بباید گریست

قارئین کرام ص ۲۸۷ پر سرفراز صاحب مفسرین کرام کے دعوائے نسخ پر چوتھا اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

چہارم اگر ولا ادری ما یفعل بی ولا بکم سے آخرت ہی مراد ہو تو اس درایت سے تفصیلی درایت مراد ہو گی جیسے ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ :

ان یکون نفیا للدرایة المفصلة دون المجملة قلت ھذا ھو الصحیح مرقات

لا ہامش - مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۵۶ وشلہ فی ہامش بخاری جلد الف (۲۹)

قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :

ومع ذالك ما ادری تفصیلاً ما یفعل بی ولا بکم فی جزاء کل عمل مخصوص ۔

مظہری جلد ۸ صفحہ ۳۹۷ ،

جواب

یہ عبارت ہرگز ہمارے خلاف نہیں اولاً اس لیے کہ جس وقت ما ادری فرما کر درایت کی نفی کی گئی ہے اس وقت یقیناً نزول قرآن کی تکمیل نہیں ہوئی تھی خواہ درایت مفصلہ کی نفی ہو یا مجملہ کی ۔

ثانیاً نفی درایت کی ہے علم کی نہیں جیسا کہ روح المعانی کی تصریح پیش کی جا چکی ہے ۔ سابقہ صفحات میں ۔

ثالثاً جب مراد آخرت ہو اور درایت سے مراد درایت مفصلہ ہو اور درایت بمعنی علم ہی ہو جس پر سرفراز صاحب کو اصرار ہے تو بھی ہمارے خلاف نہیں ہے ۔کیونکہ درایت مفصلہ کا مطلب سرفراز صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ حشر جو تفصیلی واقعات اور جنت کی ابدی زندگی ہیں جو ابد الاباد تک قائم رہے گی کیا کیا اور کس نوعیت کی اور کس مقدار کی نعمتیں دی جائیں گی اور اسی طرح جو جو دوسرے حالات پیش آئیں گے ۔ ملاحظہ از الہ (۲۹)

کیونکہ بعد دخول جنت کے ابدی زندگی کے جمیع حالات کے علم کے ہم بھی مدعی نہیں ہیں کیونکہ وہ غیر متناہی ہیں اور غیر محدود ہیں۔

فلہٰذا سرفراز صاحب کا ان عبارات سے ہمارے خلاف استدلال کرنا باطل و مردود ہے خود سرفراز صاحب نے جنت کی نعمتوں کو غیر متناہی اور غیر محدود تسلیم کیا ہے اور اس ادعاء عدم تناہی پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین۔ کی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اور مستدرک بیضاوی ابوالسعود مدارک ابن کثیر وغیرہ کی چند عبارات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان غیر متناہی نعمتوں کو نہ کوئی نبی و رسول جانتا ہے اور نہ کوئی فرشتہ۔

الغرض یہ عبارات بھی قطعاً ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ان میں غیر متناہی معلومات کی نفی ہے اور پہلے ہم بارہا باحوالہ نقل کر چکے ہیں کہ غیر متناہی علوم ذات باری کا خاصہ ہے ان کا حصول غیر خدا کے لیے ممتنع اور محال ہے۔ عقلاً و نقلاً اور شرعاً بھی اس مقام پر سرفراز صاحب کا ان عبارات کو نقل کرنا بے سود اور بے محل ہے۔ سرفراز صاحب نے غیر متعلق عبارات اور بے محل عبارات نقل کر کے کتاب کی ضخامت کو خواہ مخواہ بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ شاید ضخیم کتاب کا مصنف کہلانے کے شوق میں ایسا کیا ہے۔ سرفراز صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسی غیر متعلقہ عبارات لکھ کر ضخامت کو بڑھا کر آپ نے اپنے فرقہ کے لوگوں کو تو شاید متاثر کیا ہو مگر بفضلہ تعالیٰ اہلسنت کے علماء کے نزدیک باوجود اتنی ضخیم بزعم مصنف مدلل ہونے کے بھی پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتی یہ تو بغور دیکھا جائے تو اپنا جواب آپ ہے اور اپنی تردید آپ کرتی ہے۔

سرفراز صاحب ص ۲۸۹، پر اعلیٰحضرت اور مفتی صاحب کی دو عدد عبارات نقل کر کے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی بعد از قیامت اہل جنت کے لیے بے انتہا نعمتوں اور اہل نار کے مکمل حالات کا علم آپ کو حاصل نہ تھا اور یہ آیت اور حدیث بھی یہی بتلا رہی ہے۔ اور اس معنیٰ میں فریق مخالف کو بھی اعتراض نہیں ہے۔

جواب:۔ جی ہاں سرفراز صاحب اب تو آپ بھی اس عبارت میں تسلیم

کر رہے ہیں کہ آیت میں امور غیر متناہیہ غیر محدودہ کے علم کی نفی ہے اور غیر متناہی معلومات کی نفی کی گئی ہے۔ اگر آپ کا یہ اقرار مبنی بر صداقت ہے۔ مبنی بر منافقت نہیں تو پھر اس کو پیش کر کے اور اس سے استدلال کر کے آپ کو کیا حاصل ہوا ایک طرف تو آپ درایت مفصلہ کی وضاحت میں ص ۲۸۷ پر ابدالا باد تک کے تمام حالات واقعات کا ذکر کرتے ہیں اور ص ۲۸۹ پر بے انتہا نعمتوں کی صراحت کرتے ہیں اور دوسری طرف ہمارے خلاف اسی سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ ہم اہلسنت وجماعت غیر متناہی علم حضور علیہ السلام کی ذات کے لیے حاصل ہونا محال قرار دیتے ہیں اور اس کو ذات باری تعالیٰ کا خاصہ مانتے ہیں۔

پنبہ کجا کجا نہم + تن ہمہ داغ داغ شد کے مصداق اس کتاب ازالہ میں جگہ جگہ جہالت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۲۸۹ پر مفسرین کرام کے دعولئے نسخ پر اعتراض کرتے ہوئے یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ :

پنجم اگر فریق مخالف کا یہ جواب صحیح ہے کہ ۶ھ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نجات اور فلاح کا علم بھی نہ تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو ۶ھ تک علم غیب حاصل نہ تھا اور نہ جمیع ما کان و ما یکون کے آپ عالم تھے۔

دس ہزار روپے کا چیلنج

جواب :

لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ سرفراز صاحب فریق مخالف نے کہاں اور کب یہ کہا ہے کہ ۶ھ تک حضور علیہ السلام کو اپنی نجات اور فلاح کا علم بھی نہ تھا۔ یہ سفید جھوٹ اور آپ کا دجل وفریب ہے۔ میرا آپ کو چیلنج ہے کہ آپ اکابرین اہلسنت بریلوی کی کسی ایک کتاب سے بعینہٖ منسوب کردہ الفاظ دکھا دیں تو بذریعہ عدالت ایک ہزار نہیں بلکہ دس ہزار روپے نقد انعام حاصل کرنے کے حقدار ہیں۔ اگر آپ نے ہمارے چیلنج کو قبول

نہ کیا تو ہم اس کو آپ کی شکست پر محمول کریں گے۔

قارئین کرام ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ کیسا صریح جھوٹ بولا اور لکھا ہے۔ رہو ئے جو جھوٹوں کے بادشاہ۔ رہا یہ کہنا کہ۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو ۶ھ تک علم غیب حاصل نہ تھا الخ

یعنی عدم علم غیب کو متفرع کیا گیا ہے نجات کے عدم علم پر تو جناب آپ بتائیں کہ جب آپ نے عدم علم غیب کو عدم نجات پر متفرع کیا ہے تو آپ کے نزدیک تو عطاء نبوت کے دن سے ہی نجات کا علم حاصل ہے جیسا کہ پہلے ص ۲۸۲ پر تسلیم کر چکے ہیں تو اب آپ علم نجات پر علم غیب کو متفرع کر کے تسلیم کرتے ہیں یا نہیں اگر کرتے ہیں تو ہمارا مدعا ثابت نہیں کرتے تو وجہ فرق بتانا ہوگی۔ ہمارے نزدیک نفی درایت کی ہے علم کی نہیں۔ پھر ہم نے علم غیب کلی ما کان وما یکون کا حصول تدریجی مانا ہے اس لیے یہ دلیل ہمارے کسی طرح بھی خلاف نہیں ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۸۹ پر لکھتے ہیں کہ جب آپ کو انیس[۱۹] سال تک بعد از نبوت اپنی نجات کا بھی علم نہ تھا اور اسی طرح قوم کی فلاح و نجات کا علم بھی نہیں تھا تو مولوی احمد رضا خاں صاحب اور مولوی نعیم الدین صاحب مولوی صالح محمد صاحب مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب ۶ھ سے قبل کی نازل شدہ آیات اور پہلے کی وارد شدہ سے ہرگز اپنے مزعوم دعوائے علم غیب پر استدلال کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ ۶ھ تک تو ان کے خیال کے مطابق اپنی اور قوم کی نجات اور فلاح کا بھی علم نہ تھا اور یہ ما کان وما یکون میں داخل ہے۔

جواب:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اخروی نجات کے عدم علم کا قول ہمارے اور ہمارے اکابر کی طرف منسوب کرنا جھوٹ اور الزام ہے اور اس کی بنیاد پر ہم انعامی چیلنج بھی دے چکے ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ ۶ھ سے پہلے نازل شدہ آیات سے استدلال مناسب نہیں تو یہ سرفراز صاحب کی جہالت ہے۔ کیونکہ چھ ہجری سے قبل کی نازل شدہ آیات سے استدلال بالکل حق ہے کیونکہ

ان آیات سے یا احادیث سے استدلال یا علم غیب کلی ماکان و مایکون پر ہے یا مطلقاً علم غیب پر پہلی صورت میں اس کی بنیاد اس پر ہے کہ امر متحقق الوقوع کی جس طرح ماضی کے صیغہ سے تعبیر کی جاتی ہے اسی طرح ان آیات سے بھی متحقق الوقوع کو پیش نظر رکھ کر استدلال کیا گیا ہے جیسے ما انزل الیک میں ماضی سے تعبیر امر مذکور کی وجہ سے ہے جس کو علم معانی کی تلخیص مختصر المعانی مطول وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے اور جن میں الفاظ عموم و استغراق بھی نہیں اور صیغہ ماضی بھی نہیں تو ان سے استدلال بعض علم غیب کے حصول پر ہے کیونکہ ہم کلی ماکان و مایکون کے حصول تدریجی کے قائل ہیں اور ایک وقت میں بعض کا حصول دوسرے بعض کو عدم حصول سے منفی نہیں ہوا کرتا ہمارا استدلال بعد نزول قرآن کی تکمیل کے ان آیات سے ہے جن سے قرآن کریم کا ماکان و مایکون کے علوم پر مشتمل ہونا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے۔

سرفراز صاحب ماھو علی الغیب بضنین اور فلا یظھر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول اور ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الآیتہ۔

وغیرہ سے علم غیب ثابت کیا جاتا ہے علم غیب کلی نہیں اور جمیع ماکان و مایکون نہیں ہمارے اکابرین ان آیات سے علم غیب ثابت فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ علم غیب اور علم غیب کلی ماکان و مایکون کے درمیان بہت بڑا فرق ہے یہ آپ کے عقل کا قصور ہے کہ اس فرق کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔

سرفراز صاحب ھذا مصرع فلان غدًا سے علم غد ثابت کیا جاتا ہے علم کلی نہیں علم کلی کے دلائل تو الگ ہیں جو پہلے بیان کر دیے ہیں اور ان پر آپ کے اعتراضات کے جوابات آئندہ صفحات میں آ رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ص ۲۶۰ پر لکھتے ہیں کہ مفتی صاحب نے جس وجل کا ثبوت اس آیت میں دیا ہے وہ قابل غور ہے اولًا اس لیے کہ مخالفین کے ذمہ یہ الزام لگایا ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے اور دوسروں کے متعلق

یہ خبر کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے اور دوسروں کے متعلق یہ خبر نہ تھی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اگر اس سے نفس نجات مراد ہے تو یہ ہم پر مفتی صاحب کا خالص افترا اور بہتان ہے اور اگر جنت کی تمام نعمتوں کا معاملہ ہے تو اس میں مفتی صاحب اور ان کی جماعت بھی ہمارے ساتھ ہے پھر الزام کس پر ہوگا۔

سرفراز صاحب کی تکذیب اسمٰعیل دہلوی کے قول سے

جواب:

مفتی صاحب کی مراد یقیناً نفس نجات ہے کیونکہ آپ کے اکابرین میں سے مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان ص۴۲ میں ما ادری ما یفعل بی ولا بکم کی تشریح میں صاف اور واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ آپ کو اپنی اخروی نجات کا علم بھی نہ تھا عبارت ملاحظہ فرمائیے:

"یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔ الخ۔

دیکھا آپ نے سرفراز صاحب کہ آپ کے اکابرین سے ایک قدآور شخصیت نے آپ کی تکذیب کر دی آپ کہتے ہیں کہ اُخروی نجات کا علم تو آپ کو نبوت ملنے کے پہلے دن ہی حاصل تھا مگر دہلوی صاحب فرماتے ہیں۔ نبی کو اپنے اُخروی اور برزخی و دنیاوی حال کا بھی پتہ نہ تھا نہ ہے اور نہ ہی دوسروں کا حال معلوم ہے۔

سرفراز صاحب ثانیاً ہے ص۲۹۱ پہ لکھتے ہیں کہ مفتی صاحب وہ تیسری صحیح تفسیر جو ہم نے باحوالہ نقل کی ہے اس کو آپ کیوں ہڑپ کر گئے ہیں کیا وہ صحیح تفسیر حضرات مفسرین کرام نے نہیں کی الخ۔

جواب:

بے شک بعض مفسرین کرام نے ما ادری ما یفعل بی ولا بکم سے مراد امور دنیویہ کی درایت

مفصلہ کی نفی لی ہے مگر ہم بتا چکے ہیں کہ اس صورت میں بھی آیت ہمارے خلاف نہیں ہے جس کی پوری وضاحت پہلے کر دی گئی ہے اس لیے اس تفسیر کو ہمارے خلاف سمجھنا سرفراز صاحب کی خوش فہمی ہے۔

سرفراز صاحب ثالثاً کہہ کر صا۲۹ پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ درایت کے یہ معنی کہ اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں۔ یہ بھی مفتی صاحب کی بدایونی ایجاد اور اختراع ہے آئمہ لغت نے درایت اور علم کو مترادف قرار دیا ہے یا درایت کو خاص علم کہا ہے یا جو چیز شک کے بعد حاصل ہو وہ درایت ہے مگر یہ قول ضعیف ہے جو قیل سے مروی ہے چنانچہ مختار الصحاح ص۲۰۵ میں ہے:

دری به ای علم به وادراه اعلمہ مثلہ فی القاموس۔ جلد۴ صـ۳۲۷

اور علامہ زبیدی الحنفی لکھتے ہیں کہ:

فی التکملۃ قال شیخنا باتحاد العلم والدرایۃ وخرج غیرہ بان الدرایۃ اخص من العلم کما قال فی التوشیح وغیرہ وقیل ان دری فیما سبقہ شکٌ قالہ ابو علی۔

تکملہ میں ہے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ علم اور درایت متحد ہیں اور دوسروں نے تصریح کی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو چیز شک کے بعد حاصل ہو وہ درایت ہے۔ ابو علی نے ایسا ہی کہا ہے۔ (تاج العروس جلد۱۰ صـ۲۱۰)

جواب:

قارئین کرام سرفراز صاحب نے جو عبارات نقل کی ہیں کتب لغت سے ان میں علم اور درایت کے مترادف کو ثابت کیا گیا ہے یا اتحاد کو مگر ساتھ ہی یہ بھی تصریح موجود ہے کہ درایت علم سے اخص ہے یعنی علم اور درایت کے مابین نسبت عام خاص مطلق کی ہے اور علم اعم ہے اور درایت اخص ہے۔

ان عبارات میں درایت کو خاص اور علم کو عام کہہ کر دونوں میں فرق تسلیم کیا گیا ہے جو ہمارے خلاف نہیں۔

قارئین کرام مفردات امام راغب میں لکھا ہے کہ:

الدرایۃ المعرفۃ المدرکۃ بضرب من الختل۔

اور تاج العروس میں لکھا ہے کہ:

او علمتہ یضرب من الحیلۃ ولذا لا یطلق علی اللہ تعالٰی۔

یعنی درایت وہ معرفت ہے جو حیلہ سے حاصل ہوئی ہو اسی لیے اس کا اطلاق ذات باری تعالٰی پر نہیں ہوتا۔

تفسیر مظہری سورۃ لقمان جلد صـ ۲۶۵ پر قاضی صاحب فرماتے ہیں:

وانما جعل العلم للہ والدرایۃ للعبد لان فیہا معنی الحیلۃ۔

یعنی علم ذات باری تعالٰی کے لیے آیت میں استعمال ہوا اور درایت بندے کے لیے کیونکہ درایت میں حیلہ کا معنی پایا جاتا ہے (اور خدا حیلہ سے پاک ہے)

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول صـ ۶۶ پر فرماتے ہیں کہ

لان الدرایۃ اکتساب علم الشیٔ بحیلۃ۔

یعنی درایت کہتے ہیں کسی شے کے ایسے علم کو جو حیلہ سے حاصل کیا گیا ہو۔

اور ملا جیون حنفی تفسیرات احمدیہ صـ ۴۰۰ میں فرماتے ہیں:

وقال ایضاً انما جعل العلم للہ تعالٰی والدرایۃ للعبد لان فیہا معنی الحیلۃ فیشو بالفرق بین العلمین فیشو بالفرق۔

یہ جملہ مظہری میں بھی لکھا ہے۔

قارئین کرام ان پانچ عدد حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ علم اور درایت میں فرق ہے نہ اتحاد ہے اور نہ ترادف اگر ان میں اتحاد یا ترادف ہوتا تو اس کا اطلاق ذات باری پر کیوں نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب کا دعوٰی اتحاد یا ترادف باطل و مردود اور بالکل غلط ہے۔ ہمارا دعوٰی تھا کہ درایت اور علم میں فرق ہے اور اسی کی تصریح ملا علی قاری ملا جیون اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی امام راغب اور صاحب تاج العروس بلکہ علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی بھی اپنی تفسیر مدارک التنزیل جلد ۴ صـ ۲

پھر لکھتے ہیں:

وجعل العلم لله والدراية للبعيد كما فى الدراية يعنى فى الختل والحيلة۔

خلاصہ یہ کہ درایت میں حیلے کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ تو یہ جلیل القدر مفسرین کرام و محدث اور اصحاب لغت و آئمہ لغت علم اور درایت کے فرق کے قائل ہیں اتحاد یا ترادف کے قائل نہیں ہیں۔ وہو المطلوب ھمتت

اب بھی نہ تو سمجھے تو پھر تجھ سے خدا سمجھے

ساتویں آیت کا جواب

اس عنوان میں سرفراز صاحب پ۱۰ سورۃ الانفال رکوع ۹ کی آیت:

ما كان لنبى ان يكون له اسرىٰ حتى يثخن فى الارض الاية سے استدلال کرتے ہوئے

ازالہ کے ص ۴۹۲ پر شانِ نزول کا ذکر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ صنادید قریش جو ستر تھے مارے گئے ستر قید ہوئے حضورؐ نے ان کے متعلق حضرت عمرؓ کی رائے پسند نہ فرمائی بعد میں حضرت عمر کی رائے درست نکلی اور اس کی صحت کو حضور نے بھی مان لیا یہ واقعہ جنگ بدر کے اختتام کے بعد کا ہے اور جنگ شروع ہونے سے ایک دن پہلے آپ هذا مصرع فلان غدًا انشاء الله ۔ بھی فرما چکے ہیں (جس سے فریق مخالف بلاوجہ علم غیب کا اثبات کرتا ہے) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا تو آپ دیدہ دانستہ اس رائے کو اختیار نہ فرماتے جو حق تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسند نہ تھی بلکہ مسلم کی روایت سے ثابت ہے کہ اس لغزش پر حضور علیہ السلام اور حضرت ابوبکر دونوں روئے اور عذاب الٰہی کو بہت قریب دیکھا تھا۔

جواب نمبر ۱:

یہ آیت مع شانِ نزول کے ہرگز ہمارے خلاف نہیں کیونکہ یہ آیت اور شانِ نزول کا واقعہ نزولِ قرآن کی تکمیل سے قبل کے ہیں بعد کے نہیں۔ اس واقعہ کے رونما ہونے تک جمیع ما کان و ما یکون کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں ہے اس آیت اور شانِ نزول کے

واقعہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہے کہ نزول کی تکمیل کے بعد بھی کسی ایسی چیز کا علم نہیں تھا جو ماکان ومایکون میں داخل ہے

جواب نمبر ۲:

اگر نفی ہوتی ہے تو وہ ذاتی بلا واسطہ کی ہے اور اس پر ہم نے دس حوالے محدثین و مفسرین کے نقل کر دیئے ہیں کہ آیات نفی میں مراد نفی ذاتی بلا واسطہ کی ہے اور عطائی ثابت ہے بلکہ اس پر تھانوی صاحب کی صریح عبارت اور خود سرفراز صاحب کی تنقید متین صہ ۱۶۲ کی صریح عبارت بھی پیش کر دی گئی ہے کہ عطائی کی ثابت ہے منفی نہیں اگرچہ عطائی کو سرفراز صاحب نے جگہ جگہ چور دروازہ قرار دیا ہے مگر مجبوراً صغریٰ مذکورہ پر خود ہی عطائی کو حقیقت مسلمہ تسلیم کرنا پڑی اور درحقیقت یہ ان کی شکست فاش ہے۔ ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود کے مصداق بن کر سکوت اختیار نہ کریں یا حق کو قبول نہ کریں۔ تو یہ الگ بات ہے۔

جواب نمبر ۳:

اگر یہ استدلال درست ہے تو پھر یہ آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ یہ مطلق ہے مقید نہیں ہے اس لیے بعض کی تخصیص جائز نہ ہو گی حالانکہ بعض علوم غیبیہ کو سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۲۰۵، ۲۰۶ پر اور تنقید متین ص ۱۶۲ پر تسلیم کر چکے ہیں۔

رہا یہ کہنا کہ جنگ بدر شروع ہونے سے ایک دن قبل ھذا مصرع فلان غداً فرما چکے تھے اور اب زیادہ پسندیدہ رائے کا علم نہ تھا تو سرفراز صاحب یہ استدلال آپ کا درست نہیں غلط و مردود ہے کیونکہ ہم نے اور ہمارے اکابر نے ھذا مصرع فلان سے جمیع ماکان ومایکون تو درکنار جمیع جزئیات خمسہ کے علوم کو بھی ثابت نہیں کیا صرف علم ما فی غد ثابت کیا ہے اور اس کا انکار آپ نہیں کر سکتے بلکہ بعض جزئیات خمسہ کا علم تو آپ نے دلیلوں کے لیے بھی تسلیم کیا ہے۔ ملاحظہ کر لیں ازالہ کے ص ۲۰۵، ۲۰۶ کو مدعا مذکورہ پہ ہمارا اور ہمارے اکابر کا استدلال ان آیات قرآنیہ سے ہے اور احادیث سے ہے جن میں لفظ کل لفظ جمیع لفظ ما اور لفظ تفصیل مذکور ہیں جن کی بحث نادین باب کے جواب میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔

سرفراز صاحب مسلم کی حدیث سے حضور کا رونا ثابت کر کے لکھتے ہیں دیکھا آپ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کے بعد من اللہ کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت ابو بکر صدیق کو یہ معلوم نہیں کہ ہماری رائے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرمائے گا اور ہمیں رونا و پچھتانا پڑے گا۔ اس سے علم غیب کی نفی واضح ہوتی ہے ص ۲۹۳، ۲۹۴۔

جواب نمبر ۱:

ہم بتا چکے ہیں کہ یہ دلیل ہمارے خلاف نہیں اگر علم غیب کی نفی ہے تو ذاتی بلا واسطہ کی ہے ورنہ یہ دلیل سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہے۔

جواب نمبر ۲

اس واقعہ کو عدم توجہ پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے بر بنائے حکمت نسیان پر بھی۔

جواب نمبر ۳

اس واقعہ کو زلۃ و لغزش پر محمول کیا گیا ہے اور لغزش و زلۃ ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ ہم نے دعویٰ میں وضاحت کر دی تھی۔ لہٰذا سرفراز صاحب کا اس واقعہ سے استدلال مردود ہے۔ نزول قرآن کی تکمیل کے بعد کا واقعہ پیش کریں جو نسیان و عدم توجہ پر محمول نہ ہو سکتا ہو۔

اس کے بعد ص ۲۹۴ پر فقہاء احناف کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر استدلال پیش کر کے یہ کہتا ہے کہ عالم ماکان و مایکون کو اجتہاد کی کیا ضرورت ہے۔

جواب:

سرفراز صاحب آپ جہالت میں مبتلا ہیں ماکان و مایکون کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوتی ہے۔ پہلے نہیں لہٰذا یہ اجتہاد آپ کے علم کلی ماکان و مایکون کے منافی نہیں ہے آپ یہ ثابت کریں کہ نزول قرآن کی تکمیل کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں بات میں اجتہاد فرمایا تھا پھر شاید آپ کی بات کسی حد تک قابل سماعت ہو حالانکہ اس وقت بھی نسیان و زلۃ و عدم توجہ کا امکان موجود ہے جو ہمارے دعویٰ کے منافی

نہیں ہے۔

سچ ہے ان کی ہر بات جہالت کا پتہ دیتی ہے۔ لہٰذا توضیح تلویح اور تفسیرات احمدیہ کی عبارات سے استدلال ہرگز ہمارے خلاف نہیں ہے۔

کما لا یخفیٰ علیٰ اهل النهیٰ۔

یاد رہے کہ سرفراز صاحب کے ازالہ کے صہ ۸۵ پر حامی صہ ۲۰۹ سے یہ عبارت نقل کی تھی کہ:

والصحیح انه علیه السلام کان یعمل بالاجتهاد اذا انقطع طمعه عن الوحی فیما ابتلی به وکان لا یقر علی الخطاء۔

ہمارے علماء احناف کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ آپ کو جب بھی وحی سے امید منقطع ہوتی تھی تو ایسے امور میں اجتہاد پر بھی عمل فرماتے تھے جن کی ضرورت پیش آتی تھی مگر آپ کو خطاء پر برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔

مگر یہاں ازالہ کے صہ ۲۹۴ پر تفسیرات احمدیہ صہ ۲۹۳ سے یہ عبارت نقل کر دی ہے کہ بل استقر علیه یعنی خطاء اجتہاد پر برقرار رکھے گئے۔ پہلی عبارت میں یہ تھا کہ خطاء پر برقرار نہیں چھوڑے جاتے تھے اور یہاں بتایا کہ برقرار رکھے گئے دونوں عبارات بظاہر متضاد ہیں۔ اس کا دفعیہ سرفراز صاحب کی ذمہ داری ہے۔

آٹھویں آیت کا جواب:

قارئین کرام ازالہ کے صہ ۲۹۴ پر سرفراز صاحب پ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۱۳ کی آیت لیس لک من الامر شیٔ او یتوب علیهم الآیة اور اس کے شان نزول سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ اور صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے متعلق فرمایا کہ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا اور ان کا دانت مبارک بھی شہید کر دیا۔ بخاری و مسلم جلد دوم صہ ۵۸۲ مسلم جلد دوم صہ ۱۰۸ اور صفوان وغیرہ مذکورین کے حق میں بد دعا فرمائی یہ اس لیے کہ آپ

کو ان کے انجام و ہدایت کا علم نہ تھا اس لیے ایسا کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کی قسمت میں ایمان کی دولت تھی اور یہ سب حضرات بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اس لیے باری تعالیٰ نے آپ کو ان کے حق میں بد دعا کرنے سے منع کر دیا تھا اور اسی موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

جواب نمبر ۱:

یہ آیت بمعہ اپنے شان نزول کے ہرگز ہمارے خلاف نہیں ہے اور نہ اس سے ہمارے مدعا کی نفی ہوتی ہے کیونکہ یہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہے اور شان نزول کا جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ بھی یقیناً پہلے کا ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ جنگ اُحد کا ہے جو شوال ۳ھ کا ہے اس سے بہت بعد نزول کی تکمیل ہوئی۔

جواب نمبر ۲

نفی ذاتی بلا واسطہ کی ہے عطائی کی نہیں جس پر ہم متعدد حوالہ جات پیش کر چکے ہیں اور خود اکابرین دیوبند کے حوالے بلکہ خود سرفراز صاحب کی تنقید متین کا حوالہ عطائی کے حاصل ہونے پر نقل کر چکے ہیں تنقید کے صـ ۱۶۲ سے۔

جواب نمبر ۳

اگر اس آیت میں مطلقاً علم غیب کی نفی مانی جائے تو پھر یہ آیت خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ سرفراز ازالہ کے صـ ۲۰۵، ۲۰۶ اور تنقید متین صـ ۱۶۲ پر بعض علم غیب عطائی کا اقرار کر چکے ہیں۔ لازماً ماننا پڑے گا کہ نفی ذاتی بلا واسطہ کی ہے۔ آپ کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ نزول قرآن کے بعد بھی آپ کو فلاں بات کا علم نہ تھا علم کی صریح نفی ہو۔ اذ لیس فلیس و بینھما بون بعید۔

سرفراز صاحب کا خبط

صـ ۲۶۹ پر لکھتے ہیں کہ اس آیت سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختار کل ہونے کی نفی بھی ہوتی ہے بلکہ صاف طور پر ثابت ہوتی ہے۔

جواب:

ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار باذن اللہ مانا ہے مختار بغیر اذن اللہ نہیں مانا اور پھر مشیت ایزدی کے ہر لمحہ تحت مانا ہے یعنی حضور علیہ السلام باذن اللہ مختار ہیں اور ہر گھڑی اور ہر لمحہ ان کا ہر فعل و قول مشیئت جزئیہ ربانیہ کے ماتحت ہے ایک لمحہ و آن کے لیے بھی آپ کو اور آپ کے کسی قول و فعل کو مشیت جزئیہ کے تحت نہ ماننا اور خدا کی مشیت جزئیہ سے بے نیاز قرار دینا خالص کفر و شرک جلی ہے ہمارے اکابر کی کتابوں میں خصوصاً غزالی زمان رازی دوران علامہ احمد سعید شاہ صاحب دامت برکاتہم کی تسکین الخواطر اور تفسیر بدیر وغیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں چونکہ مذکورہ بالا واقعہ میں صفوان وغیرہ کی ہلاکت و تباہی مشیت ایزدی کے تحت نہ تھی بلکہ ان کی ہدایت مشیت کے تحت تھی۔ اس لیے آپ کو ان کے خلاف بددعا سے منع کر دیا گیا یا بددعا کا اثر نہ ہوا۔

یہ واقعہ یا اسی قسم کے دیگر واقعات مختار باذن اللہ کے خلاف نہیں بغیر باذن اللہ کے خلاف ہیں جو ہمارا دعویٰ نہیں ہے۔ اکابرین دیوبند بلکہ خود سرفراز صاحب کی اپنی عبارات سے ہم بالاختصار مختار ہونا اور متصرف ہونا ثابت کر چکے ہیں اور قرآن و سنت کی روشنی میں ہمارے اکابرین نے اپنی کتابوں میں مختار کل پر کافی روشنی ڈالی ہے سردست ہم اس مسئلہ پر اس کتاب میں اسی پر اکتفا کرتے ہیں زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ تعالیٰ کسی وقت اس کو بھی کتاب کی صورت میں تفصیل کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کریں گے اور سرفراز صاحب کے تمام اعتراضات جو ان کے دل کے سرور میں کیے گئے ہیں۔ جوابات عرض کریں گے۔

اسی صفحہ ۲۹۶ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ فریق مخالف کا تو یہاں تک دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے ایمان و کفر اور ظاہر و باطن کو اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے سب کو جانتے ہیں۔ مگر یہ آیت کریمہ بمعہ اُن احادیث کے جو اس کی تشریح و تفسیر میں پیش کر دی گئی ہیں اس کی تردید کرتی ہیں کیونکہ جو کافر آپ کے مقابلہ میں لڑتے آئے تھے

جنہوں نے ستر صحابہ کو شہید کیا جن میں آپ کے چچا بھی شامل تھے۔ ان کے انجام کو بھی آپ نہ جانتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

جواب

یہ واقعات نزول قرآن کی تکمیل سے قطعاً و یقیناً پہلے کے ہیں بعد کے نہیں۔ جس وقت یہ واقعات پیش آئے تھے اس وقت جمیع ماکان و مایکون کے حصول کے ہم قائل نہیں اور جس وقت سے اس کے ہم قائل ہیں اُس وقت سے اس کی نفی ثابت نہیں ہے سرفراز صاحب سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہے موجبہ جزئیہ کی نہیں ہے تاکہ ایسے جزئی واقعات سے مطلقاً علم غیب کی نفی کر دیں۔ پھر اگر ان واقعات سے مطلقاً علم غیب کی نفی ہوتی ہے تو پھر یہ آیات و واقعات آپ کے بھی خلاف ہوں گے۔ کیونکہ آپ بھی بعض علوم غیبیہ مان چکے ہیں۔ جیسے ثابت کر دیا گیا ہے۔

ثابت ہوا کہ ان آیات و احادیث و واقعات سے استدلال کرنا دیوانے کی بڑھ ہے۔

سرفراز صاحب ص ۲۹۷ پر لکھتے ہیں کہ فریق مخالف کا اس آیت کے جواب میں کوئی قابل توجہ قول ہماری نظر سے نہیں گزرا تاکہ اس کا جواب دیا جائے اور رہے بھی یہ واقعہ روز قیامت سے قبل کا۔

جواب :

اگر کوئی جواب آپ کی نظر سے نہیں گزرا تو اب جو بات عرض کر دیئے ہیں ان کا جواب دے کر دیکھیں۔ باقی یہ کہنا کہ یہ واقعہ قیامت سے پہلے کا ہے بلکہ یوں کہیں جناب کہ یہ واقعہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے کا ہے۔ لعد کا واقعہ پیش کر کے دیکھیں۔ سرفراز صاحب ہوش و حواس کو ٹھکانے رکھ کر جواب دیں غیر متعلقہ آیات و عبارات کو پیش کر کے تضیع اوقات اہل علم کی شان کے لائق نہیں ہے اہل علم لکھ کر شاید غلطی تو نہیں ہو گئی۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

نویں آیت کا جواب:

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ص ۲۹ ۷ پ ۲۸ سورہ تحریم۔ رکوع ۱ کی آیت:
یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ الآیۃ کا شان نزول بیان کرتے ہیں اور پھر یوں استدلال میں گوہر افشانی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ
اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب یا جمیع ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو آپ کو آیات کے نزول سے قبل ہی علم ہوتا کہ میرا یہ فعل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوگا لہٰذا میں ایسا نہ کروں اس سے آپ کا حاظر و ناظر و مختار کل نہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ بلکہ نور ہونے کی بھی نفی ہو گی۔ اور بشریت بھی ثابت ہو گئی۔

جواب نمبر ۱:

یہ آیات مع شانِ نزول کے ہرگز ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ بھی نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی ہیں یہ واقعہ بھی قبل کا ہے بعد کا نہیں۔

جواب نمبر ۲:

نفی ذاتی بلا واسطہ کی ہے عطائی کی نہیں ورنہ یہ آیات اور واقعہ آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آپ نے بعض علوم غیبیہ کا اقرار کیا ہے۔
رہا یہ کہنا کہ ان آیات سے حاضر و ناظر اور مختار کل کی نفی ہوتی ہے تو یہ بھی سرفراز کی خوش فہمی ہے کیونکہ مختار کل کے متعلق ہم اس سے قبل وضاحت کر چکے ہیں۔ رہا حاضر و ناظر ہونا تو جسم اطہر کے ساتھ آپ کو ہر جگہ ہر وقت کوئی بھی نہیں مانتا ہمارے اکابر میں سے کسی نے بھی کسی کتاب میں یہ مفہوم بیان نہیں کیا۔ بلکہ ہمارے اکابر کا موقف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باذن اللہ اپنی روحانیت کے اعتبار سے ہر جگہ ہر وقت موجود ہیں۔ یعنی بلحاظ روحانیت کے آپ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر باذن اللہ ہیں جسم کے ساتھ نہیں البتہ جسم اطہر کے ساتھ آپ اگر چاہیں تو اکثر متعدد میں بیک وقت باذن اللہ موجود

ہو سکتے ہیں۔ جہاں حاضر و ناظر کی نفی ہے وہاں جسمانی اعتبار سے ہے اور جہاں اثبات ہے وہ روحانی اعتبار سے ہے اور اعتبارات یا جہات کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں خود سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۷۵، ۲۷۷ پر سلم العلوم سے نقل کرتے ہیں۔

وبتفاوۃ الاعتبار یتفاوۃ الاحکام۔

کہ اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

نیز یہ بھی مذکور ہے۔

لولا الاعتبارات لطلبت الحکمۃ۔

کہ اعتبارات کا اگر اعتبار نہ کیا جائے تو حکمت باطل ہو جائے گی۔

ایک وضاحت:

رہا یہ کہنا کہ بشریت بھی ثابت ہو گئی کیونکہ نور محض (جیسے فرشتے) کو نہ عورت کی ضرورت ہے اور نہ کھانے پینے کی۔ قارئین کرام سرفراز صاحب سے پوچھیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا کون منکر ہے آپ کی بشریت کا انکار تو ہمارے نزدیک قطعی کفر ہے۔ کیونکہ بشریت متعدد نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ اور نور ہدایت کا انکار بھی کفر ہے کیونکہ وہ بھی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور نور جسمانی کا انکار کفر نہیں کیونکہ یہ ظنی دلائل سے ثابت ہے۔ حضور کو کوئی بھی بایں معنی نور محض نہیں مانتا جس طرح فرشتوں کو نور محض مانا جاتا ہے۔ یہ سرفراز صاحب کا سفید جھوٹ ہے اور بہت بڑا بہتان ہے اور جھوٹے بہتان باندھنے والوں کے حق میں قرآن کریم کا تحفہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہے۔ سرفراز صاحب اگر آپ میں ہمت و جرأت ہے تو ہمارے اکابرین میں سے کسی کی کتاب سے یہ ثابت کریں کہ انہوں نے حضور کو فرشتوں کی طرح نور محض قرار دیا ہے اور بشریت کا انکار کیا ہے۔

غلبۂ حق کا مظاہرہ:

سرفراز ص ۲۹۹ پر حق کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ہاں اللہ کے نور کے فیض اور سبب سے آپ کا نور بنا ہے (دیکھیے الآثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ۔)

جواب:

سچ ہے الحق یعلو ولا یعلی یہاں اس کا خوب مظاہرہ ہوا کہ سرفراز صاحب جیسے متعصب اور متشدد بھی اہلسنت کے مسلک حقہ کو قبول کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں یہ بفضلہٖ تعالیٰ قوتِ دلائل ہی کا ثمرہ ہے نور کے مسئلہ میں در حقیقت سرفراز صاحب نے ہمارے مسلک کو تسلیم کر لیا ہے اور یہ حقیقت میں ان کی شکست فاش کا نتیجہ ہے۔ قارئین محترم غور فرمائیے سرفراز صاحب نے یہاں آپ کا مسلک قبول کر کے آپ کی صداقت و حقانیت کا اقرار کر لیا ہے۔

اسی صفحہ ۲۹۲ پر پھر لکھتے ہیں جو لوگ نور من اللہ کی رٹ بایں معنی لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا مادہ قرار پائے تو یہ قطعاً باطل و مردود ہے۔

دس ہزار کا ایک اور چیلنج

جواب:

سرفراز صاحب یہ بھی اہل ایمان پر افتریٰ و بہتان ہے کوئی مسلمان خدا کے نور کو حضور کے نور کا مادہ قرار نہیں دیتا ایسا عقیدہ و نظریہ کفر خالص ہے اعلیٰ حضرت نے بیان نور المصطفیٰ میں پوری وضاحت کرتے ہیں اور ایسا عقیدہ یا نظریہ رکھنے والے کو کافر اور اس نظریہ کو کفر خالص فرماتے ہیں۔ یہی حال دیگر اکابرین اہلسنت کا ہے۔ آپ ان شاء اللہ تعالیٰ ایک حوالہ بھی ہمارے مسلمہ اکابرین سے کسی کا ایسا پیش نہیں کر سکتے ہمارا آپ کو چیلنج ہے۔ اگر آپ ایسا حوالہ دکھا دیں تو دس ہزار روپے بذریعہ عدالت اس ناچیز سے وصول کرنے کے حقدار ہیں۔ سچ ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

قارئین کرام جھوٹ بولنا تحریف کرنا بہتان تراشی اور کتر بیونت کرنا یہ تو سرفراز صاحب

کو وراثتہً حاصل ہوئی ہیں اس لیے افسوس کی کوئی بات نہیں ہے۔

نصیب اپنا اپنا مقام اپنا اپنا
کہے جاؤ میخوارو کام اپنا اپنا

قارئین کرام ص ۲۹۹ پر سرفراز صاحب یوں لکھتے ہیں کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات ازواج مطہرات اور خصوصیت سے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ جو قرآن کی حافظہ اور تفسیر قرآن وحدیث اور دین کی بڑی مہارت رکھتی تھیں۔ جن کی نظیر نہ تو پہلی اُمتوں میں ہے نہ پچھلی اُمتوں (مگر دیوبندی اور دہابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے امکان کے کے قائل ہیں۔ بلکہ اپنے آپ کو ان کی مثل قرار دیتے ہیں) کا عقیدہ نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع ماکان وما یکون کا علم رکھتے تھے اور پھر جس پی پی نے یہ ذکر کیا کہ آپ کو کس نے یہ بتایا ہے یہ نص قطعی ہے کہ انکار اعتقاد آپ کے متعلق علم غیب کا ہرگز نہ تھا اور آپ نے بھی جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ میں تو جمیع ماکان وما یکون کا عالم ہوں۔ بلکہ فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔

جواب نمبر ۱:

جواب تو گزر چکا ہے مگر اختصار سے عرض ہے کہ جناب ام المومنین کا یہ واقعہ چونکہ نزول کی تکمیل سے پہلے کا ہے اس لیے یہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲:

کیا یہ واقعہ سالبہ جزئیہ نہیں ہے۔ یقیناً ہے پھر اس سے صرف موجبہ کلیہ کی نفی ہو گی نہ موجبہ جزئیہ کی اور جس وقت سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نفی کرتا ہے۔ ہم اس وقت سے موجبہ کلیہ کے مدعی ہی نہیں جس وقت سے ہم نے موجبہ کلیہ کا دعویٰ کیا ہے اس وقت سے یہ آیت نفی نہیں کرتی۔

جواب نمبر ۳:

کیا عائشہ صدیقہؓ علم غیب جزئی کے قائل ہیں اس موجبہ جزئیہ یا نہیں اگر ہیں تو ہمارے حق میں ہے اور اگر نہیں تو پھر یہ آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آپ نے حسین علوم غیبیہ کا

عطائی علم تنقید اور ازالہ میں تسلیم کیا ہے ہم نے تدریجی مانا ہے اس لیے یہ واقعہ ہمارے خلاف نہیں ہے۔

کچھ تو غور کر لیتے مگر منفی سوچ جناب پر غالب ہے اور نبی اللہ العلیم الخبیر۔ عطائی تدریجی کی دلیل ہے جو ہمیں مضر نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے اور وہ تمام آیات جن سے فریق مخالف مسئلہ علم غیب کی تنقید کرتا ہے اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں الخ تو اس کا جواب سابقہ صفحات میں دیا جا چکا ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ ہے بھی دندان شکن۔ غور فرمالیں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ کہنا کہ وہ تمام احادیث بھی اس واقعہ سے پہلے کی ہیں جن سے فریق مخالف استدلال کرتا ہے تو سابقہ صفحات میں اس کا جواب بھی دیا جا چکا ہے کہ امر متحقق الوقوع کے لیے ماضی کے صیغہ کا استعمال شائع و ذائع ہے۔ پوری تفصیل پہلے بیان کر دی گئی ہے۔ چند صفحات پیچھے رجوع فرمالیجے گا۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالہ کے ص۳۰۰ پر مفتی صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پہلے ہمارا استدلال ملاحظہ کر لیں پھر جواب کی ہمت ہو تو جواب دینا۔ استدلال یہ نہیں کہ آپ کے دہن مبارک کی بو محسوس تھی یا نہیں اس کا علم تھا یا نہیں ہمارا استدلال پہلے گزر چکا ہے اس کو دیکھ لیں۔

جواب :

یہاں مفتی صاحب کے اعتراض کا جواب گول کر گئے ہیں۔ جواب کی ہمت نہیں ہوئی۔ مفتی صاحب کا مطلب یہ تھا کہ اپنے منہ کی بو کا اظہار آپ نے خود نہیں کیا اور آپ عدم اظہار کو مستدل بنا رہے ہیں تو پھر عدم اظہار کی بنیاد پر تو بو کے علم کی بھی نفی کی جا سکتی ہے کہ یہ آپ کو منظور ہے تو اس کے جواب سے سرفراز صاحب راہ فرار اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں استدلال یہ نہیں کہ آپ کے دہن مبارک کی بو محسوس ہے یا غیب اس کا علم تھا یا نہیں الخ راہ فرار اختیار کرنا جوانمردی نہیں ہے۔

صفحہ ۳۰۱ پر یہ کہنا کہ اے حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ ان معترض ازواج کی رضا کے لیے ہے۔ مفتی صاحب فرمائیں کہ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے۔ سرفراز کی جہالت

ہے جناب یہ ترجمہ نہیں تاویل ہے۔ مگر اس کے فساد پر آپ نے کوئی دلیل قائم نہیں کی بغیر دلیل کے انکار آپ کا درشہ ہے ورنہ اس تاویل کی صحت پر تبتغی مرضات ازواجک واضح قرینہ ہے اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا بھی غلط و باطل ہے کہ ایسی صورت میں عمداً ازواج کے لیے خدا کی نافرمانی لازم آئے گی (العیاذ باللہ تعالیٰ) کیونکہ اس طرح تحریم حلال یمین بنتی ہے۔ اس کو خدائی نافرمانی وہ بھی عمداً کہنا اور سمجھنا سرفراز صاحب ہی کا حصہ اور نصیب ہے۔ لیجئے سرفراز صاحب ہم آپ کی قلم کا لکھا ہوا بطور دلیل آپ کے مقابلہ میں پیش کر دیتے ہیں تاکہ آپ کی تسلی و تشفی ہو جائے۔ جناب نے ازالہ کے ص ۲۹۸ پر لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اور لونڈی (یا شہد) کو استعمال فرمایا (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۳۸۶)۔

کیوں جناب اب ثابت ہوا کہ نہیں کہ حضور نے یمین (قسم) کھائی تھی اور یہ تحریم بطور یمین و قسم تھی نہ تبدیل تحریم حلال اور اس پر آیت کریمہ کا یہ حصہ بلکہ اگلی آیت قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم الآیۃ۔ شاہد عدل ہے ثابت ہوا کہ سرفراز صاحب کا اعتراض مبنی بر جہالت ہے۔

بنے ہم سنگ دل مجبور ہو کر اس ستمگر سے
جواب آخر ہمیں دینا پڑا پتھر کا پتھر سے

دسویں آیت کا جواب :

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ص ۳۰۱ پر پ ۱۱ سورۃ التوبہ کی آیت کریمہ :
ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ارشاد خداوندی سورۃ توبہ میں ہے جو سب سے آخری صورت ہے جیسے بخاری جلد دوم ص ۶۲۶ اور مسلم جلد دوم ص ۳۵ میں حضرت براء بن عازب سے اور مستدرک جلد ۲ ص ۲۲۱ میں حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ آخر سورۃ نزلت سورۃ التوبہ یعنی قرآن کی سب سے آخری سورۃ از روئے نزول سورۃ توبہ ہے یہ ارشاد

اس امر پر واضح دلیل ہے کہ دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں اور معمولی نہیں بلکہ اُن منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو نفاق پر اڑے ہوئے تھے اور بضد تھے ان کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے اگر آپ کو علم غیب اور جمیع ماکان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا تو لامحالہ آپ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا۔

جواب نمبرا:

قارئین کرام یہ آیت بھی قطعاً و یقیناً ہمارے خلاف نہیں ہے اور اس سے جناب سرفراز صاحب کا استدلال باطل و مردود اور دیوانے کی بڑھ ہے۔

اولاً اس لیے کہ ہمارا اور ہمارے اکابر کا دعویٰ علم ماکان و مایکون کے حصول کے متعلق یہ ہے کہ اس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے۔ (چنانچہ خود سرفراز صاحب ازالہ کے صفحہ ۲۰۷ پر اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔ خاں صاحب کا دعویٰ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول جمیع قرآن کریم کے وقت سب ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوا تھا پہلے نہ تھا۔)

اور یہ آیت بھی دیگر آیات نفی کی طرح تکمیل نزول سے قطعاً و یقیناً قبل نازل ہو چکی تھیں پھر ایسی آیات کو سرفراز صاحب کا ہمارے خلاف پیش کرنا جہالت یا بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے۔ خصوصاً یہ جانتے ہوئے کہ دعویٰ کیا ہے فریق ثانی کا سرفراز صاحب کو تکمیل نزول سے قبل کی آیات نفی کو ماکان و مایکون کی نفی پر پیش کرنا انتہائی مضحکہ خیز اور علم سے بے گانگی کا حیرت انگیز مظاہرہ ہے۔

جواب نمبر۲:

اس آیت میں بھی دیگر آیات نفی کی طرح ذاتی بلاواسطہ کی نفی ہے۔ عطائی بالواسطہ کی نہیں جیسے متعدد حوالے اس پر پیش کر دیئے گئے ہیں۔ طوالت کتاب کے پیش نظر اعادہ مناسب نہیں ہے اور پھر بعض حوالے تو مسلمات خصم کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے روح المعانی کا حوالہ تھانوی صاحب کا حوالہ اور خود سرفراز صاحب کا حوالہ از تنقید متین ص ۱۶۲

نقل ہو چکے ہیں۔

جواب نمبر ۳ :

اگر اس آیت سے استدلال منقول کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ آیت خود سرفراز صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں علم غیب کی نفی ہے بقول سرفراز صاحب (علم الغیب کی نہیں) اور علم کی نفی سے بعض علم غیب کی بھی نفی ہو گی حالانکہ سرفراز صاحب بعض علم غیب عطائی خود تنقید متین ص ۱۶۲ میں تسلیم کر چکے ہیں پھر یہ کہ آیت میں نفی اگر ہے تو منافقین کے بارے علم کی ہے اور یہ سالبہ جزئیہ ہے اور سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ موجبہ جزئیہ کی نہیں اور نزول کی تکمیل سے قبل ہم موجبہ کلیہ کے مدعی نہیں بلکہ ہم نزول سے قبل موجبہ جزئیہ کے قائل ہیں اور موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ ایک دوسرے کی نقیض نہیں ہیں۔ اگر سرفراز صاحب یہ سمجھیں کہ ہم نے بھی بعض علم غیب مانا ہے تنقید وغیرہ میں۔ اس لیے یہ آیت ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ سالبہ جزئیہ موجبہ جزئیہ کی نقیض نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو بعض علم غیب ازالہ کے ص ۲۰۵-۲۰۶ پر اور تنقید متین کے ص ۱۶۲ پر عطائی طور پر تسلیم کیا ہے آیات نفی کو کلی اور ما کان و ما یکون کی قید سے مقید کر کے کیا ہے یہ قید بالتحقیق خبر واحد سے بھی جائز نہیں چہ جائے کہ ذاتی رائے سے ایسا کیا جائے۔ خود سرفراز صاحب بھی ازالہ کے ص ۳۰۴ پر لکھتے ہیں کہ خبر واحد صحیح بھی اس باب میں ہرگز حجت نہیں ہے۔ چہ جائیکہ کہ غیر معصوم لوگوں کی آراء الخ۔

اس کے بعد سرفراز صاحب نے بزعم خویش مفید مطلب سمجھ کر۔ بیضاوی۔ خازن۔ مدارک۔ تنویر المقیاس۔ مظہری۔ روح المعانی کی چند عبارات نقل کی ہیں ان میں کوئی ایک عبارت بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ سب عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت مذکورہ کے نزول تک آپ کو منافقین کے نفاق اور منافقانہ حالات کا علم نہ تھا اور یہ ہمارے ہرگز خلاف نہیں۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ بعد میں اس کے نفاق کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔ اگر کوئی عبارات اس بات پر مشتمل ہوتی ہیں کہ آخر وقت تک اور نزول قرآن کی تکمیل تک یہ علم نہیں ملا تو پھر یہ ہمارے خلاف ہوتی مگر ایسا نہیں بلکہ ایسی عبارت یا روایت قیامت

تک نہیں مل سکتی ان عبارات کو نقل کرنا بے سود اور بالکل بے محل ہے کتاب کی ضخامت کو بڑھانے کی خاطر بلا سوچے سمجھے نقل کر دی ہیں۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۳۰۴ پر لکھتے ہیں اور قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اس آیت کے نزول تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو علم غیب تھا اور نہ جمیع ماکان و مایکون کا علم محیط حاصل تھا اور یہ سورۃ توبہ کی آیت ہے جو تمام سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہے اب فریق مخالف پر لازم ہے کہ وہ اس آیت کے نزول کے بعد کی کوئی آیت قرآنی یا حدیث متواتر بتائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقوں کے نفاق و حالات کا علم ہو گیا تھا خبر واحد صحیح بھی اس باب میں ہرگز حجت نہیں چہ جائیکہ غیر معصوم لوگوں کی آراء۔

جواب:

کس نے یہ دعویٰ کیا ہے اور کہاں کیا ہے کہ اس آیت کے نزول تک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہو گیا تھا۔ ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ جمیع ماکان و مایکون کا علم مکمل ہوا اور تدریجاً حاصل ہوا کیونکہ قرآن کا نزول بھی تدریجی ہے اس لیے سرفراز صاحب کا یہ اعتراض لایعنی ہے اور آیت کریمہ ہمارے دعویٰ کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔ باقی یہ کہنا کہ یہ سورۃ توبہ کی آیت ہے اور سورۃ توبہ آخری سورت ہے (نزول کے اعتبار سے) تو یہ بے جا ہے۔

اگر سورۃ کے آخری ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ یہ آیت بھی سب آیات سے آخری آیت ہو۔ جب تک سرفراز صاحب آپ اس آیت منقولہ کا سب سے آخری آیت ہونا ثابت نہ کریں آپ کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کوئی معتبر حوالہ پیش کر کے اگر آپ نے اس آیت کا آخری ہونا ثابت کر دیا تو ہم آپ کو منہ مانگا انعام دیں گے۔ کیا یہ جرأت اور ہمت فرمائیں گے۔ سرفراز صاحب کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ ایک ایک وقت میں ایک سے زائد سورتوں کی آیات نازل ہوتی رہی ہیں۔ اس لیے اس سورت کو آخری ثابت کرنا کوئی بات نہیں۔ اس آیت کو آخری آیت ثابت کر کے دکھائیں تو پھر پتہ چلے گا جس کے بغیر آپ کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا

اور یہ کوئی ضروری ہے کہ تمام سورتوں کا نزول سورت توبہ سے پہلے مکمل ہوچکا ہو۔ اس نام نہاد محقق کو اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ایک ہی وقت میں کئی سورتوں کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں۔ یقیناً ثابت ہے کہ جن سورتوں کا نزول توبہ سے قبل شروع ہوچکا تھا ان کی آیات سورۃ توبہ کے شروع ہونے کے بعد بھی نازل ہوئیں اور قرآن کریم کی آخری آیت سورۃ توبہ کی نہیں بلکہ سورۃ بقرہ کی ہے یعنی واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ الخ کی تفسیر میں قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:

قال ابن عباس ھذہ آخر آیۃ نزل بھا جبریل وقال لابن علیہ السلام ضعھا فی راس المائتین والثمانین من سورۃ البقرۃ وعاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدھا احدا وعشرین یوماً وقیل احدا وثمانین وقیل سبعۃ ایام وقیل ثلاث ساعات الخ

یعنی ابن عباس فرماتے ہیں جو آخری آیت جبریل لائے وہ یہی ہے اور حضور نے کہا اس کو بقرہ میں دو سو اسی نمبر پر رکھو۔ اس کے بعد حضور ﷺ اکیاسی یا اکیس یا سات دن یا تین گھنٹے تک زندہ رہ کر وصال فرمایا ہے۔ جلالین میں فرمایا کہ الیوم اکملت الخ یہ حلال و حرام کے بارے میں آخری آیت ہے یعنی احکام میں معلوم ہوا کہ سورۃ توبہ کا آخری ہونا مجموعی لحاظ سے ہے اور ان آیات کا آخری ہونا انفرادی لحاظ سے۔

اور یہ کہنا کہ فریق مخالف کوئی آیت یا حدیث متواتر پیش کرے جو آیت مذکورہ کے بعد نازل ہوئی ہو جس سے حضور کے لیے ان منافقوں کے حالات کا علم ثابت ہو۔ کیونکہ خبر واحد اس باب میں ہرگز حجت نہیں ہے۔

تو اس کے جواب میں گذارش یہ ہے منافقین کے نفاق و دیگر حالات کا علم چونکہ ماکان ومایکون کا بعض ہے اس لیے قرآن کریم کی جن آیات کو ماکان ومایکون کے اثبات کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ اُن سے منافقین مذکورین کے نفاق و دیگر حالات کا علم بھی ثابت ہوچکا ہے کیونکہ ہم نے اُن آیات بینات سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم میں جمیع ماکان ومایکون کے علوم موجود ہیں اور جمیع قرآن میں من اولہ الی آخرہ جمیع اسرار و رموز حقائق و دقائق

وغیرہ کے حضور کے قلب پاک میں موجود ہے نتیجہ ظاہر ہے کہ جمیع ماکان وما یکون کے علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور میں ہیں اور آپ کو حاصل ہیں۔

جیسا کہ ہم نے ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیٔ۔ پ۱۴ سورہ نحل رکوع ۱۸ سے ثابت کیا ہے اور اسی طرح وما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل کُلِ شیٔ۔ سورہ یوسف۔

اور اسی طرح مافرطنا فی الکتاب من شیٔ اور تفصیل الکتاب لا ریب فیه پ سورۃ اسی طرح ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین سے بھی اپنے دعوی کو مبرہن کر دیا ہے ابتدائی صفحات میں دعوی کے بیان میں اور وہاں اصول فقہ کی کتابوں سے پندرہ عبارات نقل کر دی ہیں کہ لفظ کل۔ ما۔ من جمیع کی وضع کس لیے ہے۔ اضافت الی النکرہ کی صورت میں کل احاطہ علی سبیل الافراد اور استغراق کے لیے ہے اور یہ اپنے مدخول کے تمام افراد کو قطعی طور پر شامل ہے اور خاص کی طرح قطعی ہے ظنی نہیں اور اخبار احاد سے یا قیاس سے ابتداءً تخصیص و تقیید پر جائز نہیں ہے۔ یہ آیات ہمارے مدعیٰ پر واضح دلالت کر رہی ہیں اور چونکہ یہ آیات جمیع قرآن کے ماکان وما یکون کے علوم پر دلالت کرتی ہیں اس لیے منافقین مدینہ ہوں یا غیر مدینہ سب کے حالات کے علم کا ثبوت ان سے ہوتا ہے اور استدلال میں تہافت نہیں۔

ملا جیون علیہ الرحمۃ تفسیرات احمدیہ ص۳۰ پر ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیٔ اور مافرطنا فی الکتاب من شیٔ اور ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فما من شیٔ الا ویمکن استخراجه من القرآن حتی استنبط بعضهم علی الهیئة والهندسة والنجوم والطب الخ

یعنی ہر چیز قرآن سے نکالی جا سکتی ہے چنانچہ بعض نے علم ہیئت۔ علم ہندسہ علم نجوم و طب بھی قرآن سے ثابت کیا ہے۔

ملا جیون کے اس استدلال سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ہر چیز کا علم

قرآن میں ہے اور یہ کہ ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ ان آیات کے عموم واطلاق سے استدلال کرنا مدعا مذکور پر حق وصواب ہے۔

ہمارے ان دلائل کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ منافقین کے نفاق وغیرہ کا علم حضور کو نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ حاصل ہو چکا تھا اور نزولِ قرآن چونکہ قطعاً ویقیناً آیۃ لا تعلمھم نحن نعلمھم سے مؤخر ہے اس لیے اس آیت کو ماکان ومایکون کی نفی پر ہمارے مقابلہ میں پیش کرنا جہالت ہے یا کم از کم تجاہل عارفانہ ہے۔ فلہٰذا ان ٹھوس وروشن دلائل کے ہوتے ہوئے اخبار احاد کے سہارا کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہے اور نہ ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مدعا ثابت ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اس لیے ہم سرفراز صاحب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ نزول قرآن کے بعد بھی منافقین مدینہ کے نفاق ودیگر حالات کا علم حاصل نہ تھا اس پر قرآن کی کوئی آیت قطعی الدلالتہ یا کوئی حدیث متواترہ پیش کریں اور اپنے مدعا باطل ومردود کو ثابت کر کے دکھائیں ورنہ ضد اور تعصب کو چھوڑ کر ایمان قبول کیجئے یا باطل سے توبہ کیجئے اور حق کو قبول کیجئے۔ اور خدا سے ڈریئے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ کل شئی کا تبیان اور کل شیئ کی تفصیل ہونا نہ تو بعض قرآن کی صفت ہے اور نہ دو تہائی کی نہ تین تہائی کی اور نہ ہی الگ الگ ہر ہر آیۃ کی بلکہ یہ صفت ہے جمیع قرآن کی اور سارے قرآن کی جیسا کہ ہمارے اکابر نے تصریح فرمائی ہے۔ لہٰذا قرآن کی کوئی آیت نزول کی تکمیل کے بعد ماکان ومایکون کے علم کی نفی پر پیش کرنا خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔

ٹوٹ جائے نہ تیغ اے قاتل
سخت جاں ہوں ذرا سمجھ کے کھینچ

انشاء اللہ تعالیٰ بفضلہ وکرمہ۔

قارئین کرام ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی اور مافرطنا فی الکتاب من شئی

سے استدلال کرتے ہوئے علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں۔

والتحقیق عندی ان جمیع ما عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاسرار الالٰہیۃ وغیرھا من الاحکام الشرعیۃ قد اشتمل علیہ القرآن المنزل فقد قال سبحانہ ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئ وقال تعالٰی ما فرطنا فی الکتاب من شئ وقال صلی اللہ علیہ وسلم فما اخرجہ الترمذی وغیرہ ستکون فتن قیل وما المخرج منھا قال کتاب اللہ تعالٰی فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم واخرج ابن جریر عن ابن مسعود قال انزل فی ھذا القرآن کل علم وبین لنا فیہ کل شئ ولکن علمنا یقصر عما بین لنا فی ھذا القرآن۔

(روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۱۷۰)

یعنی میرے نزدیک تحقیق یہ ہے جو کچھ اسرار الٰہی وغیرہ احکام شرعیہ حضور کے پاس ہیں قرآن ان سب پر شامل ہے کیونکہ باری تعالٰی نے فرمایا ہے اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب اتاری ہے جو ہر چیز کا واضح بیان ہے اور فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ ترمذی وغیرہ نے اس کی تخریج کی ہے عنقریب فتنے ہوں گے عرض کی گئی۔ کہ ان سے بچاؤ کیسے ہوگا تو فرمایا کتاب سے اس میں تم سے پہلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور ابن جریر نے ابن مسعود سے روایت کی ہے انہوں نے کہا اتارا گیا ہے اس قرآن میں کل علم اور بیان کی گئی ہے اس میں ہمارے لیے کل شیئ یعنی ہر چیز لیکن ہمارے علم قاصر ہیں اُس چیز سے جو بیان کی گئی ہے ہمارے لیے اس قرآن میں۔

اس عبارت میں علامہ آلوسی نے اپنے اس دعوٰی پر کہ جو کچھ حضور کے علم میں اسرار و رموز واحکام شرعیہ وغیرہ ہیں سب قرآن میں موجود ہیں اور یہ کہ ہر چیز کا علم کل علم قرآن میں موجود ہے۔ اگلے پچھلے سب لوگوں کے حالات و واقعات اخبار کا علم قرآن میں ہے۔

اور یہ کہ قرآن میں ہر چیز کے علم یا کل شیئ کے علم کی دلیل ونزلنا علیک

الکتاب تبیاناً لکل شئ اور مافرطنا فی الکتاب من شئ ہے یعنی علامہ آلوسی بھی ان آیات میں کل شئی اور نکرہ تحت النفی کے عموم و استغراق کے لیے ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اور دلیل بتلاتے ہیں جیسے ہم نے کیا ہے معلوم ہوا ہے کہ ہمارا استدلال کرنا ان آیتوں سے حق و صواب ہے اور سرفراز صاحب کا اور ان کی جماعتوں کا انکار کرنا باطل و مردود ہے۔ سرفراز صاحب یہ روح المعانی ہے جس کو آپ نے تسکین الصدور اور ازالۃ الریب بے نظیر اور اہلسنت کی مستند و معتبر تفسیر قرار دیا ہے۔

لیجئے علامہ سیوطی کی بھی سنیئے وہ فرماتے ہیں:

وقال الشافعی مرۃ بمکۃ سلونی عما شئتم اخبرکم عنہ فی کتاب اللہ الیٰ ان قال وقال ابن ابی الفضل المرسی فی تفسیرہ جمع القرآن علوم الاولین والآخرین بحیث لم یحط بھا علماً حقیقۃً الا المتکلم بھا ثم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاما استاثر بہ سبحانہٗ وتعالیٰ الیٰ ان قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہ لو ضاع عقال بعیر لوجدتہٗ فی کتاب اللہ تعالیٰ۔

یعنی ایک مرتبہ مکہ میں امام شافعی نے فرمایا جو چاہو سو پوچھو میں تمہیں کتاب میں اس کا جواب دوں گا یہاں تک کہا کہ ابن ابوالفضل مرسی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے قرآن میں اولین و آخرین کے تمام علوم موجود ہیں جن کے علم کی حقیقت میں اللہ کے سوا کسی نے احاطہ نہیں کیا پھر حضور کو وافر حصہ حاصل ہوا سوا اس کے جو ذات باری کا خاصہ ہے (غیر متناہی علوم) یہاں تک لکھا اور کہا کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اونٹ کی نکیل گم ہو جائے تو میں اس کو بھی کتاب اللہ قرآن میں پا سکتا ہوں۔

علامہ آلوسی اور علامہ سیوطی کی یہ عبارات بالکل صریح ہیں اور واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کریم میں کل اشیاء کا بیان اور علم موجود ہے۔ اب قیاس افترائی کا صغریٰ یہ ہے کہ ہر شئی قرآن میں موجود ہے اس کی دلیلیں وہی پانچ آیات بینات دیگر عبارات

مفسرین کرام ملاجیون، علامہ آلوسی علامہ سیوطی وغیرہ کے ایس جو دعوٰی کے ساتھ بیان ہوئیں اور اس مقام پر بھی اختصار سے عرض کر دی گئی ہیں اور قیاس قترانی کا کبریٰ یہ ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے باستثنار علوم غیر متناہیہ وحضور کے علم میں ہے یہ تو تقریباً بدیہی ہے اور نہایت مدلل ہے۔ حد اوسط کے گرانے سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ ظاہر ہے یعنی یہ کہ ہر چیز کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ بعض مفسرین کرام نے یہاں کل شئی اور تفصیل کل شئی کی امور دین اور احکام شرعیہ سے تخصیص و تقیید کی ہے۔ اس لیے اس سے ماکان وما یکون کا علم ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں نصوص قرآنیہ کی تخصیص یا تقیید لازم آتی ہے حالانکہ مطلق کی تقیید اور عام کی تخصیص خبر واحد سے بھی جائز نہیں چہ جائیکہ بعض مفسرین کی ذاتی رائے سے ایسا کیا جائے اور سرفراز صاحب خود راہ سنت کے ص ۱۳۴ پر لکھتے ہیں کہ مطلق کو مقید کرنا۔ نئی شریعت گھڑنا اور یہ احداث فی الدین ہے اور ازالہ کے ص ۳۰۴ پر لکھتے ہیں کہ خبر واحد صحیح بھی اس باب میں (مطلق کو مقید اور عام کو خاص کرنے کے باب میں) ہرگز حجت نہیں۔ چہ جائیکہ غیر معصوم لوگوں کی آراء۔ جادو وہ ہے جو سر پڑھ کر بولے۔

کیوں جناب سرفراز صاحب آپ کا اپنا گولہ بارود آپ کے خلاف استعمال ہوا کہ نہیں گویا کہ ہم ہوئے افغانی مجاہد اور آپ روسی لٹیرے۔

اعلیحضرت پر اعتراض کا جواب :

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۳۰۵ پر فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت کے عنوان میں اپنی جہالت اور اپنے عجز کا ثبوت دیتے ہوئے یوں اعتراض کرتے ہیں کہ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت اور مجدد مائتہ ناظرہ تبیاناً لکل شئی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع ماکان وما یکون کے علم پر استدلال کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے۔ بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس جو پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا (بلفظہٖ) انباء المصطفیٰ) یہ لکھتے ہیں کہ

کہ۔ اور جب کہ یہ قرآن عظیم تبیانا لکل شئ ہونے ما دیا اور پھر ظاہر کہ یہ وقف تمام کلام مجید کا ہے نہ کہ ہر آیت یا سورہ کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم السلام کی نسبت ارشاد ہو یا نقصص علیک یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے لا تعلمہم ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفیٰ کا ثانی نہیں۔

الحمد للہ طائفہ تالفہ وہابیہ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات علم عظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے۔ سب کا جواب دمعن وعنہ۔ متن سوز انہی دو فقروں میں ہو گیا۔ انباء المصطفیٰ صہ ۴

قارئین کرام اس کا جواب سرفراز صاحب صہ ۳۰۵ پر دیتے ہیں،

الجواب:

خاں صاحب کا یہ مجددانہ مقالہ پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ اولاً اس لیے کہ تبیانا لکل شئ کی جس آیت سے خاں صاحب آنحضرت کے لیے کلی غیب ثابت کرتے ہیں وہ تو سورہ نحل کی آیت ہے اور یہ سورۃ نحل مکی ہے اگر آپ کو مکہ مکرمہ ہی میں سب غیب عطا ہو گیا تھا تو اور باتیں تو رہیں الگ مدینہ طیبہ میں سورۃ بقرہ۔ آل عمران اور مائدہ وغیرہ جیسی لمبی لمبی سورتیں کیوں نازل ہوئیں۔ کیا خاں صاحب اور ان کے اتباع کے نزدیک یہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس میں نہ تھیں۔

سرفراز صاحب کی شکست فاش

جواب الجواب:

قارئین حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے استدلال و جواب کو سمجھنے کے باوجود دیدہ دانستہ سرفراز صاحب نے راہ فرار اختیار کی ہے چونکہ اعلیٰ حضرت کے استدلال و جواب کا جواب سرفراز صاحب تو کیا ان کے آباؤ اجداد اور پوری ذریت دیوبندیہ کے بس کا روگ نہیں ہے۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ سرفراز صاحب کی حقیقت ہی کیا ہے کہ وہ اس کا جواب دے سکیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تمام دیوبندی جو دنیا سے

والی ف یعنی ہو گئے اور جو قیامت تک ہوں گے اور جو موجود ہیں جمع ہو کر جواب کی کوشش کریں تو قیامت تک ہرگز یہ جواب نہیں دے سکیں گے۔ اعلیٰ حضرت یہ فرماتے ہیں کہ تبیاناً لکل شئی ہونا ہر ہر آیت یا ہر صورت کی صفت نہیں بلکہ تمام کلام مجید کی صفت ہے اس لیے کل شئی کے علم کی تکمیل تمام کلام مجید کے نزول علی الرسول کے ساتھ ہوئی پہلے نہ تھی اس سوال و استدلال کو سرفراز صاحب نے چھوا تک نہیں۔ سرفراز صاحب کا فرض یہ تھا کہ وہ یہ ثابت کرتے کہ تبیاناً لکل شئی ہونا تمام کلام مجید کی صفت نہیں مگر ایسا کرنے سے قاصر رہے البتہ اپنی ذریت دیوبندیہ کو دھوکہ دینے کے لیے خواہ مخواہ فضول غیر متعلق اعتراضات کرنے شروع کر دیے۔

سرفراز صاحب اگر اعلیٰ حضرت کا یہ مغالطہ تھا یا اس کی یرکاہ جتنی بھی حیثیت نہ تھی تو پھر جواب کیوں نہیں دیا۔ میں نہ مانوں کا تو کوئی علاج نہیں۔ حقیقت تو آپ کو بھی معلوم ہو چکی ہے مگر علاں آں باشد کہ چپ نہ شود کے مطابق آپ نے جو وجہ بیان کی اور اعتراض کیا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تبیاناً لکل شئی خواہ نحل کی آیت ہو یا کسی اور صورت کی مکی ہو یا مدنی آخر اس سے کیا فرق پڑتا ہے ثابت تو یہ کیا گیا کہ تبیاناً لکل شئی ہونا تمام کلام مجید اور پورے قرآن کی صفت ہے ہر ہر آیت کی بھی نہیں اور ہر ہر سورۃ کی بھی نہیں۔ اور جب یہ پورے قرآن کی صفت ہے تو نزول کی تکمیل کے بعد ایسی صفت سے موصوف قرآن پورے کا پورا حضور کے علم میں ہے۔ اس لیے جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہے۔ بتائیے آیت کے نحل کی آیت یا مکی ہونے سے جمیع قرآن کی اس صفت کی نفی ہو گئی ہے ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ آپ کا اعتراض مبنی بر جہالت ہے۔ سرفراز صاحب! آپ کا یہ کہنا کہ پھر لمبی لمبی سورتیں بعد میں کیوں نازل ہوئیں حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اعلیٰ حضرت کے استدلال و جواب کا جواب سرفراز صاحب نہیں دے سکے اور نہ دے سکتے ہیں اور ان کا اعتراض قطعاً جاہلانہ احمقانہ ہے۔

اور سرفراز صاحب پر لازم ہے کہ یہ دلائل سے ثابت کریں کہ تمام قرآن مجید تبیاناً لکل شئی

کی صفت سے متصف نہیں ہے اور یہ کہ قرآن ماکان وما یکون کے علوم پر مشتمل نہیں ہے یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمیع قرآن کے علوم سے نوازے نہیں گئے (العیاذ باللہ من ذالک) جب تک ان امور ثلاثہ کو سرفراز صاحب ثابت نہیں کریں گے۔ ان کا مدعا باطل و مردود ہے سرفراز صاحب دوسرا اعتراض یوں کرتے ہیں کہ:

وثانیاً اگر واقعی آپ کو مکہ مکرمہ میں کل صغیر و کبیر اور ہر رطب و یابس کا علم حاصل ہو گیا تھا تو مدینہ طیبہ میں بہت سی چیزوں کے بارے میں آپ کے علم کی نفی قرآن کریم و احادیث متواترہ میں کیوں وارد ہوئی ہے جیسا کہ بہت سی آیات پہلے عرض کی گئی ہیں اور احادیث کا ذکر کر رہا ہے۔

جواب:

کس نے کہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل صغیر و کبیر اور رطب و یابس کا علم حاصل ہو گیا تھا یہ الزام ہے سفید جھوٹ ہے کوئی اس کا قائل نہیں ہے۔ یہ اعتراض صرف مفروضہ پر مبنی ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ باقی آپ کی پیش کردہ آیات نفی کے متعدد جوابات گذشتہ صفحات میں دیئے جا چکے ہیں اور متعدد مفسرین و محدثین کی عبارات بھی نقل کر دی گئی ہیں۔ ملاحظہ کر لیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ احادیث کے جوابات بھی اپنے موقعہ پر عرض کریں گے۔ صبر سے کام لیجئے گا۔

تیسرا اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وثالثاً خاں صاحب کو کوئی نص قرآنی اور حدیث متواترہ پیش کرنی چاہیئے تھی کہ جن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا علم آپ کو لم نقصص علیک کے نزول تک نہیں دیا گیا تھا وہ آپ کو اس آیت یا حدیث متواترہ سے ثابت ہے اسی طرح ان کو لا تعلمھم نحن نعلمھم کے بعد کسی نص قرآنی یا خبر متواترہ پیش کرنی چاہیئے تھی کہ ان منافقین کا علم آپ کو اس قطعی الدلالۃ نص سے اور اس متواترہ اور صریح حدیث سے ثابت ہے خاں صاحب کو اس جہاں میں کوئی آیت اور خبر متواترہ اس پر دست یاب نہیں ہو سکی تو اس جہان سے (جہاں وہ پہنچ گئے ہیں) ہی اپنے اتباع واذناب کو بتا دینا چاہیئے تاکہ وہ بے چارے یہ ادھار تو ختم کر سکیں۔

آخر خاں صاحب نے تردد سے امداد اور اعانت پر تو کئی کتابوں میں صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے ہیں ہے کوئی خاں صاحب کا لائق علمی بیٹا جو یہ حساب بے باق کر دے دیدہ باید محفل من بماز ذ ص ۳۰۵، ۳۰۶۔

جواب:

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جن آیات سے استدلال فرمایا ہے وہ اپنے مدعا پر دلالت میں قطعی ہیں کیونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ کل احاطہ علی سبیل الافراد کے لیے موضوع ہے حقیقتاً اور کل شئی سے ہر شئے کا علم مراد ہے اس کو براہین سے مبرہن کر دیا ہے۔ اس لیے نصوص قرآنیہ سے جو یقیناً قطعی ہیں ثابت ہو چکا ہے کہ جمیع ما کان و ما یکون کے علوم قرآن میں ہیں اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے اور تمام انبیاء کرام کی تعداد اور ان کے حالات من جملہ ما کان و ما یکون کے ہیں۔ اس لیے ان کی تعداد و حالات کا علم آپ کو عطا ہو گیا تھا۔ چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی جلد ۶ ص ۱۷ میں فرماتے ہیں:

نفی قصهم من قبل لا يستلزم نفی قصهم مطلقًا فان نفی الخاص لا يستلزم نفی العام فيمكن ان يكون قصهم عليه صلى الله عليه وسلم بعد فصلهم۔

انبیاء علیہم السلام کے قصص کی زمانہ میں ماضی میں نفی مطلقاً ان کے قصص کے علم کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ پس ممکن اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں ان کے قصص کو بیان کر دیا ہو اور آپ نے ان کو جان لیا ہو۔

ثابت ہوا کہ ماضی میں کسی چیز کی نفی کو اخیر وقت تک علم کے حاصل نہ ہونے کی دلیل بنانا بدترین جہالت ہے۔ اسی طرح ہم بتا چکے ہیں کہ تمام منافقین مدینہ کے نفاق و حالات بھی من جملہ ما کان و ما یکون کے ہیں اور ما کان و ما یکون کا علم قرآن میں ہے اور قرآن کا علم حضور کو حاصل ہے اور یہ حصول تدریجی ہے اور موقوف ہے۔ جمیع قرآن کے نزول پر وھو المدعیٰ۔

لہٰذا سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی باد در ہوا ہے اور جہالت کی علامت ہے۔

ابھی ادھار چکانے کی بات تو وہ چکا دیا گیا ہے۔ مگر بعض جھوٹے آدمی اپنا ادھار دے کر بھی انکار کر جاتے ہیں پھر جھوٹی قسم بھی کھا لیتے ہیں یہی حال سرفراز صاحب کا ہے۔

باقی مردوں کی امداد کی بابت اعتراض کرنا سرفراز صاحب کی بے خبری پر مبنی ہے یا تجاہل عارفانہ پر۔ متعدد کتابوں میں امام غزالی کا قول منقول ہے کہ:

من يستمد في حياته يستمد بعد مماته۔ ملاحظہ ہو حاشیہ مشکوٰۃ جلد اول صہ ۱۵۴۔

اور واما الاستمداد باهل القبور الى ان قال واثبتة المشائخ الصوفية قدامت اسرارهم وبعض الفقهاء رحمهم الله تعالى الخ

اور شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں حاضری روضہ پاک کے حالات بتاتے ہوئے کہ:

وامدني امدادًا عظيمًا اجماليا وعرّفني كيف استمد به في حوائجي۔

یعنی شائخ اور بعض فقہاء نے اہل قبور سے مدد لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

اور امام غزالی فرماتے ہیں:

جس سے زندگی میں مدد لی جا سکتی ہے اس سے مرنے کے بعد بھی لی جا سکتی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خوب مدد فرمائی اور مجھے بتایا کہ میں اپنی ضروریات میں آپ سے کس طرح مدد طلب کروں۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب محمد شاہ دہلوی فی انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ صہ ۱۲۸ پر جواہر خمسہ میں فرماتے ہیں:

نادِ عليًا مظهر العجائب تجده عونًا لك في النوائب كل هَمٍّ وغمٍّ سينجلي بولايتك يا علي يا علي يا علي۔

ترجمہ:۔ پکار علی کو جن کی ذات مظہر عجائب ہے جب تو انہیں پکارے گا تو انہیں مصائب و افکار میں اپنا مددگار پائے گا ہر پریشانی و رنج بھی دور ہوتا ہے آپ کی مدد سے یا علی یا علی یا علی۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اکابر علماء دیوبند کے پیر و مرشد ہیں فرماتے ہیں،

فقیر مرتا نہیں ہے ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف انتقال کرتا ہے اور فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی میں میری ذات سے ہوتا تھا کیونکہ میں نے حضرت کی قبر سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔

امداد المشتاق ص ۱۱۳۔

اسی کتاب میں اپنے پیر کے جولاہے مرید کا واقعہ بتا کر لکھا ہے کہ "ہر روز میرے پیر بھائی کو پیر صاحب کی قبر سے پیسے ملتے تھے۔ کیونکہ حضرت سے اس نے سوال کیا تھا قبر پر اور کہا تھا کہ میں روٹی کا محتاج ہوں میری دستگیری فرمائیے تو اس کو آپ کے مزار سے پیسے ملتے تھے

اس قسم کی عبارات و واقعات بہت ہیں ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں بتانا تو صرف یہ تھا۔ کہ سرفراز صاحب کے اکابر بھی یا علیؓ یا علیؓ کے قائل ہی نہ تھے بلکہ اس کا خود ورد کرتے اور لوگوں کو بھی ورد بتاتے تھے بلکہ قبر سے امداد ملنے کے بھی قائل تھے۔ اس لیے یہ طنز کرنا سرفراز صاحب کی جہالت و بے خبری ہے یا بددیانتی ہے۔

بلکہ خود سرفراز صاحب ازالہ ہی کے ص ۱۵۱، ۱۵۲ پر اولیاء کرام کی کرامات اور غیب کی خبریں دینا اور کائنات میں تصرف کرنے کو حق قرار دے چکے ہیں۔ بحوالہ مقدمہ ابن خلدون ص ۴۹۴ اور اکوان و عوالم میں تصرف کو تسلیم فرما چکے ہیں۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

بلکہ ازالہ کے ص ۱۵۳ پر سرفراز صاحب نے تفسیر مظہری جلد اول ص ۷۹ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

بعض اولیاء کرام پر بعض اوقات لوح محفوظ منکشف ہو جاتی ہے اور وہ اس میں قضاء مبرم و معلق کو دیکھ لیتے ہیں۔

کیوں سرفراز صاحب اب بھی آپ نے ان کے تصرفات اور امداد کا انکار کرتے ہیں۔ اب بھی اگر نہ سمجھے پھر تجھ سے خدا سمجھے۔

سرفراز صاحب اعلیٰ حضرت کے غلام و خادم و عقیدت مند آپ کے مقابلہ میں ادھار چکانے ہی کے لیے نہیں بلکہ آپ کو اپنے قرضہ کے نیچے دبانے کے لیے موجود ہیں۔ آپ مرد میدان

بیٹے اور اعلیٰ حضرت کے ان غلاموں کے مقابلہ میں آ ئیے۔ تاکہ آپ کو اپنی لیاقت اور حقیقت کا پتہ چل سکے۔ تمہارے بڑے بھی اعلیٰ حضرت کے مقابلہ میں نہیں آئے۔ بلکہ آپ کے خلفاء وتلامذہ کے مقابلہ میں نہیں آسکے۔ اگر بھول کر خلفاء کے مقابلہ میں آئے تو شکست فاش سے دوچار ہوئے۔

چوتھا اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وارلیاً خاں صاحب کا تغافل یا قلت تدبر کا حیرت ناک مظاہرہ دیکھیئے کہ کس طرح یہ لکھ گئے ہیں۔ وہابیہ جس قدر قصص وواقعات وروایات اخبار حکایات علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیات قطعیہ کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں سب کا جواب دہن دوز متن سوز دو فقروں میں ہو گیا ہے خاں صاحب ہوش میں آکر فرمائیے کہ وہ کون سی آیات قطعیہ قرآنیہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان وما یکون کے علم پر پیش کی ہیں۔ لفظ کل اور لفظ ما کے عموم سے آپ کا استدلال خالص خیانت یا نری جہالت ہے جیسا کہ اسی کتاب میں باقرار خود خاں یہ مذکور ہوگا کہ کبھی استغراق حقیقی نہیں ہوتا بلکہ عرفی ہوتا ہے اور یہی مطلب حضرات مفسرین کرام کا ہے جیسا کہ یادلائل یہ بحث اپنے مقام پہ آرہی ہے۔

جواب:

سرفراز صاحب تغافل یا قلت تدبر کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی چور اپنے عیب اور گناہ کو چھپانے کے لیے شور مچادے کہ لوگو چور چور وہ چور۔ یہ آپ کی جہالت کا حیرت انگیز مظاہرہ ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کے استدلال کا جواب دینے سے عاجز آنے کے باوجود اپنے آپ کو کامیاب خیال کیے بیٹھے ہیں۔ کیا ونزلنا علیك الكتاب تبيانا لكل شئ ۔ نص قطعی نہیں کیا۔ ماکان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل لکل شئ نص قطعی نہیں کیا ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین قطعی نہیں کیا ما فرطنا فی الکتاب من شئ وغیرہ نص قطعی نہیں۔ یقیناً یہ نصوص قطعیہ ہیں مطلقاً قطعیت کا انکار تو کفر ہے۔

رہا یہ کہنا کہ لفظ کل اور ما کے عموم سے استدلال غلط ہے یا خیانت وجہالت ہے

کیونکہ کبھی استغراق حقیقی نہیں ہوتا ہے تو یہ بھی باطل و مردود اور جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ بلاشبہ استغراق عرفی بھی ہوتا ہے مگر کیا ہر جگہ عرفی ہوتا ہے نہیں۔ آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ عرفی کبھی کبھی ہوتا ہے۔

سرفراز صاحب درحقیقت ان آیات میں استغراق عرفی مان کر آپ نے ہمارا مدعا تسلیم کر لیا ہے۔ کیونکہ ہم بھی آپ کے بیے عرفی کے مفاد کو تسلیم کرتے ہیں۔ حقیقی استغراق کا مفاد تو غیر متناہی و غیر محدود علوم ہوتے ہیں۔ وہ تو ہم نے بھی نہیں مانیں وہ تو ذات باری کا خاصہ ہیں۔ مگر آپ کا عرفی مان کر ما کان و ما یکون کو نہ ماننا یا ما کان و ما یکون کو استغراق حقیقی کا مفاد سمجھنا انتہائی جہالت کا مظاہرہ ہے۔

سرفراز صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ ہم نے استغراق حقیقی مانا ہے۔ ہمارے اکابرین میں سے کسی ایک کی کسی کتاب سے آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ آیات و احادیث میں لفظ کل یا ما جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں استعمال ہوتا ہے وہ استغراق حقیقی کے لیے ہے ہم ابتدائی صفحات میں کافی وضاحت کر چکے ہیں۔ ہاں البتہ لفظ کل جہاں قرآن کریم کے حق میں آیا ہے۔ وہاں استغراق سے مراد استغراق حقیقی ہی ہے عرفی نہیں اور یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ قرآن کے علوم غیر متناہی ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں غیر متناہی علوم کی عقلی تخصیص کی جائے گی۔ اور اہل علم جانتے ہیں کہ تخصیص عقلی سے دلیل قطعیت سے خارج نہیں ہوتی۔ اور ظنی نہیں ہو جاتی۔ جیسا کہ حسامی نور الانوار توضیح۔ تلویح وغیرہ کتابوں میں مصرح ہے۔ اور آیات منقولہ بالا میں لفظ کل یا نکرہ تحت النفی جو وارد ہے وہ قرآن کے بارے میں ہے اور قرآن کے جمیع ما کان و ما یکون پر مشتمل ہوتے میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن تو غیر متناہی علوم کا ذخیرہ ہے اور ما کان و ما یکون کا علم متناہی ہے اور ظاہر ہے کہ متناہی غیر متناہی کا جز اور بعض ہوتا ہے۔

بتائیے سرفراز صاحب قرآن کے علوم غیر متناہی ہیں یا غیر متناہی۔ شق اول کی صورت میں دلائل پیش کریں اور شق ثانی کی صورت میں بھی دلائل دینا ہوں گے۔ مگر ان منقولہ آیات کے اندر لفظ کل اور نکرہ تحت النفی سے اگر استدلال کریں گے تو وہ آپ کے خلاف

ہو گا بلکہ جو بھی دلیل آپ دیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ آپ کی ہی کاٹ کرے گی۔

اعلیٰحضرت کا اقرار آپ کے لیے مفید نہیں اور ہمارے لیے مضر نہیں کیونکہ انہوں نے جہاں لفظ کل یا ما قرآن کے بارے میں وارد ہیں وہاں ہرگز ان کو استغراق عرفی کے لیے قرار نہیں دیا اور جہاں عرفی کے لیے مانا ہے وہاں ماننا ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ استغراق عرفی کا مفاد جزئی حقیقی نہیں بلکہ جزئی اضافی ہے جس کو کل کہنا بالکل حق و بجا ہے جس پر کافی بحث ابتدائی ابواب میں ہو چکی ہے اور پھر یہ کل بھی بالنسبۃ الی الخلق ہے نہ کہ بالنسبۃ الی اللہ تعالیٰ۔

کیا آپ یہ اقرار کرتے ہیں کہ استغراق عرفی کا مفاد جزئی حقیقی ہے اگر نہیں کرتے تو پھر بتائیے اس کا مفاد آخر ہے کیا اگر جزئی اضافی ہے تو کیا جزئی اضافی کو کل کہنا غلط ہے ہرگز نہیں جیسے انسان حیوان کی نسبت سے جزئی اضافی ہے مگر اپنے افراد کے لحاظ سے کلی ہے۔

اسی طرح اگرچہ اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت سے آپ کا علم قطعاً و یقیناً جزئی اضافی ہے۔ مگر مخلوق کی نسبت سے یہ کل ہے اور کیا آپ ما کان و ما یکون کے جمیع علوم کو غیر متناہی غیر محدود ثابت کر سکتے ہیں اگر کر سکتے ہیں تو دلائل پیش کیجئے۔ ناچیز نے ابتدائی صفحات میں اثبات دعویٰ کی بحث میں لفظ کل اور ما کے عموم و استغراق کے لیے اور احاطہ علی السبیل الافراد پر اصول فقہ کی پندرہ عبارات نقل کر کے اس کو خوب مبرہن کر دیا ہے۔ اور آگے سرفراز صاحب کی بحث کے جواب میں بھی بحث آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قارئین کرام سرفراز صاحب ص ۳۰۰ پر لکھتے ہیں کہ:

اور خاں صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل حق محض قصص و روایات و اخبار و حکایات ہی نہیں پیش کرتے بلکہ وہ تو صرف وہ قصص و اخبار و حکایات پیش کرتے ہیں جو قرآن کریم کی قطعی آیات سے ثابت ہیں اور وہ صحیح روایات پیش کرتے ہیں جن کا قدر مشترک متواتر ہے۔ اور ان کے خلاف ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے۔

جواب:۔ جی ہاں اہل حق۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔ منہ چھوٹا العدیات بڑی

اپنے منہ میاں مٹھو کہلانا آسان ہے سرفراز صاحب اہل اعتزال بھی اپنے آپ کو اہل العدل والتوحید کہلاتے تھے کیا وہ واقعی اہل عدل وتوحید تھے۔ ہر گمراہ فرقہ اپنے آپ کو اہل حق سمجھتا اور کہتا ہے۔ آپ نے کہہ دیا تو کیا فرق پڑتا ہے۔ چور خود تو چوری کا اعتراف نہیں کرتا نہ اپنے آپ کو کہتا و مانتا ہے۔ جناب نے جس قدر آیات واحادیث واخبار وقصص پیش کیے ہیں اُن میں قدر مشترک تواتر بھی مان لیں تو بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ ان سب میں نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی نفی ہے۔ اس لیے ہمیں مضر نہیں یا نفی ذاتی بلا واسطہ کی ہے یا نفی غیر متناہی قدیم کی ہے۔ اس لیے ہمارے ہرگز خلاف نہیں۔ ہے۔ جیسا کہ خوب واضح کر دیا گیا ہے اور نصوص قطعیہ سے ہم نے اپنا دعویٰ مبرہن کر دیا ہے۔ جس کے خلاف ان شاء اللہ تعالیٰ آپ نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث متواتر جس سے نزول قرآن کی تکمیل کے بعد ماکان وما یکون کی نفی ہوتی ہے بالغرض ایسی کوئی روایت متواترہ ہو تو اس کی تاویل عدم توجہ یا نسیان؟ ذلت سے کی جائے گی اور یہ امور ہرگز ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہیں۔

سرفراز صاحب اسی ص ۳۰۶، ۳۰۷ پر لکھتے ہیں کہ خاں صاحب جیسے فاسد عقیدہ رکھنے والے کسی غالی فرقہ کی شکایت امام سیوطی نے یوں کی ہے جس کو حضرت ملا علی قاری اس طرح نقل کرتے ہیں،

لکن ھؤلاء الغلاۃ عندھم ان علم رسول اللہ منطبق علی علم اللہ سواء بسواء فکل ما یعلمہ اللہ یعلمہ رسول اللہ واللہ تعالیٰ یقول ومِمَّنْ حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق (الیٰ ان قال) ومن اعتقد تسویتہ علم اللہ ورسولہ یکفر اجماعاً کما لا یخفی۔

(موضوعات کبیر ص ۱۱۹)

اس عبارت کو اہلسنت اور امام اہلسنت پر منطبق کرنا اور چسپاں کرنا سرفراز صاحب کی بددیانتی اور دجل فریب وکذب افتریٰ کا حیرت ناک مظاہرہ ہے اور باطل ومردود ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں امام سیوطی اور ملا علی قاری اُن غالیوں کی تردید ومذمت فرماتے ہیں جو خدا ورسول کے علم کو

بالکل مساوی اور برابر اعتقاد کرتے ہیں خود عبارت میں علم رسول کے علم ربانی پر انطباق اور ان کے علم کے تسویہ کی تصریح موجود ہے اور حکم تکفیر کی بنیاد بھی یہی تسویہ فی الکیفیت ہیں۔ اور ہم اعلیٰ حضرت کی الدولۃ المکیۃ اور علامہ کاظمی صاحب مدظلہ العالی کی تقریر منیر وغیرہ کتب اکابر سے دس حوالے پیش کر کے ثابت کر چکے ہیں کہ ہم اور ہمارے اکابر مساوات فی الکیفیت کو قطعاً کفر قرار دیتے ہیں اور مساوات الکمیۃ کو بھی غلط اور غیر صواب کہتے ہیں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ الدولت المکیۃ ہی سے سرفراز صاحب کو مساوات کے خلاف عبارات کیوں نظر نہیں آتیں۔ سرفراز صاحب تعصب اور بغض کی عینک اتار کر پڑھا کریں تاکہ آپ کو حق کی جھلک نظر آسکے۔ نظریہ مساوات علم کے خلاف بندہ نے اکابر کی دس عبارات ابتدائی صفحات میں نقل کر دی ہیں وہاں ملاحظہ کر لیں اور سرفراز صاحب کے حق میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ دیں۔

ضروری نوٹ کا جواب:

قارئین کرام ص ۲۳۰ پر سرفراز صاحب ضروری نوٹ کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ:

اس تسویہ سے مراد تسویہ فی الکیفیت نہیں کہ ذاتی اور عطائی کا دوراز کار جھگڑا شروع کر دیا جائے۔ بلکہ ظاہراً تسویہ فی المقدار فی الکمیۃ مراد ہے۔ جیسا کہ خود خاں صاحب کو اقرار ہے اور وہ لکھتے ہیں:

وان اراد مجرد التسویۃ فی المقدار کما ھو ظاھر کلامہ الخ الدولۃ المکیۃ ص ۱۲

اس کے بعد خاں صاحب نے آئیں بائیں شائیں کر کے بہت سی فضول باتیں لکھی ہیں جو اس قابل ہی نہیں کہ ان کی طرف التفات کیا جائے۔

جواب:

سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ اس تسویہ سے تسویہ فی الکیفیۃ مراد نہیں بلکہ اس سے ظاہراً تسویہ فی المقدار والکمیۃ مراد ہے بالکل جھوٹ بلکہ بہت بڑی بد دیانتی ہے اور کمال یہ ہے کہ اس کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف کر دی ہے اور الدولۃ المکیۃ کی عبارت ادھوری

یعنی صرف شرط کی عبارت نقل کی اور جزاء کی عبارت کو کوّے کا قورمہ سمجھ کر ہضم فرمالیا ہے اعلیٰ حضرت نے خود ایک سوال کیا۔ جب سیدی محمد بکری اور ان کے اتباع وغیرہ کا نظریہ مساوات فی العلم کا ہے۔ جیسا کہ علامہ عثماوی نے شرح صلاۃ سیداحمد بدوی کبیر میں علامہ عمر حلبی کے کلام سے نقل کیا ہے۔

اور علامہ عمر حلبی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ محمد بکری کا قول حق وصحیح ہے۔ (یعنی مساوات علم کا) تو اب اگر تو یہ کہے کہ کیا موضوعات میں یہ نہیں کہا کہ علم الہٰی اور علم رسول کی مساوات کا معتقد بالاجماع کافر ہے تو اس سوال پر قول سے اعلیٰ حضرت کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان اراد التسویۃ من کل وجھہ فنعم اذ یلزم قدم غیرہ تعالیٰ و غناۂ عنہ عزوجل کما عرفت مما ذکرنا من القرون ولا یمشی قول ھؤلاء الضرفاء لما سمعت من کلماتھم فھذا لا یقول بہ مسلم ولا من یقول بہ مسلم وان اراد مجرد التسویۃ فی المقدار کما ھو ظاھر کلامہ (الی ان قال) فلا وجھہ للاکفار فانہ لم یرد نص قط الخ (الدولۃ المکیۃ ص ۲۰۰)

یعنی اگر مساوات سے مراد من کل الوجوہ (ہر وجہ سے) مساوات ہے تو پھر یہ واقعی کفر ہے کیونکہ اس سے غیر خدا کا قدیم ہونا لازم آتا ہے اور غیر خدا کا ذات باری تعالیٰ سے مستغنی ہونا بھی لازم آتا ہے۔ جیسے تم نے پہچان لیا ہے۔ ہمارے بیان کردہ فرقوں سے اور ان عرفا کا قول اس سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ کیونکہ تم ان کے کلمات سن چکے ہو تو یہ قول نہ کوئی مسلمان کر سکتا ہے اور نہ ایسا قول کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے اور اگر مراد صرف مقدار میں ہے۔ جیسے ان کے کلام سے ظاہر ہے تو پھر تکفیر کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ عدم مساوات فی المقدار پر کوئی نص ہرگز وارد نہیں ہوگی۔

اس عبارت میں اعلیٰ حضرت نے موضوعات کی عبارت پر بحث کی ہے کہ اگر مساوات کلی ہے (ہر وجہ سے مساوات) تو بے شک کفر ہے کیونکہ ایسی صورت میں مساوات کمی وکیفی ہر لحاظ سے اور اس سے غیر اللہ کا قدیم اور ذات باری سے مستغنی ہونا لازم آتا ہے اور اگر

مراد صرف مقدار میں مساوات ہے تو پھر کفر نہیں اور تکفیر کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ عدم مساوات کمی پر کوئی نص وارد نہیں ہے۔ تاکہ اس نص کا انکار لازم آئے اور کفر قرار پائے۔ لیکن اسی الدولۃ المکیۃ میں قسم ثانی کے بیان میں نص فرمائی ہے کہ مساوات من کل الوجوہ کفر ہے اور مساوات فی المقدار باطل و غلط ہے۔

ہمارا مقصد یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ سرفراز صاحب نے صرف شرط کی عبارت الدولۃ المکیۃ سے نقل کی اور جزاء کی عبارت کو ہضم فرما گئے اور جھوٹ اور سفید جھوٹ یہ بولا کہ اعلیٰ حضرت کو اقرار ہے کہ اس تسویہ سے مراد مساوات کمی و کیفی دونوں ہیں۔ یہ آپ نے جھوٹ بولا ہے اور غلط بیانی کی ہے۔ صاف لفظ ہیں کہ ان اراد مجرد التسویۃ فی المقدار الخ ان الفاظ میں صرف مساوات کمی کا ذکر صاف موجود ہے ہاں یہ ٹھیک ہے کہ اگر کوئی دونوں قسم کی مساوات کا قائل ہے تو یقیناً کفر لازم ہے۔

نوٹ و سرفراز صاحب کا فرار

نوٹ:

لزوم کفر سے کفر نہیں ہوتا۔ التزام کفر کفر ہے اور جو لوگ مساوات فی المقدار کے قائل ہیں اُن کی تکفیر جائز نہیں ہے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ انہوں نے اس کا التزام کر لیا تھا کما لا یخفی علی اھل النھی۔

اس بحث سے ثابت ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کی عبارت کو نقل کرنے میں سرفراز صاحب نے بد دیانتی اور خیانت اور دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے۔

پانچواں اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب صٹ۳۰ پہ لکھتے ہیں کہ:

وخانصاحب صاحب کا دعویٰ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول جمیع قرآن کریم کے وقت سب ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوا تھا پہلے نہ تھا۔ پھر خاں صاحب نے تبیاناً لکل شئی وغیرہ آیات سے (جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں) کیوں ہر صغیرہ و کبیرہ اور رطب و یابس وغیرہ کا ثبوت فراہم کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور خواہ مخواہ لوگوں کو مغالطہ دے کر

اپنے تجاہل و تغافل کا ثبوت دیا ہے۔ خاں صاحب جس وقت کا دعویٰ ہے اُس وقت کے مطابق دلیل بھی درکار ہے اس کو کوئی عقلمند نہیں باور کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تو حاصل ہو آخری وقت میں اور دلائل پیش کیے جائیں۔ مکی زندگی کے اور جنگ بدر کے کہ:

ھٰذا مصرع فلان غدًا انشاء اللہ۔

جواب:

گذشتہ صفحات میں اس کے تفصیلی جوابات دے دیئے گئے ہیں۔ غور کریں البتہ یہاں یہ بتا نا ضروری ہے کہ سرفراز صاحب ایک غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں یا پھر عمداً تجاہل سے کام چلانے کی ناکام کوشش میں سرگرداں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مطلق علم غیب کا حصول جمیع قرآن کے نزول کی تکمیل پر منحصر نہیں بلکہ علم ماکان و مایکون اس پر منحصر و موقوف ہے اور مطلق علم غیب علم ماکان و مایکون کا فرق واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ مطلق علم غیب کا اطلاق بعض پر بھی ہوتا ہے اور کل پر بھی یا کلی پر بھی مگر ماکان و مایکون کلی ہے اس لیے آخری وقت پر علم ماکان و مایکون کا حصول منحصر ہے نہ مطلق علم غیب تو نزول کی تکمیل سے پہلے بھی تھا کیونکہ ماکان و مایکون کے علم کا حصول تدریجی ہے۔ مطلقاً غیب کا نہیں باقی امور کے جوابات پہلے دیئے جا چکے ہیں۔ اس لیے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے ھٰذا مصرع فلان کو ماکان و مایکون کے حصول کی دلیل نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ علم ما فی الغد کی دلیل بنایا جاتا ہے۔

ص ۲۰۸ پر لکھتے ہیں۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ آپ کو نزول جمیع قرآن کے وقت ماکان و مایکون کا علم عطا ہوا تھا اور دلیل یہ پیش کی جائے کہ لفظ النبی کا معنی ہے غیب داں اس لحاظ سے جس دن نبوت عطا ہوئی تھی اُسی دن سے آپ کے لیے کلی غیب کا دعویٰ کرنا چاہیئے۔

امام قسطلانی شارح بخاری مواہب الدنیہ میں فرماتے ہیں نبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب یعنی نبوت نام ہے غیب پر (مطلق غیب) مطلع ہونے کے بعد مطلق علم غیب فی بالنبوت کے مفہوم میں شامل ہے۔ جمیع ماکان و مایکون کا کلی علم غیب نبی بالنبوت کے مفہوم میں ہرگز شامل نہیں ہے مطلق الشئی بتحقق الشئی بتحقق فرما دینا یعنی مطلق شئی ایک فرد کے تحقق سے بھی

متحقق ہو جاتی ہے البتہ الشیٔ المطلق کا تحقق تمام اور جمیع افراد کے تحقق پر موقوف ہے جب تک ہر ہر فرد متحقق نہ ہو جائے اس کا متحقق نہیں ہوتا اور ایسا علم ذات باری کا خاصہ ہے اور ماکان ومایکون کا جمیع علم بھی العلم المطلق یا الغیب المطلق کا بعض ہے۔ ثابت ہو گیا کہ نبی کے مفہوم میں ہمارے نزدیک مطلق علم غیب شامل ہے نہ کہ العلم الغیب المطلق یا الغیب المطلق۔

اسی مقام پر سرفراز صاحب اتمام البرہان ص ۲۸، ۲۹ پر تسلیم کرتے ہیں کہ بلکہ خود ازالہ کے صفحہ ادہیں بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ایک ہے الغیب المطلق اور ایک ہے مطلق الغیب۔ بالفاظ دیگر ایک ہے الشیٔ المطلق اور ایک ہے مطلق الشیٔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مطلق الشیٔ کا تحقق تو ایک فرد کے متحقق سے بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن الشیٔ المطلق عام ہے وہ اپنے جملہ افراد کے ایک ایک فرد کے لیے عام ہے اس کا تحقق کسی ایک فرد کے لیے تحقق سے پورا نہیں ہوتا اس کا متحقق جبھی ہوگا جب اس تمام افراد متحقق ہو جائیں۔

قارئین کرام سرفراز صاحب نے اس عبارت میں ہمارے موقف کو تسلیم کر لیا ہے اور اپنے عجز کا اقرار کر لیا ہے اور ہماری ہی بات کی تائید کر دی ہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ البتہ ایک بے ہودہ پھریری لگائی ہے اتمام البرہان میں کہ کلی غیب کے جملہ کے ساتھ جو لفظ مطلق بولا جاتا ہے اس سے الغیب المطلق مراد ہوتی ہے یا مطلق الغیب۔ سرفراز صاحب کا یہ کہنا جہالت کی واضح دلیل ہے۔ بلکہ عجز کی علامت ہے۔ یہاں سرفراز نے جواب نہیں دیا بلکہ جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔

کیونکہ زیر بحث یہ ہے کہ نبی کے مفہوم میں جمیع ماکان ومایکون کا کلی علم داخل ہے یا مطلق علم غیب یہ زیر بحث نہیں کہ جب کلی غیب کے جملہ کے ساتھ مطلق بولا جائے تو مراد الغیب المطلق ہے یا مطلق الغیب۔

علاوہ ازیں یہ کہ کلی غیب کے ساتھ مطلق بولنے کی آخر ضرورت کب ہوتی ہے۔ یہ سرفراز صاحب کا مفروضہ ہے۔

قارئین کرام سرفراز صاحب اتمام البرہان ص ۲۹، ۳۰ پر علامہ سعیدی صاحب کی گرفت

سے عاجز آ کر اپنے عجز کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یہاں مطلق غیب سے مطلق الغیب مراد نہیں جس کا تحقق کسی ایک فرد کے تحقق سے ہو جاتا ہے اور جو امور غیبیہ کو بھی شامل ہے بلکہ یہاں الغیب المطلق کے معنی میں ہے جو کل غیب کے معنی میں ہے اور یہ امور غیبیہ کے مدمقابل ہے۔ اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔

جواب:

سعیدی صاحب نے گرفت یہ کی تھی کہ تم نے مطلق غیب کی نفی کی ہے کیا آپ کے نزدیک مطلق غیب اور بعض امور غیبیہ کے مابین منافات ہے تو اس کا جواب سرفراز صاحب سے نہ بن سکا اور ان شاء اللہ العزیز قیامت تک نہ بن سکے گا۔ البتہ ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود کے مصداق اپنے آپ کو ثابت کرتے ہوئے انتہائی جاہلانہ بات لکھ گئے کہ مطلق غیب سے مطلق الغیب مراد نہیں بلکہ مطلق الغیب الغیب المطلق کے معنی میں ہے خود لکھ چکا ہے کہ مطلق الغیب اور الغیب المطلق میں فرق ہے۔ ۲۹ پہ ابن قیم کی جرائع الفوائد کے حوالے سے الامر المطلق اور مطلق الامر کو الگ الگ چیزیں قرار دیتا ہے الشئ المطلق اور مطلق الشئ کی طرح مگر یہاں حق و صداقت کو قبول کرنے کی بجائے تو اس باختہ ہو کر مطلق غیب کو الغیب المطلق کے معنی میں لے رہا ہے یعنی ایک غلطی یہ کہ مطلق غیب اور مطلق الغیب (جو ایک ہی چیز ہیں) کو ایک دوسرے کا غیر بتاتا ہے اور مطلق غیب کو الغیب المطلق کے معنیٰ میں لیا ہے۔ حالانکہ مطلق غیب اور الغیب المطلق قطعاً ایک دوسرے کا غیر ہیں یعنی جن کے درمیان تغایر تھا یا فرق تھا ان کو ایک بنا دیا اور جن کے درمیان تغایر یا فرق نہ تھا ان کو ایک دوسرے کا غیر دکھا دیا۔ سچ ہے

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حواس باختگی کا انجام یہی ہوتا ہے۔ سرفراز صاحب کی حواس باختگی اور عجز سے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔

قارئین کرام اس بحث میں سرفراز صاحب ایسے الجھے ہیں کہ کبھی بھی ان شاء اللہ نہیں

نہیں نکل سکیں گے۔ سرفراز ص ۲۹ پر تو لکھتے ہیں کہ یہاں مطلق غیب سے مراد مطلق الغیب نہیں مگر اتمام البرہان ہی کے ص ۳۳ پر آخری دو سطروں میں لکھتے ہیں کہ اور پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مطلق الغیب آپ کو پہلی وحی کے ساتھ ہی حاصل تھا۔ کیوں جناب جب یہ مطلق الغیب پہلی وحی کے ساتھ ہی حاصل تھا تو پھر نبی یا نبوت کے مفہوم میں مطلق الغیب کے شامل ہونے سے کیا مانع ہے۔ سرفراز صاحب کا الغیب المطلق کو ما کان و ما یکون کا مفصل اور کلی علم قرار دینا بھی مبنی بر جہالت ہے۔

اور اس کا مفاد غیر متناہی ہوتا ہے۔ متناہی نہیں ہوتا اور جمیع ما کان و ما یکون متناہی ہے غیر متناہی نہیں کیونکہ محصور بین الحاصرین ہے اور جو محصور بین الحاصرین ہو وہ متناہی ہوتا ہے۔ غیر متناہی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا سرفراز صاحب کا الغیب المطلق کی ما کان و ما یکون کا کلی علم ان کے برعکس قرار دینا باطل و مردود ہے۔

جواب:

قارئین کرام اہلسنت کے اکابرین میں سے کسی نے دعویٰ مذکورہ پہ لفظ نبی سے استدلال ہرگز نہیں کیا۔ البتہ لفظ نبی سے غیب کے مطلق علم پہ استدلال کرنا غلط نہیں ہے۔ چنانچہ سرفراز صاحب خود ازالہ کے ص ۱۰۱ پہ تہافۃ الفلاسفہ لابن رشد ص ۲۱۲ سے نقل کرتے ہیں:

یسمی النبی نبیا الذی ہو الاعلام بالغیوب الخ

اور تہافۃ الفلاسفہ للغزالی ص ۱۷ سے نقل کرتے ہیں:

بما تنکرون علی من یقول ان النبی یعرف الغیب بتعریف اللہ عزوجل علی سبیل الابتداء الخ

ان دونوں عبارات سے واضح ہے کہ نبی کا معنی ہے غیب دان یا مطلع علی الغیب اور جو غیب پر مطلع ہوگا اس کو لازماً غیب کا علم ہوگا۔ یہ عبارات تو سرفراز صاحب نے خود نقل کی ہیں۔ ان سے واضح ہے کہ لفظ نبی کو کسی نے جمیع ما کان و ما یکون کی دلیل نہیں

بنایا اہلسنت سے۔ ور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو ہم اس کے مقلد نہیں۔ مقلد تو صرف امام صاحب کے ہیں۔ جو بات غلط ہے وہ خواہ کسی کی ہو گی وہ غلط ہی ہو گی۔ اور نہ ایسے آدمی کا قول ہمارے لیے حجت ہو سکتا ہے لغط بنی سے مطلقاً علم غیب کے حصول پر استدلال حق ہے۔ ماکان وما یکون پر غلط ہے۔ ثابت ہوا کہ سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بے موقعہ اور بے محل ہے۔ امام قسطلانی۔

قارئین کرام ص ۳۰۸ پر ہی لکھتے ہیں کہ:

چنانچہ دیکھیے وہ خاں صاحب بریلی سے بولے تھے اور یہ مولوی محمد عمر صاحب اچھرہ سے بول رہے ہیں دونوں کو خدا نے موزوں ومناسب جگہیں دی ہیں بریلی کا پاگل خانہ بھی مشہور ہے اور اچھرہ کا پاگل خانہ بھی ملک میں کم شہرہ نہیں رکھتا مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ بھلا خدا کے کاموں میں کسی کو دخل ہے جیسے عقیدے ویسے بندے الخ۔

جواب:

ان الناء یترشح بما فیہ برتن میں جو ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے۔ سرفراز صاحب کیا علماء کی یہی شان ہوتی ہے جس کا آپ نے مظاہرہ کیا۔ کیا یہ انداز گفتگو شریفانہ اور مولیانہ اور عالمانہ ہے۔ ہو سکتا ہے دیو بند سے تعلق رکھنے والے اور دیو بند ماڈل کے عقائد خبیثہ کے حامل لوگوں کی تہذیب کا انداز یہ ہو کسی شریف کی گفتگو کا انداز ایسا نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ مولوی اور عالم کہلانے والوں کا ایسا ہو۔

سرفراز صاحب پاگل خانہ جہاں ہوتا ہے وہ اُسی جگہ کے لوگوں کے لیے نہیں ہوتا بلکہ دور دراز کے پاگلوں کو بھی وہاں لایا جاتا ہے کیا لاہور کا مشہور پاگل خانہ صرف لاہوریوں کے لیے ہے۔ نہیں جناب گوجرانوالہ سے آپ جیسے پاگلوں کو بھی وہاں ہی داخل کیا جائے گا۔ اگر واقعی عرفی پاگل ہوں تو۔ مگر آپ مذہبی پاگلوں میں سے ہیں اور کیوں نہ ہوں نسبت بھی تو دیو بند سے ہے اور کسی نے حروف دیو بند کی حقیقت واصلیت پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ د۔ ی۔ و۔ ب۔ ن۔ د۔ ان حروف

دغا کی دال ہے یاجوج کی ہے ی اس میں
وطن فروشی کا واؤ بدی کی ب اس میں
جو اس کے نون میں نار جحیم غلطاں ہے
تو اس کی دال سے دہقانیت نمایاں ہے
ملے یہ حرف تو بے چارہ دیوبند بنا
بُرے خمیر سے یہ شہر ناپسند بنا

بحوالہ ماہ نامہ تجلی دیوبند فروری ۱۹۵۷ء کیوں جناب اب طبیعت صاف ہوگئی یا نہیں۔ مزاج درست ہوا یا نہیں۔ مزید کسی ٹیکہ یا انجکشن کی ضرورت ہے یا مکمل اپریشن کی ضرورت پڑے گی۔

سرفراز صاحب کے لغوی معنیٰ ہی کسی لغت کی کتاب میں ملاحظہ کر لیتے اور غور فرماتے کہ دیو کس کو کہتے ہیں اور بند کا کیا مطلب ہے دیو (شیطان) کا گھر جی ہاں۔ آپ کو اس سے نسبت حاصل ہے۔ ہوئے یونہی خوش نصیب۔ سرفراز صاحب بندہ کا مشورہ قبول کریں اور اس منحوس نام کو تبدیل کرنے کے لیے تحریک شروع کریں۔ حدیث میں بُرے نام بدلنے کا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کئی نام تبدیل کیے تھے۔

رہی عقیدے کی بات تو رہنے دیجئے سب کو معلوم ہے کہ دیوبند والوں کا عقیدہ امکان کذب باری سے متعلق کیا ہے۔ جہاں سے پاک ہونے کے متعلق کیا ہے انبیاء و اولیاء کرام کی عظمت سے متعلق کیا ہے۔ کیوں ایسے گندے اور گھناؤنے عقائد نہ ہوں جب تعلق اور نسبت شیطان کے گھر سے ہو ایسی صورت میں اچھے پاکیزہ عقائد کی توقع واقعی عبث ہے۔ سچ ہے۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

قارئین کرام مولانا محمد عمر صاحب مرحوم نے لا تعلمهم نحن نعلمهم کا ایک جواب یہ دیا تھا کہ اس آیت میں علم کی نفی نہیں بلکہ بطور محاورہ یہ کہا ہے خدا نے کہ تم نہیں

جانتے ان کو ہم جانتے ہیں ان کو۔ لعنی وغیرہ دوست دوست سے یہ بات کہتا ہے۔ دشمن کے بارے میں اس سے مراد نفی نہیں ہوتی اور اس کا قرینہ مولانا نے یہ بتایا ہے۔ کہ اسی آیت میں ہے۔ بعد میں کہ سنعذبھم مرتین اس پر سرفراز صاحب اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں :

الجواب :

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب قرآن کریم کی خالص تحریف اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر سفید جھوٹ اور صریح بہتان ہے اور بالکل باطل و مردود ہے۔

اولاً اس لیے کہ آپ نے قرآن کریم کی آیت اس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر میں متعدد حضرات مفسرین کرام کے اقوال ملاحظہ کر لیے ہیں ان میں سے کسی کو یہ میاد کر اجتہاد نہ سوجھا۔ نہ معلوم مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کتب تفاسیر کی ورق گردانی کر لیجیے کوئی ایک معتبر و مستند مفسر بھی آپ کو ایسا نہ ملے گا جس نے ایسی تحریف کی ہو۔ الخ

جواب :-

ناظرین کرام سرفراز صاحب پر قرآن کریم کی تحریف معنوی کا بھوت ایسا سوار ہوا ہے کہ ان کو ہر کوئی تحریف کرتا نظر آتا ہے ان کا اپنا کوئی قصور نہیں یہ تو اس بھوت کے کے اثرات سے مجبور ہیں۔ ان کو تاویل بھی تحریف نظر آتی ہے۔ سرفراز صاحب کیا تاویل اور تفسیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ تفسیر کے لیے نقل روایت ضروری ہے مگر تاویل کے لیے نقل ضروری نہیں۔ مولانا محمد عمر صاحب اور مفتی صاحب نے جو بات کہی ہے کہیں بھی اس کو تفسیر نہیں کہا اور یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ تفسیر ہے انہوں نے ایک تاویل پیش کی اور اس پہ سنعذبھم مرتین آیت کریمہ کے جملے کو قرینہ متعالیہ بنایا ہے۔ اس لیے آپ کا یہ کہنا کہ یہ کسی معتبر و مستند مفسر نے نہیں لکھا۔ لہٰذا قابل قبول نہیں اور غلط ہے۔ بجائے خود باطل و مردود ہے۔

کیا خاتم النبیین کا معنیٰ نبی بالذات اور موت نبی کا معنیٰ استتار روح زیر پردہ

یا قلب میں سمٹ جاتا یہ معانی اور یہ تاویلات کسی معتبر و مستند تفسیر میں دکھا سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں کیا ان کو بھی تحریف کا شاہکار قرار دیں گے۔ بالتفسیر قرآن یا تاویل سرفراز صاحب تاویل پر نقل پیش کرنا ضروری نہیں ہے۔

تاویل اور تفسیر کے فرق کو ملحوظ رکھیئے گا سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

ثانیاً یہ جتنے حضرات مفسرین کرام ہیں (جن کا ذکر ہو چکا ہے) وہ تو اس آیت کریمہ کا یہی مطلب بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا نفاق اور ان کا باطن معلوم نہ تھا اور مولوی محمد عمر صاحب کہتے ہیں کہ ایسے الفاظ آپ کی نسبت نکالنا کفر ہے۔ کیا مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک یہ سب حضرات مفسرین کرام کافر ٹھہرے الخ۔

جواب:

مفسرین کرام کے فرامین سر آنکھوں پر مگر اس سے ہمارے مدعیٰ کی نفی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ وضاحت گزر چکی ہے اور مفسرین پر کفر لازم نہیں آتا۔ کیونکہ مفسرین کے اور وہابیہ دیوبندیہ کے اقوال میں فرق ہے وہ ہرگز گستاخی کا لہجہ اختیار نہیں کرتے اور ان کے ہاں گستاخی کے الفاظ کا استعمال روزمرہ کا معمول ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ لزوم کفر میں اور التزام کفر میں بھی فرق ہے۔ کافر ٹھہرنے کا تحقق التزام کفر کی صورت میں ہوگا۔ لزوم کفر کی صورت میں نہ ہوگا۔ اس لیے یہ اعتراض بھی مبنی بر جہالت ہے۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

ثالثاً مولوی محمد عمر صاحب کہتے ہیں فترى الذين في قلوبهم مرض سے نفاق کی رویت ثابت ہے اگر علم نہ ہوتا تو ترٰی سے آپ کو کیوں مخاطب کیا جاتا۔ یہ مولوی صاحب کی جہالت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ فترٰی کا مفعول الذین ہے فی قلوبهم نہیں ہے منافقوں کو اور ان کے ظاہری طور پر اہل کتاب سے میل جول کا دیکھنا اور دلوں کا دیکھنا کہاں۔

جواب:

سرفراز صاحب آیت کا ترجمہ صاف ہے اور واضح ہے کہ اے نبی تم دیکھ رہے ہو

اُن کو جن کے دلوں میں بیماری ہے (نفاق) ہے یعنی تم منافقوں کو دیکھ رہے ہو۔ یہ جملہ بتاتا ہے کہ آپ اُن کے نفاق کو دیکھ رہے تھے لا تعلمهم نحن نعلمهم میں علم سے مراد سزا دینا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ جیسے علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی جلد دوم ص ۱۰ پر فرماتے ہیں :

ان المراد به الجزاء ای نجازی الطائع و العاصی وکثیراً ما یفتح التهدیلا فی القرآن بالعلم یعنی اِلَّا لِنَعْلَمَ من یتبع الرسول الاٰیة۔

اس میں علم سے مراد جزاء دینا ہے فرماں بردار اور نافرمان کو اور کلام پاک میں کثرت سے علم کو ڈرانے اور سزا دینے معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس توجہ کی بنا پر معنٰی یہ ہوگا کہ تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ باغیوں مجرموں کے متعلق تہدیدًا کہا جائے تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم ان کو سزا دیں گے اور نحن تعلمهم کے بعد اس کا قرینہ متقالیہ بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ فرمایا سنعذبهم مرتین اور یہ تاویل ہے قرینہ کی روشنی میں۔ علاوہ ازیں یہ کہ اگر علم کی ہی نفی قرار دی جائے تو بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس نفی کے بعد علم عطا کر دیا گیا تھا۔ جس کا ثبوت دوسری آیت کریمہ ولتعرفنهم فی لحن القول میں ہے کہ تم پہچان لو گے ان کو اندازِ گفتگو سے پہچاننا اس آیت سے ثابت ہے اور پہچاننا علم کو مستلزم ہے اس آیت میں لام تاکید کا نونِ ثقلیہ برائے تاکید ہیں۔ پہچاننے کو تاکید در تاکید سے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی خدا یہ فرماتا ہے کہ تم ان کو ضرور بضرور پہچان لو گے۔ یہ بات عجیب ہے کہ حضور منافقوں کو ضرور پہچان لیں گے لیکن علم تادمِ آخر نہ ہوگا۔ منافقین کی معرفت و پہچان کا اقرار نہ کریں تو آیت کا انکار لازم آتا ہے اور پہچان و معرفت کا اقرار کریں تو پھر اس کے اقرار کے بعد علم کا انکار حیرت ناک جہالت کا مظاہرہ ہے اس لیے یہ ماننا ضروری ہے مومن ہونے کے لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ نے وصال سے قبل منافقین کے نفاق و دیگر حالات کا علم عطا کر دیا تھا۔ مگر سرفراز صاحب نے بلا سے ان کو تو صرف نبی علیہ السلام کے کمالِ علمی سے بیر ہے۔ ایمان جاتا ہے تو جائے۔

مگر کمالات نبوت و رسالت کی نفی کا جو ٹھیکہ لے رکھا ہے اس میں فرق نہ آئے علم نبوت کے کمال کا انکار منافق کرتے تھے۔ بلکہ علم غیب کا انکار بھی وہی کرتے تھے۔ سرفراز کا قارورہ بھی شاید انہی سے ملتا ہے۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں ص ۱۰۳ پہ کہ:

مفتی صاحب نے جو کچھ اس آیت کے جواب میں کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت ولتعرفنهم فی لحن القول سے منسوخ ہے جیسے تفسیر جمل سے اس کے تحت لکھا ہے۔ عینی شرح بخاری جلد ۴ ص ۲۲۱ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور فرمایا اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے۔

شرح شفاء ملا علی قاری جلد اول ص ۲۱۴ میں ہے کہ:

ابن عباس سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں۔

الجواب:

مفتی صاحب کی یہ سب باتیں ہرگز جواب نہیں بن سکتیں۔

اولاً اس لیے کہ سورۃ توبہ قرآن کریم کی آخری سورۃ ہے اور یہ لا تعلمہم اسی میں ہے اور تمام مفسرین کرام یہی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافق لوگوں کا علم نہ تھا۔ کیونکہ یہ اس نص قطعی سے ثابت ہے۔ لہٰذا متقدم سے متاخر کا منسوخ ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

جواب:

سرفراز صاحب کا یہ جواب باطل و مردود ہے اولاً اس لیے کہ سورۃ کے آخری ہونے سے اس آیت کا آخری ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ پہلے بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔ مگر اعادہ مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے تو گذارش یہ ہے سرفراز کا یہ ادعاء کہ لا تعلمہم نحن نعلمہم متاخر ہے اور ولتعرفنهم فی لحن القول۔

متقدم ہے محض ادعا مردود و باطل ہے کیونکہ سرفراز اپنے اس دعویٰ پر ہرگز کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے۔ سرفراز صاحب یہ کس نے کہا ہے اور کہاں لکھا ہے کہ تعلمہم والی آیت نزول کے لحاظ سے ولتعرفنهم فی لحن القول سے متأخر ہے اس پر سرفراز صاحب ہرگز کسی تفسیر کا ہرگز حوالہ پیش نہیں کر سکے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہرگز پیش بھی نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ عند التحقیق سورہ محمد بھی مدنی ہے۔ مکی نہیں۔ چنانچہ جلالین شریف میں لکھا ہے۔ سورہ القتال مدنیۃ یعنی سورۃ محمد مدنی ہے اور شبیر احمد عثمانی بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکے چنانچہ وہ بھی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سورہ (قتال) محمد مدنی ہے۔

اور بعض مفسرین کرام کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ سورہ محمد کی آیات حجۃ الوداع سے واپس ہونے کے بعد بھی نازل ہوتی رہی ہیں۔ جب یہ امر واقعہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں تو بعید نہیں کہ سورہ محمد کی آیت ولتعرفنهم فی لحن القول سورہ توبہ کی آیت لا تعلمهم نحن نعلمهم سے متأخر ہو کر خصوصاً جبکہ اس امر کی تائید میں تفسیر جمل اور کرخی کی شہادت بھی موجود ہے اور سرفراز صاحب کے قول کی تائید میں جمل جیسی بھی کسی تفسیر کا حوالہ موجود نہیں ہے۔

مزید یہ کہ سورۃ توبہ کے آخری سورۃ ہونے سے یہ کیونکہ لازم آیا کہ بقیہ تمام سورتوں کا نزول سورہ توبہ سے پہلے پورا ہو چکا تھا۔ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ ایک ہی وقت میں کئی کئی سورتوں کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں اور تفاسیر سے ثابت ہے کہ سورۃ توبہ کے شروع ہونے کے بعد بعض ایسی صورتوں کی آیات نازل ہوئیں۔ جن کا آغاز سورۃ توبہ سے پہلے ہوا تھا۔

چنانچہ علامہ بیضاوی واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله کے متعلق فرماتے ہیں:
قال ابن عباس وهذه اٰخر اٰیته نزل بها جبریل الخ

یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن کی آخری آیت ہے۔

اور جلالین میں علامہ سیوطی الیوم اکملت لکم دینکم الاٰیۃ کے متعلق لکھتے ہیں:

ای آیۃ حلال اوحرام وھذا لاینافی انہ نزل بعدھا آیۃ وھو قولہ تعالیٰ واتقوا یومًا الآیۃ۔

ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ سورۃ توبہ کا مجموعی لحاظ سے آخری ہونا کسی اور سورۃ کی کسی آیت کے آخری ہونے کے منافی نہیں ہے۔ ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ سورۃ مائدہ اور سورۃ البقرہ کی آیتیں سورہ توبہ کے مکمل ہونے کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔ کیونکہ ان کو قرآن کی آخری آیات میں شامل کیا گیا ہے۔ یونہی سورہ قتال (محمد) کی آیت ولتعرفنھم فی لحن القول کا لا تعلمھم نحن نعلمھم سے مؤخر ہونا ہرگز مستبعد نہیں ہے بلکہ حق وصواب یہی ہے کیونکہ جمل اور کرخی کے حوالوں سے اسی کی تائید ہوتی ہے اور اس کے خلاف سرفراز صاحب نے کوئی حوالہ نقل نہیں کیا اس لیے سرفراز صاحب کا لا تعلمھم کو مؤخر قرار دینا بالکل باطل ومردود ہے اور بلادلیل بھی ہے

ثانیاً اس لیے کہ اصولی طور پر یہ اعتراض مفتی صاحب پر نہیں بلکہ علامہ سلیمان الجمل پر ہے کیونکہ مفتی صاحب نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی بلکہ تفسیر جمل کے حوالے سے کہی ہے اپنا تو ایک حرف بھی نہیں ہے۔

ثالثاً مفتی صاحب ناقل ہیں اور ناقل سے صرف تصحیح نقل کا مطالبہ ہو سکتا ہے منقول پر جرح کے جواب کی ذمہ داری ناقل پر نہیں ہوتی۔ چنانچہ رشیدیہ میں ص ۱۳، ۱۴ میں ہے، والنقل ھو الاتیان بقول الغیر علی ما ھو علیہ بحسب المعنی مظھرا انہ قول الغیر الی ان قال واما الاتیان بقول الغیر علی وجہ لا یظھر منہ انہ قول الغیر لا صریحًا ولا ضمنًا ولا کنایۃً ولا اشارۃً فھو اقتباس والمقتبس مدع فی اصلاحھم ثم اعلم ان انہ بعد ما نقل احد المتخاصمین قولًا ان کان صحتہ وکونہ مطلقًا للواقع معلومۃ للآخر فلا یصح طلب تصحیحہ فانہ مع اسلم بذالک لو طلب تصحیحہ کان مکابرًا او مجادلًا۔

اس عبارت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر ناقل یہ ظاہر نہیں کرتا کسی طرح بھی کہ یہ غیر کا قول ہے تو پھر اس کو مقتبس (اقتباس پیش کرنے والا) کہا جاتا ہے اور مقتبس ان کے نزدیک

(علم مناظرہ والوں کے) مدعی کہلاتا ہے۔ یعنی ان کی اصطلاح میں اور دلیل دینا اور دلیل پر جرح کے جواب کی ذمہ داری مدعی پر عائد ہوتی ہے اور جو ناقل ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ یہ فلاں کا قول ہے وہ تو چونکہ محض ناقل ہے (مدعی نہیں) اس لیے اس پر جرح کے جواب کی ذمہ داری ڈالنا اصولاً غلط ہے۔ اس سے صرف تصحیح نقل کا مطالبہ ہو سکتا ہے اور بس سرفراز صاحب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ یا تو مفتی صاحب کے نقل کردہ حوالے کو تسلیم کرتے اور یا پھر اس کا اپنی طرف سے کوئی صحیح محمل بتاتے۔ چنانچہ خود سرفراز صاحب راہ جنت کے مؤلف سے یوں مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ مفتی صاحب آپ نے انتہائی شرمناک خیانت سے کام لیا ہے۔ آپ کا فرض تھا کہ راہ جنت میں میرے درج کردہ حوالے ذکر کرتے یا بصورت دیگر ان عبارات کا صحیح محمل بیان کرتے ہوئے کہ ان کا مطلب تو یہ ہے باب جنت ص۳۱۔

قارئین کرام اس عبارت میں سرفراز صاحب نے مؤلف راہ جنت سے جو مطالبہ کیا ہے ہم نے بھی بعینہٖ وہی مطالبہ دہرایا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ سرفراز صاحب اس کا کیا جواب دیتے سرفراز صاحب مفتی صاحب نے جو حوالہ پیش کیا تھا۔ آپ نے اس کی توجیہ پیش کی ہے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ جمل معتبر نہیں ہے۔ اس مقام پر یہ نہیں کہہ دینے سے کام نہ چلائیے۔ جس عبارت کا جواب نہیں بنتا کہہ دیتے ہیں یہ معتبر نہیں ہے۔ جناب یہ صرف جمل کی ہی بات نہیں۔ کرخی بھی یہی کہتے ہیں۔ جمل کی اصل عبارت یہ ہے:

فان قلت کیف نفی عنہ علمہ بحال المنافقین فہہنا و اثبت فی قولہ و لتعرفنہم فی لحن القول فالجواب انہ اٰیۃ النفی نزلت قبل اٰیۃ الاثبات فلا تنافی کرخی۔

اس عبارت میں صاف اور صریح نص موجود ہے کہ نفی کی آیت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ یہ بات کرخی نے بھی فرمائی ہے۔

سا بعًا دیابنہ کے اپنے شیخ الاسلام نے بھی و لتعرفنہم فی لحن القول کی تفسیر کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ باری تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ السلام کو منافقین کے تفصیلی حالات سے علی سبیل الیقین خبردار کر دیا تھا۔

خامسًا اگر بالفرض آیتہ سے علم عطائی کی نفی تسلیم بھی کر لی جائے تو بھی یہیں

مضر نہیں کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل تک اس علم کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ خود سرفراز صاحب بھی یہ نہیں کہتے کہ یہ آیت سارے قرآن کی آخری آیت ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت آخری سورۃ توبہ کی ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ آخری سورۃ کی آیت ہونا تمام آیات سے آخری ہونے کو ہرگز مستلزم نہیں ہے۔ وہوا المطلوب۔

اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ جمل کی غیر معتبر تفسیر کو لے کر معتبر اور صحیح روایات کو رد نہیں کیا جا سکتا تو جواباً گزارش ہے کہ اگر بغور دیکھا جائے تو جمل کے قول اور دیگر مفسرین کرام کے اقوال میں ہرگز تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ جمل کا کہنا ہے کہ جب تک علم دیا نہیں گیا تو ان کی نفی کی گئی ہے۔ اور جب دے دیا گیا تو اثبات کر دیا گیا ہے۔ نفی عطاء کرنے سے پہلے کی ہے اور اثبات عطاء کے بعد کا ہے اس لیے کوئی تضاد و منافی نہیں ہے۔ سرفراز صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں جتنی عبارتیں مفسرین کرام کی نقل کی ہیں ابن کثیر اور روح المعانی سے ان عبارات سے ہرگز تا دم وصال منافقین کے نفاق کے علم کی نفی پر دلالت کرنے والا ایک لفظ بھی موجود نہیں ہے۔ ان عبارات میں اگر نفی ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ آیت کریمہ لا تعلمہم الآیۃ کے نزول تک علم کی نفی ہے مابعد کی نہیں۔ اگر سرفراز صاحب سچے ہیں تو صرف ایک عبارت کسی معتبر و مستند تفسیر کی دکھا دیں جس میں صریح طور پر کہا گیا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال شریف تک منافقوں کے حال کے حال کا علم عطا نہیں ہوا تھا۔ مگر سرفراز صاحب ان شاء اللہ تعالیٰ ایسی ایک عبارت بھی نہیں دکھا سکیں گے اور قیامت تک بھی نہیں دکھا سکیں گے۔ بلکہ روح المعانی کی جو عبارت سرفراز صاحب نے نقل کی ہے۔ اس میں لکھا ہے:

ان بعض الاولیاء   اسرارهم كان يعرف البرّ والفاجر والمومن والكافر ويقول اَشَمّ من فلان رائحة الطاعة وزمن فلان رائحة المعصية ومن فلان رائحة الايمان ومن فلان رائحة الكفر (روح المعانی جلد ۲۶ ص ۷۰)

یعنی بعض حضرات اولیاء کرام نیک اور بد مومن و کافر کو پہچان لیتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ فلاں سے مجھے طاعت اور فلاں سے معصیت کی بو آتی ہے اور فلاں سے ایمان اور فلاں

کفر کی بو محسوس ہوتی ہے۔ دیکھئے ازالہ ص ۳۱۲۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ بعض اولیاء کرام کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ یہ نیک ہے اور یہ بد ہے یہ مومن ہے یہ کافر ہے۔ بعض اولیا کرام کے لیے تو سرفراز صاحب نے یہ علم مان لیا ہے مگر تعصب و عناد کی انتہاء ہے کہ امام الانبیاء والاولیاء کے لیے یہ نہیں مانتا کہ آپ منافقوں کو جانتے پہچانتے تھے۔

لیجئے ایک اور حوالہ بھی مطالعہ فرمائیے۔ فوائد عثمانیہ ص ۱۳۴ پر لکھا ہے کہ:

مولوی صاحب اولیاء ہمہ میدانند ولکن مامور باظہار نیستند۔ مولوی جی اولیاء سب کچھ جانتے ہیں۔ لیکن ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اور ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں:

یک روز بوقت عشاء جناب مولوی حسین علی صاحب بخدمت حضرت قبلہ ما قبلی و روحی خواہ حاضر بودند ارشاد فرمودند کہ اے مولوی صاحب شما برو در خانہ خود باز چوں واپس آئی حالات و معاملات کہ بر شما گذشتہ باشند از من بپرس ہمہ را یک بیک مفصل تر خواہم گفت ان شاء اللہ تعالیٰ در یک امر ہم خطا نخواہی یافت۔

یعنی حضرت صاحب نے مولوی حسین علی صاحب سے فرمایا کہ تم اپنے گھر جاؤ اور واپس آکر مجھے اپنے حالات و معاملات جو گزرے ہوں پوچھنا میں تمہیں ایک ایک کر کے تمام حالات بتاؤں گا اور کسی ایک بات میں خطاء بھی نہ ہوگی ان شاء اللہ۔

اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب الطاف القدس لطائف النفس (فارسی) کا ترجمہ کرتے ہوئے مولوی سرفراز صاحب کے بھائی (غالباً چھوٹے) عبد الحمید صاحب سواتی خطیب جامع مسجد نور فاروق گنج گوجرانوالہ الطاف القدس کے ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں۔

کہ عارف کا کمال جب ذات بحت سے اوپر چلا جاتا ہے اور نفس کلیہ جب عارف کے جسم کی طرح ہو جاتا ہے اور ذات بحت بجائے روح کے ہو جاتی ہے۔

تو وہ عارف تمام عالم کو یقیناً اپنے اندر علم حضوری کے ساتھ دیکھتا ہے۔

ان عبارات سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ مولوی حسین علی صاحب واں بچھروی کے حضرت صاحب کا عقیدہ تھا کہ اولیاء کرام سب کچھ جانتے ہیں۔

۲۔ یہ کہ مولوی حسین علی صاحب بھی اس کے قائل تھے ورنہ اعتراض کر دیتے کہ یہ عقیدہ توحید کے منافی ہے اور قرآن کے خلاف ہے ایسا نہ کر کے اپنے حضرت صاحب کی تصدیق کر دی کہ ٹھیک ہے۔ اولیاء سب کچھ جانتے ہیں۔

۳۔ یہ کہ جانتے تو سب کچھ ہیں مگر ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

۴۔ یہ کہ ظاہر نہ کرنا علم نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے یعنی عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہے

۵۔ یہ کہ پیر و مرشد کو اور اللہ والوں کو مرید اور عقیدتمندوں کے حالات کا علم ہوتا ہے مگر بربنائے حکمت ظاہر نہیں فرماتے۔

۶۔ یہ کہ عارف پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ اس مقام پر فائز ہو کر تمام عالم کو علم حضور کے ساتھ اپنے وجود میں مشاہدہ کرتا ہے۔

۷۔ یہ کہ ان چیزوں کے شاہ ولی اللہ دہلوی۔ حسین علی۔ صوفی عبد الحمید سواتی بھی قائل ہیں اولیائے کرام کے لیے اور عارف کے لیے اتنی وسعت علمی تسلیم کرنا اور نبی پاک علیہ السلام سے منافقوں کے نفاق اور دیگر حالات کی نزول قرآن کی تکمیل کے بعد بھی نفی و انکار کرنا کہاں کی دیانت اور کہاں کا انصاف ہے۔ یہ عجیب حماقت ہے کہ ولی کے لیے تو سب کچھ اور تمام عالم کا علم مانا جائے اور امام الانبیاء کے لیے نزولِ قرآن کی تکمیل کے بعد بھی منافقوں کا علم نہ مانا جائے۔ مگر ہوئے جو شیخ الحدیث صاحب آخر اور کیا کر سکتے تھے۔

قارئین کرام یہ فرائد عثمانی وہ کتاب ہے جس کی تائید و تصدیق اس کے آخر میں مولوی حسین علی صاحب واں بچھروی (جو سواتی صاحبان کے غالباً پیر و مرشد بھی ہیں) بھی ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

اما بعد فیقول الفقیر الضمیر المدعو بحسین علی انی طالعت ھذا الکتاب من

اولہ الی آخرہ بامر سیدی ومولائی ومرشدی حضرت سید سراج الدین الخ

یعنی میں نے اس کتاب (فوائدِ عثمانی) کو اول سے آخر تک اپنے پیر و مرشد سراج الدین صاحب کے حکم سے مطالعہ کیا ہے اور صوفی عبدالحمید صاحب خطیب جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم مولوی حسین علی صاحب کی فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ کے ترجمہ ص ۶۸، ۶۹ پر لکھتے ہیں مجموعہ فوائد عثمانی کا ذکر کرتے ہوئے کہ اس کو حضرت مولانا محمد عثمان کے خلیفہ مجاز مولانا سید محمد علی اکبر شاہ مجددی حنفی نقشبندی نے مرتب کیا ہے اس کا تعارف جامع (جمع کنندہ) نے ان الفاظ سے کرایا ہے:

کہ این رسالہ است در احوالِ جناب خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء (الی ان قال) پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان صاحب (الی ان قال)

اور فوائد عثمانی کی تصحیح حضرت مولانا محمد حسین علی صاحب نے کی ہے اور جا بجا اس پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں اور آخر میں صداقت نامہ (تصدیق نامہ) ان الفاظ کے ساتھ لکھا ہے:

اما بعد فیقول الفقیر الحقیر المدعو بحسین علی انی طالعت فھذا الکتاب من اولہ الی آخرہ الخ

ان عبارات کو نقل کرنے کی غرض یہ ہے کہ فوائدِ عثمانی بہت معتبر و مستند کتاب ہے اور مولوی حسین علی صاحب کی تصدیق و تصحیح شدہ کتاب ہے اور اس میں اولیاء کرام کے لیے ہر چیز اور تمام عالم (جہان) کا علم تسلیم کیا گیا ہے۔ اور صوفی عبدالحمید صاحب کے ترجمہ فیوضات حسینی کے ص ۶۸، ۶۹ سے یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ یہ لوگ بھی اولیاء کرام کو مشکل کشا اور مددگار مانتے ہیں۔ کیونکہ وہ صاف اور واضح لفظوں میں ص ۶۸ پر مولانا محمد عثمان صاحب کو دو مرتبہ دستگیر اور دو مرتبہ مشکل کشا لکھ چکے ہیں۔ قارئین کرام غور کا مقام ہے کہ اگر اہلسنت حنفی کسی نبی یا ولی کو دستگیر اور مشکل کشاء کہتے ہیں تو یہ لوگ شور مچا کر آسمان کو سر پر اٹھا لیتے ہیں اور کفر و شرک کے گولے برسانے والی مشینوں کے منہ کھل جاتے ہیں اور ہر طرف کفر ہے شرک ہے کی آوازے سنائی دیتے ہیں۔ مگر خود مولانا محمد عثمان صاحب کو دستگیر اور مشکل کشاء

قرار دیں اور کہیں تو نہ ایمان بگڑے نہ ہاتھ سے توحید جائے سچ ہے کہ ان کا زبانی مذہب اور ہے اور کتابی مذہب اور ہے دراصل اپنی منافقت اور منافقانہ چالوں پہ پردہ ڈالنے کی خاطر نبی کے علم کا انکار کرتے ہیں۔ کیوں جناب خود اپنی کتابوں میں دستگیر اور مشکل کشا مانو اور اہلسنت کو مشرک قرار دو اب بتائیے یہ کفر اور شرک کے فتووں کی زد میں آپ خود آئے ہیں کہ نہیں یقیناً آئے ہیں۔ اور یہ عذر کہ ہم تو بطور توسل کہتے ہیں آپ کو نہیں بچا سکتا۔ کیونکہ آپ لوگوں کو یہ وضاحت نہیں بتاتے علی الاطلاق شرک کے فتوے لگاتے ہیں اور اہلسنت بھی تو بطور توسل ہی دستگیر اور مشکل کشا قرار دیتے ہیں اور وہ بھی محض اسناد مجازی کے لحاظ سے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

سادساً اس لیے کہ مفتی صاحب کا منسوخ کہنا بلحاظ شرعی معنیٰ کے نہیں بلکہ مطلق تغیر کے معنیٰ میں ہے جیسے روح المعانی اور حاشیہ بخاری سے گذشتہ صفحات میں باحوالہ عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں۔

سرفراز صاحب کا ص ۱۳۱ پہ یہ کہنا بھی مردود ہے کہ مفتی صاحب خود لکھتے ہیں کہ تفسیر قرآن تابعین یا تبع تابعین کے قول سے بھی معتبر نہیں اگر روایت اس کی تائید نہ کرتی ہو کیونکہ مفتی صاحب نے ہرگز تفسیر کا دعویٰ نہیں کیا اول تو وہ مجمل سے ناقل ہیں دوم یہ کہ ان کا ادعا تفسیر کے بارے میں نہیں ہے بلکہ ایک تاویل ہے۔ سوم یہ کہ نسخ بمعنی شرعی مراد نہیں بلکہ مطلق تغیر کے معنیٰ میں ہے۔ یہ سرفراز صاحب کی جہالت ہے کہ جہاں لفظ نسخ نظر آیا وہیں شرعی معنی مراد لے لیا۔ سرفراز صاحب کو یہ معلوم ہی نہیں کہ بعض مفسرین نے بلکہ ان کے تسلیم شدہ مفسرین نے نسخ کا معنیٰ مطلق تغیر بھی بتایا ہے۔

سرفراز صاحب ص ۱۳۱ پر مفتی صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ثانیاً لا نسلم خبر ہے اور خبر میں نسخ کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جواب:۔ پوری وضاحت سے اس کا تفصیلی جواب گذر چکا ہے کہ خبر میں نسخ ہوتا ہے

یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کسب اور یہ کہ نسخ کا دہ شرعی معنیٰ ہی مراد ہر جگہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض جگہ مطلق تغیر کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔

اسی ص ۳۱۱ پہ سرفراز صاحب تیسرا اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وثالثاً ان دونوں آیتوں کا محل ہی الگ الگ اور جدا جدا ہے نہ ان میں تعارض کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ نسخ کا۔ اس کے بعد ابن کثیر کی دو عدد عبارتیں نقل کرتا ہے۔ جن میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس کا مطلب یہ ہو کہ نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ بھی آپ کو منافقوں کے حالات کا علم عطا نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح روح المعانی کی عبارت میں بھی کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جو دلالت کرتا ہو کہ نزول کی تکمیل کے ساتھ بھی منافقوں کے حالات کا علم عطا نہیں ہوا۔

اگر سرفراز صاحب ان عبارتوں میں ایک لفظ ایسا دکھا دیں تو منہ مانگا انعام حاصل کرنے کے حقدار ہیں۔

لا تعلمهم نحن نعلمهم لنتصرفنهم سے منسوخ کہنا بھی نسخ کے شرعی معنیٰ کے لحاظ سے نہیں کیونکہ خبر میں ایسا نسخ جائز نہیں۔ بلکہ منسوخ کہنا مطلق تغیر کے معنیٰ میں ہے۔ جیسا کہ روح المعانی میں ما ادری ما یفعل بی کی تفسیر میں لکھا ہے اور یہ کہنا کہ لا تعلمهم اور لا تصرفهم کا محل جدا جدا ہے اس لیے منسوخ قرار دینا مردود ہے۔ سرفراز صاحب کا یہ قول بجائے خود مردود و باطل ہے کیونکہ نسخ کی بات صرف مفتی صاحب نے نہیں کی۔ علامہ جمل اور کرخی صاحب نے بھی کہی ہے۔ مفتی صاحب کی تائید تو ان کے اقوال سے ہوتی ہے۔ مگر سرفراز صاحب کی تائید میں کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔

اور یہ کہنا بھی ہمارے خلاف نہیں کہ لا تعلمهم میں حقیقی علم مراد ہے کیونکہ اگر اس آیت کے نزول کے وقت حقیقی علم کو منفی بھی مان لیا جائے تو بھی اس سے نزولِ قرآن کی تکمیل کے بعد منفی ہونا ہرگز لازم نہیں ہوتا۔ اس لیے سرفراز صاحب کے یہ تمام اعتراضات انتہائی لچر اور بے ہودہ ہیں اور تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

قارئین کرام مولوی سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۳۱۲، ۳۱۳ پر لکھتے ہیں کہ:

۔ ہی وہ حدیث جس میں یہ بیان ہوا کہ منافقوں کو جمعہ کے دن خطبہ کے موقعہ پر مسجد سے باہر نکال دیا گیا تھا۔ تو اس سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو۔ خبرِ واحد ہے اور بقول خاں صاحب (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی) اس کو قرآن کریم کی قطعی آیات کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بافی ہے۔ قرآن کریم کی نص قطعی کا جواب یہ کیسے بن سکتی ہے (اس کے بعد انباء المصطفیٰ ص۱۲ جاء الحق ص۱۵ اور ص۲۰۶ کی تین عبارتیں نقل کر کے لکھتے ہیں: جب تک وہ اس حدیث کا تواتر پیش نہ کریں ان کو اپنے استدلال میں پیش کرنے کا کیا حق ہے۔

جواب:

اس حدیث کا خبرِ واحد ہونا ہمیں مضر نہیں اور سرفراز صاحب کو مفید نہیں۔ کیونکہ سورہ توبہ کی آیت لا تعلمھم نحن نعلمھم میں تادم وصال کی یا تادم نزولِ قرآن کی تکمیل کے منافقوں کے علم کی نفی پر قطعاً کوئی دلالت موجود نہیں بلکہ صرف نزول آیت کے وقت تک نفی ہو گی۔ بعد کی نفی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے مدلل بیان ہو چکا ہے۔ اس لیے خبرِ واحد سے تخصیص یا تقیید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں اگر آیت میں تادم وصال یا تادم نزول قرآن کی تکمیل کے نفی ہوتی تو پھر یقیناً منافقین کا علم ماننے کی صورت میں تخصیص یا تقیید لازم آتی مگر ایسا تو ہرگز نہیں ہے اس لیے یہ اعتراض اور پھر اس کی تائید میں اعلیٰ حضرت اور مفتی صاحب کی عبارات کو نقل کرنا بالکل بے محل اور بے سود ہے۔ آیت مذکورہ کے قطعی الثبوت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر علم کی نفی ضرور مانی جائے تو پھر نزول آیت کے وقت تک نفی پر دلالت بھی قطعی ہو گی۔ مگر باوجود اس کے نزول قرآن کی تکمیل یا تادم وصال شریف علم کی نفی پر قطعی دلالت تو درکنار سرے سے دلالت ہی موجود نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ سرفراز صاحب حواس باختہ ہو چکے ہیں اور حواس باختگی کے اس عالم میں جو منہ میں آتا ہے نکال دیتے ہیں۔

گکھڑوی کی جہالت:

سرفراز صاحب ص ۳۱۲ پر لکھتے ہیں کہ،

ثانیاً اس مضمون کی کوئی روایت صحیح ہی نہیں ہے ہم بفضلہ تعالیٰ اس سلسلہ کی روایات کا باحوالہ تذکرہ کرتے ہیں اور ساتھ ان کے رجال کا ذکر خیر بھی کتب اسماء الرجال سے کر دیتے ہیں تاکہ اصل حقیقت سامنے آجائے۔ اس کے بعد جرح نقل کی ہے اور روایات کا ضعف ثابت کیا ہے۔

جواب:

کسی روایت کا از روئے سند مجروح ہونا غیر معتبر اور ناقابل قبول ہونے کو ہرگز مستلزم نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ روایت یا حدیث باوجود سند کے مجروح ہونے کے معتبر و قابل قبول ہو۔ کیونکہ ارباب عقل اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ جس حدیث پر اہل علم حضرات نے اعتماد فرمایا ہو: معتبر قرار دی جاتی ہے۔

چنانچہ ترمذی شریف ص ۷۴ پر لکھا ہے:

وہو ضعیف عند اہل الحدیث ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی ہذا عند اہل العلم الخ

یعنی وہ ضعیف ہے محدثین کے نزدیک امام احمد وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور اہل علم کے نزدیک عمل اسی پر ہے۔

اس کی متعدد مثالیں ترمذی شریف میں موجود ہیں کہ حدیث کو ضعیف قرار دے کر فرماتے ہیں کہ اہل علم کا بلکہ اصحاب کرام کا عمل بھی اسی پر رہا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف احناف ہی نہیں بلکہ شوافع وغیرہ کے نزدیک بھی حدیث کی سند کے مجروح ہونے سے حدیث کا غیر معتبر اور غیر مقبول یا غیر منتج بہ ہونا لازم نہیں آتا۔ فقہ حنفی کے کئی جزئیات کی بنیاد ضعیف روایات پر ہے جیسے نسخ رقبہ کی روایت کا ضعف یقینی ہے۔ اسی طرح کم از کم مقدار مہر کے متعلق کتب فقہ میں جابجا لکھا ہے کہ: اقلہ عشرۃ دراہم مگر اسی قسم کی جمیع روایات کے متعلق علامہ عبدالحئی لکھنوی لکھتے

ہیں کہ: ان ھذا الاحادیث کلھا اسانیدھا مجروحۃ غیر قابلۃ لا نھجج واجاب عنہ العینی فی النھایۃ انہٗ اذا روی الحدیث من طرق مفرداتھا ضعیفۃ تصیر حسناً ویحتج بہ الخ

یعنی ان تمام روایات کی سندیں مجروح ہیں اور استدلال کے لائق نہیں اور علامہ عینی (شارح بخاری و شارح ہدایہ) نے نہایۃ میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جب کوئی حدیث طرق متعددہ سے مروی ہو۔ تو وہ حسن ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ہر طریقہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر ضعف شدید ہو۔ بایں طور کے کوئی سند کاذب یا متہم بالکذب راوی سے خالی نہ ہو تو پھر اس ضعف کی تلافی تعدد طرق سے نہ ہو گی۔ (عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ جلد دوم ص۳۲)

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

اشار بذالك الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحتہ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہٗ اسناد یقمد علی مثلہٗ التعقبات علی الموضوعات۔

یعنی امام ترمذی نے اس کے ساتھ اشارہ اس طرف فرمایا ہے کہ حدیث کو علماء کے قول سے قوت مل گئی ہے اور یقیناً کثرت سے آئمہ نے تصریح کی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کی کوئی سند بھی قابل اعتماد نہ ہو۔

خود سرفراز صاحب نے اپنی کتاب تسکین الصدور ص۱۵۹ پر نیل الاوطار جلد ا ص۲۲ اور مسک الختام جلد ا ص۱۳ کے حوالے سے لکھا ہے کہ "اور جمہور محدثین استدلال و احتجاج کے لیے حدیث میں صحت ہی کی قید کو ملحوظ نہیں رکھتے بلکہ ان کے نزدیک حدیث حسن بھی قابل استدلال ہوتی ہے۔

اور تسکین الصدور کے ص۱۸۷ پر لکھتے ہیں۔ اور جمہور محدثین کرام کے نزدیک حدیث حسن بھی حجت اور قابل استدلال ہے۔ اگر بالفرض اس میں کچھ معمولی سا ضعف اور کمی بھی ہو تو

امت مسلمہ کے اجماع اور اس پر تعامل سے وہ ضعف بھی رفع ہو جاتا ہے اور اس حدیث کے قابل احتجاج ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ علامہ طاہر بن صالح الجزائری حافظ ابن حزم الظاہری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

اذا ورد حدیث مرسل وفی احد نا قلیه ضعف فوجدنا ذالك مجمعًا علی اخذه والقول به علمنا یقینًا انه حدیث صحیح لاشك فیه احد۔

اور جب کوئی مرسل یا کوئی ایسی حدیث ہو جس کے کسی راوی میں ضعف ہو اور ہم یہ دیکھیں کہ اس پر لوگوں کا اجماع ہے اور سب اس کے قائل ہیں تو یقینًا ہم یہ جان لیں گے کہ وہ حدیث صحیح ہے اور اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ (توجیہ النظر ص ۵۰)

ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حدیث کی صحت کا انحصار صحت سند پر نہیں بلکہ باوجود سند کے ضعیف ہونے کے حدیث صحیح اور معتبر و قابل استدلال ہوتی ہے۔ جبکہ طرق سے حسن بن جائے یا اہل علم حضرات اس کو قبول کر چکے ہوں بلکہ اہل علم کا اس کو قبول کرنا صحت کی دلیل ہوتا ہے اور سند اگرچہ ناقابل اعتماد ہو اگر اس کو اہل علم نے قبول فرمایا ہے تو وہ صحیح اور قابل استدلال ہو گی۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ کون سے اہل علم حضرات نے اس حدیث کو قبول کیا اور معتبر جان کر اپنی کتابوں میں بلا جرح و قدح نقل کر کے اس کے قابل استدلال ہونے کی تائید فرمائی ہے۔

۱۔ امام فخر الدین رازی سنعذبهم مرتین کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

روی السدی عن انس بن مالك ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قام خطیبًا یوم الجمعة فقال اُخرج یا فلان انك منافق الحدیث۔

سدی نے حضرت انس سے روایت کی کہ نبی علیہ السلام نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا نکل جا اے فلاں تو منافق ہے۔

۲۔ علامہ ابو السعود اپنی تفسیر میں آیتہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رض ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قام خطیبًا یوم الجمعة فقال اُخرج

یا فلان فانك منافق الحدیث۔

اسی طرح صاوی جمل ابن جریر معالم التنزیل خازن سراج المنیر عینی شرح بخاری، شرح شفاء ملا علی قاری ابن کثیر اور ان کے علاوہ کثیر تعداد میں جلیل القدر محدثین و مفسرین نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ بلکہ علماء دیوبند کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی اس کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ ان محدثین و مفسرین اور جلیل القدر آئمہ دین کا اس کو بلا اعتراض اور بلا تنقید نقل کرنا واضح دلیل ہے اس کے قابل استدلال اور معتبر ہونے کی اور ان حضرات کے قبول کرنے کے بعد سرفراز صاحب کی نقل کردہ جرح بے سود ہے۔

باقی سرفراز صاحب کا ان روایتوں کے رجال پر جرح نقل کرنا تو بعض رجال پہ اگرچہ جرح مفسر ہے مگر بعض پہ جرح مبہم ہے۔ اس کے علاوہ ص ۳۱۸ پر بعض کے متعلق شیعہ ہونے کو بھی سبب جرح سمجھ کر مجروح قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ہم پوری تفصیل سے وضاحت کر چکے ہیں کہ شیعہ ہونا سبب جرح نہیں بلکہ بعض نے تو غالی شیعہ ہونے کو بھی سبب جرح نہیں گردانا جیسا کہ پہلے باحوالہ گزر چکا ہے یہ سرفراز صاحب کی جہالت ہے کہ شیعہ ہونے کو سبب جرح گردانتے ہیں۔ حالانکہ خود صفحہ مذکورہ پہ یہ نقل کرتے ہیں کہ سلمہ بن کہیل اگرچہ اس میں تشیع تھا مگر تھے ثقہ اور ثبت۔ یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ راوی شیعہ ہو کر بھی ثقہ و ثبت ہو سکتا ہے۔ پھر بھی شیعہ ہونے کو سبب جرح سمجھنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

نوٹ:

آج کل کے شیعہ کی بات نہیں تابعین و تبع تابعین کے زمانے کے شیعہ کی بات ہے موجودہ دور کے شیعہ کا حکم الگ ہے۔

سرفراز صاحب ازالہ کے ص ۳۱۶ پہ لکھتے ہیں کہ:

یہ ہیں وہ شبہ جن کی روایات سے دیگر اہل بدعت حضرات عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب سے خصوصاً قرآن کریم کی نص قطعی کو کاٹنا چاہتے ہیں الخ

جواب:

یہ سفید جھوٹ ہے۔ سرفراز صاحب کا اور ان کو سفید اور رنگیلے جھوٹ بولنے میں خوب

طہارت حاصل ہے۔ ہم گذشتہ صفحات میں واضح کر چکے ہیں کہ یہ روایات قرآنی آیت کے ہرگز منافی و مخالف نہیں ہیں۔ کیونکہ آیت میں نفی نزول آیت تک ہی ہو سکتی ہے۔ بعد کی نہیں اور دیگر توجیہات و تاویلات بھی گزر چکی ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ غیر مقلدین وہابی آئمہ کرام کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرتے وقت تطبیق بین الحادیث یا ترجیح بین الحادیث یا تاویل کو رد حدیث کا نام دے کر آئمہ کرام کو بدنام کرنے کے لیے بطور حربہ استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح سرفراز صاحب بھی اپنی عادت ماؤفہ کے مطابق کر رہے ہیں

قارئین کرام سرفراز صاحب ص ۱۳۱ پر لکھتے ہیں کہ ابن عباس کی وہ روایت جو شرح شفا میں ملا علی قاری نے نقل کی ہے کہ منافق مرد تین سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں تو اس کی سند انہوں نے کوئی بیان نہیں کی ظن غالب یہ ہے کہ اس کی سند میں بھی ․․․ اور سدی جیسا تبیر موجود ہے تو ایسی بلا سند اور موقوف روایت سے قرآن کریم کی قطعی الدلالت اور قطعی الثبوت نص کو کیونکر رد کیا جا سکتا ہے الخ

جواب :

جناب آپ یہ بتلائیے کہ یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ ملا علی قاری نے اس روایت کو شرح شفا میں نقل کیا ہے۔ مگر کیا ملا علی قاری نے شرح شفا میں یا کسی اور کتاب میں اس پر جرح کر کے آپ کی طرح اس کو رد کیا ہے۔ ہرگز نہیں جناب یہ ملا علی قاری کو آپ نے دسویں صدی کا مجدد اور ان کے مفصل قول کو حجت قرار دیا ہے۔ کیا جس روایت کو وہ بلا جرح نقل کرتے ہیں ان کا ایسا کرنا ان کے نزدیک قابل اعتماد ہونے کی دلیل نہیں ہے یقیناً ہے۔ پھر آپ نے بھی اس پر کوئی جرح نقل نہیں کی صرف اپنی بدگمانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ کوئی ․․․ فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ ظن غالب سے کام نکالنے کی کوشش کرتے ہیں یہ تو جرح علی الراوی کی بات ہے اور راوی میں اصل عدالت ہے اس لیے دلائل نے بغیر اور شرعی ثبوت کے بغیر محض ظن غالب سے اس میدان میں کام چلانا آسان نہیں ہے ثابت ہوا کہ سرفراز صاحب اس روایت کی سند پر جرح کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور چونکہ اس روایت اور آیت میں کوئی تضاد و تنافی بھی نہیں۔ جیسا کہ پہلے وضاحت ہو

ہو چکی ہے اس لیے سرفراز صاحب کا اس کو نص قرآنی قطعی کے خلاف قرار دینا بھی مبنی بر جہالت ہے اور یہ کہنا کہ یہ آیت قطعی الدلالت ہے۔ سرفراز صاحب کے مدعا پر یہ بھی سراسر باطل و مردود ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ لا تعلمھم نحن نعلمھم منافقون کے نفاق کے عدم علم بر تا نزول قرآن کی تکمیل سرے سے دلالت ہی نہیں کرتی۔ چہ جائیکہ وہ دلالت قطعی ہو۔ سرفراز صاحب یہ آپ کا خالی محض دعویٰ ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ اپنے اس دعویٰ پر ہرگز کوئی دلیل نہیں قائم کر سکے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہرگز قائم کر بھی نہ سکیں گے بلکہ آپ کی پوری جماعت بھی ایسا نہ کر سکے گی۔

فھل من مبارز۔

اس کے بعد سرفراز صاحب ص ۱۳۱ پر حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کو عمدۃ القاری تفسیر ابن کثیر کے (دو مقام) سے اور البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۷ اور خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۰۳۔ روح المعانی جلد ۱۰ ص ۱۰ وغیرہ کے حوالے سے لکھنے کے بعد اس کی سند میں اضطراب کا سہارا لے کر جرح کرتے ہیں کہ یہ روایت مضطرب ہے اس لیے قابل استدلال نہیں ہے۔

جواب:

سرفراز صاحب کا یہ اعتراض بھی جہالت کا پلندہ ہے اوّلاً اس لیے کہ حدیث مضطرب کو موضوع قرار دینا صحیح نہیں زیادہ سے زیادہ ضعیف ہو گی اور یہ ضعف علماء کے ہاں تلقی بالقبول پر فائز ہونے کے بعد قابل قبول ہو سکتی ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ یہاں تطبیق ممکن ہے اور وہ خود مولوی سرفراز صاحب نے بھی ص ۲۱۷ پر لکھی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود الہذلی سے نہیں بلکہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری سے ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی اس کو اسی طرح نقل کرتے ہیں عن ابی مسعود الانصاری الخ (درمنثور جلد سوم ص ۲۶۲۔ ابن مسعود اور ابو مسعود میں کتابت وغیرہ میں غلطی ہو گئی ہے۔

اس عبارت میں خود سرفراز صاحب نے تطبیق دے کر اضطراب کو رفع کر دیا ہے

اور اپنے اعتراض کا خود ہی جواب دے چکے ہیں کیونکہ جب تطبیق ہو سکتی ہو تو یہ تطبیق دے کر اضطراب کو اٹھا دیا جائے گا اور روایت قابل اعتبار و قابل قبول ہو گی جیسا کہ شیخ محقق نے مقدمہ مشکوٰۃ ص ۴ پر لکھا ہے :

فالحدیث مضطرب فان امکن الجمع فبها والا فالتوقف ۔

یعنی حدیث مضطرب ہیں اگر تطبیق کا امکان ہو تو بہتر ورنہ توقف کیا جائے گا ۔ اور یہاں سرفراز صاحب خود تطبیق دے چکے ہیں اور اضطراب اٹھ چکا ہے ۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

سرفراز صاحب روایت مذکورہ سے استدلال کے درست نہ ہونے کی دوسری وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ امام بیہقی کی سند میں ابو احمد الزبیری عن سفیان ہے اور یہ اگرچہ بعض محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں ۔ مگر امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ کثیر الخطاء فی حدیث سفیان ہے عجلی کہتے ہیں ثقہ ہیں مگر شیعہ ہیں اور ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حافظ حدیث تھے مگر اوہام ۔ دوسرے راوی اس سند کے سلمہ بن کہیل ہیں اگرچہ ثقہ و ثبت ہیں مگر عجلی ۔ یعقوب بن شیبہ اور امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ ان میں تشیع تھا ۔

جواب :

ابو احمد الزبیری کی توثیق جلیل القدر محدثین کرام نے فرمائی ہے اور اس بات کا اقرار سرفراز صاحب بھی منقولہ عبارت میں کر چکے ہیں جمہور محدثین نے ان کی توثیق و تعدیل فرمائی ہے ۔ اس لیے توثیق کے قول کے مقابلہ میں جرح مبہم کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور ان کا شیعہ ہونا ان کے ثقہ اور مثبت ہونے کے منافی نہیں ہے ۔ کیونکہ تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں تشیع کو اسباب جرح میں شمار نہیں کیا گیا ۔ جیسا کہ با حوالہ بحث گزر چکی ہے ۔

اور تیسری وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ص ۱۰۸ پر کہ اس روایت کی سند میں عیاض بن عیاض بن ربیعہ عن ابن مسعود ہیں مگر دونوں باپ بیٹے کا کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ یہ کون تھے اور کیسے تھے (الی ان قال) تعجیل المنفعۃ ص ۳۲۶ طبع حیدر آباد دکن میں عیاض بن عیاض کا تذکرہ ہے ۔ مگر اس میں اس کا ذکر بھی ہے

ولم یذکر سماعًا من ابیہ ولا ابوہ من ابی مسعود۔

اور تفسیر سند جلد ا ص ۲۰ میں ہے:

والذی اراہ ان الروایۃ غیر صحیحۃ۔

جواب:

اس عبارت میں بھی سرفراز صاحب نے اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑا چلایا ہے کیونکہ یہ کہہ کر کہ ان کا کوئی پتہ نہیں خود ہی تعجیل المنفعۃ کے حوالے سے ان کا تذکرہ مان لیا ہے کہ اس میں ان کا ذکر ہے۔

رہا یہ کہنا کہ باپ سے بیٹے کے سماع کا عدم ذکر عدم سماع کو مستلزم نہیں ہے عدم ذکر کو عدم سماع کی دلیل بنانا سرفراز صاحب جیسے خبطی ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ رہا تفسیر سند کے قول کا معاملہ تو ایک تو انہوں نے اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ میری رائے میں غیر صحیح ہے دوسرا یہ کہ اس کی مراد فنی صحت کی نفی ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ سنداً غیر صحیح ہونا عند العلماء الکبار عدم قبولیت کو مستلزم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سند کی رو سے حدیث صحیح نہ ہو مگر علماء کے ہاں قابل اعتبار اور قابل قبول و قابل استدلال ہو۔ جیسے باحوالہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کیونکہ علماء کا کسی حدیث کو قبول کرنا صحت حدیث کی دلیل ہے۔ جیسے گذشتہ صفحات میں باحوالہ لکھا جا چکا ہے۔ اور ہماری اس تقریر سے سرفراز صاحب کی تینوں بیان کردہ وجوہات کے پرخچے فضائے آسمانی میں بکھر چکے ہیں اب بھی اگر سرفراز صاحب اپنی ہٹ دھرمی اور ضد نہیں چھوڑتے تو ہمارا کیا قصور ہے۔ ان کی اپنی قسمت کا قصور ہے کہ وہ حق و صداقت کو قبول کرنے کی بجائے باطل محض پر اڑے ہوئے ہیں۔ سچ ہے۔

نصیب اپنا اپنا مقام اپنا اپنا
کیے جاؤ میخوارو کام اپنا اپنا

قارئین کرام ص ۳۱۸، ۳۱۹ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

الغرض اصول حدیث اور فن روایت کے تحت منافقوں کی تعداد اور ان کے صحیح علم کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی روایت صحیح ثابت

ہو جائے تب بھی خبر واحد ہی رہے گی اور قرآن کریم کا جواب وہ ہرگز نہیں بن سکتی۔

جواب:

صحت اور عدم صحت پر کافی بحث گذر چکی ہے کہ سنداً عدم صحت عند العلماء عدم اعتبار کو اور عدم قبولیت کو مستلزم نہیں ہے۔ بالفرض اگر ہر لحاظ سے ان روایات کا غیر معتبر ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ جمیع ماکان و مایکون کے علوم کے حصول تدریجی کے نزول قرآن کی تکمیل کے بعد ہم قائل ہیں اور یہ آیات قرآنیہ کے عمومات سے ثابت ہے اور منافقین کے نفاق و تعداد کا علم ماکان و مایکون کا بعض ہے ماکان و ما یکون کے ضمن میں اس کا حصول آیات قرآنیہ سے ثابت ہے اس لیے ہمارا دعویٰ یہ اپنی جگہ اتنا ٹھوس اور پختہ ہے کہ ان روایات کے غیر معتبر ہونے سے ہرگز متاثر نہیں ہوتا۔ و ہو المطلوب و ہو المدعیٰ۔

ص ۳۱۹ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

اگر محض درایت ہی سے سوچا جائے تب بھی ان روایات سے فریق مخالف کا مدعیٰ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بصورت صحت دین روایات ان سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ چھتیس منافق تھے اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ اور کوئی منافق نہ تھا مسجد سے خطبہ جمعہ کے موقعہ پر چھتیس آدمیوں کو نکال دینے سے یہ کیسے لازم آیا کہ اور کوئی منافق نہ تھا اور یہ کیا ضروری ہے کہ سب منافق مسجد میں حاضر ہوں اس قسم کے کئی احتمال ہیں اور اگر یہی منافق تھے تو حضرت ابن عباس کی بے سند روایت کا فریق مخالف کیا جواب دے گا۔

جواب:

اس عبارت کو پڑھ کر اندازہ ہونا مشکل ہو جاتا ہے کہ سرفراز صاحب کتنے جاہل اور علم سے کتنے دور ہیں۔ اتنی بات بھی سمجھنے سے سرفراز صاحب قاصر ہیں کہ چھتیس کے عدد کا ذکر حصر کو مستلزم نہیں ہے اور چھتیس کا بیان دلیل حصر نہیں ہے۔ کس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ منافق صرف چھتیس تھے اور وہی تھے جو مسجد میں آئے باہر کوئی نہیں تھا۔ پھر کیا عدد اقل کا ذکر عدد زائد کی نفی کو مستلزم ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر فضیلت بجنس اور فضیلت

بست والی حدیثوں میں تناقض ہو جائے گا۔ یعنی اگر پانچ کو چھ کا نافی مانا جائے تو ان حدیثوں میں تناقض ہو جائے گا اور اگر عدد کو مفید حصر قرار دیا جائے تو صحیح حدیثیں جو عند الائمہ مقبول ہیں ایک دوسرے کی نفی کریں گی۔ ثابت ہوا کہ جس طرح پانچ چھ کا نافی نہیں۔ اسی طرح چھتیس تین صد کا نافی نہیں ہے اور چونکہ عدد مفید حصر نہیں۔ اس لیے چھتیس والی تین صد والی کے خلاف نہیں اور تین صد والی چھتیس کے خلاف نہیں ہے۔

چنانچہ بخاری کی شرح ارشاد الباری سورہ رعد کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

جواب:

یعنی پانچ کا ذکر کیا اگرچہ غیب غیر متناہی ہے کیونکہ عدد لا پنے سے) زائد کی نفی نہیں کرتا۔ ثابت ہوا کہ سرفراز صاحب کا اعتراض جہالت پر مبنی ہے۔

ان روایات کو ابن کثیر۔ تفسیر کبیر۔ روح المعانی۔ عمدۃ القاری۔ البدایہ والنہایہ۔ خصائص کبریٰ۔ در منثور۔ ابن جریر۔ شرح شفاء۔ طبرانی وغیرہ جلیل القدر ائمہ نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے ان کا بلا جرح نقل کرنا دلیل اعتبار ہے۔ جیسا کہ پہلے واضح کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ص ۳۱۹ پر فائدہ کے عنوان میں سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ:

مسلم جلد دوم ص ۳۶۹ البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۱۹۔ زاد المعاد جلد ۲ ص ۹۔ ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۷۳ خصائص کبریٰ جلد اول ص ۲۷۹ میں سفر تبوک کے موقعہ پر بارہ یا چودہ یا پندرہ منافقوں نے حضور پر ایک گھاٹی کے اندر اچانک حملہ کر دیا تاکہ آپ کو شہید کر دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا اور ان بارہ منافقوں کے نام آپ نے صرف حضرت حذیفہ کو بتا دیئے تھے اور اسی وجہ سے وہ صاحب سرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشہور تھے اور ملا علی قاری مرقات جلد ۵ ص ۱۰۸ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے حضرت حذیفہ کو منافقوں کے نام اور ان کا نسب نامہ بتایا تھا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کو تمام کے تمام منافقوں کا علم تھا۔ اور آپ نے ان کے نام حضرت حذیفہ کو بتا دیئے تھے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

انہ علیہ السلام اعلم حذیفۃ باعیان اربعۃ عشر او خمسۃ عشر منافقاً وھذا

تخصیص لا یقتضی انہ اطلع علی اسمائھم واعیانھم کلھم۔

(ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۸۴)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو چودہ یا پندرہ منافقوں کے نام (مع ان کی تخصیصوں) کے بتلا دیئے تھے اور یہ صرف ان چودہ پندرہ کے ساتھ خاص تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے حضرت حذیفہؓ کو سب کے نام اور ذوات بھی بتلا دی تھیں۔

الحاصل مرقات کے حوالے سے یہ ثابت کرنا کہ آپ کو جملہ منافقوں کا علم تھا اور آپ نے حضرت حذیفہؓ کو وہ سب بتلا دیئے تھے اور اسی لیے وہ رازداں مشہور تھے۔ وغیرہ وغیرہ یہ حدیث اور تاریخ اسلام سے بے خبری کا نتیجہ ہے الخ۔

جواب:

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے غیر شعوری طور پر چند مندرجہ ذیل امور کو تسلیم کر لیا ہے

ا۔ یہ کہ مسلم کی حدیث اور البدایہ والنہایہ زاد المعاد ابن کثیر۔ خصائص کبریٰ وغیرہ (کتب معتبرہ) میں یہ حدیث و روایت موجود ہے کہ حضرت حذیفہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہ یا چودہ یا پندرہ منافقوں کے نام بتا دیے تھے اور یہ کہ ان کی ذوات بھی بتائی تھیں بلکہ ان کے نسب نامے بھی بتائے تھے۔

قارئین کرام بتانا فرع ہے جاننے کا بغیر جاننے بتانا ممکن نہیں۔ یہاں سرفراز صاحب نے پندرہ منافقوں کے نفاق اور ان کے ناموں اور ان کے نسب ناموں کا علم تسلیم کر لیا ہے۔ بلکہ اتنا علم تو حضرت حذیفہ کے لیے بھی مان لیا ہے اور اس کا اقرار عبارت منقولہ سے واضح ہے اب سرفراز صاحب یہ بتائیں کہ کیا ابن کثیر اور البدایہ والنہایہ اور مسلم و زاد المعاد خصائص کبریٰ۔ مرقات وغیرہ کی اس روایت سے حضور کے لیے منافقوں کے نفاق کا علم ثابت ہوا یا نہیں۔ نیز یہ کہ کیا یہ روایت لا تعلمھم نحن نعلمھم سے مؤخر یا مقدم ہے۔ اگر مقدم ہے تو پھر کیا یہ روایت اس آیت کے منافی و مناقض ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں۔ اگر منافی ہے تو آپ کا کیا جواب ہے اور اگر مؤخر ہے تو پھر چشم ما روشن دلے ما شاد را۔ کیونکہ تاخر کی

صورت میں ثابت ہو گا کہ آیت کی نفی کا تعلق حصولِ علم سے قبل کے زمانے سے ہے اور اثبات بعد کا ہے وہو المطلوب۔

نیز یہ کہ خود لکھا ص ۳۲ پر کہ سفر تبوک ۹ھ ہجری کا واقعہ ہے اور نزولِ قرآن کی تکمیل قطعی اس سے مؤخر ہے۔

مزید یہ کہ جب آپ نے خود معتبر کتابوں کے حوالے سے تسلیم کر لیا ہے کہ ان پندرہ افراد کا نام نفاق نسب نامہ حضور نے حضرت حذیفہ کو بتایا تھا تو لازمی امر ہے کہ آپ کو علم تھا اب یہ علم ذاتی تھا یا عطائی اگر عطائی تھا تو چشم ما روشن دلِ ما شاد ورا۔ اور ذاتی کی شق تو بالاتفاق باطل ہے۔ عطائی ہی متعین رہے گا یا پھر تیسری شق نکال کر دکھائیں۔ جناب جس کو چور دروازہ قرار دیتے رہے ہیں اُس سے گزرے بغیر آپ کو بھی چارہ نہیں ہے۔

۲۔ حضرت حذیفہ کو صاحب سرِّ رسول بھی تسلیم کر لیا ہے۔ مگر یہ کہنا جناب سرفراز صاحب کا اس سے تمام منافقوں کا علم ثابت نہیں ہوتا یہ جہالت ہے کیونکہ جب پندرہ منافقوں کے نفاق اسماء و انساب کا علم آپ نے تسلیم کر لیا ہے (لاتعلمہم نحن نعلمہم) سے استدلال کے باوجود) تو پھر باقی منافقوں کے علم کی نفی پہ آپ کے پاس کونسی دلیل ہے ہرگز ایسی کوئی دلیل آپ کے پاس موجود نہیں ہے۔

سرفراز صاحب یہ بتائیے آیت نافیہ میں نفی کا تعلق سب سے ہے یا بعض سے اگر سب سے ہے تو پھر یہ آیتہ آپ کی ازالہ کے ص ۱۹ ۱۳ کی عبارت منقولہ کے پیشِ نظر آپ کے بھی خلاف ہے۔ فما ھو جوابکم فھو

اور اگر نفی بعض کے علم کی ہے تو اس تخصیص پر دلیل قطعی آیت یا حدیث متواترہ پیش کرنا ہو گی۔ کیونکہ آپ نے بارہا سابقہ ابواب اور صفحات میں تسلیم کر چکے ہیں کہ خبر واحد سے آیت کے عموم کی تخصیص اور اطلاق کی تقیید جائز نہیں بلکہ راہ سنت میں آپ نے اس کو نئی شریعت گھڑنا قرار دیا ہے۔

رہی حافظ ابن کثیر کی عبارت تو اس میں ہرگز یہ ثابت نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام تمام منافقوں کو نہ جانتے تھے اور یہ علم آپ کو تادم وصال بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ بلکہ اس عبارت میں

حضرت حذیفہؓ کو سب منافقوں کے نام بتانے کی نفی ہے یا سب کی ذوات بتانے کی نفی ہے اور ظاہر ہے کہ نہ بتانا علم نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ آپ خود بھی انداز میں تسلیم کر چکے ہیں کہ عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہے۔ سرفراز صاحب آپ اس قدر مخبوط الحواس ہو چکے ہیں کہ کہیں تو خود لکھتے ہیں کہ عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہے اور کہیں اسی عدم اظہار و عدم اعلام کو عدم علم کی دلیل بنا لیتے ہیں۔ اپنے اصولوں کو اپنی بے اصولی سے توڑتے جاتے ہیں۔ سچ ہے کہ:

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ ان بعض کے علم سے سب منافقوں کا علم ثابت نہیں ہوتا یہ نری جہالت ہے کیونکہ دوسرے بقیہ منافقوں کے علم کی نفی کی کوئی علیحدہ دلیل موجود نہیں اور حضرت حذیفہؓ کو سب کے نام نہ بتانے کا دعویٰ ہم نے بھی نہیں کیا تاکہ سب کے نام نہ بتانا ہمارے خلاف ہو۔ سرفراز صاحب خود جہالت کا شکار ہیں اس لیے علی نفسہٖ کے مطابق ان کو اپنے سوا سب بے خبری میں مبتلا نظر آتے ہیں اور خود اتنے بے خبر ہیں کہ اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں۔ خوب ہے:

ان کنت لا تعلم فذالک مصیبۃ وان کنت تعلم فالمصیبۃ اعظم

الغرض سرفراز صاحب اثبات مدعا میں ناکام رہے ہیں اور یہی کچھ ان کے مقسوم میں لکھا ہے۔

گیارھویں آیت کا جواب:

قارئین کرام صہ ۳۲ پر سرفراز صاحب گیارھویں آیت کے عنوان میں:

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین

پ ۱۰ سورہ التوبہ رکوع ۷ کی آیت کریمہ اور اس کی تفسیر میں چند تفاسیر جلالین۔ ابوالسعود۔ مدارک۔ بیضاوی۔ ابن کثیر۔ معالم التنزیل۔ کنزالعمال کی عبارات بزعم خویش اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس آیت سے اور اس کی ذیل میں حضرات

مفسرین کرام کے اقوال اور عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پیش کردہ اعذار کی بنا پر غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی تھی اُن کے اعذار اور بہانوں کا سچ اور جھوٹ ہونا اس وقت تک آپ کو معلوم نہ تھا حالانکہ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے اور یہ آیت سورہ توبہ کی ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔

جواب نمبر ۱

قارئین کرام یہ آیت بھی ہرگز ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی نفی ہے بعد کی نہیں ہے۔ کسی ایک ضعیف روایت سے بھی یہ ثابت کرنا ممکن نہیں کہ ان کے اعذار و بہانوں کا اور ان کے نفاق کا علم آپ کو نزول قرآن کی تکمیل تک بھی عطا نہ ہوا تھا۔ چہ جائے کہ کسی صحیح روایت سے ثابت ہو اور ہم پہلے کافی وضاحت اور مدلل طور پر بتا چکے ہیں کہ سورۃ کا آخری ہونا آیتہ کے آخری ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ اس لیے سورۃ کے آخری ہونے کا سہارا لینا ایسا ہی جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔

جواب نمبر ۲

بتائیے جناب اس میں کلی کی نفی ہے یا جزی کی شق اولی کی صورت میں ہمارے خلاف نہیں کیونکہ نزول آیت کے وقت ہم بھی حصول کل کے قائل نہیں اور شق ثانی کی صورت میں یہ آپ کے خلاف ہے کیونکہ بعض علوم غیبیہ کا حصول آپ کے نزدیک مسلم ہے۔

جواب نمبر ۳:

بتلائیے اس میں ذاتی کی نفی ہے یا عطائی کی ہے شق اولی کی صورت میں ہمارا مدعا ثابت ہے اور شق ثانی کی صورت میں یہ آیت آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آپ نے تنقید متین ص۱۶۳ پر بعض علوم غیبیہ کے عطائی طور پر حاصل ہونے کو حقیقت مسلمہ قرار دیا ہے یاد رہے اس عبارت میں آپ نے علوم مانے ہیں انباء غیب اور اخبار غیب کی بات نہیں۔ صاف حصول علم کا اقرار ہے۔ باقی تفاسیر کی منقولہ عبارات بھی ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ

اُن میں بھی نفی کا تعلق نزول آیت کے وقت تک ہے نزول قرآن کی تکمیل تک یا اس کے بعد سے نہیں ہے۔ کسی عبارت میں یہ نہیں ہے کہ آپ کو ان کے اقوال کی سچائی یا جھوٹ کا علم نزول قرآن تک بھی نہ دیا گیا تھا۔ بلکہ یہی آیت خود بتاتی ہے کہ اس کے نزول کے بعد اُن کے جھوٹ کا علم آپ کو حاصل ہو گیا تھا جیسا کہ آیت سے واضح ہے اس لیے اس آیت کو اور تفاسیر کی عبارات کو نقل کرنے سے سرفراز صاحب کو ہرگز کچھ بھی حاصل نہ ہوا البتہ ان کے استدلال نے ان کی اپنی جہالت پہ واضح دلالت کر کے بتا دیا ہے کہ سرفراز صاحب کا علم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

بارھویں آیت کا جواب :

قارئین کرام ص۳۲۳ پر سرفراز صاحب بارھویں آیت کے عنوان میں والذین اتخذوا مسجدًا ضرارًا وکفرا وتفریقًا بین المومنین الآیۃ پ ۱۱ سورۃ توبہ رکوع ۱۳ کی آیت کا نشان نزول وغیرہ لکھنے کے بعد ابن کثیر۔ درمنثور۔ تفسیرات احمدیہ وغیرہ کی عبارات لکھ کر فرماتے ہیں کہ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ کے ایک محلہ میں رہنے والے منافقوں کی ان گہری سازشوں اور اسلام کے خلاف مہلک اور خطرناک قسم کی ریشہ دوانیوں کا علم نہ تھا۔ اگر علم ہوتا تو جھوٹوں کو سچا تصور نہ کرتے اور وعدہ نہ کرتے اگر علم ہوتا تو جبرائیل آکر آگاہ نہ کرتے اس سے یہ معلوم ہوا کہ غزوہ تبوک سے رجوع تک بھی آپ کو علم غیب اور جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل نہ تھا۔

جواب نمبر ۱ :

یہ آیت بھی ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کی نفی ہے بعد کی نہیں۔

جواب نمبر ۲ :

نفی کلی جمیع ماکان ومایکون کی ہے جس کے حصول کے بوقت نزول آیت منقولہ ہم بھی قائل نہیں۔

جواب نمبر ۳ :

نفی ذاتی کی ہے عطائی کی نہیں۔ کمامرّ

سرفراز صاحب علم غیب سے اگر مطلق غیب مراد ہے تو وہ تو بہت پہلے حاصل تھا جیسا کہ مفصل طور پر گزر چکا ہے اور اگر مراد الغیب المطلق ہے تو اس کے حصول کا نزول آیتہ تک تو کیا نزول جمیع قرآن کے بعد بھی کوئی قائل نہیں۔ کیونکہ الغیب المطلق سے مراد غیر متناہی علوم ہیں۔ مگر آپ کی عبارت میں علم غیب سے مراد قاعدہ کے مطابق مطلق الغیب ہی ہو سکتا ہے اور اس کی نفی آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ مطلق غیب اور بعض علوم غیبیہ میں کوئی منافات نہیں ہے۔ کما مر۔

اس استدلال سے بھی سرفراز صاحب کی جہالت آشکارا ہو گئی ہے۔

صـ ۳۲۴ پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ۔ اس کے علاوہ زید بن ارقم کے واقعہ میں سورۃ منافقون کا نزول اور عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھانا وغیرہ متعدد واقعات قرآن کریم میں ایسے موجود ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع ماکان وما یکون کے عالم ہونے کی صراحت سے نفی ثابت ہوتی ہے الخ۔

جواب:

اس قسم کے جتنے واقعات قرآنیہ پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے کوئی ایک واقعہ بھی ہمارے مدعیٰ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تمام واقعات نزول قرآن کی تکمیل سے قطعاً و یقیناً مقدم ہیں۔ مؤخر نہیں ہیں۔ اس لیے ایسے واقعات سے استدلال کرنا طفل تسلی تو ہو سکتی ہے مگر حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سرفراز صاحب کی حماقت اور جہالت ہے کہ ایسے واقعات اور ان آیات سے استدلال کر رہے ہیں اور دیوبندی جہلاء کو اپنے متعلق یہ تأثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ میں نے کوئی بہت بڑا قلعہ فتح کر لیا ہے سرفراز صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس قلعہ کو آپ کے اکابر بھی فتح نہیں کر سکتے۔ آپ کی دال یہاں کیسے گل سکتی ہے کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دُنیائے سنیّت کو ایک اہم اور عظیم خوشخبری

مِفتاح الجنّت بجواب راہ سنت

(دو ضخیم جلدوں میں)

مصنفہ

شیخ الحدیث علامہ مفتی غُلام فرید صاحب رضوی

یہ کتاب دیوبندی حضرات کے نام نہاد شیخ الحدیث سرفراز خاں گکھڑوی کی کتاب "راہ سنت" کا مکمل اور لاجواب جواب ہے۔

اس کتاب میں گکھڑوی صاحب کے دجل وفریب، تحریف وخیانت کو عیاں کر کے اور انبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور اولیائے عظام (علیہم الرحمت والرضوان) کے ساتھ دشمنی اور گستاخیوں کو طشت از بام کر کے علامہ غلام فرید صاحب رضوی نے کافی اور شافی جوابات دیئے ہیں۔

اس کے علاوہ مخالف مذکور کی کھائی ہوئی ٹھوکروں کو واضح کر کے راہ حق کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

۔ واللہ بالتوفیق۔

ناشر

قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ

دیوبندی غیر مقلدین وہابیوں کی نایاب کتب
بلغۃ الحیران .... مولوی حسین علی واں بھچراں دیوبندی
براہین قاطعہ .... مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی
رسالہ الامداد .... اشرف علی تھانوی دیوبندی
جمال الاولیاء .... " " " " " "
امداد المشتاق .... " " " " " "
امداد السلوک .... رشید احمد گنگوہی دیوبندی
صراط مستقیم (فارسی) .. مولوی اسماعیل دہلوی
کرامات اہلحدیث .. مولوی عبدالمجید سوہدروی غیر مقلد
الاربعین ...... مولوی عبدالحق غزنوی غیر مقلد
فیصلہ حجازیہ .... قاضی عبدالاحد خان پوری غیر مقلد
الاقتصاد فی مسائل الجہاد .... مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد
عرف الجادی نواب نور الحسن بھوپالی
ترجمان وہابیہ نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد
الشمامۃ العنبریہ " " " " " "
ہدیۃ المہدی مولوی وحید الزمان غیر مقلد
قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ شہر

شیعہ حضرات کی نایاب کتب

اصُول کافی	یعقوب کلینی
فروع کافی	〃
کتاب الروضہ	〃
حیات القلوب	ملّا باقر مجلسی
جلاء العیون	〃
حق الیقین	〃
کشف الغمہ	علّامہ اربلی
تفسیر قمیؒ	علّامہ قمیؒ
تفسیر مجمع البیان	علّامہ طبرسی
تفسیر صافی	ملّا کاشانی
تفسیر منہج الصادقین	〃
تہذیب الاحکام	ملّا طوسی
من لایحضرہ الفقیہہ	علّامہ قمیؒ
الاستبصار	ملّا طوسی
منتہی الامال	عباس قمیؒ

ملنے کا پتہ قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ

مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری کے تحریر کردہ خوبصورت
تبلیغی اشتہارات
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے بارے میں صحابہ کرام کا عقیدہ
گیارھویں شریف کے جواز کا ثبوت
ہاتھ اور پاؤں چومنے کا ثبوت
مذہب حق اہلسنت وجماعت
دیوبندی غیر مقلد مودودی اور تبلیغی جماعت کے وہابی اکابر کی خود ساختہ توحید
ہندوؤں کے پٹھو اور پاکستان کے دشمن کون ہیں؟
مرزائیت اور مرزائی نوازوں کے خلاف جہاد
بیس ۲۰ رکعت تراویح کا بیان
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان
تمام اشتہارات کی کتابت طباعت اور کاغذ نہایت عمدہ ہے مساجد، دفاتر و مکانات
میں فریم کر کے لگائیں
پتہ ملنے کا
قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ شہر

علامہ الحاج ابو الحامد محمد ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ تصانیف

الانوار المحمدیہ فی السیرۃ المصطفویہ (حصہ اوّل)
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت اول الخلق کا بیان، انبیاء کرام علیہم السلام کا آپکی آمد کا تذکرہ کرنا، کتب سابقہ میں نبی پاک کی بشارات اور غیر مسلموں کی کتب سے رفعت مصطفیٰ کا بیان ہے۔ سیرت پر دور حاضرہ کی محققانہ کتاب ہے، چار سو کتب کے حوالہ جات درج ہیں۔ ۲۴/- روپے

سیرت خلفاء راشدین علیہم الرضوان
قرآن و حدیث مستند مفسرین اور محدثین کی کتب کے حوالہ جات سے سیرت درج کی گئی ہے، نیز کتب شیعہ سے بھی خلفاء راشدین کی عظمت اور انکا کردار بیان کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ آئمہ اہلبیت کے دلوں میں ان حضرات کا کتنا وقار تھا۔ ہدیہ ۳۰/- روپے

سیرت غوث الثقلین: غوث پاک رضی اللہ عنہ کی سیرت پر دور حاضرہ کی بے نظیر اور لاجواب کتاب ہے ایک سو گیارہ مستند کتب کے حوالہ جات درج ہیں۔ ہدیہ ۱۸/- روپے

مدلل تقریریں حصہ اوّل علامہ قادری صاحب کی ولولہ انگیز، باحال سوز تقاریر کا بے نظیر مجموعہ ہے حوالہ جات سے بھرپور مدلل تقاریر ہیں جو کہ عوام و خواص کیلئے یکساں مفید ہیں۔ ہدیہ ۲۴/- روپے

محفل میلاد مصطفیٰ: سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف اور محفل میلاد شریف کی برکات اور اس کے ثبوت پر مدلل کتاب ہے۔ ہدیہ ۱۰/- روپے

وہابی مذہب حصہ اوّل: اس کتاب میں وہابیوں کی مکمل تاریخ، ہندوؤں اور انگریزوں سے تعلقات انکی علمی قابلیت کردار اور عقائد باطلہ درج کئے ہیں۔ ۵۰ کتب کے حوالہ جات سے یوں سمجھئے اور غیر مقلدین کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ۲۴ روپے

وہابی مذہب حصہ دوم: اس کتاب میں وہابیوں کی خود ساختہ تفاسیر اور ان کے فقہی عقائد درج کئے ہیں جنکو پڑھ کر ہر مسلمان کے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ ۱۵/- روپے

عقائد وہابیہ: دیوبندی، مودودی، تبلیغی اور غیر مقلد وہابیوں کے عقائد انکی کتب سے درج کر کے قرآن و حدیث سے ان کا رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان کے عقائد باطلہ ہیں۔ ۱۵/- روپے

گیارہویں شریف کا ثبوت: تعصب کو بالائے طاق رکھ کر اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا شخص کبھی بھی گیارہویں شریف کو حرام یا ناجائز نہیں کہے گا۔ مستند اکابر سے ثبوت درج ہے۔ ہدیہ ۱۰/- روپے

ہاتھ اور پاؤں چومنے کا ثبوت: احادیث شریفہ مفسرین، محدثین اور محققین کی مستند کتب سے خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور اولیاء عظام سے اسکا ثبوت درج کیا ہے۔ ۲۵۰ کتب کے حوالہ جات درج ہیں۔ ۵/- روپے

فرقہ ناجیہ: ۸۰ مستند کتب کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ اہلسنت وجماعت ہی وہ گروہ ہے جو جنتی ہے۔ نیز اہلسنت وجماعت کے عقائد کا قرآن و سنت سے ثبوت درج ہے۔ ہدیہ ۱۰/- روپے

اہلسنت وجماعت کون ہیں؟ قرآن و حدیث اور مسلمہ اکابر کی کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے یہ ثابت کیا ہے کہ دیوبندی، غیر مقلد، مودودی، تبلیغی جماعت کے حضرات اہلسنت وجماعت نہیں ہیں۔ ۱۵/- روپے

نعمت کبریٰ: علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے جسمیں خلفاء راشدین اور اولیاء امت سے محفل میلاد شریف کا ثبوت درج ہے، عربی اور اردو۔ ہدیہ ۱۲/- روپے

وہابیت اور مرزائیت: اس کتاب میں وہابیوں کے مرزائیوں کے ساتھ تعلقات درج ہیں اور وہابی اکابر کے اسلام کیخلاف فتوے کہ مرزائیوں سے نکاح اور انکے پیچھے نماز جائز ہے درج کئے ہیں۔ ۔/۴ روپے

ملنے کا پتہ: قادری کتب خانہ، جامع مسجد تحصیل بازار، سیالکوٹ